یہ کتاب

اپنے بچوں کے لیے scan کی بیرونِ ملک مقیم ہیں

مومنین بھی اس سے استفادہ حاصل کرسکتے ہیں.

منجانب.



سبیلِ سکینہ

یونٹ نمبر ۸ لطیف آباد حیدرآباد پاکستان

۷۸۶
۹۲_۱۱۰
یاصاحب الزماں ادرکنیؑ

Knowledge for All
SABIL-E-SAKINA

یاعباسؑ

DvD Version

لبیک یا حُسینؑ

خصوصی تعاون: نذر عباس
رضوان رضوی

اسلامی کُتب (اردو) DVD

ڈیجیٹل اسلامی لائبریری ۔

SABIL-E-SAKINA
Unit#8,
Latifabad Hyderabad
Sindh, Pakistan.
www.sabeelesakina.page.tl
sabeelesakina@gmail.com

پھر وہ شیعہ ہوگیا



مؤلف:

زبدۃ العلماء، فخر المحققین، رئیس المناظرینؒ

حضرت علامہ آقائی سید علی حیدرؒ نقوی طاب ثراہ

ناشر: عباس بک ایجنسی ۔ لکھنؤ (انڈیا)

پھر وہ شیعہ ہو گیا

مولف

زُبدۃُ العلماء، فخرالمحققین، رئیس المناظرین
حضرت علامہ آقای سید علی حیدر نقوی طاب ثراہ

ناشر
عباس بُک ایجنسی لکھنو (انڈیا)

نام کتاب .... پھر وہ شیعہ ہو گیا

تالیف .... علامہ سید علی حیدر نقوی

موضوع .... میاں اور بیوی کا مناظرہ

ایڈیشن 2005ء

تعداد 1000

قیمت .... 250 روپے

صفحات 656

ملنے کا پتہ

عباس بک ایجنسی لکھنو (انڈیا)

فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی سید نا و مولانا ابی القاسم محمد و آلہ الطیبین الطاہرین.

خادم دین مبین وملتہ بیضاء احقر العباد علی حیدر عفی عنہ مدیر رسالہ اصلاح کھجوا ابن حضرۃ فخر المحققین، ظہیر العلماء والمجتہدین، عماد الملت والدین، کہف الایمان والمومنین، حجتہ الاسلام والمسلمین، آیت اللہ فی العالمین، مولانا ومقتدانا آقا السید علی اظہر صاحب قبلہ طاب ثراہ وجعل اللہ الجنتہ مثواہ المتوفی ۱۲ شعبان ۱۳۵۲ ہجری عرض کرتا ہے کہ خداوند عالم نے دنیا میں آدمیوں کو آباد کیا تو شروع سے ان کو سیدھی راہ چلانے کا انتظام بھی فراہم کیا، اس طرح کہ برابر ان کی ہدایت اور ارشاد کے لیے انبیاء اور مرسلین کو بھیجتا، شریعت مقرر کرتا، اپنے احکام و اوامر اور نواہی سے پیغمبر کو مطلع کرتا اور وحی اور الہام کے ذریعہ سے ضروری امور کی تعلیم فرماتا رہا جب انبیاء مرسلین دنیا سے اٹھ جاتے تو ان کے اوصیاء و خلفاء کو مقرر کر کے اس شریعت کی حفاظت کا انتظام بھی کرتا رہا، تا کہ اس عالم میں امن قائم رہے۔ ہر شخص صفات حسنہ سے متصف ہو۔ مکارم الاخلاق کی پابندی کرے، تہذیب وشائستگی کے زیور سے آراستہ ہو، خود بھی آرام سے رہے اور دوسروں کو بھی عافیت سے رہنے دے اور دنیا کو مزرعتہ الآخرہ اور دوسری دنیا کی زراعت گاہ سمجھ کر اپنے اور دوسروں کی بہترین زندگی کی کوشش کرے۔ مگر افسوس حضرت سید الاولین والآخرین خاتم الانبیاء والمرسلین، رحمتہ للعالمین پیغمبر آخر الزمان حضرت محمد مصطفیؐ کی رحلت کے بعد مسلمانوں میں شدید اختلافات پیدا ہو گئے اور آج تک ہوتے جاتے ہیں۔ ان میں متعدد فرقے ہو گئے اور عقائد و

اعمال سب میں ایک نے دوسرے سے علیحدگی اختیار کی۔ خدا کی جسمانیت ومکانیت کے متعلق اختلاف' اس کی جہت کے متعلق اختلاف' اس کی صفات کے متعلق اختلاف' اس کے اصول کے متعلق اختلاف' اس کی قدرت کے متعلق اختلافات' اس کے حلول کے متعلق اختلافات' اس کے اتحاد کے متعلق اختلافات' اس کے کلام کے متعلق اختلاف' اس کی مشیت کے متعلق اختلاف' اس کے صدق کے متعلق اختلاف' اس کے قدیم ہونے کے متعلق اختلاف' اس کے باقی رہنے کے متعلق اختلاف' بداء کے متعلق اختلاف اس کے جبر وتفویض کے متعلق اختلاف' خیر وشر کے متعلق اختلاف' قضا وقدر کے متعلق اختلاف' تولا وتبراء کے متعلق اختلاف' تقیہ کے متعلق اختلاف' اسی طرح نبوت انبیاء و مرسلین کے متعلق بے حد و بے حساب اختلاف' مثال حقیقت نبوت میں اختلاف' عصمت انبیاء میں اختلاف' اوصاف انبیاء میں اختلاف' اور خاص کر رسول خداؐ کے متعلق اور زیادہ اختلافات' مثلاً حضرتؐ کے آباء و اجداد کافر تھے یا مومن' آنحضرت قبل نبوت مومن تھے یا کافر' معصوم تھے یا نہیں' سہو ونسیان میں مبتلا تھے یا نہیں' بعد نبوت بتوں کی تعریف کی یا نہیں' اپنی ازواج کے امور میں حضرت جامہ انسانیت سے علیحدہ ہو جاتے تھے یا نہیں' وعدہ وفا کرتے تھے یا نہیں' امت اسلام کے خیر خواہ تھے یا بدخواہ' ہذیان بکتے تھے یا نہیں؟

اسی طرح حضرتؐ کے بعد خلافت کے متعلق اختلافات کہ خلیفہ مقرر کرنا خدا کا کام ہے یا اس کا اعلان کرنا رسولؐ کا فرض ہے یا مسلمانوں ہی کو خدا نے اختیار دیا ہے کہ جس کو چاہیں خلیفہ بنالیں؟ خلافت رسولؐ کی جانشینی ہے یا صرف مسلمانوں کی سرداری' خلیفہ کے اوصاف کیا ہوں؟ خلیفہ رسولؐ عالم ہو یا جاہل' عادل ہو یا ظالم' معصوم ہو یا گنہگار' امت کا خیر خواہ ہو یا بدخواہ' پارسا ہو یا بدکردار' دنیا پرست ہو یا دین کا چاہنے والا' سفاکی وخونریزی پسند کرے یا امن وآشتی' نفس پرست ہو یا نفس کش' بادشاہت کرنا چاہیے یا دین کی خدمت' سلطنت بڑھائے یا مذہب کی طرف لوگوں کو بلائے' تلوار کے زور سے اسلام کی اشاعت کرے یا ادلہ و براہین کی قوت سے لوگوں کے دل اس طرف مائل کرے' اپنے آپ کو رسولؐ خدا کا قائم مقام سمجھے یا سلاطین عالم کا ہمسر' اپنی زندگی کی غرض دوسروں پر تسلط اور سطوت و جبروت قرار دے یا خلق عظیم کی پیروی' مذہب کو

ضروری سمجھے یا کھیل تماشے کو آخرت پر یقین رکھے، یا محض اسے ڈھکوسلا جانے۔ مختصر یہ کہ وہ اسلام کا نمائندہ ہو یا جبابرہ کا نمونہ، رسول خداؐ کا جانشین دکھائی دے یا سرکش ظالموں کا فوٹو' اس کا وجود ہر زمانہ کے لیے ضروری ہے یا نہیں، اس کے بغیر دنیا کا قیام ممکن ہے یا محال وغیرہ وغیرہ ہزاروں اختلافات۔؟!؟

اسی طرح معاد کے متعلق بکثرت اختلافات۔ یہ سب اعتقادات کے متعلق نزاعوں کی طرف اشارہ تھا۔ عبادات اور اعمال کے متعلق تو اور زیادہ اختلافات ہیں، کہ عبادت کی غرض کیا ہے، نیت کیا ہو، لباس کیا ہو' جگہ کیسی ہو' طہارت کیسی ہو' نجاست میں کون کون سی چیزیں سمجھی جائیں، نجس اشیاء کو کس طرح طاہر کیا جائے۔ استنجا پانی سے کیا جائے یا ڈھیلے سے، کھڑے ہو کر پیشاب کیا جائے یا بیٹھ کر' غسل کے کیا شرائط و آداب ہوں' وضو کس طرح کیا جائے' پاؤں پر مسح کیا جائے یا اسے دھویا جائے، پھر استبرا طہارت حوض' مسح سر' تیمم کے متعلق اختلاف' ان سب اختلافات کے بعد نفس نماز کے متعلق اختلافات کہ اذان کس طرح کہی جائے، اس میں کون سی فصل رہے اور کون سی نہیں" اشهدان علياً ولى الله و وصى رسُول الله و خليفته' بلا فصل.

کہا جائے یا نہیں' حی علٰی خیر العمل " کا ذکر کیا جائے یا نہیں "الصلوٰة خیر من النوم " کہنا بدعت ہے یا نہیں۔ پھر وقت نماز کے متعلق اختلافات کہ کس نماز کو کس وقت ادا کرنا چاہیے۔ دو نمازوں کا اکٹھے ادا کرنا جائز ہے یا نہیں۔ نماز میں ہر سورہ کے قبل بسم اللہ کہنا چاہیے یا نہیں' ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنی چاہیے یا کھول کر' تکبیر کہتے وقت ہاتھوں کو بلند کرنا چاہیے یا نہیں' دوسری رکعت میں قنوت پڑھنے کی تاکید ہے یا نہیں' سجدہ گاہ پر سجدہ کرنا ضروری ہے یا نہیں' سجدہ کس طرح کرنا چاہیے' پہلے ہاتھ اس کے بعد گھٹنے رکھیں یا اس کے الٹا کریں' نماز میں کتنی سورتوں کا پڑھنا افضل ہے' نماز ختم کرنے پر تکبیر کہنی چاہیے یا نہیں' نماز کے بعد تعقیبات کیا ہوں۔ نماز تراویح بدعت ہے یا نہیں اور اس کے پڑھنے سے خدا اور رسولؐ خوش ہوں گے یا ناراض۔ جناب سیدہؑ کی تسبیح پڑھنی چاہیے یا نہیں' ہر نماز کے بعد سجدہ شکر ادا کرنا بہتر ہے یا نہیں' نماز وتر ایک رکعت ہے یا دو' میت پر دفن کرتے وقت تلقین پڑھنی چاہیے یا نہیں۔ نماز عیدین کے

اختلافات' پھر روزے کے متعلق اختلافات کہ کس وقت سے شروع کیا جائے' کس وقت نیت کی جائے' کس وقت افطار کیا جائے، کن کاموں سے روزہ باطل ہو جاتا ہے، کون سی باتیں روزے میں مکروہ ہیں' سفر میں روزہ رکھنے کا حکم ہے یا نہیں۔ عاشورہ کے دن روزہ رکھنا کیسا ہے۔ ۲۹ کا چاند ہو جائے مگر لوگوں کو خبر نہ ہو تو اس کا کیا حکم ہے' ۳۰ رمضان دن کو خبر ہو کہ کل چاند ہو گیا تھا تو کیا حکم ہے۔ چاند ہونے کا علم کس طرح ہو تو شریعت میں قابل عمل ہوگا، اور کس صورت میں نہیں؟ پھر زکوۃ' خمس' حج و جہاد کے اختلافات' قربانی کے متعلق اختلافات' پھر نکاح کے اختلافات' محرمات ابدیہ کی تفصیل' متعہ کی تحقیق' پھر طلاق کے اختلافات' رضاعت کے اختلافات' میراث کے اختلافات' سود کے اختلافات' حدود کے اختلافات' شراب کی قسموں میں اختلافات کہ کون سی حرام ہیں کون سی نہیں۔ غرض سینکڑوں اختلافات ہیں۔

چونکہ خدا اور رسولؐ نے حکم دیا ہے کہ جس شخص سے جس قدر ممکن ہو دوسروں کو سمجھانے' اچھی باتیں بتانے' سیدھی راہ دکھانے اور خدا اور رسول تک پہنچنے کا راستہ واضح کرنے کا فرض ادا کرتا رہے۔ اس وجہ سے اس حقیر نے بھی اپنا فرض سمجھا کہ خدائے رحیم و کریم کی تائید پر بھروسہ اور اس کی اعانت و حمایت کے سوال پہ کوشش کرے کہ حضرات اہل سنت اور فرقہ شیعہ کے کل مذہبی اختلافات ایک جگہ جمع ہو جائیں تو پھر قرآن مجید کی آیات اور ان کی تفسیر اور حدیث و تاریخ کی تصدیق سے تحقیق کی جائے کہ کس کا مسلک حکم خدا اور رسولؐ کے مطابق ہے کس کا اس کے خلاف ہے۔

چونکہ خدا نے حکم دیا ہے کہ:

اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ.

''اپنے پروردگار کے مذہب کی طرف لوگوں کو مناسب عنوان اور دلچسپ بحث و پند کے ذریعہ سے بلاؤ'' (پ۱۴: ع۲۲)

اس سبب سے ہر داعی الی الحق کے لیے ضروری ہے کہ اپنے کلام کا ایسا عنوان اختیار کرے جس کی طرف لوگ متوجہ ہوں اس کو دل لگا کر سنیں یا پڑھیں، اور اس پر غور و فکر کرنے کا

موقع پائیں تا کہ اس گفتگو کا اصلی مقصود حاصل ہو سکے۔اس وجہ سے یہ کتاب بھی دلچسپ گفتگو اور خوشگوار مباحثہ کی صورت میں لکھی گئی ہے تا کہ ان تحقیقات کو ہر شخص خوشی سے دیکھے اور نظر انصاف سے مذہب حق اختیار کرے کیونکہ دنیا چند روزہ ہے۔ یہاں کی بڑی سے بڑی سلطنت' زبردست حکومت' اعلیٰ درجہ کی نعمت' انتہا درجہ کی راحت وعافیت سب فانی ہے اور ہر شخص کو مرنے کے بعد بروز قیامت اپنے مذہب کے مطابق جزاء یا سزا پانی ہے اور

أن أريد الله الا الاصلاح استطعت وما توفيقي الابالله عليه توكلت واليه انيب۔ان امور کے فرض کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

پہلا باب (1)

۱۳۱۰ ہجری کا ذکر ہے کہ شہر لکھنو محلہ مفتی گنج میں ایک بزرگ جناب حکیم سید علی حسین صاحب رہتے تھے جو فن طب میں بڑے ماہر تھے۔ ان کے صاجزادے حکیم عباس حسین نے بھی حصول درس نظامی کے بعد طب ہی کی طرف توجہ کی' اور پانچ چھ سال تک محنت شاقہ کے بعد اس میں اچھا کمال پیدا کرلیا، جب تحصیل علم اور استاد کے مطب میں عملی مشق کا زمانہ بھی ختم ہوگیا اور اساتذہ سے اجازت بھی مل گئی تو فکر معاش ہوا۔ مگر لکھنو میں بڑے بڑے باکمال طبیب موجود تھے ان کے سامنے ان کو کون پوچھتا۔

مجبوُرا اپنے والد صاحب کے ساتھ ہی یہ بھی رہنے لگے' حکیم علی حسین صاحب کو زیارت مشاہدہ مشرفہ کی بڑی آرزو تھی اور اب تک ان کی یہ تمنا پوری نہیں ہوئی تھی ۔ انہوں نے خیال کیا کہ یہ اچھا موقع ہے عباس حسین کو اپنی جگہ بٹھائیں تا کہ مطب نہ ٹوٹے ، دوسرے یہ کہ عبا س حسین کو تجربہ حاصل کرنے کا پورا موقع ملے گا' تیسرے یہ کہ مجھے زیارت کا شرف حاصل ہو جائے گا۔ یہ سب طے کر کے انہوں نے سامان سفر باندھا۔ اور ۱۷ ربیع الاول ۱۳۱۶ھ کو زیارت کے لیے روانہ ہوگئے۔

جب بمبئی پہنچ کر جہاز میں سوار ہوئے تو معلوم ہوا، اس میں ریاست حیدرآباد کے مشہور جاگیردار عالی جناب نواب شرف نواز جنگ بہادر بھی زیارت کربلائے معلیٰ کے لیے جا رہے ہیں ۔ایک روز نواب صاحب کو ہضم کی شکایت ہوگئی جس سے ممدوح بہت پریشان ہوئے جو دوائیں ساتھ تھیں ان کو استعمال کیا مگر افاقہ نہیں ہوا تو کسی نے ان سے کہہ دیا کہ اس جہاز پر

لکھنو کے ایک حکیم صاحب بھی ہیں ان کو دکھایا جائے۔حکیم علی حسین صاحب فوراً بلا لیے گئے اور آپ نے ایک سفوف دیا جس کی دو خوراک کھانے سے تکلیف بالکل زائل ہوگئی۔ اس طرح نواب صاحب اور حکیم صاحب کے درمیان تعارف ہوا۔جس سے جلد ہی اچھے تعلقات استوار ہوگئے دونوں ایک دوسرے کے رفیق بن گئے اور کل مقامات کی زیارت میں ساتھ ساتھ رہے۔جب ہندوستان واپسی کا ارادہ کیا اور اس کے لیے تاریخ وغیرہ مقرر کی تو اس کے تین روز قبل حکیم صاحب کو تپ آ گئی۔جس نے شدت اختیار کی اور آخر کار حکیم صاحب کا وہیں انتقال ہوگیا۔نواب صاحب پر اس حادثہ کا بڑا اثر ہوا، آپ نے بڑی دھوم سے ان کی تجہیز و تکفین وغیرہ کا بندوبست کیا۔کافی رقم خرچ کر کے حضرت کے صحن اقدس میں ایک زمین حاصل کی جس میں آپ کو دفن کر دیا اور اس کے تیسرے روز ہندوستان کو روانہ ہوگئے۔حکیم صاحب مرحوم کا کل اسباب بھی اپنے ساتھ لیتے آئے۔آپ نے عباس حسین کا پتہ وغیرہ حکیم صاحب مرحوم سے پہلے ہی دریافت کر لیا تھا۔حیدرآباد پہنچتے ہی تعزیت کا خط لکھ کر اور اس میں ڈھائی سو روپیہ کے نوٹ رکھ کر بیمہ کے ذریعہ سے عباس حسین صاحب کو روانہ کر دیے خط میں تعزیت کے بعد لکھا تھا کہ آپ کے والد مرحوم کے کل اسباب میرے ساتھ واپس آئے ہیں۔آپ فوراً یہاں چلے آئیں تاکہ یہ چیزیں میں آپ کے سپرد کردوں اور زادِ راہ کے لیے یہ رقم بھیجی جاتی ہے۔حکیم عباس حسین صاحب نے یہ خبر سنی تو اپنا بہت برا حال کر لیا مگر آخر صبر کرنا ہی پڑا۔اور مرحوم کی مجلس چہلم کے بعد حیدرآباد روانہ ہوگئے۔وہاں پہنچے تو نواب صاحب بہت شفقت سے پیش آئے۔بہت دنوں تک مہمان رکھا' اچھی طرح سے راحت رسانی کے اسباب مہیا کیے یہاں تک کہ ان کو ایک طرح اپنی سرپرستی میں لے لیا۔کچھ دنوں کے بعد عباس حسین صاحب نے لکھنؤ واپس آنے کا ارادہ کیا تو نواب صاحب نے کہا: میری رائے ہے یہیں مطب کیجیے۔ممکن ہے یہاں آپ زیادہ ترقی کریں۔ بصد اصرار حکیم عباس حسین صاحب راضی ہوگئے۔نواب صاحب نے اپنے قریب ہی ان کے مطب کے لیے ایک مکان کا انتظام کر دیا۔اور انہوں نے وہاں کام شروع کر دیا۔خدا نے دست شفا مرحمت فرمایا تھا۔تھوڑے ہی دنوں میں ان کے مطب کی شہرت ہوگئی انہوں نے

خوب ترقی کی۔ ہر ماہ چار پانچ سو روپیہ ماہوار کی آمدنی ہونے لگی۔ کچھ دنوں کے بعد حکیم صاحب نے اپنی والدہ اور چھوٹے بھائی مولوی علمدار حسین صاحب (مولوی فاضل، ملا فاضل، ممتاز الافاضل، صدر الافاضل) کو بھی لکھنؤ سے وہیں بلالیا اور مستقل طور پر وہاں ساکن ہو گئے مولوی علمدار حسین صاحب کو نواب شرف نواز جنگ بہادر نے اپنے پوتے سلطان حسین سلمہ، کی عربی تعلیم کے لیے اپنے ہاں رکھ لیا۔ اس طرح حکیم عباس صاحب ہر طرف سے مطمئن ہو گئے۔ جس مکان میں حکیم صاحب کی والدہ رہتی تھیں اس سے بالکل متصل مشہور حافظ عبدالصمد صاحب رہتے تھے جو بہت خوشحال تھے اور مختلف ذرائع سے ان کی آمدنی کافی ہو جاتی تھی، حافظ صاحب کی بیوی اور حکیم صاحب کی والدہ میں پڑوسی ہونے کے ناطہ سے تعارف پیدا ہوا جو بڑھتے بڑھتے گہری دوستی کی حد تک پہنچ گیا۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ دونوں کے ہاں جو چیز پکتی تقریباً روزانہ ایک دوسرے کے ہاں بھیجتیں۔ دونوں بیبیاں بڑی شریف سمجھ دار اور با اخلاق تھیں۔ باوجود یہ کہ حکیم صاحب کی ماں شیعہ اور حافظ صاحب کی بی بی سنی تھیں۔ لیکن دونوں کے تعلقات میں اختلاف مذہب کا کچھ بھی اثر ظاہر نہیں ہوتا تھا دو سال کے بعد تو دونوں بہنیں معلوم ہونے لگیں۔

حافظ صاحب کی ایک لڑکی رشیدہ بیگم، اس زمانے میں شادی کے قابل ہو گئی تھی۔ ماں باپ کو اس کی فکر لاحق ہوئی۔ ماں نے حافظ صاحب سے کہا تم قبول نہیں کرو گے ورنہ میں اپنی رشیدہ کے لیے ایک بات کہتی، جو اس کے لیے بہترین ہوتی۔

حافظ صاحب: وہ کیا بات ہے جو رشیدہ کے لیے اچھی بھی ہے اور پھر بھی میں اسے منظور نہیں کروں گا۔ کیا تم کو ہی اس سے محبت ہے میں کوئی چیز نہیں ہوں؟

اہلیہ حافظ صاحب: اگر منظور کرو تو رشیدہ کی نسبت حکیم عباس حسین صاحب سے مقرر کی جائے میں اشاروں اشاروں میں ان کی ماں سے ذکر کروں۔ شاید راضی ہو جائیں۔

حافظ صاحب: توبہ توبہ! کیا بکتی ہو، اس رافضی سے میری رشیدہ بیاہی جائے گی؟

اہلیہ حافظ صاحب: تو کیا میں نے کوئی انوکھی بات کہہ دی؟ کیا رافضیوں کے ساتھ ہم لوگوں

کی لڑکیاں نہیں بیاہی جاتیں۔ کس شہر اور کس دیہات میں ایسا نہیں ہوتا؟

حافظ صاحب: ہاں ہوتا کیوں نہیں! خود میری خالہ صاحبہ اور پھوپھی جان بھی رافضیوں سے بیاہی گئی ہیں۔ مگر میں اس کو پسند نہیں کرتا۔ میری رشیدہ وہاں جائے گی تو یہ بھی رافضن ہو جائے گی۔

اہلیہ حافظ صاحب: کیوں! کیا ضروری ہے میری رشیدہ ایسی ناسمجھ نہیں ہے۔

حافظ صاحب: ہاں شوہر گھر کا مالک ہوتا ہے' عورت کا کچھ بس نہیں چلتا' جو وہ کہتا ہے اسے کرنا ہی پڑتا ہے' رشیدہ لاکھ سمجھ دار ہو پھر بھی عورت ہے کیا کر سکتی ہے؟

اہلیہ حافظ صاحب: مگر میں تو دیکھتی ہوں کہ بعض شیعہ گھروں کی لڑکیاں ہم سنیوں کے ہاں آئیں اور وہ سب اب تک اپنے مذہب پر ہیں۔ کسی طرح سنی ہونا قبول نہیں کیا۔

حافظ صاحب: ہاں' نہ معلوم اس میں کیا راز ہے۔ سنی لڑکیاں رافضیوں کے ہاں جاتی ہیں تو جلد ہی رافضن ہو جاتی ہیں لیکن ہم اہل سنت والجماعت کے ہاں ان کی جو لڑکیاں آتی ہیں وہ کبھی اپنا مذہب نہیں بدلتیں۔ لاکھ سمجھاؤ' خوشامد کرو' دل جوئی کرو' سر پر چڑھاؤ مگر وہ مرتے دم تک اسی مذہب پر رہتی ہیں اور اسی پر مرتی ہیں۔ جب ہمارے گھر کی عورتیں مرتی ہیں تو رافضیوں کے مجتہد آ کر ان کی نماز جنازہ پڑھتے اور ان کو اپنے مذہب کے مطابق دفن کرتے ہیں تو ہم لوگوں کے صدمہ کی جو حالت ہوتی ہے اس کو کون بیان کر سکتا ہے۔

اہلیہ حافظ صاحب: اس میں صدمہ کی کون سی بات ہے۔ ہر شخص کو اختیار ہے جس مذہب پر چاہے رہے۔ حق مذہب پر مرے گا تو بہشت میں جائے گا اور غلط مذہب پر مرے گا تو دوزخ میں جائے گا دوسرے کا کیا بگڑے گا۔

حافظ صاحب: ہاں ہے تو ایسا ہی مگر ہم لوگوں سے تو برداشت نہیں ہوتا۔

اہلیہ حافظ صاحب: آخر اس کی کیا وجہ ہے کہ شیعہ گھر کی لڑکیاں ہم سنی لوگوں کے ہاں آ کر بھی اپنا مذہب نہیں بدلتیں بلکہ بعض وقت تو دیکھا گیا ہے کہ وہ اپنے سنی شوہر کو بھی شیعہ کر دیتی ہیں۔

اگر ایسا نہ ہوتا تو ان کے پیٹ کے لڑکے لڑکیاں ضرور ہی ماں کے مذہب کو اپناتے۔

حافظ صاحب: وجہ کیا ہے؟ یہ کوئی چھپی ہوئی بات ہے اسے سب جانتے ہیں کہ یہ رافضی بڑے چالاک اور خودغرض ہوتے ہیں۔ جب اپنی لڑکیاں ہمارے گھر بیاہتے ہیں تو لڑکی پر جادو کردیتے ہیں اور اس کے بعد بھی جادو کا سلسلہ برابر جاری رکھتے ہیں اس سبب سے ہم لوگ لاکھ سمجھاتے ہیں مگر وہ لڑکیاں ٹس سے مس نہیں ہوتی ہیں۔

اہلیہ حافظ صاحب: اچھا تو میں بھی رشیدہ پر جادو کردوں گی کہ وہ بھی حکیم عباس حسین کے ہاں رہے تو اپنے مذہب پر رہے اور وہ شیعہ نہ ہو جائے۔

حافظ صاحب: نہیں رافضیوں کا جادو بڑا سخت ہوتا ہے تم لاکھ جادو کراؤ مگر دیکھ لینا اگر تم نے رشیدہ کی شادی ان سے کی تو ضرور رافضی ہو جائے گی۔

اہلیہ حافظ صاحب: میں تو سمجھتی ہوں کہ حکیم صاحب سے رشیدہ کی شادی کر کے تم اپنے مذہب کی خدمت بھی کرو گے۔ میری رشیدہ نے خدا کے فضل سے کیسی صورت پائی ہے کہ ہزاروں میں ایک ہے، حکیم صاحب دل و جان سے اس پر فریفتہ ہو جائیں گے۔ بس شادی کے کچھ دنوں بعد رشیدہ کو سمجھانا کہ حکیم صاحب سے کہو کہ سنی ہو جاؤ۔ نہیں تو میں مر جاؤں گی۔ اس پر وہ یقیناً ہمارے مذہب کو اختیار کرلیں گے۔

حافظ صاحب: واہ، واہ، واہ! کیا بات کہی ہے اب مجھے کوئی عذر نہیں، مگر پہلے حضرت مولانا عبدالقوی صاحب سے مشورہ کرلیا جائے۔ وہ بڑے زبردست مناظر ہیں۔ انہوں نے رافضیوں کا ناطقہ بند کر رکھا ہے اور ان کی ایک نہیں چلنے دیتے۔ تحفہ اثنا عشریہ تو ان کو حفظ ہے وہ خود بھی رافضیوں کے خلاف کتنی کتابیں لکھ ڈالیں جن کا جواب آج تک رافضیوں سے نہ بن سکا وہ اگر اس کا وعدہ کرلیں کہ شادی کے بعد میری رشیدہ کو اچھی طرح سکھاتے اور سمجھاتے رہیں گے اور اس قابل کردیں گے کہ میری رشیدہ اپنی قوت مناظرہ سے عباس حسین صاحب کو سنی کر سکے تو اس

کی نسبت خوشی سے قبول کرلوں گا۔

اہلیہ حافظ صاحب: پھر بہتر ہے کل صبح مولانا صاحب کے پاس جاؤ اور رات کے کھانے کا وعدہ لو جب وہ منظور کرلیں تو دعوت کھلانے کے بعد ممدوح سے اس بات کا ذکر کیا جائے، دیکھو وہ کیا کہتے ہیں۔ بے شک ان کے علم اور بحث کی دھوم ہے۔ عیسائیوں اور حنفیوں سے تو بحث کرنے میں بڑے مشتاق ہیں اور شیعوں کے خلاف بھی وہ کتابیں وغیرہ لکھتے ہوں گے مگر میں نے اب تک یہ نہیں سنا کہ انہوں نے شیعوں سے کبھی کوئی مناظرہ بھی کیا ہو۔

حافظ صاحب: کسی رافضی مجتہد کی ہمت بھی ہوتی ہے کہ ان کے مقابلہ پر آئے وہ بحث اور مناظرہ کرنے کے لیے تو لاہور، بمبئی، دہلی، لکھنؤ ہر جگہ جاتے ہیں لیکن کسی رافضی مجتہد کی مجال تو نہیں ہوئی کہ ان کے سامنے آسکے۔

اہلیہ حافظ صاحب: تو کیا ان لوگوں سے مناظرہ کرنے کے لیے لکھنؤ وغیرہ جاتے ہیں یا عیسائیوں آریوں سے بحث کرنے کے لیے بلائے جاتے ہیں؟

حافظ صاحب: لیکن رافضیوں کو خبر ہوتی ہے کہ مولانا صاحب اہل سنت کے خلاف ہر فرقہ سے مناظرہ کی قدرت رکھتے ہیں وہ خود کیوں نہیں کہتے کہ آؤ ہم سے بھی مناظرہ کرلو۔

اہلیہ حافظ صاحب: نہیں نہیں اس کی کیا ضرورت ہے۔ خواہ مخواہ چھیڑ کر بلائیں کہ آؤ ہم سے لڑو۔

حافظ صاحب: تم کیا جانو ان کا مذہب بڑا بودا ہے۔ ان کو یقین ہے کہ مولانا صاحب کے مقابلہ میں ہندوستان بھر کے مجتہدین بھی جمع ہوں گے تو بھی دس منٹ تک مناظرہ نہیں کرسکتے۔

اہلیہ حافظ صاحب: خیر جو ہو اب کل سویرے جا کر مولانا صاحب سے رات کے کھانے کا وعدہ لے لینا۔

دوسرے روز حافظ صاحب جب مولانا صاحب کے پاس پہنچے تو انہوں نے دعوت قبول

کی ۔ رات کو نماز مغرب پڑھ کر حافظ صاحب کے ہاں آئے اور کھانے کے بعد حافظ صاحب نے اپنی اہلیہ کا خیال ظاہر کیا۔ پہلے تو مولانا صاحب نے اختلاف کیا مگر جب انہوں نے کہا: کہ آپ سے اپنی لڑکی کو تعلیم دلا کر ان سے بحث کے لیے آمادہ کیا جائے گا' جس سے اپنا مقصود حاصل ہو جائے گا' تو مولانا صاحب بھی راضی ہو گئے اور کہا ہاں ہاں ضرور کر ڈالیے! اگر رشیدہ ان کو راہ راست پر نہ لا سکی تو پھر میں کہوں گا اگر تم اپنے مذہب کو حق سمجھتے ہو تو مجھ سے بحث کر لو۔ جو شخص نا کام ہو جائے اسے دوسرے فریق کا مذہب قبول کر لینا ہوگا۔

ان باتوں سے حافظ صاحب بہت خوش ہوئے اور مولانا صاحب کو پورے اطمینان سے رخصت کیا۔ دوسرے روز اہلیہ حافظ صاحب حکیم صاحب کی ماں کے ہاں گئیں اور اس طرح باتیں ہونے لگیں۔

اہلیہ حافظ صاحب: بہن یہ تو بتایئے حکیم صاحب کی شادی کب تک کرنے کا ارادہ ہے۔

والدہ حکیم صاحب: میں تو چاہتی ہوں کہ جلدی ہی اس فرض سے سبکدوش ہو جاؤں مگر عباس حسین لکھنؤ جانے کا نام ہی نہیں لیتے۔ کہتے ہیں کہ مطب کو نقصان پہنچے گا۔

اہلیہ حافظ صاحب: تو کیا لکھنؤ ہی میں لڑکیاں ہیں' یہیں کیوں نہیں کر دیتیں؟

والدہ حکیم صاحب: یہاں بھی کوئی مناسب لڑکی مل جائے تو مضائقہ نہیں۔

اہلیہ حافظ صاحب: تلاش کیجیے گا۔ تو مل ہی جائے گی لڑکیوں کا تو کوئی قحط نہیں۔

والدہ حکیم صاحب: آپ کے دیکھنے میں کوئی اچھی لڑکی ہو تو بتایئے۔

اہلیہ حافظ صاحب: میں تو سنی ہوں' میرے پیش نظر تو سنی ہی گھروں کی لڑکیاں ہیں اور آپ شیعہ لڑکی چاہیں گی۔

والدہ حکیم صاحب: ہاں' ہے تو ایسا ہی ہے۔

اہلیہ حافظ صاحب: مگر شیعہ سنی میں ہر جگہ شادی ہو جاتی ہے۔ لکھنو میں بھی ہوتی ہے آپ کو بھی کوئی سنی لڑکی اچھی مل جائے تو عذر نہ کیجیے گا؟

والدہ حکیم صاحب: اگر عباس حسین راضی ہو جائیں تو مجھے کیا عذر ہے؟

اہلیہ حافظ صاحب: میں تو اپنی رشیدہ کے لیے شیعہ سنی کی پروا نہیں کروں گی جو لڑکا اچھا مل جائے گا کر دوں گی۔

والدہ حکیم صاحب: تو رشیدہ کے بارے میں آپ لوگوں کا کیا ارادہ ہے؟

اہلیہ حافظ صاحب: پیغام تو کئی جگہ سے آرہے ہیں۔ مگر مجھے پسند کوئی نہیں، میں چاہتی ہوں کہ کوئی ایسا لڑکا ملے جو شریف تعلیم یافتہ اور زیور تہذیب سے آراستہ ہو، کماتا بھی ہوتا کہ ہم لوگوں کا دل بھی خوش ہو اور لڑکی بھی آرام سے رہے۔

والدہ حکیم صاحب: میں تو عباس حسین کے لیے صرف شریف اور نیک مزاج لڑکی چاہتی ہوں مجھے روپیہ پیسہ کی خواہش نہیں ہے۔

اہلیہ حافظ صاحب: آپ کے عباس حسین تو اللہ رکھے ہر بات میں اچھے ہیں ان کو تو لوگ ہاتھ جوڑ جوڑ کر لڑکیاں دیں گے۔

اس کے بعد ادھر ادھر کی باتیں ہونے لگیں۔ جب اہلیہ حافظ صاحب اپنے گھر چلی گئیں اور رات کو حکیم صاحب گھر میں آئے تو ماں نے ان کی شادی کی بات نکالی اور کہا اہلیہ حافظ صاحب نے تمہاری شادی کا ذکر چھیڑا تھا ان کی رشیدہ بھی شادی کے قابل ہو چکی ہے۔ میرا خیال ہے تم ان کو پسند ہو اور کیا عجب وہ اپنی رشیدہ کے لیے تم کو خوشی سے پسند کر لیں۔ اس میں شک نہیں کہ رشیدہ بڑی پیاری، خوبصورت، سمجھ دار، سلیقہ مند اور سر آنکھوں پر بٹھانے کے قابل لڑکی ہے۔

حکیم صاحب: مگر مذہب کا اختلاف ایسا ہے جو نہ میرے احباب پسند کریں گے اور نہ وہ خود

اس بات کو قبول کریں گی۔

والدہ حکیم صاحب: نہیں وہ تو عذر نہیں کریں گی۔ تمہاری بہت تعریف کرتی تھی۔ رہا شیعہ سنی کا جھگڑا تو آخر دنیا میں ہوتا ہی ہے۔

حکیم صاحب: جو آپ کا حکم ہو، میں اس سے باہر نہیں ہو سکتا، مگر جناب نواب صاحب سے مشورہ کر لینا ضروری ہے کیونکہ میں اب ان کو اپنے باپ کی جگہ سمجھتا ہوں۔

والدہ حکیم صاحب: اس میں کیا شک ہے۔ وہ بھی تم کو اپنے لڑکے کی طرح سمجھتے ہیں' والدہ حکیم صاحب دوسرے روز سواری منگوا کر نواب شرف نواز جنگ کے ہاں پہنچیں اور ان سے اس امر میں مشورہ کیا۔ دیر تک گفتگو ہونے پر رائے ہوئی کہ اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے آخرش نسبت طے پا کر تین مہینہ کے اندر حکیم عباس حسین صاحب کی شادی رشیدہ بیگم سے ہوگئی۔

دوسرا باب (2)

ہدایت خاتون کی پیدائش

حکیم عباس حسین صاحب اور ان کی بی بی رشیدہ بیگم شادی کے بعد بہت خوش اور اطمینان کی زندگی بسر کرنے لگے۔ آپس میں کبھی بے لطفی نہیں ہوئی' مذہبی ذکر کا تو نام تک نہیں آتا تھا۔ سال بھر کے بعد خدا نے ان کو ایک لڑکی عنایت کی جس سے دونوں بہت خوش ہوئے' چونکہ رشیدہ اس وقت اپنے میکے میں تھیں اس وجہ سے یہ لڑکی بھی اپنے ننھیال میں پیدا ہوئی۔ ''رسم چھٹی '' کے بعد مولانا عبدالقوی صاحب مبارک دینے کے لیے حافظ صاحب کے ہاں آئے تو انہوں نے کہا مولانا آپ ہی اس بچی کا نام بھی تجویز کر دیں۔

مولانا صاحب: میری رائے ہے کہ اس کا نام ہدایت خاتون رکھا جائے۔

حافظ صاحب: نام تو بہت اچھا ہے، مگر وجہ تسمیہ آپ کے ذہن میں کیا آئی اس سے بھی مطلع فرمائیں؟

حافظ صاحب: انشاء اللہ یہ لڑکی اپنے خاندان والوں کے لیے باعث رحمت ثابت ہوگی اور اب حکیم صاحب کی مذہب حق کی طرف ہدایت ہو جائے گی۔

حافظ صاحب: بہت مناسب خیال ہے حکیم عباس حسین صاحب اور ان کی ماں نے بھی سنا کہ نانا نانی نے بچی کا نام ہدایت خاتون رکھا ہے تو کوئی عذر نہیں کیا۔

بچی بڑی بھولی مگر بلا کی ذہین ۔ سال بھر بعد بہت صفائی سے بولنے لگی وہ جس جگہ رہتی وہاں لوگوں کو اپنی شیریں بیانی سے سب کو اپنی طرف متوجہ کر لیتی ۔ حکیم صاحب بھی اس سے بہت مانوس ہو گئے تھے ۔ دو سال بعد تو اس کو اکثر اوقات اپنے مطب میں رکھنے اور کھلانے میں طب کی باتیں بتاتے جاتے کبھی پوچھتے بیٹا بخار ہو تو کیا دو گی ؟ اور پھر خود ہی بتاتے بنفشہ، اور کبھی پوچھتے : کسی کو دست آئے تو کون سی دوا پلاؤ گی ؟ اور پھر خود ہی بتاتے سونف' اس طرح ہر مرض کا نام بتا کر اس کی دوا بتاتے جاتے اور وہ دو تین مرتبہ میں ہی بالکل حفظ کر لیتی اور پھر کبھی ان باتوں کو نہیں بھولی ۔ خدا نے اس کو ذہن رسا اور حافظہ بے مثل دیا تھا ۔ چار سال بعد حکیم صاحب نے اس کو پڑھانا شروع کیا تو دو سال میں اس نے قرآن مجید اور اردو کی ابتدائی کتابیں ختم کر لیں ۔ سات سال کی عمر میں تحفۃ العوام وغیرہ بالکل صحیح اور آسانی سے پڑھ جاتی اور چونکہ عبادت کا شوق بھی تھا اس کی کل دعائیں بھی پڑھنے لگی ۔ ایک روز اس کی دعا پڑھتے وقت اس میں اور حکیم صاحب میں اس طرح کی باتیں ہونے لگیں ۔

ہدایت خاتون :ابا جان! میں قرآن مجید پڑھتی ہوں تو اس کا مطلب اس کے ترجمہ سے سمجھ جاتی ہوں مگر دعاؤں کا مطلب کیسے سمجھوں ۔

حکیم صاحب :اس کے مطلب کی ضرورت کیا ہے' اسی طرح پڑھ لیا کرو ۔

ہدایت :نہیں ابا ! میں تو مطلب ضرور سمجھوں گی ۔

حکیم صاحب :بغیر عربی پڑھے مطلب کیسے سمجھو گی ؟

ہدایت :تو مجھے عربی پڑھا دو ۔

حکیم صاحب :نہیں' عربی مشکل علم ہے تم کو اس کی ضرورت بھی نہیں ۔

ہدایت :اچھے ابا! مشکل ہے تو کیا خدا ہر مشکل کو آسان کر دے گا ۔ تم ہی تو ہر بات پر کہتے ہو

مشکلے نیست کہ آسان نہ شود
مرد باید کہ ہراساں نہ شود

حکیم صاحب: اچھا، میں تم کو عربی بول چال لادوں گا، اسی کو شروع کرنا۔

ہدایت خاتون نے عربی شروع کردی اور تین سال میں کئی کتابیں ختم کرلیں پھر صرف و نحو کی ابتدائی کتابیں پڑھ کر عربی الادب وغیرہ پڑھنے لگیں۔

۱۲ سال کی عمر کے بعد تو وہ حدیث اور تاریخ کی عربی کتابیں آسانی سے پڑھ کر ان کا مطلب سمجھ لیتی۔ اس کو کتابوں سے عشق تھا۔ ہر وقت کتابیں ہی دیکھنے میں صرف کرتی۔ حکیم عباس حسین صاحب کے پاس خود بھی کافی کتابیں تھیں اور ان کے دوست احباب کے ہاں سے بھی منگوا لیتی۔ اس طرح وہ چودہ سال کی عمر میں بڑی معلومات کی لڑکی ہوگئی تھی۔ جب ہدایت خاتون آٹھ سال کی تھی تو اس وقت اس کی دادی حکیم صاحب کی والدہ کا انتقال ہوا۔ وہ یہ صدمہ اس کے لیے کیا کم تھا کہ اس کے چھ سال بعد حکیم عباس حسین صاحب کا بھی ہیضہ سے انتقال ہوگیا۔ رشیدہ بیگم کی نظر میں دنیا اندھیری ہوگئی اور ہدایت خاتون کو یتیمی کی مصیبت میں مبتلا ہونا پڑا۔ یہ واقعہ ایسا تھا کہ شہر حیدر آباد کے اکثر لوگوں کو بہت افسوس ہوا کیونکہ حکیم صاحب مرحوم نے غیر معمولی ہر دلعزیزی پیدا کرلی تھی اور بے چارے کی اولاد میں سوائے ہدایت خاتون کے کوئی نہ تھا مگر کسی کا بس ہی کیا تھا۔ اعزہ رو پیٹ کر اور اغیار افسوس کر کے بیٹھ رہے۔

تیسرا باب(3)

ہدایت خاتون کی شادی

حکیم صاحب مرحوم کی مجلس چہلم کے بعد حافظ صاحب نے رشیدہ بیگم اور ہدایت خاتون کو اپنے گھر بلا لینا چاہا۔حکیم صاحب مرحوم نے اپنے چند سال کے مطب میں کئی مکان خرید لیے تھے۔جن کے کرایہ سے تقریباً سو روپیہ ماہوار کی آمدنی ہو جاتی تھی مگر اکیلے مکان میں صرف ماں بیٹی کیسے بسر کرتیں ۔ مجبوراً ان بے چاریوں کو اپنا گھر چھوڑنا پڑا اور حافظ صاحب کے ہاں رہنے لگیں ۔حکیم صاحب مرحوم کو ہدایت خاتون کی شادی کی بڑی فکر تھی اور وہ کئی سال سے اس کا سامان مہیا کر رہے تھے۔مگر یہ معلوم نہیں تھا کہ اس خوشی کا دن دیکھنا ان کی تقدیر میں نہیں تھا۔حکیم صاحب کے انتقال سے چھ ماہ بعد مولانا عبدالقوی صاحب ایک روز حافظ صاحب کے پاس آئے اور اس طرح باتیں ہونے لگیں۔

مولانا صاحب: حکیم صاحب کے انتقال کا جو صدمہ ہے بیان نہیں ہو سکتا۔

حافظ صاحب: کیا کہوں' کہا نہیں جاتا میری رشیدہ تو زندہ درگور ہو گئی ہے اور ہدایت خاتون بھی اپنا حال تباہ کیے رہتی ہے۔

مولانا صاحب: میری رائے ہے کہ آپ ہدایت خاتون کی شادی کر دیں شاید اس طرح دونوں کے دل کچھ بہل جائیں۔

حافظ صاحب: ہاں مجھے بھی بڑی فکر ہے مگر کوئی مناسب لڑکا نظر نہیں آتا۔

مولانا صاحب: میرا رکن الدین بھی تو آپ ہی کا لڑکا ہے اور خدا کے فضل سے ریاست رام پور کے مدرسہ عالیہ میں آٹھ سال تک رہ کر حصول درس نظامی کے بعد اب دیو بند میں دو سال سے پڑھ رہا ہے۔ اس کے علم و فضل کی تو رام پور اور دیو بند وغیرہ میں دھوم مچی ہوئی ہے۔ میری بھی اس کے علاوہ کوئی اور اولاد نہیں خدا کے فضل سے میری مالی حالت جو ہے آپ سے پوشیدہ نہیں ۔ڈھائی تین سو ماہوار سے زیادہ ہی کی آمدنی ہے۔ کچھ جائیداد اور مکانات علیحدہ ہیں۔ ان سب کے مالک تو رکن الدین ہوں گے۔

حافظ صاحب: اچھا میں غور و فکر اور اپنے اعزہ سے مشورہ کر کے جواب دوں گا۔

مولانا صاحب: ہاں یہ کوشش کیجیے کہ یہ نسبت طے پا جائے تا کہ میرے آپ کے تعلقات اور زیادہ مستحکم ہوں۔

اہلیہ حافظ صاحب نے سنا تو اس نسبت سے بہت خوش ہوئیں مگر رشیدہ بیگم کو حکیم صاحب یاد آئے۔ ان کو رونے کے سوا چارہ نہ تھا۔ اس نسبت کے متعلق کچھ بھی نہ بولیں اور آخر کار ہدایت خاتون کی شادی مولوی رکن الدین صاحب سے ہوگئی۔

❁❁❁

چوتھا باب (4)

مذہبی چھیڑ کی ابتداء

مولوی رکن الدین صاحب کو سرکار عالی کے کتب خانہ میں ایک بڑا عہدہ مل گیا جس سے ان کے اطمینان کی صورت پیدا ہوگئی۔ ان کے احباب کا اصرار تھا کہ شیرینی کھلاؤ جب انہیں پہلے مہینے کا مشاہرہ ملا تو انہوں نے اپنے بعض بزرگوں اور دوستوں کی شاندار دعوت کی۔ حافظ صاحب بھی آئے تھے۔ سب لوگ بہت خوش مگر حافظ صاحب بہت افسردہ نظر آتے تھے۔ دعوت کے بعد جب اور لوگ چلے گئے اور صرف حافظ صاحب رہ گئے تو ان میں اور مولانا عبدالقوی صاحب میں اس طرح باتیں ہونے لگیں۔

مولانا صاحب: جناب حافظ صاحب یہ کیا بات ہے لوگوں کو جو خوشی ہے وہ آپ کے چہرے پر نظر نہیں آتی ' بلکہ آپ بہت متردد معلوم ہوتے ہیں؟

حافظ صاحب: تعجب ہے آپ یہ سوال فرماتے ہیں، آپ کو تو پوچھنے کی ضرورت نہیں آپ خود سمجھ سکتے ہیں کہ اس تردد سے آپ کا بھی گہرا تعلّق ہے۔

مولانا صاحب: اگر میں سمجھتا تو آپ سے دریافت کیوں کرتا۔؟ جلد بتایئے کیا بات ہے

حافظ صاحب: آپ کو یاد ہوگا کہ جب رشیدہ کی شادی کا ارادہ ہوا تو میں نے آپ سے مشورہ کیا تھا۔ آپ نے فرمایا تھا کہ ہاں حکیم صاحب سے اس کی نسبت منظور کرلو میں ان کو رافضی

مذہب سے ضرور نکال لوں گا اور اہل سنت بنا کر رہوں گا۔

مولانا صاحب: ہاں اس کا ذکر تو ہوا تھا اور میں نے وعدہ بھی کیا تھا' تو پھر؟

حافظ صاحب: مگر نتیجہ یہ ہوا کہ حکیم صاحب مرتے دم تک اپنے مذہب پر برقرار رہے الٹا میری رشیدہ نے بھی انہیں کا مذہب اپنالیا۔ اور اب ہدایت خاتون بھی اسی مذہب پر قائم ہے ہم لوگوں کے سب منصوبے خاک میں مل کر رہ گئے۔

مولانا صاحب: مگر میں نے تو سنا تھا کہ حکیم صاحب اور رشیدہ بیگم میں مذہبی چھیڑ چھاڑ ہوتی ہی نہیں تھی۔ دونوں نہایت محبت اور میل جول سے بسر کرتے رہے۔

حافظ صاحب: ہاں یہ تو سچ ہے، میں برابر دریافت کرتا رہا۔ ان کو مریضوں ہی سے مہلت نہیں ملتی تھی۔ شب کے دس گیارہ بجے آ کر سو رہتے اور صبح سویرے مطب میں چلے جاتے تھے۔ مذہبی بحث ہوتی تو کیونکر؟

مولانا صاحب: پھر رشیدہ بیگم کیونکر رافضن ہوگئیں؟ کیا ذریعہ ہوا!

حافظ صاحب: میں نے سنا کہ حکیم صاحب کے پاس مذہبی اور خاص کر مناظرہ کی بہت کتابیں تھیں۔ اردو میں بھی بہت سی چیزیں انہوں نے جمع کی تھیں۔ انہیں کو پڑھ پڑھ کر رشیدہ نے ان کا مذہب اپنالیا تھا اور ہدایت تو فارسی عربی کی کتابیں بھی دیکھتی رہتی ہے۔ میں ڈرتا ہوں کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ مولوی رکن الدین کو بھی رافضی کردے جو نہایت خطرناک ہوگا۔

مولانا صاحب: کیا مجال! یہ محال ہے' ایسی مہمل باتیں آپ کو زبان سے زیب نہیں دیتی۔ مولوی رکن الدین علم و فضل میں مجھ سے بھی بڑھ گئے ہیں۔

حافظ صاحب: لیکن خود اس کا رافضین رہنا آپ کب گوارہ کرسکتے ہیں؟

مولانا صاحب: نہیں دیکھئے میں اب تو اس کی تدبیر کروں گا۔ حکیم صاحب تو مر گئے اب مجھے

رشیدہ اور ہدایت خاتون دونوں کو راہ راست پر لانا ہے۔

(پھر مولوی رکن الدین سے خطاب کر کے کہا)

مولانا صاحب: بیٹا! تمہارے علم وفضل کا تمام شہرہ ہو رہا ہے۔ دیوبند اور رام پور میں تم نے کتنا نام پیدا کیا ہے۔ آریوں، عیسائیوں اور قادیانیوں سے برابر مناظرے کرتے رہے ہو اور خدا نے ہر موقع پر تمہیں کامیاب بنایا، پھر تم کو اپنی بیوی کی محبت اتنی عزیز نہ ہو کہ ان کے غلط مذہب کی طرف سے چشم پوشی کرلو، بلکہ ان سے سچی محبت یہ ہے کہ ان کو بھی مذہب حق پر لگا دو۔ ایک عورت کو سنی کر دینا کیا مشکل ہے؟

مولوی رکن الدین: بہتر میں کوشش کروں گا۔ نتیجہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔

مولانا صاحب: ہاں! اس کی فکر جلد کرنی چاہیے۔ جب کبھی کسی بات میں تم سے ان کی تشفی نہ ہو تو مجھ سے دریافت کرلیا کرو۔ پہلے تم ان سے کہو کہ تحفہ اثنا عشریہ حرف بحرف پڑھ جائیں۔ اس سے وہ خود اس مہمل مذہب کو چھوڑ دیں گی، وہ بڑی زبردست کتاب ہے۔ ان باتوں کے بعد لوگ متفرق ہو گئے۔ حافظ صاحب اپنے گھر گئے۔ مولانا صاحب نے آرام کیا اور مولوی رکن الدین صاحب بھی سونے کے لیے اپنے کمرے میں گئے لیکن دعوت کے اہتمام سے بہت تھک چکے تھے لہٰذا اس شب کوئی بحث شروع نہ ہو سکی۔ البتہ انہوں نے اتنا کہہ دیا تھا کہ کل شب تم سے ایک ضروری بات کہنی ہے۔ تم گھر کے کاموں سے جلد فراغت کر رکھنا۔ اس کے بعد سو گئے۔ دوسری شب جب دونوں اکٹھے ہوئے تو اس طرح باتیں شروع ہوئیں۔

مولوی رکن الدین: میں نے کل تم سے کہا تھا کہ آج تم سے کچھ ضروری باتیں کروں گا غالباً اسی وجہ سے تم بھی آج گھر کے کاموں سے جلد فارغ ہو گئیں یہی بات ہے نا؟

ہدایات خاتون: ہاں مجھے بھی انتظار ہے بلکہ رات اور آج کا دن میرا بڑی بے چینی میں بسر ہوا۔ خدایا! وہ کون سی بات ہے جس کے لیے اتنا اہتمام ہوا۔

مولوی صاحب: پہلے یہ بتاؤ کہ مجھے تم سے کتنی محبت ہے۔ اس کے بعد میں وہ باتیں شروع کروں گا جو تمہارے ہی کام کی ہوں گی۔ کوئی گھبرانے کی بات نہیں ہے۔

ہدایت خاتون: یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے میں اس کا کیا جواب دوں؟

مولوی صاحب: اگر تم یہ سمجھتی ہو کہ میں تم پر ہزار جان سے شیدا ہوں تو مجھ سے یہ کیونکر برداشت ہوگا کہ آخرت میں تم کہیں اور میں کہیں اور رہوں۔ کیا تم یہ پسند کروگی۔؟

ہدایت خاتون: میں کب اس کو پسند کرتی ہوں۔ ہم دونوں کو کوشش کرنی چاہیے کہ ہم واں بھی ایک ہی جگہ رہیں اور ابدی خوشی حاصل کریں دنیا تو چندروزہ ہے۔

مولوی صاحب: مگر تم شیعہ مذہب پر ہو اور میں مذہب اہل سنت والجماعت پر، پھر دونوں وہاں کیونکر ساتھ رہ سکتے ہیں؟ پس تم بھی میرا مذہب اختیار کرلو تاکہ وہاں بھی میں اور تم ساتھ ساتھ رہیں کیونکہ جدائی کا صدمہ جہنم سے بھی زیادہ ہولناک ہے۔

ہدایت خاتون: مگر اس سے پہلے ہم لوگوں کو کوشش کرنی چاہیے کہ ہم دونوں بہشت ہی میں چلیں۔ تب ساتھ رہنے کا لطف حاصل ہوگا ورنہ عذاب میں ساتھ رہے تو کس بات کا نفع۔ وہاں تو کوئی کسی کو پوچھے گا بھی نہیں۔ خدا اس سے بچائے۔

مولوی صاحب: ہاں ہاں! میرا مطلب بھی یہی ہے کہ تم بھی بہشت ہی میں رہو مجھے یقین ہے کہ رافضن رہوگی تو بہشت کی صورت بھی نہیں دیکھ سکوگی پھر میں اور تم اکٹھے کیسے ہوں گے؟ بس تم بھی مذہب اہل سنت قبول کرلو اور بہشت میں میرے ساتھ رہو۔

ہدایت خاتون: یہ کیسے یقین ہوگیا۔ کہ شیعہ رہنے سے میں بہشت کی صورت نہیں دیکھوں گی؟ اور تم ہی بہشت کا لطف اٹھاؤ گے اس کی کوئی دلیل بھی ہے؟

مولوی صاحب: شیعہ مذہب ایسا خراب ہے کہ اس کے ماننے والوں کو بہشت کی زندگی میسر

نہیں آسکتی ۔اس مذہب کے ماننے والے وہاں کیسے پہنچ سکتے ہیں؟

ہدایت خاتون: یہ مذہب کس بات سے ایسا خراب ہے؟ یہ کیوں نہیں بتاتے؟ دیکھو دعویٰ بے دلیل قبول خرد نہیں جو کہو اس کا ثبوت بھی دو تا کہ مجھے اطمینان ہو جائے۔

مولوی صاحب: یہ بھی کوئی بتانے کی چیز ہے اس مذہب کا غلط اور گندہ ہونا آفتاب سے زیادہ روشن ہے۔تم انصاف سے دیکھو بھئی ہٹ دھرمی سے کام نہیں چلے گا۔

ہدایت خاتون: تم کو شاید یہ بات نظر آتی ہو۔ مجھے تو کسی طرح بھائی نہیں دیتا بلکہ مذہب شیعہ ہی میں مجھے حقیقی اسلام دکھائی دیتا ہے اور یہی بہشت کا ذریعہ بھی ہے۔

❁❁❁

پانچواں باب (5)

شاہ عبدالعزیز صاحب اور تحفہ اثنا عشریہ کی حالت اور تقیہ کی بحث

مولوی صاحب: پہلے مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی رحمتہ اللہ علیہ کی مشہور کتاب تحفہ اثنا عشریہ پڑھ جاؤ۔ تا کہ تم پر واضح ہو جائے گا کہ رافضیوں کا مذہب کس درجہ قابل نفرت ہے پھر تم اس سے فوراً توبہ کرلوگی۔ مجھے کچھ بتانے کی ضرورت نہ ہوگی۔

ہدایت خاتون: میں اسے حرف بحرف پڑھ چکی ہوں اس سے تو مذہب شیعہ کی اور زیادہ حقیقت اور خوبی واضح ہوتی ہے۔ شاہ صاحب نے اس کتاب کو محض غصہ اور انتقام میں لکھا ہے اور اس کے ایک ایک لفظ سے پتہ چلتا ہے کہ شیعوں کی غیر معمولی ترقی' مذہب شیعہ کی حیرت انگیز اشاعت اور اس دین کی نہایت درجہ مقبولیت کی وجہ اور اسے روکنے کی کوشش کے لیے شاہ صاحب نے یہ کتاب لکھی۔ غرض انہوں نے اپنے مذہب کی حقیقت واضح اور مذہب شیعہ کی خرابی نمایاں کرنے کے لیے یہ زحمت گوارہ نہیں کی بلکہ صرف اس کا عظیم الشان اثر کم کرنا چاہا۔ جس طرح عیسائی اور آریہ حضرات دین اسلام کی غیر معمولی کشش روکنے کے لیے برابر کتابیں لکھتے' برابر رسائل شائع کرتے اور اشتہارت تقسیم کرتے رہتے ہیں مگر اسلام کا کیا بگڑتا ہے بلکہ اس کی برابر ترقی ہوتی رہی۔

مولوی صاحب: تم خواب کی باتیں کر رہی ہو؟ شیعوں کی ترقی کہاں ہو رہی تھی جس کے روکنے کو حضرت شاہ صاحب رحمتہ اللہ نے یہ کتاب لکھی؟ یہ مذہب اس قابل ہی نہیں کہ کوئی اسے پوچھے اس کا ترقی کرنا کیسا؟ بالکل خلاف عقل بات' توبہ۔توبہ!

ہدایت خاتون: تم نے اس کتاب کو پڑھا بھی ہے یا نہیں؟

مولوی صاحب: میں نے اسے بارہا پڑھا ہے۔ایک مرتبہ والد صاحب قبلہ نے پڑھایا تھا۔ ایک دفعہ دیوبند میں مولانا صاحب کے حکم سے پڑھ گیا اور ایک دفعہ حال ہی میں شادی کے بعد پڑھ گیا ہوں۔تم البتہ اس کو پھر پڑھو۔تمہیں اس کی ضرورت ہے۔

ہدایت خاتون: تو کیا اس کتاب میں مضمون نہیں ہے کہ شیعوں کی غیر معمولی ترقی شاہ صاحب سے نہیں دیکھی گئی۔ بہ ایں سبب انہوں نے اس کتاب کو لکھا۔

مولوی صاحب: ہرگز نہیں! ایسی محال بات ہو ہی نہیں سکتی۔ میں تو کہتا ہوں کہ شیعوں کی معمولی ترقی بھی نہیں ہوسکتی غیر معمولی کا ذکر کیا؟ یہ تو ایک ایسا خراب مذہب ہے کہ کسی کو نام بھی نہ لینا چاہیئے' ترقی کی بھی خوب ہی کہی' اے سبحان اللہ:

یہ سن کر ہدایت خاتون الماری سے کتاب تحفہ اثنا عشریہ نکال کر لائیں اور کہا:

ہدایت خاتون: ذرا اس عبارت کو سنو کہ شاہ صاحب کیا تحریر فرماتے ہیں:

"این رسالہ را نصیحتہ المومنین و فضیحتہ الشیاطین لقب کردہ شدہ غرض از تسوید ایں رسالہ و تحریر ایں مقالہ آنست کہ دریں بلاد کہ ما ساکن آنیم و دریں زمان کہ ما ور آنیم رواج مذہب اثنا عشریہ وشیوع آں بحدے اتفاق افتادہ کہ کم خانہ باشد کہ یک دو کس ازاں خانہ بایں مذہب متمذہب نہ باشند و راغب بایں عقیدہ نہ شوند"

"اس رسالہ تحفہ اثنا عشریہ کا لقب نصیحتہ المومنین اور فضیحتہ الشیاطین رکھا گیا اور اس رسالہ کے لکھنے اور اس مقالہ کے تحریر کرنے کی غرض یہ ہے کہ ان شہروں میں جہاں ہم لوگ موجود ہیں اور

اس زمانہ میں جس میں ہم لوگ رہتے ہیں مذہب شیعہ کی ترقی و اشاعت اس حد تک پہنچ گئی کہ کم ہی کوئی گھر ہوگا کہ جس میں دو ایک شخص اس مذہب کے پابند نہ ہوں اور اس عقیدہ کی طرف رغبت نہ رکھیں'' (تحفہ اثنا عشریہ ۲)

مولوی صاحب :ارے دیکھو تو یہ کہاں لکھا ہے؟ بالکل عجیب بات ہے ہدایت خاتون نے کتاب دے دی مولوی صاحب نے پڑھا تو سخت شرمندہ ہوئے اور دیر تک سوچنے کے بعد بولے مگر شرم سے نظر اونچی نہیں کی جاتی تھی۔

مولوی صاحب :بات یہ ہے کہ شاہ صاحب رحمتہ اللہ نے یہ عبارت کتاب کے بالکل شروع میں حمد و نعت کے بعد ہی لکھی ہے اس وجہ سے ہر مرتبہ میری نظر سے رہ گئی۔ اچھا یہ بتاؤ کہ یہ کتاب کیسی لکھی ہے؟ تم نے یہ کیسی پائی۔

ہدایت خاتون :بس ایسی لکھی ہے کہ خود ان کو شرم معلوم ہوئی کہ اس کو اپنے نام سے رکھیں اس وجہ سے ایک فرضی نام غلام حلیم کے نام سے لکھی اور ایک فرضی نام نبھانے کے لیے باپ کا نام بھی فرضی لکھا اور دادا کا بھی' دیکھو لکھتے ہیں۔

''می گوید بندہ درگاہ قوی حافظ غلام حلیم ابن شیخ قطب الدین احمد بن شیخ ابو ابوالفیض دہلوی (خدائے قوی کی درگاہ کا بندہ حافظ غلام حلیم جو بیٹا ہے شیخ قطب الدین احمد کا اور جو بیٹے تھے شیخ ابوالفیض دہلوی کے کہتا ہے (تحفہ اثنا عشریہ ۲)

مولوی صاحب :اسے فرضی نام کیوں کہتی ہو؟ انہوں نے دوسرے شخص کے نام سے لکھ دیا ہوگا اس میں کیا عیب ہے جو تم اتنا گرجنے لگیں۔

ہدایت خاتون :دوسرا شخص کوئی تھا ہی نہیں' اس وجہ سے کتاب چھاپنے والوں کو بڑی مصیبت اٹھانا پڑی۔ اور آخر میں ان لوگوں نے یہ تاویل کی کہ غلام حلیم شاہ صاحب کا اور قطب الدین شاہ صاحب کے والد اور شیخ ابوالفیض شاہ صاحب کے دادا کا نام بنایا۔ حالانکہ شاہ صاحب کا نام شاہ

عبدالعزیز صاحب' موصوف کے والد صاحب کا نام شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی اور شاہ صاحب کے دادا کا نام شاہ عبدالرحیم صاحب ایسا مشہور تھا کہ ان ناموں کے سوا کوئی دوسرا نام لوگوں نے سنا ہی نہیں۔اب کتاب چھاپنے والے سرورق پر مصنف کا نام اس طرح لکھتے ہیں۔تحفہ اثنا عشریہ تصنیف مولانا غلام حلیم مرحوم معروف بہ شاہ عبدالعزیز دہلوی ابن شیخ قطب الدین احمد مشہور بہ شاہ ولی اللہ محدث ابن شیخ ابوالفیض مشتہر بہ شاہ عبدالرحیم اس طرح شاہ صاحب کی عیب پوشی کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔شیعوں پر تو اعتراض کیا جاتا ہے کہ وہ جھوٹ بولتے ہیں یعنی تقیہ کرتے ہیں لیکن شاہ صاحب کے اس فعل پر کوئی نظر نہیں آتا کہ کتاب لکھی تو خود اور کہتے ہیں کہ یہ کتاب غلام حلیم نے لکھی اگر غور کرو تو جو اعتراض غلط طور پر تم لوگ شیعوں پر کرتے ہو اس سے سینکڑوں درجہ زیادہ شاہ صاحب پر وارد ہوتا ہے۔شیعہ کہتے ہیں کہ جب انسان کی جان کا خطرہ ہو تب وہ اپنی زندگی بچانے کے لیے کہہ دے کہ اس کا دوسرا مذہب ہے جیسے عمار صحابی رسولؐ کو کافروں نے ہلاک کرنا چاہا تو آپ نے اسلام سے انکار کر دیا اور حضرت رسولؐ خدا کی برائی اور کفار کے معبودوں کی تعریف کی اس پر کافروں نے ان کو چھوڑ دیا۔آنحضرتؐ کو معلوم ہوا تو آپ نے فرمایا: تم نے اچھا کیا اگر وہ پھر تم کو ہلاک کرنا چاہیں تو پھر تم اسی طرح کہہ کہ اپنی جان بچا لینا (اسد الغابہ جلد ۷ واستیعاب جلد ۲ ۴۳۵ وغیرہ) مورخین باتفاق لکھتے ہیں کہ حضرت رسولؐ خدا نے اس طرح جناب عمار کو تقیہ کرنے کا حکم دیا تھا۔

(تاریخ کامل جلد ۲' ۴۴ وطبری وخمیس وسیرۃ حلبیہ وسیرۃ ابن ہشام وغیرہ لیکن شاہ عبدالعزیز صاحب کو نہ جان کا خطرہ ،نہ آبرو کا ڈر' نہ نقصان مال کا اندیشہ پھر بھی کتاب لکھتے ہیں خود اور نام رکھتے ہیں دوسروں کا۔اگر یہ کتاب اچھی ہوتی تو اسے گمنام شخص کی طرف سے کیوں لکھتے۔اپنے نام سے کیوں نہ شائع کرتے۔جس طرح ان کے والد صاحب نے کتاب ازالۃ الخفاء قرۃ العینین وغیرہ اپنے ہی نام سے شائع کی اور دوسروں کے سر نہیں تھوپی۔

مولوی صاحب: ہو سکتا ہے کہ غلام حلیم شاہ صاحب ہی کا دوسرا نام ہو اور انہوں نے اسے اس

دوسرے نام سے ہی لکھا ہو۔ یہ کوئی چوری کی بات نہیں ہو سکتی۔

ہدایت خاتون: اگر دوسرا نام رہا بھی ہو تو اس کو کوئی جانتا نہیں تھا بلکہ سب لوگ آپ کا نام شاہ عبدالعزیز ہی جانتے تھے۔ پھر آپ نے اپنے اس نام سے کیوں اس کتاب کو نہیں لکھا۔ دوسرا نام کیوں اختیار کیا دال میں کچھ نہ کچھ تو کالا ہے جو تم کو بھی ماننا ہی پڑے گا۔ اگر تم کوئی اچھا کام کرو گے تو کیا لوگوں سے کہہ دو گے کہ اس کو تم نے نہیں کیا بلکہ کسی اور شخص نے کیا ہے؟ امام بخاری نے صحیح بخاری لکھی تو دوسرے کے یا اپنے ہی غیر معروف نام سے کیوں نہ لکھی؟ امام فخر الدین رازی نے تفسیر لکھی تو اپنے ہی نام سے کیوں لکھی۔ کسی دوسرے کے یا اپنے کسی غیر معروف نام سے کیوں نہیں لکھی؟ غرض لاکھوں کتابیں عربی فارسی اردو انگریزی میں تمام پھیلی ہوئی ہیں ان میں جو اچھی ہیں وہ لکھنے والوں کے اصلی اور مشہور ناموں سے لکھی گئی ہیں البتہ جو خراب کتابیں ڈاکہ زنی، جعل و فریب، غدر، بغاوت یا خون ریزی، جرائم پیشگی، عیاشی یا بد چلنی، بد اخلاقی، مکاری یا عیاری وغیرہ کی ہوتی ہیں، انہیں کے مصنف ان کو اپنے نام سے لکھتے ہوئے ڈرتے ہیں تم برابر سنتے ہو کہ فلاں شہر میں انگریزی گورنمنٹ کے خلاف فلاں رسالہ شائع کیا گیا۔ فلاں مضمون اخبار میں نکلا، فلاں اشتہار تقسیم کیا گیا اور وہ سب گمنام لوگوں کے ہوتے ہیں تاکہ گورنمنٹ لکھنے والوں کو پکڑ نہ سکے لیکن تعلیم و تربیت، تبلیغ مذہب یا اشاعت حق یا درستی اخلاق یا تکمیل تہذیب وغیرہ کی جو کتابیں ہوتی ہیں وہ گمنام لوگوں کی طرف سے شائع نہیں کی جاتیں بلکہ ان کو اپنے نام سے شائع کر کے مصنفین اس پر فخر اور ناز کرتے ہیں۔ خود مناظرہ میں شاہ صاحب سے پہلے بکثرت علماء نے کتابیں لکھیں اور ان سب کو اپنے ہی نام سے لکھا ہے اور انہیں شاہ صاحب نے اپنی دوسری کتابیں بھی لکھیں تو اپنا ہی نام دیا اور اور ولدیت میں بھی اپنے والد ہی کا نام ظاہر کیا۔ دوسری کتابوں کو اپنے نام سے اور خاص تحفہ اثناء عشریہ کو دوسرے کے نام سے لکھنے اور شائع کرنے کی کیا وجہ تھی کیوں کہ اس کے مصنف نے اپنا نام اس طرح چھپایا؟ اگر چوری نہیں تھی تو اپنے اصلی نام سے کیوں نہ شائع کی؟ کس کا ڈر تھا غور کرو کہ صرف اس کتاب کو دوسرے نام سے کیوں لکھا؟

مولوی صاحب: تو کیا شاہ صاحب نے اپنی اور کوئی کتاب غلام حلیم کے نام سے نہیں لکھی ہے

ہدایت خاتون: ایک بھی نہیں ممدوح کی ایک کتاب فتاویٰ عزیزی ہے جس کے مصنف کا نام اس پر اس طرح لکھا ہے۔ "از حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی رحمتہ اللہ علیہ ایک کتاب تفسیر فتح العزیز ہے اس پر بھی مصنف کا نام اس طرح لکھا ہے" از تصانیف عمدۃ المفسرین فخر المحدثین مجموعہ فراست وتمیز شاہ عبدالعزیز دہلوی کی ایک اور کتاب بستان المحدثین بھی آپ ہی کے نام سے ہے۔

مولوی صاحب: البتہ یہ بات بڑی حیرت کی ہے کہ شاہ صاحب نے صرف تحفہ اثناء عشریہ کو کیوں فرضی نام سے شائع کیا اور کیا بھید ہے جس سے اپنا نام مخفی رکھا۔

ہدایت خاتون: اگر کوئی شیعہ ایسا کرتا تو وہ کہہ سکتا تھا کہ اس کے شہر یا وطن میں حضرات اہل سنت کی کثرت تھی۔ ان لوگوں سے وہ ڈرا' یا اہل سنت بادشاہ کی حکومت تھی اس سے اس کو خوف لاحق ہوا مگر تماشہ یہ ہے کہ شاہ صاحب رہے دہلی میں جہاں نہ شیعوں کی سنیوں سے زیادہ آبادی تھی' نہ شیعوں کی حکومت نہ طاقت یا کوئی وجہ خوف پھر بھی ممدوح مجبور ہوئے۔ کہ اس کتاب کو اپنے نام سے نہ لکھیں۔ شیعوں پر تقیہ کا اعتراض کرنے والے کیوں نہیں بتلاتے۔ کہ شاہ صاحب نے اس کتاب کے لکھنے میں کیوں تقیہ کیا؟ برخلاف ان کے شیعوں کے عالم جلیل اور محقق اعظم شہید ثالث حضرت قاضی نور اللہ شوستری رضی اللہ عنہ نے جن کا مزار مبارک آگرہ میں ہے باوجودیکہ حضرات اہل سنت کے ملک' شہر اور حکومت میں تھے لیکن اپنی ہر کتاب اپنے ہی نام سے لکھی' احقاق الحق' مجالس المومنین' مصائب النواصب وغیرہ سے کسی کو بھی دوسرے نام سے نہیں لکھا اور اسی وجہ سے ممدوح شہید کیے گئے۔ تم لوگوں کا وقت یہ جملہ رہتا ہے کہ رافضی تقیہ کرتے ہیں جھوٹ بولتے ہیں' غلط بیانی کرتے ہیں مگر واقعہ یہ ہے کہ شیعوں کے عوام جس قدر تقیہ کرتے ہیں اس سے زیادہ حضرات اہل سنت کے علماء یا آئمہ دین تقیہ کرتے رہے۔

مولوی صاحب: تم یہ کیا کہتی ہو' علماء اہل سنت تو تقیہ کی برابر مخالفت کرتے ہیں وہ خود تقیہ کیوں کریں گے؟ وہ جھوٹ بولنا کبھی بھی جائز نہیں سمجھتے۔

ہدایت خاتون: جی ہاں! بہت ٹھیک ہے سنا نہیں ہاتھی کے دانت کھانے کے دانت اور ہوتے ہیں، دکھانے کے اور' علماء اہل سنت شیعوں پر ضرور اعتراض کرتے ہیں مگر جب موقع آتا ہے تو خود اس سے زیادہ تقیہ کرتے ہیں جو ڈھکی چھپی بات نہیں۔

مولوی صاحب: کوئی دلیل بھی ہے یا صرف یوں ہی بکتی جاؤ گی' کسی بات کا سر نہ پیر۔

ہدایت خاتون: اس سے بڑی دلیل کیا ہوگی کہ جناب شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی جو ہندوستان کے علماء اہل سنت میں سب سے افضل و کامل اور سب سے زیادہ معزز و ذی اثر تھے جب کتاب تحفہ اثنا عشریہ لکھنے لگے تو اسے خود لکھا اور لکھنے والے کا نام بتایا غلام حلیم اور قیامت تک کے لیے اس بات کا نشان قائم کر گئے کہ علماء اہل سنت بے ضرورت تقیہ کرتے ہیں جس سے ان کو کوئی نفع بھی حاصل نہیں ہوتا۔

مولوی صاحب: خیر ایک شاہ صاحب کے تقیہ کرنے سے دوسرے علماء اہل سنت پر یہ الزام کیوں عائد کیا جائے۔ ایک مچھلی پورے تالاب کو کیوں گندا کرے؟

ہدایت خاتون: معاف کرنا دوسرے حضرات بھی جب مصلحت دیکھتے ہیں بہت آسانی سے تقیہ کر لیتے ہیں۔ اس کی مثالیں بہت کثرت سے ہیں تم نے بھی دیکھی ہوں گی۔

مولوی صاحب: اچھا ایک ہی شخص کا نام بتا دو' میں ہی بھولتا ہوں گا۔

ہدایت خاتون: سنو شمس العلماء مولوی شبلی صاحب نعمانی خلیفہ مامون الرشید کے بارے میں لکھتے ہیں:

"جس چیز نے اس (مامون) کی تمام خوبیاں غارت کر دیں وہ یہی مذہبی جنون تھا قرآن کے حادث ہونے کا مسئلہ اس رسوخ کے ساتھ اس کے دل میں بیٹھ گیا کہ اس کے نزدیک

اس مسئلہ سے انکار کرنا گویا اصل توحید سے انکار کرنا تھا۔ ۲۱۸ھ جب وہ شام کے اضلاع میں مقیم تھا تو اسحٰق خزاعی گورنر بغداد کو ایک فرمان بھیجا جس کا مضمون یہ تھا۔ امیر المومنین کو معلوم ہوا ہے کہ عموماً تمام مسلمان جو شریعت کی باریکیوں کو نہیں سمجھ سکتے قدیم سے قرآن کے قائل ہیں حالانکہ خود قرآن کی متعدد آیتوں سے اس کے خلاف ثابت ہے۔ یہ لوگ بدترین امم اور ابلیس کی زبان ہیں۔ بغداد کے تمام قاضیوں کو جمع کر کے یہ فرمان سنا دیا جائے اور جس کو انکار ہو وہ ساقط العدالت مشہور کر دیا جائے، مامون کو اس پر بھی تسلی نہیں ہوئی اور سات بڑے بڑے عالموں کو اپنے پاس بلایا اور رو برو گفتگو کی یہ سب لوگ اس مسئلہ میں مامون کے خلاف تھے مگر تلوار کے ڈر سے وہ کہہ آئے جو ان کا دل نہیں کہتا تھا۔ جب یہ لوگ بھی مامون کے ہم زبان بن گئے تو اس نے اسحاق کے نام ایک دوسرا فرمان بھیجا کہ ممالک اسلامیہ کے تمام علماء اور مذہبی پیشواؤں کا اظہار لیا جائے اس حکم کی پوری پوری تعمیل ہوئی اور سب کے اظہار ان کے الفاظ میں قلم بند ہو کر مامون کے پاس بھیج دیے گئے اس کے جواب میں مامون نے جو کچھ لکھا وہ اس کے جنون مذہبی کا ہذیان تھا۔ تمام محدثین اور فقہاء میں سے ایک بھی نہیں بچا جس پر رشوت' چوری دروغ گوئی، بے علمی' حماقت شعاری کا الزام نہیں لگایا تھا فرمان میں یہ حکم چنگیزی بھی تھا کہ جو لوگ اس عقیدہ سے باز نہ آئیں وہ پابہ زنجیر روانہ کیے جائیں تاکہ میں اپنے سامنے اتمام حجت کر کے ان کی موت وحیات کا فیصلہ کر دوں۔ اسحاق نے یہ فرمان مجمع عام میں پڑھ کر سنایا۔ جس کی ہیبت نے بڑے بڑے ثابت قدموں کے عزم کو متزلزل کر دیا اور سب کے سب سوائے (امام حنبلؒ) کے سچائی اور آزادی کو خیر باد کہہ کر مامون کے ہم زبان ہو گئے علامہ قواریری سجادۃ البتہ کسی قدر مستقل رہے مگر جب پاؤں میں بیڑیاں ڈال دی گئیں اور ایک رات اسی سختی میں گزری تو ثابت ہو گیا کہ ان لوگوں کو اپنے عزم اور استقلال کی نسبت جو حسن ظن تھا وہ صحیح نہ تھا صرف امام حنبل اور محمد بن نوح اس معرکہ میں ثابت قدم رہے جس کے صلہ میں پابہ زنجیر ہو کر طرطوس روانہ کیے گئے۔ مامون کو پھر معلوم ہوا کہ جن لوگوں نے اس مسئلہ کو تسلیم کر لیا تھا تقیہ کیا تھا وہ نہایت برآفروختہ ہوا اور ان لوگوں کی نسبت حکم دیا کہ آستانہ دولت پر حاضر کیے جائیں ایک جم غفیر جس میں ابو حسان شامل تھے۔ پولیس کی حراست میں شام کو روانہ کیا گیا"

(زیادی، نفر بن شمیل، قواریری، ابونفر عاذ، علی بن حقاتل، بشر بن الولید وغیرہ)

(المامون ص ۲۳۴)

بتاؤ علماء کرام پیشوایان دین کی کتنی بڑی جماعت نے تقیہ کیا؟ پھر تم لوگ کس منہ سے اعتراض کرتے ہو کہ شیعہ تقیہ کرتے ہیں اپنی آنکھ کا شہتیر نظر نہیں آتا!!؟

مولوی صاحب: خیر بعض عالموں کے تقیہ کرنے سے تقیہ کا جائز ہونا تو درست نہیں ہو سکتا البتہ حدیث و قرآن سے ثبوت دینا چاہیے جو رافضیوں کے لیے محال ہے۔

ہدایت خاتون: بہت خوب اگر میں قرآن مجید سے بھی تقیہ کا ثبوت دوں تو مان جاؤ گے۔

مولوی صاحب: قرآن شریف کی بات کون مسلمان نہیں مانے گا؟ مگر کچھ ہوتا بھی تو مانتے۔

ہدایت خاتون: یہ نہ کہو مسلمان ہی تو قرآن مجید پڑھتے ہیں مگر اس کی باتیں نہیں مانتے، رسول خدا صلعم کو یہ کیوں فرمانا پڑتا:

"تفترق امتی علی ثلث وسعین ملة کلهم می النار الاملته واحدة"

"میری امت ۷۳ گروہ پر متفرق ہو جائے گی اور سوا ایک گروہ کے تمام جہنم میں چلے جائیں گے" (مشکوۃ باب الاعتصام بالکتاب جلد ۱ ص ۵۰)

میرا دعویٰ ہے کہ اگر انسان انصاف اور خوف خدا کے مطابق سچے مذہب کی تلاش کرے تو اسے اور کہیں جانے کی ضرورت نہیں ہوگی۔ قرآن مجید ہی ہر بات کی صحیح راہبری کردے گا لیکن افسوس مسلمان اس کے سمجھنے کی کچھ بھی کوشش نہیں کرتے ہیں۔

مولوی صاحب: بالکل ٹھیک ہے اب اگر تم سے فیصلہ کرنا آسان ہے۔ سچ کہنا تم رافضی مذہب کا برحق ہونا کسی طرح بھی قرآن شریف سے ثابت کر سکتی ہو۔ میرا یقین ہے کہ شیعوں کے خدا، رسول، خلیفہ، نماز، روزہ، حج، جہاد، نکاح، میراث، کسی چیز کو تم قرآن مجید سے صحیح ثابت نہیں کر سکتیں نہ کوئی شیعہ مجتہد کر سکتا ہے؟

ہدایت خاتون: خیر اب تو تم نے مذہبی بحث چھیڑ ہی دی ہے۔ ممکن ہے میں غلطی پر ہوں تم بتا دو گے تو مان لوں گی مگر کسی چیز کو قرآن مجید سے ثابت بھی تو کرو۔

مولوی صاحب: مان لینے کی نہیں بلکہ صاف صاف کہو کہ سنی ہو جاؤں گی۔

ہدایت خاتون: ہاں اگر تم قرآن مجید سے سنی مذہب کا حق اور مذہب شیعہ کا باطل ہونا ثابت کر دو گے تو میں ضرور سنی ہو جاؤں گی لیکن اگر خدا نے مجھے ہی کامیاب کر دیا اور بفضلہٖ تعالیٰ مذہب شیعہ ہی کا حق ہونا قرآن مجید سے ثابت ہو گیا تب؟ اس کو بھی بتا دو۔

مولوی صاحب: تب تم کو اختیار ہوگا میں تم سے سنی ہونے کو نہیں کہوں گا۔

ہدایت خاتون: لیکن تم اپنا مذہب بدلو گے یا نہیں؟ اس کو بھی طے کرتے چلو۔

مولوی صاحب: نہیں، یہ نہیں ہو سکتا، اس مذہب پر میرے باپ دادا سب ہی رہے ہیں میں اس کو کیسے چھوڑ سکتا ہوں؟ اس کا تو نام بھی نہ لو۔

ہدایت خاتون: مگر یہ کیا انصاف کی بات ہے کہ قرآن مجید سے اگر سنی مذہب کا حق ہونا ثابت ہو جائے تو تم مجھے سنی کر دو لیکن اگر شیعہ مذہب کا حق ہونا ثابت ہو تو تم خود شیعہ نہ ہو گے؟ پھر بہشت میں اکٹھے کیسے رہیں گے۔

مولوی صاحب: قرآن شریف سے تمہارے مذہب کا حق ثابت ہونا ممکن ہی نہیں ہے پھر میں اس کا اقرار کیوں کروں۔ فضول بات کا وعدہ بھی فضول ہی ہے۔

ہدایت خاتون: اگر نہ ثابت ہوگا تو تم سے شیعہ ہونے کو کب کہوں گی۔ سوال تو یہ ہے کہ اگر قرآن مجید نے بتا دیا کہ مذہب شیعہ ہی حق ہے تب تم کیا کرو گے اور کیوں نہ شیعہ ہو جاؤ گے تب تو آخرت میں مجھ سے الگ ہی ہو جاؤ گے۔

مولوی صاحب: نہیں ایسا ہو ہی نہیں سکتا میں ناممکن بات کو تسلیم کیوں کروں؟

ہدایت خاتون: خیر تم جانو اور تمہارا مذہب جانے لیکن میرا اور ہر شیعہ کا دعویٰ ہے کہ اگر قرآن مجید سے مذہب شیعہ کا غلط ہونا ثابت ہو جائے تو میں فوراً یہ مذہب ترک کردوں گی اور ہر شیعہ اسے ترک کردے گا کبھی عذر نہ کرے گا۔

مولوی صاحب: تمہاری بھی کیا باتیں ہیں یہ لاف زنی کسی اور کے سامنے کرنا۔

ہدایت خاتون: خیر ہاتھ کنگن کو آرسی کیا ہے۔ میرے اصول وفروع دین کی ایک ایک بات کا نام لیتے جاؤ۔ دیکھو خدائے کریم میری تائید کر کے قرآن مجید ہی سے اس کا ثبوت پیش کر دیتا ہے یا نہیں۔

مولوی صاحب: ابھی تو تقیہ کی بحث شروع ہی ہوگئی ہے اس کا ثبوت اللہ تعالیٰ کے کلام پاک سے پیش کرو۔ ذرا میں بھی تو دیکھوں کہ تم اپنے غلط مذہب کی کون کون سی بات قرآن شریف سے ثابت کرتی ہو۔

ہدایت خاتون: سنو خدا فرماتا ہے:

"لَا یَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ الْکَافِرِیْنَ اَوْلِیَاءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِکَ فَلَیْسَ مِنَ اللّٰهِ فِیْ شَیْءٍ اِلَّا اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰةً"

اس آیت کا ترجمہ جناب شمس العلماء مولوی حافظ مولوی نذیر احمد صاحب دہلوی کے الفاظ میں یہ ہے:

"مسلمانوں کو چاہیے کہ مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا دوست نہ بنائیں اور جو ایسا کرے گا تو اس سے اور اللہ سے کچھ سروکار نہیں۔ مگر اس تدبیر سے کسی طرح پر ان کی شرارت سے بچنا چاہو تو خیر" (پارہ ۳ رکوع ۱۱)

اس سے صاف معلوم ہوا۔ کہ خدا ہم لوگوں کو حکم دیتا ہے کہ اگر کافروں کی شرارت سے بچنا چاہیں تو کافروں کو دوست بنائیں۔ یہی تقیہ ہے جس پر تم اعتراض کرتے ہو۔

مولوی صاحب: مگر اس میں تو صرف کافروں کے دوست بنانے کا ذکر ہے مذہب چھپانے کا بیان تو نہیں ہے تم لوگ تو مذہب چھپانے کو تقیہ کہتے ہو۔

ہدایت خاتون: کیا خوب خدا پہلے تو کافروں کو دوست بنانے سے منع کرتا ہے اس کے بعد کہتا ہے کہ اگر وہ تم سے شرارت کریں اور ان کو دوست بنا لینے سے تم ان کی شرارت سے بچ جاؤ تو انہیں دوست بنالو۔ پہلے خدا نے بتایا اس درجہ برا اور باعث غضب خدا ہے کہ جو ایسا کرے گا وہ اللہ سے بے سروکار ہو جائے گا۔ گویا خدا اس کو بالکل چھوڑ دے گا' پھر فرمایا۔ کہ لیکن ان کو دوست نہ بنانے سے وہ شرارت کریں اور تمہیں نقصان پہنچائیں تو تم لوگ ان کو دوست بنا لو ایسی صورت میں ان کا دوست بنانا حکم خدا کی تعمیل ہوگا۔ غرض خدا نے جس بات سے پہلے منع کیا تقیہ کی وجہ سے اسی کی اجازت دے دی۔

مولوی صاحب: اچھا ذرہ اس آیت کی تفسیر بھی تو دیکھو کیا لکھا ہے (ہدایت خاتون اٹھیں اور الماریاں سے چند کتابیں نکال لائیں پھر کہا:

ہدایت خاتون: دیکھو تفسیر بیضاوی میں لکھا ہے:

الاان تتقوا منهم الا ان تخافوا من جهتهم مايجب اتقائه والفعل معتد بمن لانه فی معنے تخذو راو تخافوا تقاة وقرء يعقوب قية منع عن موالا تهم ظاهر اوباطنا فی الاوقات كلها الاوقت المخافة . فان اظهار الموالاة حينئذ جائز.

"مگر یہ کہ ان کافروں سے بچنا چاہو۔ یعنی ان سے تمہیں کسی ایسی بات کا خوف ہو جس سے بچنا واجب ہو، تب ان سے ضرور دوستی کرلو۔ موجودہ قرآن میں لفظ "تقاة" ہے۔ لیکن امام یعقوب کی قرآت میں یہ لفظ "تقية" ہے. خدا نے مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ ظاہر و باطن دونوں میں کافروں کی دوستی سے بچیں

البتہ جب کافروں سے کسی بات کا ڈر ہو تو اس وقت ان کی دوستی ظاہر کریں۔

(تفسیر بیضاوی مطبوعہ مصر جلد ۱، ۱۱۲)

اس سے واضح تر کلام سنو امام بخاری نے لکھا ہے۔" **وقال الا ان تتقو ا منهم تقاة وهی تقية** "خدا نے جو فرمایا ہے کہ اگر کافروں سے ڈر ہو تو ان سے بچنے کے لیے دوستی کرلو، اس میں تقاۃ کا مطلب تقیہ ہے کہ تم لوگ تقیہ کرلیا کرو"

(صحیح بخاری کتاب الاکراہ پ ۲۸، ص ۴۵۰ مطبوعہ دہلی) اور علامہ ابن حجر نے اس جملہ کی شرح میں لکھا ہے:

تقاة وتقية واحدة و معنى الاية لا يتخذ المومن الكافر وليافى الباطن ولا فى الظاهر الاللتقية فى الظاهر فيجوز ان يواليه اذ اخافه ويعاديه باطنا .

"تقاۃ اور تقیہ دونوں ایک ہی ہے۔ آیت کا مطلب یہ ہے کہ کوئی مومن کسی کافر کو اپنا دوست نہ بنائے تو اس سے ہاں اگر ظاہراً تقیہ کرنے کی ضرورت پیش آجائے۔ کہ اگر اس کافر کی دوستی ظاہر نہ کی جائے تو کسی قسم کا خوف ہو تو جائز ہے کہ ظاہراً اس کی دوستی کا اقرار کرلیا جائے اور دل میں اس کی دشمنی ہی رہے"

(فتح الباری ۲۴ پ، ص ۴۵۰)

اور علامہ فخر الدین رازی وغیرہ نے لکھا ہے:

"**التقية جائزة الصون النفس**" "جان بچانے کے لیے تقیہ کرنا جائز ہے"

التقية جائزة للمومنين الى يوم القيامة وهذ القول اولے لان دفع الضرر عن النفس واجب بقدر الامكان.

"تقیہ مومنین کے لیے قیامت تک جائز ہے اور یہی قول بہتر ہے، کیونکہ اپنے نفس سے ضرر کا دور کرنا واجب ہے"

(تفسیر کبیر جلد ۳، ص ۶۴۶ وخازن جلد ۱، ص ۲۲۷ درمنثور جلد ۲، ص ۱۶ وغیرہ)

ہندوستان میں جناب نواب مولوی صدیق حسین خان صاحب بھوپالی تمہارے مذہب کے زبردست عالم گزرے ہیں۔ انہوں نے بھی لکھ دیا ہے۔ "التقية جائزة الى يوم القيامة" تقیہ قیامت تک جائز ہے۔ (تفسیر فتح البیان جلد ۲، ص ۳۰)

غالباً اب تو تم کو کوئی عذر نہیں ہوگا کہ اس آیت سے تقیہ کا حکم مثل آفتاب روشن ہے۔

مولوی صاحب: خیر یہی ایک آیت ہے اور بھی کوئی بتا سکتی ہو۔

ہدایت خاتون: دوسری آیت دیکھو

"مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْ بَعْدِ اِيْمَانِهٖ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّ (بِالْاِيْمَانِ) وَلٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ"

"جو شخص کفر پر مجبور کیا جائے گا لیکن اس کا دل ایمان کی طرف سے مطمئن ہو۔ اس سے کچھ مواخذہ نہیں لیکن جو شخص ایمان لائے پیچھے خدا کے ساتھ کفر کرے ایسے لوگوں پر خدا کا غضب اور ان کے لیے سخت عذاب ہے۔ (پارہ ۱۴: ع ۲۰)

اس میں خدا صاف فرماتا ہے کہ جس شخص کے دل میں ایمان ہو مگر وہ مجبوراً کفر کا کلمہ کہہ دے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

مولوی صاحب: دیکھو تو حضرت مولانا نواب صدیق حسن خان صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے اس کی تفسیر میں کیا تحریر فرمایا ہے۔

ہدایت خاتون: فرماتے ہیں:

"اجمع المفسرون واهل العلم على ان من اكره على الكفر حتے خشے على نفسه القتل انه لا اثم عليه ان كفر وقلبه مطمئن

بالایمان ولا تبین منه زوجة ولا یحکم علیه بحکم الکفر"

"مفسرین اور علماء اعلام کا اس پر اجماع ہے کہ جو شخص کفر کی بات کہنے پر مجبور کر دیا جائے یہاں تک کہ اسے اپنے قتل ہو جانے کا خوف ہو تو اس پر کوئی گناہ نہیں کہ وہ کفر کی بات کہہ دے۔ درحالے کہ اس کے دل میں ایمان بھرپور ہو پھر نہ وہ کافر ہوگا نہ اس کی زوجہ اس سے علیحدہ کی جائے گی نہ اس پر کسی بات میں کفر کا حکم دیا جائے گا۔

(تفسیر فتح البیان جلد ۵ ص ۲۷۹)

مولوی صاحب: البتہ اس آیت سے بھی تمہارے دعوے کی تصدیق ہوتی ہے۔

ہدایت خاتون: یہ آیت بھی دیکھو خدا نے فرمایا کہ فرعون نے حضرت موسیٰؑ سے کہا:

وَلَبِثْتَ فِيْنَا مِنْ عُمُرِكَ سِنِيْنَ وَفَعَلْتَ فَعْلَتَكَ الَّتِي فَعَلْتَ وَاَنْتَ مِنَ الْكَافِرِيْنَ .

"اے موسیٰ! تم اپنی زندگی میں برسوں میرے ہاں رہے اور تم نے وہ حرکت بھی کی تھی اور تم کافروں میں سے تھے" (پارہ ۱۹ ارکوع ۶)

مولوی صاحب: تم بھی کیا بے تکی باتیں کرتی ہو۔ اس آیت میں تقیہ کا ذکر کہاں ہے؟ ذکر کیسا اشارہ تک نہیں ہے۔ رافضی ایسی ہی مہمل باتیں کرتے ہیں۔

ہدایت خاتون: تم غور نہ کرو تو اس کا علاج کیا ہے؟ فرعون نے حضرت موسیٰؑ سے کہا تم میرے ہاں رہے اور کافر تھے اور حضرت موسیٰؑ نے اس سے یہ نہیں کہا کہ تو غلط کہتا ہے میں کافر نہیں تھا' اس لئے کہ حضرت موسیٰؑ فرعون کے گھر رہ کر تقیہ میں بسر کرتے تھے اس سبب سے فرعون کو کہنے کا موقع ملا کہ تم کافر تھے اور حضرت موسیٰؑ اس کی تکذیب نہ کر سکے ورنہ بتاؤ کیا واقعاً حضرت موسیٰؑ کبھی کافر تھے؟

مولوی صاحب: اچھا اس آیت کی تفسیر بھی دیکھو کیا لکھا ہے؟

ہدایت خاتون: دیکھو علامہ بیضاوی لکھتے ہیں:

" فانه علیه السلام کان یعایشهم بالتقیه " ''فرعون نے جو حضرت موسیٰؑ ان فرعونیوں کے ساتھ تقیہ کی زندگی بسر کرتے تھے''

(تفسیر بیضاوی جلد۲' ص۱۰۴) اور علامہ نفسی نے کہا ہے:

''هذا افتراء منه علیه لانه معصوم من الکفرو کان یعایشهم بالتقیه ''

''فرعون نے حضرت موسیٰؑ پر افتراء باندھا جو کہا کہ تم کافروں سے تھے کیونکہ حضرت موسیٰؑ کافر نہیں تھے بلکہ حضرت تو کفر سے معصوم تھے۔ ہاں حضرتؑ ان لوگوں کے ساتھ تقیہ کی زندگی بسر کرتے تھے''

(تفسیر مدارک التنزیل جلد۳' ص۳۵۹)

اور علامہ فخر الدین رازی اور نیشاپوری نے بھی لکھا:

وقد افتر ی علی اوجهل امره لانه کان یعایشهم بالتقیه فان الکفر غیر جائز علی الانبیاء قبل النبوة .

''فرعون نے حضرت موسیٰؑ پر افتراء کیا یا جہالت سے حضرتؑ کو کافر کہا اس لئے کہ حضرت موسیٰؑ واقعاً کافر نہیں تھے بلکہ ان لوگوں کے خوف سے ان لوگوں میں تقیہ کی زندگی بسر کرتے تھے''

(تفسیر کبیر' جلد ص۵۱۰ و غرائب القرآن جلد ۱۹' ص۵۲۰)

انصاف کرو' جب حضرت موسیٰؑ ایسے اولوالعزم پیغمبر تک تقیہ کریں تو اس پر اعتراض کرنا کہاں تک مناسب ہے؟ جو انبیاء کرتے رہے وہی تو شیعہ کرتے ہیں۔

مولوی صاحب: البتہ تم نے بہت سی آیتیں پیش کر دیں ماشاء اللہ تم کو قرآن مجید کے مطالب پر اچھی اطلاع ہے جو میرے لیے نہایت فخر کا امر ہے۔

ہدایت خاتون: حضرت ابراہیمؑ کے متعلق بھی دیکھو خدا فرماتا ہے کہ حضرتؑ نے کہا:

" وَتَاللّٰهِ لَاَ كِيْدَنَّ اَصْنَامَكُمْ بَعْدَ اَنْ تُوَلُّوْا مُدْبِرِيْنَ فَجَعَلَهُمْ (جُذٰذًا) اِلَّا كَبِيْرًا لَّهُمْ لَعَلَّهُمْ اِلَيْهِ يَرْجِعُوْنَ . قَالُوْا مَنْ فَعَلَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَا اِنَّهٗ لَمِنَ الظّٰلِمِيْنَ قَالُوْا سَمِعْنَا فَتًى يَّذْكُرُهُمْ يُقَالُ لَهٗ اِبْرٰهِيْمُ قَالُوْا فَاْتُوْا بِهٖ عَلٰٓى اَعْيُنِ النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَشْهَدُوْنَ . قَالُوْاء اَنْتَ فَعَلْتَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَا يَا اِبْرٰهِيْمُ قَالَ بَلْ فَعَلَهٗ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا فَاسْئَلُوْهُمْ اِنْ كَانُوْا يَنْطِقُوْنَ " (پارہ ۱۷ رکوع ۵)

اس کا ترجمہ برادران اہل سنت کے مشہور عالم شمس العلماء مولانا حافظ نذیر احمد صاحب دہلوی نے جو کیا ہے اس کو بھی سنو تا کہ تم کو معلوم ہو کہ حضرت ابراہیمؑ نے کس طرح تقیہ کیا۔ مولانا صاحب لکھتے ہیں:

"حضرت ابراہیمؑ نے آہستہ سے یہ بھی کہا کہ بخدا تمہارے پیٹھ پھیرے اور گئے پیچھے میں تمہارے بتوں کے ساتھ ایک چال کروں گا۔ چنانچہ ابراہیمؑ نے بتوں کو توڑ پھوڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ مگر ان کے بڑے بت کو اس غرض سے رہنے دیا کہ وہ اس کی طرف رجوع کریں۔ جب لوگوں کو بتوں کے توڑے جانے کا حال معلوم ہوا تو انہوں نے کہا ارے ہمارے معبودوں کے ساتھ یہ حرکت تو نے کی ہے؟ ابراہیمؑ نے کہا نہیں بلکہ یہ بت جو ان سب میں بڑا ہے اس نے یہ حرکت کی ہوگی اور اگر یہ بت بول سکتے ہوں تو ان ہی سے پوچھ دیکھو"

(حمائل مولوی نذیر احمد صاحب ' ص ۵۲۳)

کہو کچھ غور کیا حضرت ابراہیمؑ نے بتوں کو خود توڑا مگر جب کافروں نے آپ کو گرفتار کر کے پوچھا اور آپ کو ان کی سزا کا خوف ہوا تو صاف انکار کر گئے اور کہا میں نے نہیں توڑا بلکہ بڑے بت نے توڑا ہوگا یہی تقیہ ہے۔ شیعہ بھی خوف کے وقت اسی طرح اپنا مذہب چھپا کر دوسروں کو جواب دیتے ہیں تا کہ لوگوں کےظلم سے محفوظ رہیں۔ جس پر تم لوگ دن رات اعتراض کی

بوچھاڑ کرتے رہتے ہو۔ میری رائے ہے کہ محقق اعظم سلطان المتکلمین حجتہ السلام والمسلمین آیت فی العالمین' حضرت مولانا السید حامد حسین صاحب قبلہ طاب ثراہ وجعل اللہ الجنتہ مثواہ نے فارسی زبان میں جو رسالہ تقیہ لکھا ہے اسے دیکھ جاؤ۔ اس میں قرآن مجید اور احادیث رسولؐ اور تاریخ و سیرت سے تقیہ کے ضروری ہونے کی اتنی زبردست دلیلیں دی ہیں کہ آج تک علماء اہل سنت اس رسالہ کا جواب نہیں دے سکے اور نہ ہی قیامت تک دے سکتے ہیں۔ میرے پاس خدا کے فضل سے وہ رسالہ بھی موجود ہے۔

مولوی صاحب: ہاں یقیناً وہ کتاب دیکھنے کی چیز ہوگی۔ میں نے بھی ان کا نام سنا ہے۔ رافضیوں کے وہ بڑے مجتہد تھے۔ انہوں نے طبقات الانوار بھی لکھی ہے جو شاید بڑی کتاب ہے۔

ہدایت خاتون: شاید بڑی کتاب کی بھی خوب کہی۔ وہ دس بارہ جلد سے کم تو چھپی نہیں ہے اور اس کی نہ معلوم کتنی جلدیں چھپنے کو باقی ہیں اور ایک ایک جلد پانچ پانچ چھ چھ سو صفحہ کی ہے۔

مولوی صاحب: خیر تقیہ کے متعلق تمہاری سب دلیلیں صحیح لیکن عقل کیا کہتی ہے جھوٹ بولنا بہر صورت برا ہے۔

ہدایت خاتون: بات یہ ہے کہ خون ریز تلواروں کے حملوں کے علاوہ شیعوں پر اخلاقی حملوں کی وہ کثرت ہوئی کہ اگر تمام مذاہب کے تمام مذاہب پر حملے جمع کیے جائیں تو بھی ہمارا نمبر زیادہ ہوگا اور یہ کیوں؟ صرف اس وجہ سے کہ زمانہ کے زبردست ہاتھوں نے ہماری زبانوں پر خاموشی کی مہریں لگادیں اور چونکہ ہماری طرف سے ترکی بہ ترکی جواب دیا جانا محال تھا حملہ آوروں نے اخلاقی حملوں کی وہ بھرمار کردی کہ ان کے آنے والی قوم خواہ مخواہ یہ سمجھنے لگی کہ شیعوں پر واقعی صحیح الزامات لگائے گئے تھے حالانکہ

مجبوریوں نے ہم کو مجبور کردیا تھا

خدا خدا کر کے وہ زمانہ ختم ہوا اور گورنمنٹ انگلشیہ کی ہر قوم و مذہب کے ساتھ مساویانہ برتاؤ کی پالیسی نے ہماری زبانوں کی بھی سوئیاں نکال دیں۔ تقیہ کا حملہ بھی زبان خاص و عام ہے

۔غیر مذہب کا ہر شخص اپنی جگہ پر ہنستا ہے کہ شیعوں کا مذہب بھی عجیب انوکھا مذہب ہے جس میں جھوٹ بولنا جائز ہے مگر میں غیر مذاہب کے تعلیم یافتہ اور منصف مزاج حضرات کو بھی یہ مخاطب کر کے کہنے کو تیار ہوں کہ وہ حضرات کسی مذہب کو اس نگاہ سے نہ دیکھیں کہ اس کے مخالفین اس کے بارے میں کیا کہتے ہیں بلکہ خود اس مذہب کے اصول کو مد نظر رکھیں ۔تقیہ کے لغوی اور اصطلاحی معنی اور نیز اس مفہوم سے جو شیعہ سمجھتے ہیں قطع نظر اس میں اس وقت اس معنی پر گفتگو کرتی ہوں جس کے تسلیم کرنے میں کسی مذہب والے کو اعتراض کی گنجائش باقی نہ رہے ۔یعنی صاف صاف اور دیدہ دانستہ جھوٹ بولنا ۔ایسی بھی صورت ہوتی ہیں جہاں انسان ایسے الفاظ میں جھوٹ بولتا ہے جو سچ اور جھوٹ دونوں معلوم ہوں ۔کچھ لوگ اس معمہ گوئی کو بالکل سچ سمجھتے ہیں اور کچھ لوگ مصلحت کہہ کر اس میں معنی جڑ دیتے ہیں ۔یہاں پر بھی یہ سوال پیدا ہوگا کہ کیا معمہ گوئی مذہباً و اخلاقاً جائز ہے ۔ان سب جھگڑوں کو چھوڑ کر کیوں نہ ہم لوگ ایک عام مسئلہ پر غور کریں ۔دیدہ دانستہ صاف جھوٹ بولنا مذہباً اور اخلاقاً مناسب ہے جس وقت یہ عام مسئلہ طے ہو جائے گا اس وقت خود بخود یہ حل ہو جائے گا کہ معمہ گوئی جائز ہے یا نہیں ۔تقیہ پر تفصیلی بحث کے پہلے یہ سمجھ لینا چاہیے کہ شیعہ ہر محل اور ہر موقع پر تقیہ کو جائز نہیں سمجھتے یا اس طرح سمجھو کہ شیعہ تقیہ کی ہر صورت کو ناجائز سمجھتے ہیں ۔سوائے اس صورت کے جہاں بغیر تقیہ کے کسی طرح کام نہ چل سکے مختصر یہ کہ تم لوگ کہتے ہو کہ تقیہ کبھی اور کسی حالت میں جائز نہیں ہے ۔مگر ہم شیعہ اس کے خلاف خاص خاص صورت میں تقیہ جائز ہے یا نہیں یا تم لوگوں کا یہ دعوٰی کہ "تقیہ ہر صورت میں ناجائز ہے" دو طرح حل ہو سکتا ہے ۔ایک قرآن مجید اور احادیث رسولؐ سے جس کو میں اوپر بیان کر چکی ہوں ۔دوسرے عقل سے ۔عقل و فہم سے کام نہ لینے والا تو بغیر سوچے سمجھے فیصلہ کر دے گا کہ تقیہ کسی محل اور کسی موقع پر جائز نہیں ہے لیکن جاننے والے جانتے ہیں کہ احکام اخلاق و حکمت پر مبنی ہیں ۔شراب ہو یا زہر جس وقت بغیر اس کے استعمال کیے بیماری دفع نہیں ہو سکتی یعنی جب جان کا بچنا اس کے استعمال پر موقوف ہو تو شراب پینا یا زہر کھانا مذہباً و اخلاقاً نہ صرف جائز بلکہ ان کو استعمال نہ کر کے جان دے دینے والا اخلاقاً خودکشی کرنے والا مجرم ہے ۔اسی طرح عبادت کرنا عام طور پر

اچھا کام ہے مگر جب قریب کے مکان میں آگ لگی ہو اور ہمسائے کے بچے جل رہے ہوں۔ تو عبادت گناہ عظیم ہے۔ بلکہ عبادت کو ترک کر کے فوراً ان کی مدد کرنا مذہباً اور اخلاقاً ضروری اسی طرح ہزاروں مثالیں مل سکتی ہیں جن میں اچھے سے اچھا فعل خاص موقع پر بے حد برا اور برے سے برا فعل خاص صورت میں بہت اچھا ہو جاتا ہے بالکل یہی صورت تقیہ کی ہے جھوٹ بولنا تمام مذاہب اور خود شیعوں کے نزدیک بھی نہ صرف مذموم بلکہ بڑا گناہ ہے مگر اخلاق کا یہ قانون بھی استثنا سے خالی نہیں ہے۔ ایسی بھی صورتیں ہیں جہاں جھوٹ بولنا اخلاقاً ویسا ہی ضروری ہے جیسا مندرجہ بالا مواقع پر عبادت کا ترک کر دینا اخلاقاً ضروری تھا۔ مثال کے طور پر یوں سمجھو کہ اگر ہمارا دشمن ہمارے اور ہمارے بچوں کے قتل کرنے اور ہمارے مال و اسباب لوٹ لینے کی غرض سے ہم پر حملہ کرے اور صرف ہم کو پکڑ کر یہ کہے کہ بتاؤ تمہارے بچے کہاں چھپے ہیں؟ اور تمہارا مال کہاں ہے؟ اور ہم بجائے شمال کے جنوب بتا دیں اور اس طرح اپنے مال اور اپنے متعلقین کی جانیں بچا لیں تو کیا ہمارا یہ فعل اخلاقاً مذموم اور مذہباً گناہ کہا جا سکتا ہے؟ ہم کسی اصول کے مطابق کسی نامناسب فعل کے مجرم کہے جا سکتے ہیں؟ میرا تو خیال ہے کہ کسی طرح کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔ یا ایسی صورت میں کہ کسی مقام پر مسلمانوں کے قتل عام کا حکم جاری ہو۔ اگر کوئی شخص جس کا زندہ رہنا خود اسلام کے لیے ہر مصلحت سے ضروری ہو، اپنے مسلمان ہونے سے انکار کر دے تو کیا یہ شخص واقعتاً اسلام سے خارج اور اخلاقاً گناہ گار سمجھا جائے گا؟ میرا تو خیال ہے کہ دین اسلام اتنا کمزور نہیں ہے۔

یہ چند اور بہت سی دوسری مثالیں ظاہر کرتی ہیں کہ ایسے بھی کچھ مواقع پیش آتے رہتے ہیں کہ جہاں جھوٹ بولنا اور خلاف واقع امر کا صرف زبان سے ظاہر کر دینا اخلاقاً جائز بلکہ ضروری ہوتا ہے جس کا یہ واضح نتیجہ ہے کہ تقیہ کے موقع پر تقیہ نہ کرنا ویسا ہی جرم ہے جیسا بے موقع تقیہ کرنا۔ میں نے محض رفع شر کے خیال سے تقیہ کو جھوٹ بولنے کے معنی میں تسلیم کیا ہے۔ حالانکہ تقیہ کے اصل معنی ''راز داری'' کے ہیں یہ ظاہر ہے کہ راز داری اخلاقاً ممنوع نہیں ہے۔ اگر کوئی شخص ہم لوگوں سے ہمارا راز پوچھے یا کوئی ایسا سوال کرے جس کے جواب دینے سے راز فشا ہوتا ہو اور

راز بھی ایسا ہو جس کے دریافت کرنے کا حق دوسروں کو حاصل نہ ہو اور ظاہر کر دینے میں ہمارے لیے سخت مضر ہو اور ہم یہ بھی دیکھتے ہوں کہ بغیر جواب دیے ہماری جان بچ نہیں سکتی اور ہم بجائے راز کے کچھ اور کہہ دیں تو کیا اسلام اور اخلاق کا قانون ہمیں مجرم قرار دے گا ہرگز نہیں۔ اسلام کا قانون بالکل فطرت کے مطابق اور عقل کے موافق ہے واقعتاً مجرم تو وہ شخص ہے جس نے ہم کو جھوٹ بولنے کے لیے مجبور کیا نہ کہ میں سچ کہتی ہوں کہ تقیہ کو شیعوں سے کوئی خصوصیت نہیں ہے۔ ہر مذہب وملت میں تقیہ کے موقع پر تقیہ کرنا اخلاقاً جائز ہے پھر یہ کس درجہ کی بے انصافی ہے کہ تم دنیا تقیہ کے موقع پر تقیہ کرے اور وہ اخلاقاً یا مذہباً کسی طرح برا نہ سمجھا جائے مگر جب غریب شیعہ اپنی جان بچانے کے لیے اپنا راز چھپائیں تو وہ قابل معافی نہ ہوں۔ اس قدر ضرور صحیح ہے کہ تقیہ کو شیعوں کے ساتھ اتنی خصوصیت ضرور ہے کہ گزشتہ زمانہ میں تمام دنیا کے تقیہ کرنے والوں سے ان کا نمبر بڑھا ہوا تھا مگر ساتھ ہی یہ بھی سچ ہے کہ کسی اور قوم کو تقیہ کرنے کی ایسی مجبوریاں بھی پیش نہیں آئیں جیسی اس فرقہ کو، ظاہر ہے کہ جس قوم پر اظہار مطلب کرتے بلکہ لفظ شیعہ منہ سے نکالنے پر بجلی گرائی جاتی ہو، یا جس کو صبح سے شام تک دس بارہ مرتبہ وہ کہنے کی مجبوریاں ہوں جو وہ نہیں کہنا چاہتے اور سلطنت کے زبردست ہاتھ جس کے نیست و نابود کر دینے کے لیے ہر وقت آمادہ رہتے ہوں وہ قوم تقیہ نہیں کرے گی تو وہ لوگ کیا کریں گے جو ہم کو تقیہ کے لیے مجبور کرتے تھے، جن کا پورا قبضہ دنیوی حکومت پر تھا۔ ہم پر کیا گزری اور کن مجبوریوں نے ہمیں تقیہ کرنے پر مجبور کر دیا اس کا بیان آسان نہیں۔ تاریخ کے اوراق ان سے بھرے ہیں۔ ہمارا یہ کہنا کہ ہم مجبوراً تقیہ کرتے تھے اور اگر تقیہ کا موقع نہ ہوتا تو ہم ہرگز تقیہ نہ کرتے' دعویٰ بے دلیل نہیں ہے۔ دیکھو وہی قوم جو آج سے دو سو برس پہلے تقیہ کی آڑ میں چھپ کر (ایک) جھوٹ بولنے والی قوم مشہور کی جاتی تھی۔ آج غیر مسلم قوموں کے تسلط اور غلبہ سے تقیہ کو اس زمانہ میں غیر ضروری سمجھ رہی ہے اور جس طرح غیر قومیں ان پر ہنستی تھیں آج شیعہ بھی اپنے گزشتہ تقیہ کے برا کہنے والوں پر کبھی ہنستے ہیں کبھی سمجھانے کی کوشش کرتے ہیں اور کبھی مخاطب کو ناسمجھ جان کر خاموش ہو جاتے ہیں۔

مولوی صاحب: وہ غیر مسلم قومیں کون ہیں جن کی وجہ سے اس زمانہ میں تم لوگوں کو تقیہ کی ضرورت باقی نہیں رہی؟

ہدایت خاتون: یہی یورپ کی سلطنتیں جن کے خوف سے برادران اہل سنت شیعوں سے ترکی میں بول سکتے ہیں، نہ حجاز میں، نہ مصر میں، نہ ہندوستان میں اور اسی وجہ سے اب ہم لوگوں کی تعداد برابر ترقی کرتی جارہی ہے۔ تقیہ ہی کی وجہ سے ہم زندہ رہے اور اسی کے سبب سے خدا ہم لوگوں کو برابر ترقی دیتا جاتا ہے۔

مولوی صاحب: پھر وہی بے عقلی کی باتیں۔ تقیہ کی وجہ سے کیسے ترقی ہوگی؟ ایسی بات بولتی ہو جو کسی کے وہم وگمان میں بھی نہ آئے۔

ہدایت خاتون: تم وہم وگمان کرتے ہو اور میرے پاس یورپ کے محققین کی آراء موجود ہیں جو اس تقیہ کو شیعوں کی ترقی کا زبردست ذریعہ کہتے ہیں۔

مولوی صاحب: تم نے خواب میں وہ رائیں دیکھی ہوں گی۔

ہدایت خاتون: تمہارے منہ میں زبان ہے جو چاہو کہو لیکن یہ یقین رکھو کہ ہم شیعہ کبھی غلط نہیں کہتے اور جو دعویٰ کرتے ہیں اس کی دلیل رکھتے ہیں۔

مولوی صاحب: اچھا بتاؤ یورپ کے کس محقق نے لکھا ہے کہ تقیہ سے شیعوں نے ترقی کی؟ ہدایت خاتون اٹھ کر گئیں الماری سے ایک کتاب نکالی لائیں اور پھر کہا'

ہدایت خاتون: دیکھو ڈاکٹر جوزف نے جو فرانس کا ایک مشہور محقق ہے اس کتاب میں جس کا نام اس نے "اسلام اور اسلامیان" رکھا ہے اسلامی فرقوں سے ہر ایک کی ترقی کا حال مدلل ومشرح لکھا ہے۔ مصنف مذکور کا دعویٰ ہے کہ مسلمانوں کا حال مثل اس کے، اب تک یورپ کے کسی مورخ نے ایسا مکمل نہیں لکھا ہے۔ ڈاکٹر موصوف شیعوں کے متعلق لکھتا ہے؟ چونکہ حکومت اور پورا پورا اقتدار شیعوں کے سوائے اس قلیل مدت کے (جو حضرت علیؑ کی خلافت کا زمانہ تھا) کبھی میسر نہیں آیا۔

اس سبب سے ان کی قوت زیادہ نہ تھی۔ ٹڈیوں کی طرح منتشر تھے اور جان کے خوف سے اپنے تئیں اعلانیہ ظاہر نہیں کرتے تھے۔ اسلام کے ابتدائی زمانہ میں یہ فرقہ اتنا ظاہر نہ تھا۔ اس گروہ کی قلت کے دو سبب ہو سکتے ہیں۔ اول یہ کہ ریاست و حکومت جو فی نفسہ کسی مذہب کے پیروں کی ترقی کا باعث ہو سکتی ہے دوسرے فرقہ کے ہاتھ میں تھی۔ دوسرے اس گروہ کا قتل و غارت جو ہر موقع اور میدان میں ہوتا رہا ہے یہی باعث ہوا کہ شیعوں کے پیشوایان دین نے اپنے تابعین کی جان و مال بچانے کی غرض سے مذہب شیعہ کو دوسروں سے چھپانے کا حکم دیا۔ تقیہ نے اس فرقہ کو قوی بنا دیا چونکہ ظاہر نہ تھے۔ ان کے زبردست مخالف ان کے قتل و غارت کا موقع نہیں پاتے تھے۔ کچھ عرصہ نہ گزرا کہ اس گروہ نے بلندی حاصل کر کے ترقی کی اور کتنے ہی وزیر اور بہت سے بادشاہ اور خلیفہ اس مذہب کے بعض تقیہ میں اور بعض اعلانیہ معتقد ہو گئے۔ ہم قرآن و اسباب سے نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ تھوڑا عرصہ نہیں گزرے گا کہ یہ فرقہ از روئے شمار تمام اسلامی فرقوں سے بڑھ جائے گا ایک دو قرن گزرے کہ یہ فرقہ سوائے ایران کے عموماً بسبب قلت و عدم قدرت اپنے مذہب میں تقیہ کرتا تھا جب سے کہ اول مغرب نے ممالک مشرقیہ میں تسلط حاصل کیا ہے اور تمام مذہبوں کو آزادی بخشی ہے۔ فرقہ شیعہ بھی علی الاعلان ہر جگہ اپنے مراسم مذہبی عمل میں لاتا ہے اور یہ آزادی ان لوگوں کے حق میں ایسی مفید ثابت ہوئی ہے کہ تقیہ کا نام مذہب شیعہ سے اٹھ گیا۔

مولوی صاحب: واہ! تمہارے پاس لڑائی کے سب ہتھیار موجود ہیں۔

ہدایت خاتون: لڑائی نہیں بلکہ ہدایت کے (ہنس کے) اور شاید اسی وجہ سے میرا نام ہدایت خاتون رکھا گیا۔

مولوی صاحب: نہیں ابھی تم ضلالت پر ہو۔ جب اس باطل مذہب کو ترک کر کے مذہب حق اہل سنت و جماعت اختیار کرو گی تب اسم با مسمیٰ ہو جاؤ گی۔

ہدایت خاتون: خیر میں تو کہہ چکی ہوں کہ تم اپنے مذہب کی حقیقت ثابت کر دو تو میں سنی ہو جاؤں گی۔ ہٹ دھرمی میرے مذہب میں جائز نہیں نہ کوئی شیعہ اس کو پسند کرتا ہے۔

کتاب تحفہ اثنا عشریہ کی حالت

مولوی صاحب: خیر میں مان لیتا ہوں کہ تقیہ کا حکم عقل بھی دیتی ہے اور خدا اور رسولؐ نے بھی دیا ہے جب بھی میری ہی جیت ہے تمہاری نہیں۔

ہدایت خاتون: وہ کس طرح؟

مولوی صاحب: جس تقیہ کی خوبی تم نے ثابت کی اسی تقیہ پر شاہ عبدالعزیز صاحب نے عمل کیا تو کیا برا کیا۔

ہدایت خاتون: اے سبحان اللہ! جب ضرورت ہوتی ہے تب تقیہ کیا جاتا ہے یا بے ضرورت کیا اس زمانہ میں کسی شیعہ کی حکومت یا بادشاہت تھی؟ ان کے تقیہ کرنے کا سبب بھی تو بیان کرو۔

مولوی صاحب: اچھا تم ہی بتاؤ کیوں انہوں نے اس کو غلط نام سے رکھا اور اپنا نام ظاہر کرنا پسند نہیں کیا اس کتاب میں کیا خرابی ہے؟

ہدایت خاتون: اس کی بہت سی وجہیں ہیں مجھ سے نہ پوچھو تو بہتر ہے۔

مولوی صاحب: نہیں بتانے میں کیا ہے ہم لوگ تو اس کتاب کو بڑی عزت سے دیکھتے ہیں اور تم اس کتاب کی خرابی کی بہت سی وجہیں کہتی ہو ذرا میں بھی تو سنوں۔

ہدایت خاتون: میرے خیال میں شاہ صاحب نے حسب ذیل وجوہ سے اس کتاب کو اپنے نام

سے لکھنا پسند نہیں کیا (1) اس کے کل دعویٰ نہایت ضعیف وخلاف عقل اور اس کے کل مطالب بے جان بے حقیقت ہیں۔ شاہ صاحب بھی اس نکتہ کو خوب سمجھتے تھے اور ان کو اس کتاب کی کمزوری اور پھس پھسے پن کی وجہ سے پورا خوف ہوا کہ شیعوں کا بچہ بچہ اس کتاب کا جواب لکھ دے گا اور اس کی ایک ایک بات کی دھجیاں اڑائی جائیں گی اس وجہ سے انہوں نے پسند نہیں کیا کہ ایسی کتاب جس کی ردگردانی ہر شخص آسانی سے کرسکتا ہے اپنے نام سے لکھیں۔ تم شاعروں کو دیکھتے ہو کہ جو اشعار اچھے ہوتے ہیں ان کو اپنے نام سے ذکر کرتے ہیں اور جو بھرتی کے یا لغو ومہمل ہوتے ہیں وہ اپنے شاگردوں کو لکھ کر دیتے ہیں۔ بس اسی طرح شاہ صاحب نے بھی اس کتاب کو حد درجہ مہمل سمجھ کر فرضی نام قرار دے دیا کہ معمولی لوگوں اور عوام و جہلاء سے کہہ دوں گا کہ دیکھو رافضیوں کے خلاف کیسی کتاب لکھ دی ہے۔ لیکن جب کوئی سمجھ دار شخص پوچھے گا تو کہہ دوں گا۔ کہ مجھ کو اس سے کیا تعلق۔ غلام حلیم صاحب نے وہ کتاب لکھی ہے جائیں ان سے پوچھیں اور اگر کوئی شخص جواب لکھے گا تو اس سے میری ذلت نہیں ہوگی بلکہ غلام حلیم (فرضی) شخص کی ہوگی۔

مولوی صاحب: رافضیوں نے اس کتاب کا جواب بھی ضرور ہی لکھا ہوگا۔

ہدایت خاتون: ایک جواب ہوا ہے؟ شاہ صاحب کی زندگی ہی میں دہلی کے نامور محقق جناب مولانا حکیم مرزا محمد صاحب اعلی اللہ مقامہ نے بارہ جلدوں میں پوری تحفہ اثناعشریہ کا نہایت محققانہ جواب لکھ دیا جس کا نام نزہہ اثناعشریہ ہے اور شاہ صاحب یا ان کے کسی شاگرد نے آج تک کسی عالم اہل سنت کو اس کی جرأت نہیں ہوئی کہ نزہہ کی کسی جلد کا بھی جواب دے سکتے۔ پھر علماء لکھنو نے بکثرت جواب لکھے مثلاً صوارم الہیا حسام الاسلام، تشئیہ المطاعن، تقلیب المکائد، صارم تبار، جواہر عبقریہ، بوارسیف ناصری، عبقات الانوار وغیرہ ان میں سے کسی کتاب کا جواب بھی تمہارے کسی عالم سے نہ ہوسکا تم جو بار بار مجھ سے کہتے ہو کہ تحفہ اثناعشریہ پڑھو اور دیکھو۔ تو خدا کے فضل سے میں اس کو بھی پڑھ چکی ہوں اور اس کے جوابوں کی کئی کتابوں کو بھی پڑھ چکی ہوں لیکن تم نے تحفہ کے جواب کو نہیں پڑھا ہوگا۔ بولو! ہے نا یہی بات؟

مولوی صاحب: ہاں واقعہ تو یہی ہے کہ میں نے تحفہ کے کسی جواب کو نہیں پڑھا ہے اور میں کیا کوئی بھی سنی عالم رافضیوں کی کتابیں دیکھنا پسند نہیں کرتا۔

ہدایت خاتون: پھر تم لوگوں کا خیال ایک طرفہ فیصلہ ہوایا نہیں؟ تحقیق کا مطلب تو یہ ہے کہ ایک شخص کا کسی پر اعتراض دیکھے تو اس کا جواب بھی ملاحظہ کرے اس کے بعد رائے قائم کرے کہ کس کی بات صحیح اور کس کی غلط ہے اور میں دعوے سے کہتی ہوں کہ اگر اہل سنت حضرات انصاف سے ان تحقیقات کو دیکھا کریں جو علماء شیعہ اپنے مذہب کی حقیقت میں بیان کرتے ہیں تو ان میں سے اکثر صائب الرائے اپنا مذہب چھوڑ کر شیعوں کا دین اختیار کرلیا کریں۔ لیکن ستم تو یہ ہے کہ تم لوگ اپنی کہیے جاتے ہو اور دوسروں کی نہیں سنتے اپنی کتاب پر فخر کرتے ہو اور اس کے جوابوں کی طرف بھی نہیں تکتے۔ اب تم انصاف سے بتاؤ کہ جو شخص تحفہ اور اس کے کل جوابوں کو دیکھنے کے بعد کسی مذہب کو حق سمجھے اس کا قول معتبر ہوگا یا اس کا صرف تحفہ دیکھ کر اپنے آبائی مذہب کی تاکید کرے۔

مولوی صاحب: خیر اور کیا وجہیں ہوئی جن سے حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمتہ نے یہ کتاب فرضی نام سے لکھی ہے۔

ہدایت خاتون: دوسری وجہ یہ ہوئی کہ شاہ صاحب نے اس کتاب کے ذریعہ سے ہندوستان کی اسلامی آبادی میں فتنہ وفساد کا بازار گرم کردیا۔ عرب' عراق' ایران وغیرہ میں تو مسلمانوں کی آبادی تھی وہاں کے علماء مناظرہ کی کتاب لکھتے ہی رہتے تھے مگر ہندوستان میں مسلمانوں نے ہندوؤں کے ساتھ رہنا تھا اس وجہ سے ان میں اتفاق واتحاد و میل جول صلح و آشتی کی شدید ضرورت تھی چنانچہ سنی اور شیعہ سب اسی پر عامل تھے ایک دوسرے کے ہر حال میں شریک۔ شادی بیاہ تک میں کوئی فرق معلوم نہیں ہوتا تھا۔ دونوں فرقوں میں کچھ بھی تعصب نہ تھا۔ حقیقی دو بھائیوں کی طرح دونوں مذاہب والے زندگی بسر کرتے تھے۔ اکثر عبادتوں میں شریک ہوتے تھے۔ سنی کی نماز جنازہ میں شیعہ اور شیعہ کی نماز جنازہ میں سنی برابر شریک رہتے۔ نماز عید تک ایک دوسرے کے

پیچھے پڑھ لیتے۔ عزاداری میں دونوں بالکل متفق' محبت اہل بیتؑ کے دونوں دعویٰ دار۔ بس صرف اتنا فرق تھا کہ دل میں اہل سنت خلفاء ثلثہ کو بھی مانتے اور شیعہ ان کو نہیں مانتے۔ اس کے سوائے کوئی بات تھی ہی نہیں۔ دونوں شیر و شکر بنے رہتے اور اسلام ہی کو اپنا مذہب سمجھتے۔ سنی شیعہ کا تو نام تک نہیں آتا تھا۔ شاہ صاحب نے اس کتاب کے ذریعہ سے مسلمانوں میں تفریق کی قیامت بپا کر دی۔ سنیوں کو شیعوں کا اور شیعوں کو سنیوں کا مخالف بنا دیا۔

مولوی صاحب: تم بھی کتنی بے خبری کی باتیں کرتی ہو۔ حضرت شاہ عبدالعزیز رحمتہ اللہ سے بہت پہلے اسی ہندوستان میں تمہارے مذہب کے عالم قاضی نور اللہ شوستری تھے انہوں نے مناظرہ ہی میں تو کتاب احقاق الحق لکھی تھی جس کی وجہ سے علماء اہل سنت نے ان کو قتل کرا دیا۔

ہدایت خاتون: ہاں میں جانتی ہوں مگر جناب قاضی صاحب طاب ثراہ نے یہاں مناظرہ کا دروازہ خود نہیں کھولا بلکہ تمہارے مذہب کے ایک عالم فاضل ابن روز بہان صاحب نے مذہب شیعہ کے خلاف ایک نقصان رساں کتاب ابطال الباطل لکھی تھی اس کا جواب لکھنا ہر شیعہ عالم کا فرض تھا اس وجہ سے جناب قاضی صاحب نے بھی لکھا۔ مگر اس سے شیعہ سنی آبادی پر کوئی فرق نہیں پڑا۔ کیونکہ احقاق الحق عربی زبان میں ہے جس کو صرف علماء ہی سمجھ سکتے ہیں۔ عوام نہ اس کو دیکھیں گے نہ اس کی وجہ سے برآفروختہ ہوں گے۔ اور خواص بھی اپنی جگہ یہ سمجھ کر سر جھکا دیں گے کہ اگر ہمارے عالم نے شیعہ مذہب کے خلاف کتاب ابطال الباطل نہ لکھی ہوتی تو قاضی صاحب بھی یہ کتاب نہ لکھتے۔ غرض قاضی صاحب نے اپنے مذہب کی حفاظت کے لئے یہ کتاب اسی طرح مدافعانہ لکھی جس طرح حضرت رسول خدا صلعم نے دین اسلام اور مسلمانوں کی حفاظت کے لیے غزوہ بدر و اُحد وغیرہ میں جنگ کی۔ پس جس طرح حضرت رسول خدا صلعم کا مدافعانہ جہاد قابل اعتراض نہیں اسی طرح جناب قاضی کا جواب ابطال الباطل لکھنا بھی قابل الزام نہیں۔ لیکن شاہ صاحب نے خود شیعوں پر حملہ کیا۔ ان کو جنگ کے لیے ابھارا۔ ان کو جواب دینے کے لیے آمادہ کیا اور ہندوستان کی شیعہ و سنی جماعت میں قیامت تک کے لیے تعصب کی آگ بھڑکا دی۔

اس وجہ سے ڈرے کہ اگر اس کتاب کا فتنہ اتنا بڑھا جو مجھ سے سنبھل نہ سکا تو آسانی سے کہہ دوں گا کہ میں نے یہ کتاب لکھی ہی نہیں ہے۔ اس کے مصنف کا نام غلام حلیم ہے انہیں غلام حلیم کو پکڑو اور سزا دو۔

مولوی صاحب: بس یہی دو وجہیں ہیں یا کچھ اور بھی ہیں۔

ہدایت خاتون: اور بھی کئی وجہیں ہیں اپنے مطلب کے لیے جھوٹ بولنا بعض اوقات بہت معززین تک دل سے پسند کرتے ہیں مگر دنیا کی بدنامی لوگوں کی ہنسی پر چشموں کے مضحکہ سے بچنے کے لیے وہ اس سے رکتے اور غلط بیانی کی ذلت سے اپنے آپ کو بچاتے ہیں کیونکہ اس سے سخت فضیحتی اور رسوائی ہوتی ہے۔ شاہ صاحب بھی صاحب عزت و وقار تھے۔ مسلمانوں کے بہت بڑے پیشوا تھے۔ ہر طرف ان کا خاص اکرام و احترام تھا وہ نام سے صریحاً جھوٹ بولنا کیسے پسند کرتے ضرور ڈرتے کہ لوگ بدنام کریں گے اور کہیں گے کہ اتنے بڑے عالم دین اس طرح جھوٹ بولتے ہیں اور ممدوح نے دیکھا کہ شیعوں کے خلاف کتاب لکھنے میں جھوٹ بولے بغیر افتراء و بہتان کا کام نہیں چل سکتا تو اب کیا کرتے جس سے جھوٹ بولنے کے دھبے سے ان کا دامن محفوظ بھی رہتا اور وہ اپنا کام بھی نکال لیتے۔ اس سبب سے انہوں نے فرضی نام سے کتاب لکھی اور جہاں جہاں دل چاہا غلط باتیں بھر دیں۔ شیعوں پر اتہام و افتراء کے انبار لگا دیے۔ ایسی کتابوں تک کا نام لکھ دیا جو آج تک دنیا میں آئیں ہی نہیں۔

مولوی صاحب: واہ تحفہ میں جتنی کتابوں کے نام ہیں سب مشہور بڑی معتبر اور ہر جگہ موجود ہیں ایک کتاب بھی مجہول نہیں ہے۔

ہدایت خاتون: ہاں تم شاہ صاحب کا کلمہ پڑھے ہوئے ہو، کیوں نہ ایسی باتیں کہو گے۔

مولوی صاحب: اچھا کسی ایک ہی کتاب کا نام بتا دو جس کا حوالہ شاہ صاحب علیہ الرحمہ نے دیا ہو اور وہ غلط ہو؟

ہدایت خاتون: میں کس کس کتاب کا نام بتاؤں ایک تو مجاج السالکین ہی ہے بتاؤ اس نام کی کوئی کتاب تم نے سنی ہے؟

مولوی صاحب: نہیں میں تو حضور عالی کے کتب خانہ کی برابر سیر کرتا رہتا ہوں کیسا عظیم الشان کتب خانہ ہے، لیکن اس نام کی تو کوئی کتاب نہ موجود ہے نہ کسی زمانہ کی کسی فہرست میں دیکھی گئی ہے۔ مگر شاہ صاحب نے تو اپنی کتاب تحفہ میں یہ نام نہیں لکھا ہے۔ دیکھو تم مجھے دھوکہ نہیں دے سکتیں، میں تمہاری فقرہ بازی میں نہیں آؤں گا۔

ہدایت خاتون: اگر شاہ صاحب نے تحفہ میں لکھا ہو کہ شیعوں کی ایک کتاب مجاج السالکین ہے، تب؟

مولوی صاحب: تب کیا؟ میں مان لوں گا کہ شاہ صاحب نے غلط لکھا اور شیعوں پر افتراء بہتان ایزاد کیا ہے لیکن تم ثابت نہیں کر سکتیں۔

ہدایت خاتون: (تحفہ اثنا عشریہ کا ایک صفحہ نکال کر) دیکھو یہ تحفہ اثنا عشریہ مطبوعہ کلکتہ باب وہم در مطاعن خلفاء ثلثہ ص ۵۱۸ میں صاف لکھا ہے واما امامیہ پس مجاج السالکین وغیرہ او از علماء ایشاں روایت کردہ اند (شیعوں کے مصنف کتاب المجاج السالکین وغیرہ علماء نے روایت کی ہے

مولوی صاحب: نے کتاب دیکھی تو بالکل چپ ہو گئے پھر ٹھہر کر بولے، یہی تین وجہیں تھیں یا کوئی اور بھی ہے؟

ہدایت خاتون: چوتھی وجہ یہ کہ شاہ صاحب نے یہ کتاب بڑے غصہ اور نہایت غیض وغضب میں آپے سے باہر ہو کر لکھی ہے۔ اس وجہ سے اکثر مقام پر ان کے قلم سے ایسی عبارتیں نکل گئیں جو علماء کی شان کے خلاف ہیں بلکہ کہہ سکتی ہوں کہ کوئی شریف آدمی ان باتوں کو اپنی زبان پر نہیں لا سکتا۔ نہ کوئی مہذب شخص ان عبارتوں کو لکھ سکتا ہے۔ ایسی گندی باتیں بھر دی ہیں کہ شیعہ تو شیعہ سنی بھی سننا گوارہ نہیں کر سکتے۔

مولوی صاحب: نہیں ایسا تو نہیں ہے کتاب بہت تہذیب اور شرافت سے لکھی ہے۔

ہدایت خاتون: کیا کہتے ہو اب بھی تو کوشش کرو کہ جو کہو اس کو ثابت کر سکو' دیکھ شاہ صاحب ایک جگہ شیعوں کے متعلق لکھتے ہیں:

''ہر گاہ در محافل و مجالس با اہل سنت و جماعت گفتگوی نمائند کج مج می گویند وشتر گربہ می آرند'' (تحفہ ص۲) یہی تہذیب کی گفتگو ہے اور سنو صفحہ ۱۵ میں لکھتے ہیں۔ ''وایں جا تشیع با الحاد و فلسفہ انضمام یافتہ و بول و ابراز و خون حیض آمیختہ طرفہ معجونے بہم رسید کہ دجال ہم بصد رشک آں می برود در ہمیں اثنا کہ غیاث باوج ضلالت رسیدہ در اغوا سحر کاریہا می نمود'' (اس جگہ مذہب شیعہ بے دینی اور فلسفہ کے ساتھ بغل گیر ہو کر اور پیشاب پاخانہ اور خون حیض کے ساتھ مخلوط ہو کر ایسے تماشہ کی معجون ہو گیا کہ دجال بھی ہزار جان سے اس پر رشک کرنے لگا۔ اسی اثنا میں کہ غیاث ضلالت کی بلندی پر پہنچ کر گمراہ کرنے میں جادو اور سحر کر رہا تھا) انصاف سے بولو کیا اس سے بھی گندی گالی ہو سکتی ہے؟ یہودی بھی تو عیسائیوں کے خلاف ہیں۔ پھر کسی یہودی نے عیسائی مذہب کو اس تہذیب سے کبھی یاد کیا ہے؟ عیسائی بھی تو مسلمانوں کے مخالف ہیں مگر کسی عیسائی سے ممکن ہے کہ اسلام کے بارے میں یہ دشنام طرازی کر سکے؟ آریہ بھی تو ہم لوگوں پر بہت منہ آتے ہیں لیکن کسی سخت سے سخت تر آریہ نے ایسی فاش تحریر اسلام یا مسلمانوں کے بارے میں لکھی ہے اور سنو اسی تحفہ کے باب اول صفحہ ۴۴ (مطبوعہ کلکتہ) میں شاہ صاحب اسی طرح موتی برساتے ہیں۔

''ودعاۃ امامیہ دراصل ہشاماین و شیطان الطاق واقران انہا اند و کید ایشاں در دعوت و اغوا منجل ابلیس و محیر دجال است''

(فرقہ شیعہ کے داعی اور مبلغ حقیقت میں دونوں ہشام اور شیطان طاق اور اس کے جوڑ کے لوگ ہیں اور یہ لوگ اپنے مذہب کی طرف بلانے اور دوسرے لوگوں کو گمراہ کرنے میں ایسا جعل و فریب کرتے ہیں جس سے شیطان بھی شرم کرتا اور دجال بھی حیرت زدہ ہو جاتا ہے۔''

''سچ کہو اس زمانہ کے کسی مذہب والے یہ پسند کر سکتے ہیں۔ اور سنو باب دوم کی دیباز دہم (ص ۶۷) میں یوں گوہر افشانی فرماتے ہیں''

''ہر گاہ در ملکے تشیع رائج شد فتنہ وفساد ونکبت وذل و نفاق فیما بین کہ خمیر مایہ زوال دولت است از آسمان فوج فوج باریدہ و ہرگز صلاح پذیر نہ گشتہ ......و نیز بہ تجربہ رسیدہ کہ ہرگاہ تسلط شیعہ در قطرے اتفاق افتاد بہ غلبہ کفار در عقب آں از مقررات است گویا تسلط ایشاں مجری شود بہ تسلط کفرۃ و اینہا کوچک ابدال کفرہ اند۔ در بنگالہ و دکن و پورب و در دہلی ونواح آں و در لاہور پنجاب بشوی ایں سیہ کاران روسیاہ کافران را مسلط ساختند''

(جب کسی ملک میں مذہب شیعہ رائج ہوتا ہے۔فتنہ وفساد ونکبت و ذلت اور نفاق جو دولت زائل ہونے کا خمیر مایہ ہے آسمان سے فوج پر فوج نازل ہونے لگتی ہے۔اور کسی طرح وہاں خیر وخوبی نہیں ٹھہرتی اور تجربہ سے یہ بھی ثابت ہوگیا ہے کہ جب کسی جگہ شیعوں کا تسلط کا نتیجہ یہ ہے کہ کافروں کا غلبہ ہو اور یہ لوگ کافروں کے چھوٹے قائمقام ہیں۔ بنگال' دکن' پورپ' دہلی' لاہور و پنجاب وغیرہ میں ان روسیاہ سیاہ کاروں (یعنی شیعوں) کی کم بختی اور نحوست سے کافروں کو مسلط کر دیا''۔ ذرا شیریں بیانی کے ساتھ ساتھ شاہ صاحب کی صدق بیانی بھی دیکھتے چلو۔اسی ریاست حیدر آباد دکن میں بھی خدا کے فضل سے مذہب شیعہ رائج ہے۔ بتاؤ تو وہ فتنہ وفساد و کلفت و ذلت اور آپس کا نفاق جو مذہب شیعہ رائج ہونے کی وجہ سے آسمان سے فوج در فوج نازل ہوتا رہتا ہے کہاں ہے؟ اللہ رے تعصب! شاہ صاحب نے اپنی آنکھوں پر پٹی باندھ کر اپنی کتاب میں کیا کیا لکھ ڈالا؟

مولوی صاحب: ''لاحول ولاقوۃ'' شاہ صاحب کو کیا ہوگیا تھا جو ایسی بے سروپا باتیں لکھ ڈالیں تاریخ دانی اور جغرافیہ فہمی میں بھی انہوں نے اپنا کمال دکھا دیا۔ یہ سب کچھ کر کے خواہ مخواہ اپنے آپ کو مطعون کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ شیعوں کے مذہب کی خرابی جہاں تک ہوتی بیان کرتے جاتے۔شیعوں کا تسلط ہی کہاں ہے جس کی وجہ سے کافروں کا تسلط ہوا۔ایران میں شیعہ ہی شیعہ ہیں۔ پھر وہاں کافروں کا تسلط کیوں نہیں ہوا؟ ایسی خلاف عقل ومشاہد باتیں کوئی مان نہیں سکتا خواہ شاہ صاحب لکھیں یا کوئی اور بزرگ۔

ہدایت خاتون: اور سنو شاہ صاحب باب مکائد میں لکھتے ہیں:

"وشیعہ قاطنۃ بخدادت امہات المومنین عائشہ صدیقہ وحفصہ معظّمہ وحضرت زبیر قبائے لعنت برائے خود دوختند و۔"

(کل شیعوں نے حضرت عائشہ وحفصہ اور حضرت زبیر کی عداوت میں اپنے لیے لعنت کی قباء تیار کی ہے۔) (تحفہ باب دوئم کید ۲۴، ص ۷۵)

پھر لکھتے ہیں:

والحق مھذبہ ایں سیاہ و درونان تیرہ باطن کہ مستحدث حمقاء وسفہاء چند است لائق ہمیں است کہ متکلم ومناظر ومجتہد آں کنیز سیاہ باشد

(حق یہ ہے کہ ان شیعوں کا جن کے دل تاریک اور جن کے دماغ اندھے ہیں مذہب جو چند بے وقوفوں اور گدھوں سے حادث ہوا ہے اسی قابل ہے کہ اس کی محقق اور مناظر ومجتہد کوئی حبشی لونڈی ہو" (تحفہ باب ۲ کید ۲۷، ص ۷۷) اور سنو۔

مولوی صاحب: نہیں نہیں اب اس بات کو ختم کرو مجھ سے نہیں سنا جاتا۔ بیشک شاہ صاحب نے بڑی زیادتی کی۔ کتاب لکھنے کی غرض یہ ہونی چاہیے کہ لوگ اس سے روشنی حاصل کریں فائدہ اٹھائیں نہ کہ نفرت کریں اور اس کے نام سے کانوں پر ہاتھ دھریں۔ میں نے اگرچہ اس کتاب کو کئی بار پڑھا مگر ان مقامات سے میری نظر سرسری طور سے گزر جاتی تھی۔ تم نے مجھے چونکا دیا۔ اب ضرورت ہے کہ اس کتاب کی اصلاح کر کے دوبارہ اسے شائع کیا جائے اور اس سے ایسی بد زبانی اور عداوت بڑھانے والی باتیں نکال دی جائیں۔ غالباً تم کہو گی کہ صرف انہی چار وجوں سے حضرت شاہ صاحب نے اس کتاب کو فرضی نام سے لکھا۔

ہدایت خاتون: نہیں اور بھی بہت سی وجوہات ہیں بلکہ سب سے بڑی وجہ کو تو میں نے ابھی ذکر نہیں کیا، ارادہ تھا کہ اس کو سب سے آخر میں کہوں گی۔

مولوی صاحب: تو اب باقی وجہیں چھوڑ کر اسی بڑی وجہ کو بیان کرو۔

ہدایت خاتون: شاہ صاحب نے ایک دوسرے شخص کے کل مضامین کو لے کر نئی کتاب بنا کر پیش کر دیا تاکہ لوگ سمجھیں یہ محنت انہی کی ہے۔

مولوی صاحب: تو کیا شاہ صاحب نے چوری کی؟ جس طرح ایک شاعر دوسرے شاعر کے اشعار کو چرا کر اپنا کر اور لوگوں کو سنا کر اپنی قابلیت کی داد لیتا ہے؟

ہدایت خاتون: میں کیونکر کہوں مگر واقعہ یہ ہے کہ تمہارے مذہب کے ایک بڑے عالم خواجہ نصر اللہ صاحب کابلی گزرے ہیں، انہوں نے شیعوں کے خلاف ایک کتاب بڑی محنت سے لکھی، جس کا نام صواقع موبقہ تھا وہ شائع نہیں ہو سکی اور کسی طرح شاہ صاحب کے ہاتھ لگ گئی۔ تو شاہ صاحب نے اس کے کل مضامین لے کر اور اس کا عربی جامہ اتار کر فارسی کا لباس پہنا دیا اور اس کا نیا نام تحفہ اثنا عشریہ رکھ کر مشہور کر دیا کہ دیکھو میں نے کس قابلیت کی کتاب لکھی ہے اور شیعوں کی رد میں کتنا زبردست کام کیا ہے جس کا مثل ہمارے علمائے اعلام سے کوئی بھی پیش نہیں کر سکتا۔

مولوی صاحب: تم کیا کہتی ہو حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمہ بڑے زبردست عالم اور نہایت کامیاب محقق و مناظر تھے۔ آج تک ان کا جواب ہندوستان میں کوئی بھی نہیں ہوا۔ وہ ایسی ذلیل حرکت نہیں کر سکتے تھے کہ دوسروں کی کتاب کا نام بدل کر اپنی طرف سے پیش کریں۔ چھی چھی چھی! یہ تو کوئی معمولی درجہ کا مولوی بھی نہیں کر سکتا۔ پھر ایسے زبردست عالم جن کی شہرت کا ڈنکا عراق عرب و عجم تک بجتا رہا کیسے اس کو پسند کرتے تم رافضیوں کی باتیں بھی کیسی مضحکہ خیز ہوتی ہیں؟ چنڈو خانوں کی گپوں اور تم لوگوں کے دعوؤں میں کوئی فرق نہیں ہوتا۔

ہدایت خاتون: شاہ صاحب کچھ معصوم تو تھے نہیں اپنی شہرت حاصل کرنے کے لیے انہوں نے اگر ایسا کیا اور اس کا ثبوت بھی موجود ہو تو اس کے قبول کرنے میں کیا عذر ہو سکتا ہے۔

مولوی صاحب: اچھا وہ ثبوت کیا ہے؟

ہدایت خاتون: خواجہ نصر اللہ صاحب کابلی کی کتاب صواقع موبقہ کیونکہ خواجہ صاحب کا زمانہ شاہ

صاحب سے پہلے گزرا ہے اور ان کی کتاب بھی تحفہ اثنا عشریہ سے پہلے لکھی گئی مگر اس زمانہ میں چھاپہ خانہ نہیں تھا، اس وجہ سے اس وقت چھپ نہ سکی اور چونکہ خواجہ صاحب مال و اقتدار میں کم تھے اس وجہ سے ان کی کتاب مشہور نہیں ہو سکی اور شاہ صاحب کے سر پر اس کتاب کی تصنیف کا سہرا باندھ دیا گیا۔

مولوی صاحب: مگر یہ کیوں نہیں بتاتی ہو کہ کیسے معلوم ہوا شاہ صاحب نے یہ کتاب صواقع موبقہ سے سرقہ کر کے لکھی ہے؟

ہدایت خاتون: جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے۔ کتاب صواقع موبقہ حضرات اہل سنت کی نظروں سے گزری اور لوگوں نے اس کے مضامین کو ایک ہی جیسا پایا۔ تو بڑی بڑی چہ میگوئیاں ہوئیں سب لوگ تو شاہ صاحب کے مرید تھے ہی نہیں انہوں نے شاہ صاحب کو بہت بدنام کیا کہ موصوف نے دوسرے کی محنت لے کر اپنا کمال دکھانے کی کوشش کی۔ اس پر بڑی لے دے ہوئی سمجھ دار لوگوں کے طبقہ میں اس کی وجہ سے شاہ صاحب بہت ذلیل ہوئے۔

مولوی صاحب: ارے تم کیا کہتی ہو۔ میں نے تو آج تک یہ سب کچھ نہیں سنا۔ دیوبند بھی رہا' رام پور میں قیام بھی کیا' دہلی بھی گیا' حیدر آباد تو میرا وطن ہی ہے ہر جگہ ہمارے زبردست علماء بھرے پڑے ہیں لیکن کسی نے یہ بات نہیں کہی۔ تم رافضیوں کے ہاں کیا وحی نازل ہوتی ہے یا فرشتے آتے ہیں جو اس طرح بے پر کی اڑایا کرتے ہیں۔ لاحول ولاقوۃ! تم کو تو میں سمجھ دار خیال کرتا تھا مگر تم اپنے مذہب کی وجہ سے بالکل پاگل ہو رہی ہو۔ تمہارے مذہب نے تم کو نری سڑی بنا دیا ضرورت ہے کہ تمہارا علاج کرایا جائے۔

ہدایت خاتون: تمہارے منہ میں زبان ہے جو چاہو کہو۔ میں تو یہ جانتی ہوں کہ جس شخص سے کسی کی سچی بات کا جواب نہیں چلتا وہ اس کو گالیاں ہی دینے لگتا ہے۔

مولوی صاحب: (غصہ سے لال پیلے ہو کر) تو بتاتیں کیوں نہیں صواقع موبقہ کس نے دیکھی

کس نے تحفہ سے اس کا مقابلہ کیا۔ کس نے شاہ صاحب پر یہ الزام عائد کیا کہ انہوں نے تحفہ کو صواقع موبقہ سے چوری کیا ہے۔ اور دوسرے شاہ صاحب سے کیوں نہیں پوچھا اگر وہ سچے تھے تو انہیں خود موصوف سے پوچھنا چاہیے تھا کہ اے حضرت! آپ نے یہ کیا کیا کہ دوسرے کی کتابیں چرا کر اور اس کا نیا نام رکھ کر خود پیش کر دیا۔ اور مفت کی عزت حاصل کر لی اور بے چارے خواجہ نصر اللہ صاحب کو کند چھری سے ذبح کر ڈالا۔

ہدایت خاتون: اب تم غیض وغضب کی باتیں کرنے لگے ہو تو میں بولنا پسند نہیں کرتی۔ جب نرم ہو جاؤ گے تو سب ثبوت پیش کر دوں گی۔

مولوی صاحب: نہیں تم کو ابھی بتانا ہوگا۔

ہدایت خاتون: (اٹھ کر گئیں اور ایک کتاب لا کر بولیں) دیکھو یہ خود شاہ صاحب کی مشہور کتاب فتاوئ عزیزی موجود ہے۔ جس میں دور دراز کے لوگوں نے شاہ صاحب سے اس بات کا سوال کیا اور جب انہوں نے دیکھ کہ (ع) نہاں کہ ماند آں رازے کزو سازند محفلہا کے مطابق ان کا بھید کھل گیا۔ ان کی تدبیر بے پردہ ہوگئی، اور ان کا راز فاش ہوگیا تو موصوف کو دبی زبان سے اقرار کرنا ہی پڑا کہ ہاں بات سچی ہے لوگ غلط نہیں بدنام کرتے ہیں۔

مولوی صاحب: اچھا پڑھو تو اس میں کیا لکھا ہے؟

ہدایت خاتون: اس کے صفحہ ۱۲۹ مطبوعہ دہلی میں یہ عبارت موجود ہے سنو۔

"سوال از مرزا احسن علی صاحب کتاب صواقع موبقہ در رد مذہب روافض خذلہم اللہ تعالیٰ کی تالیف نصر اللہ کابلی است بملا خط شریفہ در آمدہ یا نہ۔ وبعد از آں کہ ملحوظ نظر فیض اثر شدہ باشد فرقے در تصنیف آں وتصنیف جناب افادت آب کہ تحفہ اثنا عشریہ است چیست۔ ومعاندان ایں دریار خصوصا روافض خذلہم اللہ بطریق ژاژ خائی وبیہودہ گوئی خیلے شور وشغب می کنند کہ کتاب مستطاب تحفہ اثنا عشریہ ترجمہ صواقع موبقہ است ہر چند سوال ایں معنی ما مخلصان وفدویان را لا طائل

وبیہودہ می نماید واز جملہ بدیہی البطان ست وہر کس کہ از مایہ علم آ گہی داشتہ باشد۔ ایں خبر را زمحکی عنہ مخالف خواہد دانست لیکن بعضے کسان ایں ناکس را بسیار تنگ کردند لہٰذا ایں امر نا مرضی را موجب سمع خراشی جناب عالی! انگلشیہ شد"

اس سے صاف معلوم ہوا کہ تحفہ کا صواقع کابلی سے نقل کیا جانا زبان زد خاص و عام ہوگیا اور اس درجہ مشہور ہوگیا کہ خود حضرت شاہ صاحب سے ان کی کاروائی کے متعلق صفائی چاہی گئی۔

عبارت مذکورہ کا اردو ترجمہ یہ ہے:

"مرزا احسن علی صاحب نے شاہ صاحب کے پاس یہ سوال بھیجا کہ کتاب صواقع موبقہ جو رافضیوں کی رد میں ہے (خدا ان رافضیوں کو ذلیل و رسوا کرتا رہے) اور جو خواجہ نصر اللہ کابلی کی تصنیف تحفہ اثنا عشریہ اور اس کتاب صواقع موبقہ میں کیا فرق ہے۔ ان اطراف کے دشمن لوگ اور خاص کر رافضی خدا انہیں ذلیل اور رسوا کرتا رہے بطور توہین و تذلیل و بے ہودہ گوئی کے بہت شور وغل کرتے رہتے ہیں کہ کتاب تحفہ اثنا عشریہ تو صواقع موبقہ کا ترجمہ ہے اگر چہ ہم ایسے مخلصوں اور جانثاروں کو یہ اعتراض بالکل لغو اور بے ہودہ معلوم ہوتا ہے۔ اور اس کا باطل ہونا بدیہی ہے اور جو شخص حضور کے علم و کمال سے کچھ بھی خبر رکھتا ہے وہ اس چرچے کو بالکل غلط اور خلاف واقع جانے گا مگر بعض لوگوں نے اس حقیر کو بہت تنگ کیا۔ اس وجہ سے یہ ناپسندیدہ بات حضور عالی کے گوش مبارک میں پہنچانے کی جرأت میں نے کی تا کہ حقیقت حال واضح ہو۔

مولوی صاحب: خیر حضرت شاہ صاحب نے کیا جواب دیا؟ ضرور اس سے انکار کیا ہوگا۔

ہدایت خاتون: انکار کیسے کرتے کتاب صواقع موبقہ ہی لوگوں کو مل گئی تھی تو کیسے کہتے کہ وہی مضامین تحفہ سے نہیں لیے ہیں۔ البتہ جب کسی شخص کی کوئی مخفی کاروائی منظر عام پر آ جاتی ہے اور اب اس کے چھپائے نہیں چھپتی تو وہ اس کی تاویل و توجیہہ کے متعلق جو تدبیریں کرتا ہے وہی شاہ صاحب نے بھی کیں کہ گول مول جواب دیا اور تاویلات سے کام نکالنا چاہا۔

مولوی صاحب: اچھا سناؤ تو کیا کہا؟

ہدایت خاتون: فرماتے ہیں درحقیقت تصنیف تحفہ اثنا عشریہ از کتاب ہائے اہل سنت کہ در رد مذہب شیعہ وکتب شیعہ در رد مذہب اہل سنت تالیف شدہ سہ قسم بہم رسیدہ بود قسم سوم آنست کہ تمام مذہب شیعہ راہم درالہیات وہم درمعاد وہم درامامت وہم درروایت حدیث وہم دراصول رد کردہ اند مثل الطال وصواقع موبقہ تالیف نصراللہ کابلی ازطرف اہل سنت۔ ایں ہرسہ قسم کتب در وقت تالیف تحفہ اثنا عشریہ موجود و متحضر بودند۔ درآں وقت ترتیب صواقع بسیار پسند خاطر افتادہ ہماں ترتیب دریں کتاب کلام واقع شد ترتیب صواقع بسیار مختصر۔ مختصر وخوشنما بنظر آمد ہماں را اختیار کردہ شد۔ پس ایں کتاب را معاندان وحاسدان وقتے متوجہ فقیر می تو اندشد کہ ایں فقیر دعوئ تصنیف ایں کتاب راموجب افتخار خود دانستہ تقریر او تحریر ابقلم زبان یا بزبان قلم کردہ باشد معلوم است کہ ایں کتاب را تصنیف حافظ غلام حلیم ابن شیخ قطب الدین احمد بن شیخ ابوالفیض نوشتہ ام۔ اگر منظور دعوے نسبت ایں کتاب بخود می بود چرا ایں قدر اخفاء بناہائے غیر معروف بعمل می آوردم' ونیز اگر تامل کنند روافض راہر گز جائے طعن نیست زیرکہ اگر ایں کتاب ترجمہ صواقع است آخر اثبات مذہب اہل سنت می کند ورد مذہب روافض می نماید۔ ایں باراچہ کار ازآں کہ تفتیش کنند کہ گویندہ کیست آرے بعض اہل سنت کہ آنہار بشہرت ایں کتاب نسبت بایں فقر عرض حسد بجوش آمدہ می خواہند کہ نسبت بایں فقیر درمیان نماند۔

مولوی صاحب: حضرت شاہ صاحب نے سچ تو فرمایا کسی کو اس سے کیا مطلب کہ انہوں نے دوسری کتاب کے مضامین چرا لیے ہیں یا خود اپنی دماغی قابلیت اور علمی قوت سے اس کو لکھا ہے۔

ہدایت خاتون: میں اعتراض تو نہیں کرتی۔ البتہ تم نے پوچھا تھا کہ کیوں انہوں نے یہ کتاب فرضی نام سے لکھی؟ تو میں نے اس کی وجہ بیان کردی کہ چونکہ صواقع موبقہ کے مضامین لے کر اور اس کا نام بدل کر اپنی طرف سے نئی کتاب پیش کی اس وجہ سے ان کو ہمت نہیں ہوئی کہ اسے اپنے نام سے لکھیں۔

اس کا اردو ترجمہ یہ ہے:

”شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ تحفہ اثنا عشریہ لکھتے وقت تین قسم کی کتابیں میرے پاس تھیں۔تیسری قسم کی وہ کتابیں جو مذہب شیعہ کے تمام اصول وفروع دین نیز الہیات و معاد وامامت و روایت و احادیث و اصول کی رد میں ہیں۔مثل ابطال الباطل اور صواقع موبقہ کہ جو خواجہ نصراللہ کابلی کی تصنیف ہے۔تحفہ لکھتے وقت یہ تینوں قسم کی کتابیں میرے پاس موجود اور پیش نظر تھیں مگر صواقع موبقہ کی ترتیب مجھے بہت زیادہ پسند آئی اور اسی ترتیب سے میں نے بھی اپنی کتاب لکھی۔صواقع کی تحریر بہت مختصر اور خوشنما نظر آئی اسی کو میں نے اختیار کرلیا پس اس کتاب تحفہ کو صواقع کا ترجمہ کہنا صرف اس کی ظاہری ترتیب دیکھ کر صحیح ہوسکتا ہے باوجود اس کے دشمنوں اور حاسدوں کا اعتراض تو اس وقت صحیح ہوتا جب یہ فقیر اس کتاب کی تصنیف کا دعویٰ کر کے اس پر فخر کرتا۔معلوم ہے کہ یہ کتاب میں نے حافظ غلام حلیم فرزند شیخ قطب الدین احمد فرزند شیخ ابو الفیض کے نام سے لکھی ہے۔اگر مجھے اس کتاب کی تصنیف کا دعویٰ اپنی طرف نسبت دینا منظور ہوتا تو نام کے چھپانے میں کیوں اس قدر کوشش کرتا اور کیوں اس نام سے شائع کرتا۔اگر غور کریں تو رافضیوں کو ہرگز اس پر اعتراض کرنے کا حق نہیں ہے۔کیونکہ اگر یہ کتاب صواقع موبقہ کا ترجمہ ہے تو ہوا کرے۔بہرکیف مذہب اہل سنت کو تو ثابت کرتی ہے اور رافضیوں کے مذہب کی رد تو کرتی ہے۔ان لوگوں کو اس سے کیا مطلب کہ تفتیش کرتے پھریں کہ اس کتاب کا اصل مصنف کون ہے۔ہاں بعض اہل سنت میں بھی اس وجہ سے کہ یہ کتاب میری نسبت سے مشہور ہے رشک وحسد کا مادہ جوش کرتا ہے۔اور وہ چاہتے ہیں کہ سب لوگ جان لیں کہ یہ کتاب اس فقیر (شاہ) نے نہیں لکھی ہے اور اسی کتاب کی نسبت میری طرف باقی نہ رہے۔

مولوی صاحب: مگر انصاف کی بات یہ ہے کہ شاہ صاحب نے یہ کام اپنی شان کے خلاف کیا بلکہ کوشش کر کے صواقع کو اسی نام سے شائع کرتے یا اس کا ترجمہ فارسی کر کے اس کا نام ترجمہ صواقع رکھتے اور خواجہ صاحب کی محنت کو مٹی میں نہ ملاتے۔اگر مرزا داغ بھی اسی طرح دیوان غالب کے اشعار کو لے کر ایک فرضی نام دیوان طالب وغیرہ کے نام سے شائع کر دیتے اور مشہور

کر دیتے کہ یہ کتاب میں نے لکھی ہے تو کیا ان کی یہ حرکت کسی طرح پسند کی جاتی ۔ پھر شاہ صاحب تو کیسے زبردست پیشوائے اسلام اور رکن مذہب اہل سنت تھے ۔ ان سے ایسی نازیبا حرکت کا سرزد ہونا ہم لوگوں کے لیے نہایت شرمناک ہے۔

ہدایت خاتون: ابھی چند سال ہوئے ایک مستقل کتاب ہی اس بحث میں لکھی گئی ہے کہ شاہ صاحب نے تحفہ کو صواقع سے لکھا ہے اس کا نام ہے ۔" المتمینو ین صواقع الکابلی و تحفہ عبدالعزیز " جس میں ثابت کردیا ہے کہ شاہ صاحب نے تحفہ کے کل مضامین اسی صواقع سے لیے ہیں اور دوسرے کی محنت اپنی طرف منسوب کردی ہے۔

مولوی صاحب: ہاں جب خود شاہ صاحب نے اس کا اقرار کرلیا تو اب اس میں کیا عذر ہو سکتا ہے مگر شاہ صاحب کو صاف صاف ماننے کی کیا ضرورت تھی کہہ دیتے کہ میں نے کتاب صواقع دیکھی ہی نہیں ۔ یہ اتفاق کی بات ہے کہ اس کے مضامین اور میری کتاب تحفہ کے مضامین بطور ایک ہوگئے ۔ اس طرح شاہ صاحب سرقہ کے الزام سے بچ جاتے 'دوسرے لوگ بکا کرتے شاہ صاحب نے تصدیق کر کے غضب کردیا۔

چھٹا باب (6)

شہر حیدر آباد میں ایک روسی پہلوان کی پنجابی پہلوان سے یادگار کشتی

ملک روس کا ایک شخص جو بڑے قد و قامت کا نہایت مضبوط بلکہ دیو صورت تھا۔ کسی کمپنی کا ایجنٹ بن کر ہندوستان میں آیا وہ بڑا مشہور پہلوان بھی تھا اور اس نے مختلف ملکوں میں نامی گرامی بہادروں کو بچھاڑ دیا تھا جس کے انعام میں اس کے پاس بہت سے تمغے تھے۔ اس نے بمبئی سے اعلیٰ حضرت سرکار نظام خلد اللہ ملکہ کی خدمت میں ایک درخواست بھیجی کہ میں حضور کی ریاست کے کسی پہلوان سے کشتی لڑنا چاہتا ہوں۔ چونکہ ہندوستان میں بھی اس سے قبل وہ کئی کشتیاں مار چکا تھا اور متعدد انگریزی اخباروں میں اس کی پہلوانی کی دھوم تھی۔ اس وجہ سے اس ملک کے کل پہلوانوں کے کان کھڑے ہو گئے تھے۔ جس وقت اس کی عرضی سرکار عالی میں پہنچی۔ حضور نے اپنی ریاست کے مشہور پہلوان نامی خان سے اس کا ذکر فرمایا۔ نامی خان دل میں تو گھبرایا مگر زبان سے اقرار کر لیا کہ حضور اس کو بلا بھیجیں' غلام کس دن کے لیے ہے۔ اللہ کی مدد پر بھروسا کر کے اور حضرت علیؑ مشکل کشا کا نام لے کر اس سے ضرور لڑوں گا۔ مگر بعض ارکان دولت نے عرض کی کہ اس کشتی کا ہونا مناسب نہیں ہے۔ اس روسی پہلوان نے بڑے بڑے پہلوانوں کو زیر کر دیا ہے ۔ ریاست کا مشہور پہلوان نامی خان بھی شکست کھا کر بدنام ہو جائے گا تو یورپ و امریکہ میں بھی

بڑی جلی سرخیوں سے یہ خبر چھپے گی کہ روسی پہلوان نے ریاست حیدر آباد دکن تک کے پہلوان کو زیر کردیا۔اس طرح ریاست کی ذلت ہوگی مگر نامی خان کے اصرار بلیغ سے اعلیٰ حضرت کی درخواست منظور کر کے اس کو طلب فرمالیا۔اس واقعہ نے بڑی اہمیت پیدا کر لی ۔ اس زمانہمیں تقریباً ہر انگریزی مرہٹی گجراتی اردو وغیرہ اخبار میں اس کا اعلان شائع ہوتا تھا کہ فلاں تاریخ کو روسی پہلوان کی کشتی نامی خان پہلوان سے ہوگی ۔مولوی رکن الدین صاحب بھی اس کشتی کے بڑے مشتاق تھے اس سے ایک رات قبل ان میں اور ہدایت خاتون میں اس طرح باتیں ہوئیں۔

مولوی صاحب:کل ہی روسی پہلوان کا دنگل ہے دیکھئے کیا ہوتا ہے؟ ہم لوگوں کو تو بہت تردد ہورہا ہے۔نامی خان کے تکبر اور غرور نے یہ سب کچھ کیا ہے۔جس وقت اعلیٰ حضرت نے ذکر کیا ہے کوئی عذر کر دینا مناسب تھا مگر سنا ہے کہ اس نے کہا حضور اس کو ضرور بلائیں اللہ پر بھروسہ کر کے حضرت علیؑ کی مدد سے لڑوں گا۔ یہ بات بے عقلی کی ہے کہ انسان کو ہر بات موقع ومحل سے کرنا چاہیے۔

ہدایت خاتون:عذر کرنے میں بھی تو بے چارے کی ذلت تھی اور بدنامی اس طرح بھی ہوتی تو روسی پہلوان نے للکارا تو نامی خان دبک گیا۔ممکن ہے خدا کے فضل اور حضرت علی علیہ السلام کی مدد سے نامی خان ہی جیت جائے۔

مولوی صاحب:جس طرح نامی خان نے حماقت کا کام کیا' اسی طرح تم بھی زنانہ باتیں کر رہی ہو۔

غرض کشتی کی تاریخ آ پہنچی ۔باہر کے ہزار ہا لوگ اس دنگل کا تماشہ دیکھنے کے لیے حیدر آباد پہنچ گئے تھے ۔یورپین لوگوں کی بھی خاصی جماعت موجود تھی ۔اعلیٰ حضرت کے حکم سے کشتی کا انتظام نہایت اعلیٰ درجہ کا کیا گیا تھا۔جس کی مدح وثنا میں انگریزی اخبار رطب اللسان تھے ۔چار بجے اس کا وقت مقرر تھا۔ٹھیک وقت پر پریذیڈنٹ اور اعلیٰ حضرت کی موٹریں بھی پہنچ گئیں۔ اعلیٰ حضرت نے اپنے معتمد خاص کے ذریعے سے مخفی طور پر لوگوں کو مطلع کر دیا تھا کہ اگر روسی پہلوان کی

شکست ہوجائے تو خبردار کوئی شخص تالی نہ بجائے' نہ شور وغل کرے' نہ طعن آمیز خوشی کا اظہار کرے۔ کیونکہ روسی پہلوان اس وقت ریاست کا مہمان ہے۔ اس سے اس کی خاطر شکنی ہوگی۔ جو منظور نہیں بلکہ کشتی کے بعد ہر شخص اس سے ہاتھ ملائے اور اس کے ساتھ عزت و احترام کا برتاؤ کرے۔ روسی پہلوان کی شکل وصورت' قد وقامت اور ہر ہر عضو بدن دیکھ کر ہر شخص متحیر تھا اور اپنی جگہ کہتا تھا کہ کشتی بے جوڑ ہے۔ نامی خان نے غلطی کی جو اپنی ضد پر اڑے رہے۔ ساڑھے چار بجے روسی پہلوان پہلے اکھاڑے میں داخل ہوا۔ نامی خان نے بھی "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" یا علیؑ مولا مشکل کشا مدد کہہ کر اکھاڑے میں قدم رکھ دیا۔ کشتی شروع ہوئی دیکھنے میں دیو اور آدم زاد کا مقابلہ تھا۔ روسی پہلوان تو نامی خان کو کوئی چیز ہی نہیں سمجھتا تھا۔ بار بار اس نے کوشش کی کہ نامی خان کے لنگوٹے میں ہاتھ ڈال کر اس کو اوپر اٹھالے۔ مگر نامی خان بھی فن کشتی میں یگانہ روزگار تھا۔ جب روسی پہلوان اس ارادے کی کوشش کرتا وہ ایسا داؤ لگاتا کہ روسی پہلوان شرما کر رہ جاتا۔ کتنے موقع آئے کہ روسی پہلوان کی کوششیں رائیگاں گئیں اور تماشائیوں نے شور کیا مگر اعلیٰ حضرت کے رعب اور جلال سے کسی کی مجال نہیں ہوئی کہ ایک لفظ تک منہ سے نکالے۔ یورپین جماعت کو بھی شروع میں یقین تھا کہ روسی پہلوان چار پانچ منٹ میں نامی خان کو پٹخ دے گا مگر آدھا گھنٹہ تک اس مزے سے نامی خان روسی پہلوان کو کھلاتا اور جھکائیاں دیتا رہا کہ وہ بیچارہ پسینہ میں غرق ہوگیا اور غیض وغضب کی تو کوئی حد ہی نہیں تھی۔ دانت پیس پیس کر وار کرتا اور نامی خان پہلوانی فنون کا جوہر دکھا کر سب لوگوں کو انگشت بدنداں کیے ہوئے رہا۔ ۴۵ منٹ تک دونوں ایک دوسرے کو چت کرنے کی کوشش کرتے رہے مگر کسی کو کامیابی نہ ہوئی۔ اب یورپین جماعت کے چہروں پر بھی تردد کے آثار نمایاں ہوگئے تھے۔ اور ہندوستانیوں سے بھی جن کو یقین تھا کہ روسی پہلوان ضرور جیت جائے گا ان کے چہروں پر امید کی جھلک نظر آنے لگی کہ ممکن ہے نامی خان ہی کے سر کامیابی کا سہرا رہے۔ روسی پہلوان اب تھک چکا تھا۔ اس نے بھوت ہو کر اپنی پوری قوت سے نامی خان کی کمر پکڑی اور اس کو نیچے گرانا چاہا۔ مگر نامی خان نے ایک دفعہ زور سے کہا۔ "اللہ اکبر" اور پھر دوسرا نعرہ یا علیؑ مدد کا لگا کر ایسا داؤ لگایا کہ روسی پہلوان الٹ ہی تو گیا اور دھڑام سے چاروں شانے چت نیچے گر پڑا۔ نامی خان پھرتی سے اس کے

سینہ پر سوار ہو گیا۔ فوراً اعلیٰ حضرت نے نظروں سے اشارہ کیا کہ بس اب اتر آؤ ۔ نامی خان نے حکم کی تکمیل کی ۔ روسی پہلوان بھی اٹھ کھڑا ہوا۔ پریذیڈنٹ بہادر نے پکار کے کہا: بس کشتی ختم' نامی خان شاباش تم بڑا اچھا پہلوان ہے ہم سب تم سے بہت خوش ہوئے۔ نامی خان نے جھک کر سب کو سلام کیا اور روسی پہلوان کا ہاتھ پکڑے دوستانہ عنوان سے اکھاڑے کے باہر آیا۔ اعلیٰ حضرت نے فوراً دونوں پہلوانوں سے ہاتھ ملایا۔ دونوں کو نہایت قیمتی ہار پہنایا۔ اور ایک ایک ہزار روپیہ انعام دیا اور خوشی خوشی یہ دنگل تمام ہوا۔ لوگ اپنے اپنے گھر واپس جانے لگے تو راستہ بھر اسی دنگل کا چرچا رہا۔ ہر شخص نہایت خوش تھا۔ دنگل دیکھنے کے لیے شہر کے کل معززین گئے تھے ۔ حافظ عبدالصمد اور مولانا عبدالقوی صاحب بھی تھے ۔ واپسی میں حافظ عبدالصمد صاحب کا مکان پہلے پڑتا تھا ۔ مولانا عبدالقوی اور مولوی رکن الدین صاحب' حافظ صاحب کے ہاں جا کر ٹھہر گئے کہ کچھ دیر آرام کر کے جائیں گے ۔ حافظ صاحب نے جلد ناشتے کا انتظام کر لیا۔ مگر ان کا چہرہ اترا ہوا تھا ۔ دنگل ہی سے مولانا صاحب دیکھ رہے تھے کہ سب لوگ نہایت خوش ہیں مگر حافظ صاحب کسی بڑی فکر میں ڈوبے ہوئے ہیں ۔ مکان پر بھی آ کر حافظ صاحب اسی طرح افسردہ رہے اور گو چائے اور ناشتے کا اہتمام کرتے تھے مگر صورت خوش نظر نہیں آتی تھی۔ جب چائے نوشی وغیرہ سے سب فارغ ہو گئے تو اس طرح باتیں ہونے لگیں۔

مولانا صاحب: کیوں جناب حافظ صاحب ! آج کے دنگل سے سب خوش نظر آتے ہیں اور نامی خان کی کامیابی پر تو لوگ پھولے نہیں سماتے مگر میں آپ کو شروع سے دیکھتا ہوں کہ منہ پھلائے ہوئے ہیں ۔ کیا آپ کو روسی پہلوان کی ہار سے رنج ہوا؟ کیا اس نے آپ کو کچھ انعام کا وعدہ کیا تھا کہ اگر جیت جائے گا تو آپ کو شیرینی کھلائے گا یا آپ کو اس سے کچھ قرابت ہے جس سے اس کی شکست کے غم میں مبتلا ہو گئے؟

حافظ صاحب: دیکھیے یہ مذاق کا وقت نہیں ہے میری اس سے قرابت کیوں ہونے لگی اور اگر وہ کامیاب ہو جاتا تو مجھے کیوں انعام دیتا مجھے ایسا مذاق پسند نہیں بس رہنے دو۔

مولانا صاحب:(ہنس کر) تو کیوں آپ سوگ منا رہے ہیں؟ معلوم ہوتا ہے اب روئے اور تب روئے یا نامی خان سے آپ کو مخالفت ہے جس سے اس کی کامیابی آپ کو ناگوار گزری۔

حافظ صاحب: آپ اور تیز ہو چلے مجھے یہ چھیڑ خانی بھلی نہیں لگتی۔ میرے دل پر جو بیت رہی ہے میں ہی جانتا ہوں دوسروں کو کیا خبر؟ اب آپ مجھے اور زیادہ نہ ستایئے۔

مولانا صاحب: ذرا میں بھی تو سنوں کہ نصیب دشمناں کیا امر ہے کس بات پر خفگی ہے؟

حافظ صاحب: آپ سب کچھ جانتے ہیں مگر تجاہل عارفانہ کا کیا علاج؟ آپ بھی اس میں شریک ہیں۔

مولانا صاحب: اے سبحان اللہ! میرے دشمنوں کو بھی خبر نہیں اور آپ کہتے ہیں کہ سب کچھ جانتا ہوں آج کیا ہے جو آپ کی ہر بات پہیلی ہی معلوم ہو رہی ہے خدا خیر کرے!

حافظ صاحب: کیا میرے اور آپ لوگوں کے لئے کم صدمہ کی بات ہے کہ نامی خان نے اتنے بڑے پہلوان کو تو پچھاڑ دیا اور اپنے کمال کا جوہر دکھا دیا۔ لیکن مولوی رکن الدین اب تک ہدایت خاتون کو زیر نہ کر سکے' اور اس کو اپنے مذہب میں نہ لا سکے۔ حالانکہ یہ دیو بند رام پور دہلی میں کتنے دنوں تعلیم پاتے رہے اور کیسے زبردست عالم ہوگئے ہیں۔ ایک معمولی سی لڑکی نے ان کو نیچا دکھا رکھا ہے ان کی مولویت کہاں گئی؟ ان کا فضل و کمال کہاں غائب ہوگیا؟ عیسائیوں اور آریوں کے کتنے زبردست مناظروں سے بحث کرتے ہیں تو یہی کامیاب ہوتے ہیں پھر اس چار دن کی بچی میں کیا ہے کہ یہ کسی طرح اس کو لاجواب اور شیعہ مذہب سے علیحدہ نہیں کر پاتے۔ کیا میرا مذہب ہی ایسا کمزور ہے کہ ان کو کسی طرح فتح نہیں ہو رہی۔

مولوی رکن الدین: آپ صحیح فرماتے ہیں مگر میں جس قدر کوشش کرتا ہوں، خدا جانتا ہے تقیہ کی بحث شروع کی تو انہوں نے قرآن مجید ہی سے دلیلوں کا ایسا ڈھیر لگا دیا کہ میں کسی بات کا جواب نہیں دے سکا اور مبہوت ہو کر رہ گیا۔ تحفہ اثنا عشریہ دیکھنے کو کہا تو اس کی ایسی دھجیاں اڑائیں

کہ خود مجھ کو اس کتاب سے نفرت ہوگئی۔ میں تو روزانہ کی بحث کو والد صاحب قبلہ سے بھی ذکر کرتا ہوں، اور آپ جو رائے دیتے ہیں اس کے مطابق گفتگو کرتا ہوں مگر وہ ان سب باتوں میں بھی میرا منہ بند کر دیتی ہے۔ تقیہ اور شاہ صاحب کی تحفہ اثنا عشریہ کے متعلق تو میں پوری کوشش کر کے تھک گیا۔ اور میرا یقین ہے کہ ان دونوں مسئلوں پر ہمارے کل علماء کرام جمع ہو کر ان سے بحث کریں۔ جب بھی کامیاب نہیں ہو سکتے' استدلال کی ایسی قوت اور بیان میں ایسی دلکشی ہے کہ لاکھ تعصب برتا جائے پھر بھی لاجواب ہونا پڑے گا۔ خود میرے دل و دماغ میں آگ لگی ہوئی ہے کہ کسی طرح ان کو اپنے مذہب میں داخل کر دوں اور رفض ایسی گندگی سے اپنے گھر کو پاک کر دوں۔ مگر اللہ تعالیٰ میری مدد نہ کرے اور ان کو راہ راست نہ دکھائے تو میں یا آپ کیا کر سکتے ہیں مرضی مولیٰ از ہمہ اولیٰ۔

حافظ صاحب: خیر مسئلہ تقیہ اور کتاب تحفہ اثنا عشریہ میں اگر کامیاب نہ ہوئے تو دوسرے مسئلوں میں کوشش کرنی چاہیے ابھی سینکڑوں بحثیں باقی ہیں کسی طرح تو اس کو راہ حق دکھائی جائے۔

مولانا صاحب: میری رائے ہے کہ اب ان سے کہو کہ تمہارا مذہب ایسا خراب ہے کہ اس میں دوسروں کو گالی بکی جاتی ہے جو تہذیب و شرافت کے خلاف ہے۔ گالی بکنا تو ذلیلوں کمینوں اور جاہلوں کا شیوہ ہے مگر تمہارا مذہب اس درجہ بیہودہ ہے کہ اس میں گالی بکنا عبادت قرار دیا گیا ہے۔ اس میں وہ بالکل لاجواب ہو جائے گی۔ بس اسی وقت ان سے کام نکلے گا۔

حافظ صاحب: (خوش ہو کر) ہاں ہاں! یہ ٹھیک ہے گالی بکنے کا جواب اس کے پاس کچھ ہو ہی نہیں سکتا اور شیعوں کا گالی بکنا مشہور ہے اس سے انکار بھی نہیں کر سکتی۔

مولوی صاحب: ہاں میں بھی یہی سوچتا ہوں کہ اب کسی اور مسئلہ پر بحث کروں مسئلہ بھی خوب ہے تبرا تو ان کا مشہور کام ہے جس کی خوبی کوئی بھی کسی طرح ثابت نہیں کر سکتا

❁❁❁

ساتواں باب (7)

تبرا کی حقیقت

کیا شیعوں کے ہاں گالی بکنا جائز ہے؟

مولوی صاحب بہت خوش ہوئے اور نئے ہتھیار سے آراستہ ہو کر مکان پر ہی کھانا کھایا اور جا پلنگ پر لیٹ رہے' دن کے تھکے ہارے اس شب ہدایت خاتون سے کوئی بحث نہ ہو سکی۔

مولوی صاحب: افسوس تم کشتی دیکھنے نہیں گئیں بڑا لطف آیا!

ہدایت خاتون: عورتوں کو بغیر شدید ضرورت کے گھر سے باہر نہیں جانا چاہیے۔ کشتی دیکھنا مردوں کا کام ہے اور خانہ داری عورتوں کا فرض۔

مولوی صاحب: ہم کو یقین تھا کہ نامی خان ضرور ہار جائے گا مگر اس نے کمال کر دیا سب لوگ اس کی کامیابی پر متحیر ہو رہے ہیں۔ اس نے پہاڑ سے مقابلہ کیا اور اس کو ہرا دیا تم نے سچ کہا تھا کہ ممکن ہے نامی خان جیت جائے۔ جب آخر میں روسی پہلوان نے جھنجھلا کر اس کی کمر پکڑی تو نامی خان کے ہارنے میں کچھ باقی نہیں تھا مگر واہ رے اس کی استادی کہ زور سے اللہ اکبر اور یا علی مدد کہہ کر ایسا داؤ لگایا کہ روسی پہلوان گر ہی تو پڑا اور گرا بھی تو بالکل چت۔ جھٹ نامی خان اس کے سینے پر سوار ہو گیا مگر اس کے یا علی مددؑ کہنے پر مجھے بڑا غصہ آیا۔ نہ معلوم پہلوانوں کو یہ عادت

کب سے پڑ گئی ہے کہ کشتی لڑتے وقت، حضرت علیؑ کا نام ضرور لیتے ہیں۔ پنجاب 'یوپی' کے پہلوانوں کو بھی دیکھا ہے وہ بھی یا علیؑ مدد ضرور کہتے ہیں۔

ہدایت خاتون: اب تو بھی حضرت علیؑ کو مانو، ممکن ہے اسی سبب سے نامی خان جیت گیا ہو۔

مولوی صاحب: میں تو ان کو مانتا ہی ہوں مگر تم رافضیوں کی طرح نہیں کہ ان کی محبت میں خلفائے راشدین اور صحابہ کرام کو گالیاں بکنے لگوں تو یہ تمہارا مذہب بھی کیسا گندا ہے کہ گالی بکنا عبادت سمجھتی ہو۔ دنیا میں کوئی اور مذہب بھی اس درجہ بے ہودہ اور لچر ہے؟

ہدایت خاتون: یہ کون کہتا ہے کہ گالی بکنا میرے ہاں عبادت ہے ذرہ بتاؤ تو؟

مولوی صاحب: واہ تم لوگوں کے بارے میں یہ شعر ہی مشہور ہے۔

مذہب کہ طاعت باشد
مذہب معلوم واہل مذہب معلوم

ہدایت خاتون: اور اس کے جواب میں جو شعر کہا گیا ہے وہ بھی پڑھ دو اور اسے کیوں چھپاتے ہو؟

مولوی صاحب: وہ کیا اس کا جواب تو ہوا ہی نہیں اور نہ ہو سکتا ہے۔

ہدایت خاتون: مجھ سے سنو!

مذہبے کہ عادت باشد
مذہب معلوم واہل مذہب معلوم

مولوی صاحب: بہتان کون کرتا ہے اور کس کی یہ عادت ہے؟ سچ سچ بتانا!

ہدایت خاتون: تم لوگوں کی، جو کہتے ہیں کہ شیعہ گالی بکتے ہیں۔ اگر تم ثابت کردو کہ شیعہ مذہب میں گالی بکنا جائز ہے تو میں آج سنی ہو جاتی ہوں۔ پھر کسی مسئلہ میں بحث کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔

مولوی صاحب: کیا تم لوگ حضرت ابوبکر و عمر و عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو گالیاں نہیں بکتے ؟ ہر شیعہ کی یہ عادت ہے ۔ اللہ اپنے مذہب کی سچ میں کیسی بھولی بنی جا رہی ہیں۔

ہدایت خاتون: میں تو نہیں جانتی کہ کون شیعہ ان لوگوں کو گالیاں دیتا ہے تم جانو۔

مولوی صاحب: کیا تم لوگ تبرا نہیں کہتے ہو لعنت نہیں بکتے ، یہ کوئی ڈھکی چھپی ہوئی بات ہے۔

ہدایت خاتون: ہاں جو لوگ قابل تبرا ہیں ہم لوگ ان سے تبرا ضرور کرتے ہیں اور جو لوگ مستحق ہیں ان پر لعنت بھی کرتے ہیں ۔ اس سے مجھے انکار نہیں ہے نہ ہو سکتا ہے۔

مولوی صاحب: پھر کیسے کہتی ہو کہ ہم لوگ گالی نہیں بکتے ۔ ایک ہی زبان سے انکار و اقرار ، واہ۔

ہدایت خاتون: تو کیا تبرا یا لعنت کرنا گالی بکنا ہے کس لغت کی کتاب میں تم نے پڑھا ہے۔

مولوی صاحب: بیشک یہ بھی کچھ پوچھنے کی بات ہے۔ شاہ عبدالعزیز صاحب کی تحفہ کا بارھواں باب پڑھو جس میں تبرا کی حقیقت بیان کی گئی ہے۔ لغت میں نہیں ہے تو نہ سہی ۔

ہدایت خاتون: میں پڑھ چکی ہوں اس میں انہوں نے دس مقدمے لکھے ہیں ۔ مگر اصل بات ہی غائب کر دی ہے۔ اس کا ذکر تک نہیں کیا کہ تبرا اور لعن گالی کس طرح ہے تم ہی تحفہ سے مجھے سمجھا دو کہ تبرا اور لعن گالی کس طرح ہے لغت میں نہیں دکھا سکتے تو خیر۔

مولوی صاحب دیر تک تحفہ اثنا عشریہ کا بارھواں باب الٹتے پلٹتے رہے جب اس میں کچھ نہ ملا تو خفت مٹانے لگے۔

مولوی صاحب: خیر شاہ صاحب نے اس کو نہیں لکھا تو کیا ہوا ہے تبرا اور لعنت کا گالی ہونا بدیہی ہے اس میں بحث کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہے سب جانتے ہیں ۔

ہدایت خاتون: تو پھر اسلام کا پہلا کلمہ لا الہ الا اللہ بھی گالی ہے، کیونکہ اس میں ایک معبود اللہ کا اقرار اور دوسرے کل معبودوں سے انکار (تبرا) ہے اس کا مطلب یہی تو ہے کہ صرف اللہ کو ماننا

ہوں اور دوسرے معبودوں سے بیزاری چاہتا ہوں اور یہی تبرا ہے جس کا لغوی معنی علیحدہ رہنا بے تعلق زمانہ ماننا ہے۔اسی طرح شیعہ بھی خدا اور رسولؐ اور آئمہ طاہرینؑ کو مانتے ہیں اور خلفاء ثلثہ سے تبرا کرتے یعنی علیحدہ بے تعلق رہتے ہیں اور ان کو مانتے نہیں ہیں تو کیا اسلام گالی کا کلمہ سکھاتا ہے؟اور سنو اگر تمہارا دعویٰ مانا جائے تو خدا بھی گالی بکتا ہے۔(معاذ اللہ) قرآن مجید نے بھی گالی بکنے کی تعلیم دی ہے کیونکہ تبرا اور لعنت ان میں بھی ہے۔

مولوی صاحب: وہ کہا؟ اگر ہوگا تو کافروں ہی کا فعل بتایا گیا ہوگا کسی اور کا نہیں۔

ہدایت خاتون: سورہ فاتحہ میں خدا فرماتا ہے:

"اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ہ"

''اس میں خدا فرماتا ہے: اے بندو تم کہا کرو اے اللہ ہمیں سیدھا راستہ دکھا ان کا راستہ جن پر تو نے اپنی نعمتیں نازل کیں' ان کا راستہ نہ دکھا جن پر تیرا غضب ہوا' اور وہ گمراہ ہیں''

اس میں ایک جماعت کی راہ سے تولا اور دوسری جماعت کی راہ سے تبرا کی صریح تعلیم ہے۔جب ہم دوسری جماعت کے راستہ سے بچنے کی دعا کرتے ہیں تو ان سے تبراء ہی تو کرتے ہیں یا تولا کرتے ہیں۔؟

مولوی صاحب: معنی اور مطلب کے لحاظ سے تو صحیح ہے مگر اس میں تبرا کی تصریح تو نہیں ہے تم کو ایسی آیت پیش کرنے کا کوئی حق نہیں۔تبرا کا لفظ دکھاؤ؟

ہدایت خاتون: وہ بھی سن لو:

"اِذْ تَبَرَّءَ الَّذِيْنَ اتُّبِعُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا وَرَاَوُا الْعَذَابَ وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْاَسْبَابُ وَقَالَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا لَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَتَبَرَّاَ مِنْهُمْ كَمَا

تَبَرَّءُ وا مِنَّا كَذَلِكَ يُرِيْهِمُ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ حَسَرَاتٍ عَلَيْهِمْ وَمَا هُمْ بِخٰرِ جِيْنَ مِنَ النَّارِه"

"یعنی وہ کیا سخت وقت ہوگا جب پیشوا لوگ اپنے پیرووں سے تبرا کریں گے اور عذاب کو دور سے دیکھیں گے اور ان کے باہمی تعلقات ٹوٹ جائیں گے ان کے پیرو کہنے لگیں گے کہ اگر ہمیں پھر دنیا میں پلٹنا ملے تو ہم بھی ان سے اسی طرح تبرا کریں۔ جس طرح یہ لوگ اس وقت ہم سے تبرا کر رہے ہیں۔ یونہی خدا ان کو ان کے اعمال دکھائے گا جو انہیں یاس دکھائی دیں گے اور پھر وہ دوزخ سے نہیں نکلیں گے"

(پ۲ سورہ بقرہ رکوع ۴)

مولوی صاحب: تو اس سے تم کیا ثابت کرنا چاہتی ہو صرف تبرا کا لفظ یا اور بھی کچھ ہے؟

ہدایت خاتون: یہ کہ جو لوگ دنیا میں سچے پیشواؤں کو الگ کر کے اور خود مذہبی پیشوا بن کر دوسروں کو اپنا مرید کر لیتے ہیں ان میں اور ان کے مریدوں سے تبرا کریں گے اور مرید کہیں گے کہ اگر ہم پلٹ جاتے تو ہم بھی اپنے پیشواؤں سے تبرا کرتے پس اگر تبرا خدا پسند نہ کرتا تو یہ نہ فرماتا کہ ان کے اعمال کا بدلہ ان کو اس طرح دیا جائے گا جو لوگ ایسے گزرے ہیں کہ خواہ مخواہ لوگوں کے مذہبی پیشوا بن گئے۔ ان کا انجام بھی اس آیت سے واضح ہے اور ہمارے مذہب کا حق ہونا بھی نمایاں اور سنو۔

قَالَ الَّذِيْنَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ رَبَّنَا هٰؤُلَاءِ الَّذِيْنَ اَغْوَيْنٰهُمْ كَمَا غَوَيْنَا تَبَرَّاْنَا اِلَيْكَ .

"یعنی وہ لوگ جو ہمارے عذاب کے مستحق ہو چکے ہیں۔ بروز قیامت کہیں گے کہ پروردگار! یہی وہ لوگ ہیں جنہیں ہم نے گمراہ کیا تھا۔ جس طرح ہم خود گمراہ ہوئے، اسی طرح ہم نے ان کو گمراہ کیا۔ اب ہم تیری بارگاہ میں ان لوگوں سے تبرا کرتے ہیں" (پ۲۰ سورہ قصص رکوع ص ۱۱۰)

غرض تم کہاں تک قرآن مجید کا تبرا سنو گے۔ کیا مزہ ہے جس لفظ سے تم لوگوں کو نفرت ہے وہ قرآن مجید میں بکثرت موجود ہے۔

مولوی صاحب: یہ غیر مستحق پیشواؤں اور ان کے مریدوں کا ذکر ہے اچھے لوگوں کے تبرا کا بیان تو نہیں ہے تم لوگ تو اچھے لوگوں پر تبرا کرتے ہو۔

ہدایت خاتون: شیعہ بھی تو غیر مستحق پیشواؤں ہی سے تبرا کرتے ہیں جو مستحق پیشوا ہیں ان سے تولا کرنا تو ان کا جزو ایمان ہے۔ تم لوگوں کو بھی چاہیے کہ اس دنیا میں جو غیر مستحق پیشوا گزرے ہیں ان سے تبرا کرو۔ یعنی الگ رہو اور مستحق سچے پیشوایان دین سے تولا کرتے رہو۔ پھر شیعہ سنی میں اتحاد کی صورت آسان ہو جائے گی۔ بس قرآن میں جو ہے۔ اس کو بے تکلف مان لو۔

مولوی صاحب: یہ کیا ضروری ہے کہ ہم لوگ بھی ان سے تبرا کریں جو برے ہیں ان کو چھوڑ دیں، وہ جانیں اور ان کے اعمال۔ ہمیں کیا ضرورت ہے تبرا کرنے کی، نہ بزرگوں کا یہ دستور رہا ہے۔

ہدایت خاتون: ارے کیا کہتے ہو؟ کیا حضرت ابراہیمؑ ہم لوگوں کے بزرگ نہیں تھے۔ انہوں نے بھی برے لوگوں سے تبرا کیا ہے۔ خدا فرماتا ہے:

"وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَا اِيَّاهُ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ"

"حضرت ابراہیمؑ کا اپنے چچا کے لیے مغفرت کی دعا کرنا، اس وعدہ کی وجہ سے تھا جو انہوں نے اس سے کر لیا تھا، مگر جب ان پر کھل گیا کہ وہ خدا کا دشمن ہے، تو اس سے تبرا کر لیا (بیزار اور الگ ہو گئے) بیشک ابراہیمؑ بڑے درد مند تھے"

(پ ۱۱ سورہ توبہ رکوع ۱۴/۴)

اس سے واضح ہوا کہ حضرت ابرہیمؑ ایسے جلیل القدر اور اولو العزم پیغمبر نے بھی برے لوگوں سے تبرا کیا اور یہی شیعہ بھی کرتے ہیں۔ پس جس طرح اس تبرا کی وجہ سے تم شیعوں کو برا

کہتے ہو حضرت ابراہیمؑ کو بھی برا کہو اور جس طرح اس کی وجہ سے شیعوں پر گالی بکنے کا الزام قائم کرتے ہو حضرت ابراہیمؑ کو بھی معاذ اللہ انہیں الفاظ سے یاد کرو، خوب سمجھ لو کہ شیعہ وہی کرتے ہیں۔ جس کا حکم خدا اور رسولؐ نے دیا ہے اور جس کو انبیاء کرام تک کرتے رہے ہیں۔ ان کا کوئی اعتقاد یا مذہبی عمل رضا خدا اور رسولؐ اور سیرت انبیاء و مرسلین کے خلاف مل ہی نہیں سکتا اور یہ بات اس مذہب کی حقیقت کی زبردست دلیل ہے

مولوی صاحب: زیادہ ڈینگیں نہ مارو تم لوگ تو صاف صاف لعنت کرتے ہو۔ کیا بزرگان دین بھی کسی پر لعنت کرتے رہے ہیں؟ اس سے زیادہ قابل شرم کوئی بات نہیں ہوسکتی۔

ہدایت خاتون: تم مناظرہ کرتے وقت سب باتوں سے چشم پوشی کرلو تو مجبوری ہے ورنہ ان سب امور کو تم خوب سمجھتے ہو۔ دن رات قرآن مجید کا مطلب دوسروں کو سمجھاتے ہو کیا خود نہیں جانتے کہ قرآن مجید میں لعنت کا ذکر کس کس طرح کیا گیا ہے۔ کیا حضرت رسولؐ خدا سے بڑھ کر بھی کوئی بزرگ دین ہوا ہے۔ اور حضرتؐ کے بارے میں خدا فرماتا ہے:

"فَمَنْ حَاجَّكَ فِيْهِ مِنْ بَعْدِ مَاجَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَاءَ نَاوَ اَبْنَاءَ كُمْ ه وَنِسَاءَ نَا وَنِسَاءَ كُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَةَ اللّٰهِ عَلَى الْكَاذِبِيْنَ"

"جب تمہارے پاس علم آنے کے بعد کوئی شخص عیسٰیؑ کے بارے میں حجت کرے تو کہو آؤ ہم اپنے بیٹوں کو، تم اپنے بیٹوں کو، ہم اپنی عورتوں کو تم اپنی عورتوں کو اور ہم اپنی جانوں کو بلائیں اور تم اپنی جانوں کو پھر ہم سب مل کر گڑگڑائیں اور جھوٹوں پر خدا کی لعنت کریں"

(پ ۳، سورہ آل عمران، رکوع ۶/۴)

اس میں خدا حضرت رسولؐ کو صاف حکم دیتا ہے کہ نصاریٰ سے کہو آؤ ہم بھی جھوٹوں پر لعنت کریں اور تم بھی کرو، اس طرح خدا نے حضرت رسولؐ کو بھی لعنت کرنے کا حکم دیا ہے، اور

عیسائیوں کو بھی اس کی طرف بلایا ہے۔ اگر بروں پر لعنت کرنا برا فعل ہوتا تو خدا کبھی نہ اپنے رسولؐ کے لیے پسند کرتا' نہ عیسائیوں کے لیے' اب تو تم مانو گے کہ لعنت کرنا صرف بزرگوں کا فعل نہیں بلکہ خدا بھی اس کا حکم دیتا ہے۔ خود خداوند عالم بھی بروں پر لعنت کرتا ہے۔ قَالُوْا قُلُوْبُنَا غُلْفٌ بَلْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ ''یہ لوگ کہنے لگے کہ ہمارے دلوں پر پردے ہیں ایسا نہیں بلکہ خدا نے ان پر لعنت کی ہے'' (پ ۱، سورہ بقرہ ۱۱)

''اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْتُمُوْنَ مَا اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَیِّنَاتِ وَالْھُدٰی مِنْ بَعْدِ مَابَیَّنّٰہُ لِلنَّاسِ فِی الْکِتَابِ اُوْلٰئِکَ یَلْعَنُھُمُ اللّٰہُ وَیَلْعَنُھُمُ اللّٰعِنُوْنَ''

''جو لوگ ہماری روشن دلیلوں اور ہدایتوں کو جنہیں ہم نے نازل کیا اس کے بعد چھپاتے ہیں جب کہ ہم کتاب میں لوگوں کے سامنے صاف صاف بیان کر چکے ہیں یہی تو لوگ ہیں جن پر خدا بھی لعنت کرتا ہے۔ اور دوسرے لعنت کرنے والے بھی لعنت کرتے رہتے ہیں'' (پارہ ۲، رکوع ۳)

اور سنو فرماتا ہے:

کَیْفَ یَھْدِیْ اللّٰہُ قَوْماً کَفَرُوْا بَعْدَ اِیْمَانِھِمْ وَشَھِدُوْا اِنَّ الرَّسُوْلَ حَقٌّ وَّجَاءَ ھُمُ الْبَیِّنَاتُ وَاللّٰہُ لاَ یَھْدِیْ الْقَوْمَ الظّٰالِمِیْنَ اُوْلٰئِکَ جَزَاؤُھُمْ اَنَّ عَلَیْھِمْ لَعْنَۃَ اللّٰہِ وَالْمَلاَئِکَۃِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ''

''خدا ایسی قوم کو ہدایت کیسے کر سکتا ہے جو ایمان لا کر اور رسول کو حق مان کر اور واضح دلیلیں دیکھنے کے بعد پھر انکار کر بیٹھے' خدا کی تو یہ حالت ہے کہ وہ ظلم کرنے والوں کی ہدایات کی طرف توجہ نہیں کرتا بلکہ ان کی جزا یہ ہے کہ ان پر اللہ اور تمام فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہوتی رہتی ہے''

(پارہ ۳ رکوع ۱۷)

اور دیکھو:

وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَاءُهٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّلَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا ہ

"جو شخص جان بوجھ کر کسی مومن کو قتل کرے اس کی سزا جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہے گا، اور اس پر خدا کا غضب ہوگا، اور اللہ کی لعنت اس پر نازل ہوتی رہے گی، اور اللہ نے اس کے لیے بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے"

(پارہ ۵ رکوع ۱۰)

اور سنو:

اِنَّ الَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنَاتِ الْغٰفِلٰتِ الْمُؤْمِنَاتِ لُعِنُوْ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰ خِرَةِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ"

"اور جو لوگ پارسا اور غافل مومنہ عورتوں پر زنا کی تہمت لگاتے ہیں وہ دنیا اور آخرت میں ملعون قرار دیے گئے ہیں اور ان کے لیے بڑا عذاب ہے"

(پارہ ۱۸ ع ۹)

اور سنو فرماتا ہے:

فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِى الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْا اَرْحَامَكُمْ اُوْلٰئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَاَصَمَّهُمْ وَاَعْمٰى اَبْصَارَهُمْ

"کیا تم لوگوں سے یہ بات دور ہے کہ اگر تم کو حکومت مل جائے تو زمین پر فساد پھیلانے اور اپنے رشتے ناطوں کو توڑنے لگو یہی وہ لوگ ہیں جن پر خدا نے لعنت کی ہے اور گویا خود اس نے ان کے کانوں کو بہرا اور ان کی آنکھوں کو اندھا کر دیا ہے" (پارہ ۲۶ ع ۷)

اور سنو خدا کیسے واضح طریقے سے فرماتا ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَ

اَعَدَّلَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا

''جولوگ اللہ اوراس کے رسول کوعذاب پہنچاتے ہیں یا پہنچائیں گے خدا ان لوگوں پر یقیناً دنیا اور آخرت میں لعنت کرتا رہے گا اوران کے لیے ذلیل کرنے والا عذاب تیار کررکھا ہے'' (پارہ۲۲ع۴)

یہ بھی فرماتا ہے:

يَوْمَ لَايَنْفَعُ الظّٰلِمِيْنَ مَعْذِرَتُهُمْ وَلَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْءُ الدَّارِ

''قیامت کا دن ایسا ہوگا کہ ظالموں کوان کی معذرت سے کچھ نفع نہیں ہوگا اور ان کے لیے لعنت اور برے گھر کا رہنا طے پاچکا ہے'' (پارہ۲۴ع۱۱)

خدا نے یہ بھی فرمایا ہے:

لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ

''ظلم کرنے والوں پرخدا کی لعنت ہے'' (پارہ۱۲ع۲)

مولوی صاحب: خیر خدا کا لعنت کرنا تو قرآن مجید سے تم نے ثابت کردیا واقعاً متعدد آیات تم نے پیش کردیں۔ سبحان اللہ! تمہاری قرآن دانی کی بھی تعریف نہیں ہوسکتی مگر اور بزرگان دین نے تو ایسا نہیں کیا۔ ہمیں تو انہی کی پیروی کرنی چاہیے۔

ہدایت خاتون: تو کیا یہ تمہاری رائے ہے، کہ جو کام خدا کرے وہ اچھا اور وہی کام جو ہم لوگ کریں تو برا؟ خدا تو بزرگان دین کا بھی بزرگ ہے۔ جب وہ خود ظالم وغیرہ پر لعنت کرے تو پھر کسی اور کا فعل کیوں دیکھا جائے؟

مولوی صاحب: ہاں یہ سچ ہے کہ جب قرآن مجید سے کوئی بات ثابت اور خود اللہ تعالیٰ کا فعل واضح ہوجائے تو اب کسی اور کے افعال جانچنے کی ضرورت نہیں رہتی۔ پھر بھی یہ بات کہنے میں آسکتی ہے کہ اگر خدا کی طرح ہم لوگوں کو بھی برے لوگوں کو لعنت کرنا مناسب ہوتا تو ہمارے بزرگان دین بھی بداعمال لوگوں پر لعنت کرتے، مگران کا اور خاص کر حضرت رسول خدا صلعم کا کسی

پر لعنت نہ کرنا اس امر کی قطعی دلیل ہے کہ ہم لوگ خدا کی برابری نہ کریں: خدا نے جن لوگوں پر لعنت کی کرتا رہے لیکن جب رسول مقبول صلعم نے ایسا نہیں کیا تو مسلمان اور حضرت کا کلمہ پڑھنے والے ایسا نہ کریں ہمیں اپنی اصلاح کرنی چاہیے دوسروں سے کیا مطلب؟

ہدایت خاتون: اس کو تو میں بھی مانتی ہوں۔ اگر رسولؐ خدا نے کسی پر لعنت نہ کی ہو تو مسلمانوں کو بھی نہ کرنا چاہیے مگر کیا تم کہہ سکتے ہو کہ آنحضرتؐ نے کسی پر لعنت نہیں کی، کیا حضرتؐ کی زبان مبارک اس سے بچی رہی؟

مولوی صاحب: یہ تم نے خوب کہا کہ کیا تم کہہ سکتے ہو میں تو کہہ ہی رہا ہوں کہ رسول مقبولؐ نے کبھی اپنی زبان پاک کو ایسی نجس اور گندی بات سے خراب نہیں کیا۔ کہاں حضرت کی زبان اور کہاں یہ بدتہذیبی؟ حضرت تو خلق عظیم پر فائز تھے۔

ہدایت خاتون: ارے کیا غضب کرتے ہو کیوں اپنی ہی فضیحت کر رہے ہو' جاہل لوگ اگر ایسی باتیں کہیں تو تمہیں چاہیے کہ انہیں بتا دو نہ کہ خود ہی ایسی بے خبری کی باتیں کرو، دیکھو! یہ مشکوٰۃ شریف رکھی ہے اس میں صاف لکھا ہوا ہے:

"لعن رسول الله صلعم آكل الربوا موكله وكاتبه وشاهديه وقال هم سواء رواه مسلم"

"حضرت رسولؐ خدا نے لعنت کی ہے ان لوگوں پر جو سود کھاتے اور کھلاتے اور اس کا مضمون لکھتے اور اس کے گواہ بنتے ہیں، اور فرمایا سب برابر ہیں مسلم نے اس کی روایت کی" (مشکوٰۃ جلد ا' ص ۲۴۶)

لعن رسول الله صلعم الراشي والمرتشي في الحكم. (رواہ ترمذی)

رسول خدا صلعم نے رشوت لینے اور دینے والے پر لعنت کی ہے اس کی روایت ترمذی نے کی ہے" (جلد اول ص ۱۵۹)

مولوی صاحب: تو یہ کون کہتا ہے کہ ایسے برے کام کرنے والوں پر حضرت رسول مقبول صلعم نے لعنت نہیں کی ہے۔ ایسی حدیثوں سے تو ہمارے ہاں کی کل کتابیں بھری ہوئی ہیں۔ تقریباً ہر برا کام کرنے والے کے متعلق ایسی حدیثیں موجود ہیں۔

ہدایت خاتون: سبحان اللہ ایک ہی وقت میں ایک ہی زبان سے اقرار اور انکار، یہ تمہارا ہی کام ہے، ابھی کہا تھا کہ حضرت رسولؐ پاک ایسی گندی بات سے اپنی زبان پاک کو نجس نہیں کر سکتے، اور اب یہ کہتے ہو تمہاری کس بات کا جواب دیا جائے اور کس پر مضحکہ کیا جائے کسی ایک اصول پر رہو تو بحث طے ہو سکے۔

مولوی صاحب: تم میری زبان پکڑتی ہو یہ بڑی مشکل ہے جب خدا نے قرآن مجید میں برے لوگوں پر لعنت کی ہے تو حضرت رسولؐ مقبول لعنت کیوں نہیں کرتے ؟ یہ تو بدیہی بات ہے مگر تم نے تو یہ نہیں دکھایا کہ حضرتؐ نے کسی خاص شخص کا نام لے کر اس پر لعنت کی اور رافضی تو نام لے کر گالیاں بکتے پھرتے ہیں۔ کتنا فرق ہے ہمارے پیشوائے اعظم حضرت مولانا امام ابن تیمیہ علیہ الرحمہ نے تحریر فرمایا ہے۔ لیکن کسی فاسق شخص کو معین کر کے لعنت کرنا سنت نبوی میں موجود نہیں ہے۔ البتہ عام لعنت وارد ہے مثلاً نبیؐ نے فرمایا کہ چور پر خدا کی لعنت جو ایک انڈے پر اپنا ہاتھ کٹوا دیتا ہے، یا فرمایا جو بدعت نکالے یا بدعتی کو پناہ دے، اس پر خدا کی لعنت۔ (دیکھو علامہ موصوف کی کتاب منہاج السنۃ جلد ۲، ص ۲۵۱) یہی میرا بھی مطالبہ ہے کہ نام لے کر لعنت کرنا جائز نہیں۔

ہدایت خاتون: پہلے تو مجھے تمہارے ہی علم و فضل کا رونا تھا، اب تو تمہارے علامہ بلکہ امام حضرات کے کمالات پر بھی ماتم کرنا پڑا، ان کو اتنی خبر تک نہیں ہوئی کہ حضرت رسولؐ خدا نے بروں کو معین کر کے اور ان کا نام لے کر بھی لعنت کی ہے۔ امام بخاری صاحب نے لکھا ہے۔ "قول النبیؐ لعن اللہ الیہود" یعنی آنحضرتؐ کا ارشاد کہ خدا یہودیوں پر لعنت کرے۔ (صحیح بخاری پارہ ۲، ص ۲۶۰) اور سب جانتے ہیں کہ یہودی ایک معین فرقہ ہے اور آنحضرت نے ان لوگوں کے کسی فعل کا نام لے کر بھی ذکر نہیں فرمایا کہ فلاں وجہ سے یہودیوں پر لعنت ہو بلکہ صرف

ان کا تعین کر کے ان پر لعنت کی اور سنو ایک دفعہ حضرتؐ نے فرمایا! کہ اے اللہ اپنے اوپر عمرو بن ہشام، عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، ولید بن عتبہ، امیہ بن خلف، عقبہ بن ابی معیط اور عمارہ بن ولید کی ہلاکت کو لازم فرمالے۔ پھر وہ لوگ کنویں میں ڈال دیے گئے تو حضرتؐ نے فرمایا کہ اس کنویں والوں پر لعنت کی گئی ہے۔ (صحیح بخاری پارہ ۲، ص ۲۹۵)

دیکھو! اس کنویں میں وہی لوگ معین تھے جن پر آنحضرت صلعم پہلے بددعا کرتے تھے جب وہ معین لوگ اس میں بھر دیے گئے تب آنحضرتؐ نے ان پر لعنت کی کیا اب بھی کسی طرح سے اس سے انکار کرنے کی صورت نکال سکتے ہو؟

مولوی صاحب: مگر آنحضرت صلعم نے صاف صاف تو نہیں فرمایا کہ اے اللہ فلاں شخص پر لعنت کر، یا فلاں شخص پر لعنت ہو یا فلاں شخص ملعون ہے اور رافضی تو یہ سب کرتے رہتے ہیں بس تم لوگ نام لے کر لعنت نہ کیا کرو، قصہ ختم۔

ہدایت خاتون: آنحضرتؐ نے اس طرح بھی لعنت کی ہے اور یہ کوئی چھپی ہوئی بات نہیں ہے۔ ایک موقع پر آنحضرتؐ نے فرمایا۔" **اللهم العن شيبة بن ربيعة وعتبة بن ربيعة وامية بن خلف** "اے اللہ تو شیبہ بن ربیعہ، عتبہ بن ربیعہ اور امیہ بن خلف پر لعنت کرتا رہ۔ (صحیح بخاری پارہ ۷، ص ۲۳۷)

(بتاؤ نام کی تعیین کے ساتھ لعنت کرنا اس سے زیادہ ممکن ہے اب کیا بات بناؤ گے؟

مولوی صاحب: ذرا بخاری شریف مجھے تو دو دیکھوں کیسے لکھا ہے۔

ہدایت خاتون: بسم اللہ چشم ماروشن دل ماشاد، میں بھی تو یہی چاہتی ہوں کہ تم لوگ شیعوں پر جو اعتراضات کرتے ہو ان سب کو پہلے اپنی کتابوں میں دیکھ لیا کرو۔

مولوی صاحب: مولوی صاحب نے صحیح بخاری میں وہ عبارت دیکھی، تو دیر تک سوچتے رہے کہ اب کیا کہیں، جب کچھ نہ بول سکے تو خود ہدایت خاتون نے کہا: اور دیکھو علامہ جلال الدین

سیوطی نے لکھا ہے:

قال رسول اللہ یوم احد اللھم العن اباسفیان اللھم العن سھیل بن عمرو واللھم العن صفوان بن امیہ.

"حضرت رسول خدا غزوہ احد کے دن فرماتے تھے اے خدا تو ابو سفیان، سہیل بن عمرو اور صفوان بن امیہ پر لعنت کرتا رہ" (تفسیر در منثور، جلد ۲، ۷۱)

علامہ موصوف ہی نے یہ بھی لکھا ہے:

" قالت عائشه ولكن رسول اللہ لعن ابا مروان ومروان في صلبه فمروان یفیض من لعنة اللہ .

حضرت عائشہ فرماتی تھیں کہ حضرت رسول نے مروان کے باپ پر لعنت کی جب کہ مروان اس کی پشت میں تھا تو مروان اللہ تعالیٰ کی لعنت سے حصہ لیتا رہا۔ (تاریخ الخلفا، ص ۱۴۸)

کہو آنحضرت نے نام لے کر اور شخص کو معین کر کے لعنت کی یا نہیں؟ اور سنو علامہ ابن حجر مکی لکھتے ہیں:

انه صلى الله عليه وسلم لعن الحكم و ما يخرج من صلبه.

"حضرت رسول خدا نے "حکم" پر اور اس کی کل اولاد (بنی امیہ) پر لعنت کی ہے"

(تطہیر الجنان ص ۶۴)

اور جب حضرت امام حسن علیہ السلام نے اپنی ظاہری خلافت چھوڑ دی تو ایک موقع پر جہاں معاویہ اور حضرت بھی تھے۔ عمر و عاص نے حضرت علیؑ کو برا کہا پھر مغیرہ نے بھی ویسا ہی کہا، اس کے بعد امام حسنؑ سے کہا گیا کہ آپ منبر پر جا کر ان دونوں کا جواب دیجیے۔ حضرتؑ نے اس سے انکار کیا اور فرمایا میں اس شرط پر جواب دے سکتا ہوں کہ سب وعدہ کریں کہ اگر میں سچ بیان کروں تو یہ اس بات کی تصدیق کریں اور اگر جھوٹ کہوں تو تکذیب کر دیں۔ ان لوگوں نے اس

شرط کو مان کر وعدہ کرلیا۔ تب حضرت امام حسنؑ منبر پر تشریف لے گئے اور خدا کی حمد و ثنا بیان کر کے فرمایا کہ میں بطور قسم اللہ تعالیٰ کی تمہیں یاد دلا کر پوچھتا ہوں کہ اے عمرو عاص و مغیرہ تم دونوں جانتے ہو کہ رسولؐ خدا نے سائق (پیچھے سے ہانکنے والے) اور قائد (آگے سے کھینچنے والے) پر یعنی ابوسفیان و معاویہ پر لعنت فرمائی ہے۔ دونوں نے کہا ہاں ہمیں معلوم ہے کہ آنحضرتؐ نے لعنت فرمائی تھی۔ پھر فرمایا میں تم دونوں کو قسم دے کر پوچھتا ہوں اے معاویہ و مغیرہ کیا تم کو معلوم نہیں ہے کہ حضرت رسولؐ خدا نے عمرو عاص کو ہر قافیہ پر لعنت کی ہے۔ دونوں نے کہا بے شک ایسا ہی ہوا تھا پھر فرمایا تم دونوں کو قسم دے کر پوچھتا ہوں۔ اے عمرو عاص و معاویہ کیا تم کو اس کا علم ہے کہ رسول خدا صلعم نے مغیرہ کی پوری قوم پر لعنت کی ہے۔ دونوں نے کہا ہاں سچ ہے۔ (تطہیر الجنان ص ۱۲۰، و نصائح کافیہ ص ۹، وغیرہ) ذرا انصاف سے کہنا کہ تمہاری ہی کتابوں میں ان سب باتوں کے ہونے کے بعد علامہ ابن تیمیہ کا یہ کہنا کہ کسی شخص کو معین کر کے لعنت کرنا سنت نبوی میں موجود نہیں ہے کہاں تک حق ہے؟

مولوی صاحب: البتہ ان عبارتوں سے ثابت ہے کہ رسول مقبول کے نزدیک حضرت معاویہ و عمرو عاص و مغیرہ کا درجہ بھی تو ہم لوگوں سے بڑھا ہوا تھا۔ حضرتؐ نے ان لوگوں پر لعنت کی تو کیا ہوا؟ اور کسی مسلمان نے تو کسی پر لعنت نہیں کی اور ہم لوگ بھی عام مسلمان ہیں ہم بھی نہ کریں۔ جب ہم لوگ رسول ہو جائیں گے تب لعنت بھی کیا کریں گے۔

ہدایت خاتون: خدا کا شکر ہے کہ دوسرے مسلمانوں کے اس فعل سے بھی تمہاری کتابیں بھری ہوئی ہیں۔ تمہارے امام حاکم نے لکھا ہے۔ "**قالت عائشه لعن الله عمرو بن العاص**" حضرت عائشہؓ نے کہا کہ خدا عمرو بن العاص پر لعنت کرے۔ (مستدرک مطبوعہ حیدر آباد) اور میر جمال الدین محدث نے لکھا ہے۔ بالجملہ بعض ازیں امور مذکورہ حامل و باعث شد عائشہ را کہ در شان عثمانؓ "گفت **لعن الله نعثلا وقتل نعثلا**" امور مذکورہ کی بعض باتیں اس امر کی باعث ہوئیں کہ حضرت عائشہ حضرت عثمانؓ کے بارے میں کہتی تھیں اللہ لعنت کرے اس نعثل (حضرت

عثمان) پر (روضۃ الاحباب جلد ۳، ۱۲) اور علامہ علی متقی نے لکھا ہے:

عن ابن عباس انه قال لعن الله فلانا (معاويه) انه كان منيهٰے عن التلبية في هذا اليوم يعني يوم عرفه لان علياء كان يلبي فيه.

حضرت ابن عباس (مشہور اور جلیل القدر صحابی رسولؐ) نے کہا خدا معاویہ پر لعنت کرے کہ وہ عرفہ کے دن لبیک کہنے سے منع کرتے ہیں اس سبب سے کہ اس روز حضرت علی علیہ السلام لبیک لبیک کہتے تھے۔

(کنز الاعمال، جلد ۳، ص ۳۰)

اور علامہ ابن اثیر جوزی نے لکھا ہے کہ۔

ثم عذله معاويه فقال سمرة لعن الله معاويه والله لواطعت الله كما اطعة ماعذ بنى ابدا.

"جب معاویہ نے سمرہ کو بصرہ کی گورنری سے معزول کر دیا تو اس نے کہا خدا معاویہ پر لعنت کرے۔ اگر میں خدا کی اطاعت اس قدر کیے ہوتا جتنی معاویہ کی اطاعت کی ہے تو خدا مجھ پر کبھی بھی عذاب نہ کرتا۔

(تاریخ کامل، جلد ۳، ص ۱۹۵)

اور علامہ محمد عقیل نے لکھا ہے:

وقد لعن عمر ابن الخطاب خالد بن الوليد حين قتل مالک بن نويره.

"جب خالد بن ولید نے مالک بن نویرہ کو قتل کیا تو حضرت عمر بن الخطاب (خلیفہ دوم) نے خالد پر لعنت کی (نصائح کافیہ ص ۱۱)

علامہ ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ صاحب نے فرمایا:

لعن الله عمرو بن عبيد.

عمرو بن عبید پر خدا لعنت کرے۔(شرح فقہ اکبر ص ۴۳)

اور حضرت ابو بکرؓ کے فرزند ارجمند جناب محمد بن ابی بکر نے معاویہ کے پاس ایک خط بھیجا اور اس میں لکھا " انت اللعین ابن اللعین "تم ملعون ہو اور تمہارا باپ بھی ملعون تھا۔

(مروج الذہب' جلد ۶' ص ۷۹)

مولوی صاحب: بس کرو۔تم تو ہزاروں کتابیں اسی طرح نکالتی چلی جاؤ گی۔البتہ میں مانتا ہوں کہ برا کام کرنیوالوں پر خدا اور رسولؐ نے بھی لعنت کی ہے اور دوسرے بزرگان دین نے بھی' اس سے انکار کرنا ہٹ دھرمی ہے، میں مان گیا۔

ہدایت خاتون: دین اسلام تو کبھی عقل کے خلاف کسی بات کی اجازت دے ہی نہیں سکتا۔ برے لوگوں کو برا کہنا درست نہ ہو تو اچھوں اور بروں میں فرق ہی کیا رہے گا؟

مولوی صاحب: تم نے تبراء اور لعنت کرنے کا جائز ہونا تو ثابت کر دیا مگر انصاف یہ ہے کہ رافضی ان دونوں باتوں سے الگ ہو کر بھی ہمارے بزرگوں کو برا کہتے اور سمجھتے ہیں

ہدایت خاتون: یہ صحیح نہیں ہے کہ شیعہ کسی کے بزرگ کو اس وجہ سے برا کہتے ہیں کہ یہ اس کو نہیں مانتے بلکہ اس کو کہتے ہیں جو واقعتاً ایسا ہوتا ہے سوال یہ ہے کہ اس شخص کو برا کہنا جو فی الواقع برا ہے مناسب ہے یا نہیں اس سوال کا جواب دینے سے پہلے ہم کو یہ بھی دیکھنا ضروری ہے کہ آیا برا کہنے اور سمجھنے پر انسان فطرتاً مجبور ہے۔یعنی برے اور بھلے میں تمیز کرنا انسان کا فطری فعل ہے ۔اگر کوئی شخص کہے کہ ہم برے کو برا نہیں سمجھتے تو یہ نہ سمجھنے والا شخص سوائے اس کے اور کیا سمجھا جا سکتا ہے کہ وہ نفس ناطقہ سے خارج بلکہ مجنون ہے۔اسی مقام پر یہ امر بھی قابل غور ہے کہ برے کو برا نہ سمجھنے والا مذہباً اور اخلاقاً کس حد تک گناہ گار یا قابل الزام ہے؟ اول تو برے کو برا نہ سمجھنے والا خود جہالت میں گرفتار ہو جاتا ہے۔جب اس کو معلوم ہے کہ ایک شخص برا ہے تو اس معلوم کرنے والے نے اس کو برا سمجھ لیا۔کیونکہ معلوم کرنے اور سمجھ لینے میں کوئی فرق نہیں ہے۔ دوسرے یہ امر بھی قابل لحاظ ہے کہ وہ شخص جو کسی برے آدمی کو برا نہیں سمجھتا خود اچھا ہے یا برا۔

مثال ایک شخص چور، شرابی، زانی اور مکار ہے دوسرا شخص اس کے مذکورہ افعال کو برا نہیں سمجھتا۔ آیا یہ برا نہ سمجھنے والا خود اچھا ہے یا برا تم یقیناً فیصلہ کرو گے کہ اول تو یہ برا سمجھنے والا برا نہ سمجھنے کا اقرار محض زبانی کرتا ہے ورنہ فطرتاً اس کا دل اس کو ضرور برا سمجھتا ہے دوسرے اگر واقعی اس کا دل بھی اس برا کرنے والے کو برا نہیں سمجھتا تو اس نے یقیناً برے کام کرتے کرتے خود اپنے میں وہ فطرت ثانیہ پیدا کرلی ہے جو ایک برے فعل کو برا فعل سمجھنے نہیں دیتی۔ یعنی یہ برے کو برا سمجھنے والا خود برا ہے۔

اس کو ایک اور واضح مثال سے سمجھو کہ ایک غریب، نادار، یتیم تین دن رات سے بھوک کی مصیبت میں گرفتار کسی جگہ پڑا ہوا ہے۔ بھوک کی بے چینی سے اس کا دم نکل رہا ہے۔ اتفاقاً وہاں سے ایک رحم دل شخص کا گزر ہوتا ہے جو اس یتیم بچے کو دو روپے دیتا ہے کہ اپنے کھانے کا انتظام کرلے۔ اس وقت ایک ظالم، بدمعاش وہاں پہنچتا ہے اور بغیر کسی خاص وجہ کے اس یتیم کا وہ روپیہ چھین لیتا ہے اور وہ بچہ روپیہ بچانا چاہتا ہے تو اس کو زدوکوب بھی کرتا ہے۔ ایک اور شخص وہاں آ جاتا ہے اور دونوں شخصوں کا برتاؤ سنتا ہے۔ اب تم انصاف سے بتاؤ فطرتاً کیا یہ ممکن ہے کہ یہ آخری شخص پہلے رحم دل شخص کو قابل مدح اور دوسرے بدمعاش کو قابل نفرت نہ سمجھے۔ غالباً تم بھی اس کو مانو گے، کہ اچھے کو اچھا اور برے کو برا سمجھنا کسی کا اختیاری فعل نہیں ہے اور نہ یہ امر کسی کی اپنی خوشی پر موقوف ہے بلکہ ایسا سمجھنے کے لیے انسان فطرتاً مجبور ہے۔ غور کرو کہ تیسرا شخص، اگر اپنے نفس کی اصلاح کے لیے اس بدمعاش کے افعال سے نفرت کرتا ہے علیحدگی چاہتا، اس کو برا کہتا ہے اور خدا سے پناہ مانگتا ہے کہ اس کے افعال یا اس کی دوستی سے اس کو بچائے تو کیا جرم کرتا ہے؟ یہاں پر اس کو برا کہنا نہ صرف جائز بلکہ ضروری ہے، اور یہ تیسرا شخص ایک مجمع عام یا خاص میں پکار پکار کر اس بدمعاش کو برا کہہ رہا ہے۔ اور اس سے نفرت ظاہر کرتا ہے۔ سننے والے اس یتیم بچے کے حالت زار پر افسوس کر رہے ہیں۔ اور اس بدمعاش کے ظلم سے آزردہ ہو کر اس سے نفرت کرتے ہیں، اس کے اقوال اور افعال کو قابل پیروی نہ سمجھ کر اس سے علیحدگی چاہتے ہیں اور اس طرح ہمیشہ کے لیے اس کے شر سے محفوظ رہتے ہیں، اور خود برے افعال کے مرتکب ہونے سے پرہیز کرتے ہیں، تو قابل مدح ہیں یا مستحق اعتراض؟ اس مقام پر تو ہر انصاف پسند شخص یہی فیصلہ

کرے گا کہ اس تیسرے شخص کا اس بدمعاش کو برا کہنا اخلاقاً فرض اور مذہباً عبادت ہے، اور ایسے موقع پر اس کو برا نہ کہنا یعنی خاموش رہ جانا عین ظلم و گناہ ہے۔ اسی آخری صورت میں نہ صرف شیعہ بلکہ تمام دنیا کے سمجھ دار برے شخص کو برا کہنا ضروری سمجھتے ہیں۔ اس کے مقابلہ میں کسی فرقہ کا یہ دعویٰ کہ ہمارے مذہب میں کسی کو برا کہنا جائز نہیں ہے ایک ایسا مجنونانہ دعویٰ ہے جس کے لیے فطرت انسان نے کوئی دلیل پیدا نہیں کی ہے۔

مولوی صاحب: تمہاری نقلی دلیلیں تو زبردست ہی ہیں عقلی دلیل بھی نہایت تشفی بخش ہے۔ بے شک چور سے نفرت کرنا' بدمعاشوں کو برا کہنا ہر انسان کا فطری مقتضیٰ ہے۔ اس سے انکار کرنا مکابرہ ہے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی نے تحفہ اثنا عشریہ کے بارہویں باب میں جو کچھ لکھا ہے انصاف یہ ہے کہ اس کے ایک ایک لفظ کی تم نے دھجیاں اڑا دیں۔ تمہارے علم و فضل ، ذہن رسا اور حافظہ پر میں جس قدر فخر کروں درست ہے۔

ہدایت خاتون: شاہ صاحب نے تو عجیب مضحکہ خیز کاروائیاں کی ہیں۔ تحفہ کے بارہویں باب میں شروع سے آخر تک یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ لعنت صرف کافروں پر کرنی چاہیے۔ مسلمانوں سے خواہ کوئی شخص کیسا ہی برا کام کرے۔ اس پر لعنت نہ کی جائے بلکہ اس کے لیے استغفار کی جائے یا اس کے مسئلہ میں خاموشی برتی جائے خواہ وہ صحابی رسولؐ ہو یا تابعی یا عامتہ المسلمین میں سے کوئی شخص۔

مولوی صاحب: ہاں ان کی پوری بحث اس دعویٰ کے ثابت کرنے میں ہے۔ مگر تم نے تو ہماری ہی کتابوں سے ثابت کر دیا کہ ہم لوگوں کا ذکر کیا ہے۔ خود حضرت رسول مقبولؐ نیز ازواج رسولؐ و صحابہ کبار نے برے مسلمانوں پر لعنت کی ہے۔

ہدایت خاتون: خود شاہ صاحب نے تحفہ اثنا عشریہ میں تو وہ لکھا ہے اور اپنی دوسری کتاب میں اس طرح تحریر فرماتے ہیں:

جواب سوال خامس آنکہ مروان علیہ اللعنۃ را بد گفتن وبدل از و بیزار بودن خصوصاً در

سلوکے کہ با حضرت امام حسینؑ و اہل بیت می نمود و عداوت مستقرہ ازاں بزرگواران در دل داشت از لوازم محبت و سنت اہل بیت است کہ از جملہ فرائض ایمانا ست۔

''پانچویں سوال کا جواب یہ ہے کہ مروان علیہ اللعنۃ کو برا کہنا اور اس سے دلی نفرت و بیزاری کرنا خصوصاً اس برتاؤ کا خیال کر کے جو حضرت امام حسین علیہ السلام اور اہل بیت کے ساتھ کرتا تھا اور ان بزرگوں سے مستقل عداوت رکھتا تھا حضرت رسولؐ خدا کی سنت اور محبت اہل بیت کے لوازم سے ہے جو ایمان کے فرائض سے ہے''(فتاویٰ عزیزی جلد ۱ ص ۱۸)

اس میں کئی باتیں قابل لحاظ ہیں۔ایک یہ کہ شاہ صاحب نے مروان کو علیہ اللعنۃ یعنی اس پر لعنت ہوتی رہے لکھا۔دوسری یہ کہ اس کو برا کہنے اور اس سے دلی بیزاری کرنے کی اصل وجہ اہل بیت کے ساتھ برا برتاؤ لکھی ہے چوتھی بات یہ کہ مروان صحابی رسولؐ تھا پس جب اہل بیت سے عداوت اور برا برتاؤ کرنا اس درجہ اہم ہے کہ اس کی وجہ سے ان کے دشمنوں اور ان کے ساتھ برا سلوک کرنے والوں پر لعنت کرنا جائز بلکہ ایمان کا لازمی فعل ہو جاتا ہے۔مطلع بالکل صاف ہوگیا۔ ہمارے اور تمہارے درمیان کوئی اختلاف رہا ہی نہیں، کیونکہ ہم شیعہ بھی ان لوگوں ہی پر زیادہ تر لعنت کرنے کے عادی ہیں جنہوں نے جناب سیدہؑ، جناب امیرؑ جناب امام حسنؑ اور جناب امام حسین علیہ السلام سے عداوت کی اور برا برتاؤ کرتے رہے، اور وہ لوگ بھی جو صحابہ رسول صلعم ہی تھے۔پس جس طرح شاہ صاحب مروان صحابی رسولؐ کو عداوت اہل بیت کی وجہ سے ملعون لکھتے ہیں اسی طرح ان پر اور تمام اہل سنت بھائیوں پر فرض ہے کہ دوسرے صحابہ رسولؐ پر بھی جو عداوت اہل بیتؑ میں مشہور ہیں۔لعنت کرتے رہیں اور کوئی فرق نہ کریں ورنہ تعصب کا الزام عائد ہوگا۔

مولوی صاحب: البتہ تمہاری یہ تقریر بالکل درست ہے۔شاہ صاحب علیہ الرحمہ نے بڑا غضب کر دیا کہ فتاویٰ عزیزی میں مروان پر لعنت بھی کر دی، اور اس کی وجہ اہل بیت سے برا برتاؤ کرنا اور عداوت رکھنی قرار دی۔پھر انہوں نے چھوٹا کیا۔انہوں نے تو اپنے اس جملہ سے مذہب اہل

سنت کی بنیاد ہی کھود ڈالی۔ جب اہل بیت کرام سے عداوت اور برا برتاؤ کرنے کی وجہ سے لوگوں پر لعنت کرنا ضروری قرار پا گیا تو اب مذہب اہل سنت کو حق کون کہہ سکتا ہے۔ لاحول ولاقوۃ لطف یہ کہ تحفہ میں جس بات پر اتنا زور دیا دوسری کتابوں میں اس کو خود رد کر دیا۔

ہدایت خاتون: تمہارے امام شافعی صاحب نے تقریباً یہی مضمون اپنی اس قابل قدر رباعی میں ادا کیا ہے۔

بريت الى المهيمن من اناس
يرون الرفض حب الفاطيمة
على آل الرسول صلوٰة ربى
ولعنة لتلك الجاهلية

''میں خدا کی درگاہ میں ان لوگوں سے تبرا کرتا ہوں جو جناب سیدہؑ اور ان کی اولاد کی محبت کو رافضی ہونا سمجھتے ہیں۔ آل رسولؑ پر میرے پروردگار کا درود نازل ہوتا رہے اور جو لوگ ان کی محبت کو رفض خیال کرتے ہیں ان کی اس جاہلیت پر خدا کی لعنت برستی رہے'' (نصائح کافیہ ص ۱۸۸)

میں تم سے پھر کہتی ہوں کہ تم مسئلہ تبراء اور لعنت کے لیے اپنی معتبر ترین کتابیں مثلاً صحیح بخاری جلد اول، ص ۹۵ و ص ۲۱۰ و جلد ۳، ص ۱۶۱ و صحیح مسلم جلد ۱، ص ۲۳۰ و مشکوۃ جلد ۱، ص ۳۴، ص ۲۶۳، ص ۲۷۲، وص ۴۲۰ و ترمیذ جلد ۱، ص ۱۵۵ و ص ۱۵۹ و تاریخ الخلفاء ص ۱۴۲ و ص ۲۳۰ و نصائح کافیہ ص ۱۱ و شرح فقہ اکبر ص ۴۳ وفتاویٰ عزیزی ص ۱۸۴ کو کبھی کبھی دیکھ لیا کرو اور قرآن مجید کی آیات لعنت پیش نظر رکھا کرو۔

آٹھواں باب (8)

جسمیت خدا کے بیان میں
تحفہ اثنا عشریہ کے پانچویں باب پر تبصرہ

ایک روز نماز مغرب پڑھ کر مولانا عبدالقوی صاحب اور مولوی رکن الدین صاحب بیرونی نشست گاہ میں تنہا بیٹھے تھے کوئی تیسرا شخص نہیں تھا، ادھر ادھر کی باتیں کرتے کرتے یہ ذکر چھڑ گیا مولوی صاحب اپنی اہلیہ کا مذہب بدلنے میں کہاں تک کامیاب ہوئے' اس طرح باتیں ہوئیں۔

مولانا صاحب: ادھر تم نے کچھ کہا نہیں کہ مسئلہ تبراء کے متعلق تم میں اور بہو میں کیا کیا باتیں ہوئیں، کہاں تک وہ راہ راست پر آئیں، تبرا کی خرابی تو ذہن نشین ہوگئی ہوگی۔

مولوی صاحب: بہت زبردست بحث ہوتی رہی۔ تحفہ اثنا عشریہ کا بارھواں باب میں نے بھی اچھی طرح پڑھا اور انہوں نے بھی کہا کہ اچھی طرح پڑھ چکی ہوں مگر انہوں نے تو قرآن مجید اور احادیث شریف سے مستحکم دلائل کا اتنا بڑا انبار لگا دیا۔ جو اگر لکھا جائے تو پوری ایک کتاب تیار ہو جائے اور حق تو یہ ہے کہ خود میں نے مان لیا کہ ہم لوگ اس مسئلہ میں رافضیوں پر اعتراض کرنے میں بڑا ظلم کرتے ہیں، جو فعل خدا و رسولؐ و انبیاء کرام و صحابہ کبار کا رہا ہو اور جس کی عقل بھی تائید کرے وہی فعل اگر رافضی بھی کریں تو ہم ان پر کیوں منہ آئیں یہ کہاں کا انصاف ہے کہ خدا اور

رسول لعنت کریں تو اچھا ہم لعنت کریں تو گالی بکنے والے مشہور کیے جائیں اس مسئلہ میں تو میں بھی ان کا ہم خیال ہو گیا ہوں۔

مولانا صاحب: اچھا اب تم ان سے باقاعدہ گفتگو شروع کرو۔ خدا کے متعلق مباحث زیادہ تر علم حکمت و کلام سے متعلق ہیں۔ تم انہی بحثوں میں ان کو الجھاؤ گھبرا کر لاجواب ہو جائیں گی۔ بس اسی وقت تم کو موقع مل جائے گا۔ کہنا اب اپنے مذہب سے توبہ کر کے میرا مذہب اختیار کر لو، تحفہ اثنا عشریہ کے پانچویں باب الہیات میں اس کے مفصل مضامین اور قابل قدر تحقیقات جمع کر دی ہیں۔ ان سے تم پہلے اپنے سامنے تحفہ اثنا عشریہ بلکہ اس کے اردو ترجمہ ہدیہ مجیدیہ کا پانچواں باب پڑھواؤ۔ اس کے بعد دریافت کرو کہ ان کا مذہب جب خدا کے متعلق ایسا ہے تو کیسے پسند کیا جا سکتا ہے۔ تقیہ اور تبرا کی وجہ سے اگر ان کا مذہب قابل نفرت نہیں ہے تو نہ ہو خدا کے متعلق جب وہ ایسے گندے عقیدے بتاتا ہے تو کوئی شریف اور سمجھدار شخص ایک منٹ کے لیے بھی اس پر رہنا گوارا کر سکتا ہے؟ اللہ تعالیٰ چاہے تو اس میں تم کامیاب ہو جاؤ گے، کتابیں بھی تم اچھی طرح دیکھتے رہا کرو۔

مولوی صاحب: خیر میں حضور کے حکم کی تعمیل کروں گا اور اب تحفہ کے پانچویں باب ہی کے مضامین چھیڑوں گا۔ مگر ڈرتا ہوں کہ اس میں اور زیادہ ناکام رہوں گا، اور وہ قدم قدم پر مجھے شکست دے دیں گی، فن مناظرہ میں خدا نے ان کو خاص قابلیت عطا کی ہے۔

مولانا صاحب: یہ تم کیا کہتے ہو یہ مباحث تو منطق، فلسفہ اور علم الکلام سے پوری مناسبت رکھتے ہیں۔ جن میں تم کو ید طولیٰ حاصل ہے۔ پھر اس میں وہ کیا بتا سکیں گی۔ اسی کو شروع کرو تم کو ان سب سے ڈرتے ہوئے شرم دامن گیر نہیں ہوتی؟

مولوی رکن الدین صاحب خاموش ہو گئے اور پھر دوسری باتیں ہونے لگیں وہ کئی دن تک سوچتے رہے کہ خدا کے متعلق کیونکر باتیں شروع کریں۔ آخر ایک شب کھانے کے بعد اس طرح باتیں ہونے لگیں۔

مولوی صاحب: تم نے تقیہ اور تبرا کے متعلق تو میری زبان بند کر دی مگر اس سے یہ نہ سمجھنا کہ

تمہارا مذہب حق ہے وہ دونوں مسئلے خارج کے ہیں۔ اصل چیزیں توحید نبوت خلافت وغیرہ ہیں، ان میں تمہارا مذہب یقیناً باطل ہے اور ہم لوگ ہی حق پر ہیں۔

ہدایت خاتون: معلوم نہیں کہ تم یہ دعویٰ کس اصول پر کرتے ہو۔ میرے مذہب کے تو اصول دین ہی میں توحید، نبوت، امامت داخل ہیں بلکہ دوسری اصل عدل خدا ہے جس کو تم لوگ تسلیم نہیں کرتے اور خدا کے فضل سے میرے ہر عقیدہ کی تائید عقل کرتی ہے۔

مولوی صاحب: عدل تو علیٰحدہ رہا پہلے تو خدا کے متعلق تمہیں دیکھنا چاہیے کہ کس طرف حق اور کس جانب باطل ہے۔ تم تحفہ اثنا عشریہ یا اس کے اردو ترجمہ ہدیہ مجیدیہ کا پانچواں باب ضرور اور اچھی طرح پڑھ جاؤ۔ حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمہ نے تو اس باب میں کمال کر دیا ہے۔

ہدایت خاتون: میں تو اس کو خوب پڑھ چکی ہوں اور اس کے جواب میں ہمارے علمائے اعلام طاب ثراہم نے جو کتابیں تصنیف فرمائی ہیں ان کا بھی مطالعہ کر چکی ہوں۔ اگر اس بحث کو تم چھیڑو گے تو تمہیں اپنا اسلام ثابت کرنا بھی دشوار ہو جائے گا۔ میں دعوے سے کہتی ہوں کہ دنیا بھر میں خدا کے متعلق جیسے اچھے عقائد شیعوں کے ہیں وہ کسی فرقہ کے نہیں ہیں۔ تم لوگ تو اس موضوع پر کچھ بول سکتے ہی نہیں بس اپنی خیریت ہی مناتے رہو۔

مولوی صاحب: ماشا اللہ غلط دعوے کرنے میں بھی تم بڑی مشاق ہو۔ تم تحفہ اثنا عشریہ نکالو اور اس کے مضامین پڑھو تو تمہیں اپنے مذہب کی حقیقت واضح ہو جائے گی۔ بلکہ ہدیہ مجیدیہ نکالو اسی ترجمہ کو پڑھو مسئلہ تقیہ و تبرا میں جیت جانے کی شیخی نہ کرو۔

ہدایت خاتون: (ہدیہ مجیدیہ لا کر) دیکھو یہ ہدیہ مجیدیہ ہے۔ اس میں تو انہوں نے شروع سے فرقہ اسماعیلیہ، خطابیہ، خمیسہ، اثنیثیہ، مقفیہ، کاملیہ، زرامیہ، عجلیہ، قرامطیہ، نزاریہ، منصوریہ، معمریہ، شیطانیہ، زیدیہ، حکمیہ، سالمیہ، میثمیہ، ربعیہ، بنانیہ، نصیریہ، اسحاقیہ، زراریہ، بدائیہ وغیرہ کے عقائد ذکر کیے اور ان کا مضحکہ اڑایا ہے حالانکہ ان فرقوں کا وجود نہیں بتایا کہ یہ لوگ کہاں رہتے اور کس ملک میں بستے ہیں۔ بس جس

طرح بے وجود کتابوں کا نام شاہ صاحب نے گھڑ دیا اسی طرح ہو سکتا ہے کہ فرقوں کے نام بھی گھڑ دیے ہوں۔ تم ہی بتاؤ مذکورہ بالا فرقے کہاں ہیں ان کی کتابیں کون سی ہیں اور کس جگہ ملتی ہیں تاکہ تحقیق کی جائے کہ شاہ صاحب نے ان کے متعلق جو لکھا ہے وہ سب صحیح ہے یا ان کی ذہنی ایجاد ہے۔

مولوی صاحب: واہ! جب یہ فرقے ہی نہیں تو شاہ صاحب علیہ الرحمہ نے ان کا ذکر کیسے کر دیا۔ تم کو نہیں معلوم ہے تو نہ ہو کیا تم نے دنیا بھر چھان ڈالی ہے جس کے بعد کہتی ہو کہ یہ فرقے نہیں ہیں؟ نہ ان کی کتابیں ہیں۔ ان باتوں سے کام نہیں چل سکتا رہنے دو۔

ہدایت خاتون: کسی چیز کا ثابت کرنا اس شخص کا فرض ہے جو اس کا دعویٰ یا اس کی تصدیق کرے۔ شاہ صاحب نے لکھا اور تم لوگ ان کے لکھے ہوئے پر ایمان لے آئے تو یہ تم لوگوں کا کام ہے کہ بتاؤ وہ فرقے کہاں ہیں؟ اور اعتراض بھی انہی پر کرو۔ یہ کیا کہ دعویٰ تو تم کرو کہ شیعہ اثنا عشریہ کی رد میں تحفہ اثنا عشریہ لکھی ہے اور اس میں حملہ ان فرقوں پر بھرا ہوا ہے جو نہ اثنا عشری ہیں اور نہ ان سے ان کو تعلق ہے پھر میں کیوں جواب دوں۔؟

مولوی صاحب: جب ان فرقوں سے شاہ صاحب ملے، ان سے باتیں کیں، ان کی کتابیں دیکھیں، ان کو ہدایت کرنے کی خواہش ہوئی تب ہی تو ان کے مہمل عقائد کا ذکر کیا اور ان کو گمراہی سے نکالنے کی فکر پیدا ہوئی۔ ان فرقوں کو تم نہیں جانتیں تو نہ جانو۔

ہدایت خاتون: شاہ صاحب نے تحفہ لکھنے کی وجہ تو یہ ظاہر کی کہ غرض تحریر اس رسالے اور تسوید اس مقالے سے یہ کہ ہمارے زمانے اور شہر میں بالفعل مذہب شیعہ یہاں تک مروج ہو گیا اور پھیل گیا ہے کہ بہت کم گھر ہوں گے جن میں دو ایک آدمی شیعہ مذہب کے نہ ہوں گے۔ اور اس عقیدے کی طرف راغب نہ ہوں۔ اس سبب سے حسبتہ للہ یہ رسالہ لکھا گیا۔ (ہدیہ مجیدیہ ۳) اور موصوف کو لازم تھا کہ اپنی کتاب کو اسی غرض تک محدود رکھا ہوتا مگر جب ایسا نہیں کیا تو میں صاف صاف کہتی ہوں کہ تم تحفہ اثنا عشریہ کے سو دو سو نسخے لے کر دنیا کا سفر کرو اور ہر شہر دیہات میں پہنچ کر لوگوں سے پوچھو کہ خطابیہ، خمسیہ، اثنینیہ، مقنعیہ، کاملیہ، زرامیہ، عجلیہ، وغیرہ فرقوں کے کون لوگ

ہیں ۔ وہ اس کتاب تحفہ اثنا عشریہ کو پڑھ کر جواب دیں کہ ان کا مذہب کیسے حق ہے ۔ مجھ سے کیوں بار بار کہتے ہو کہ تحفہ پڑھو' تحفہ دیکھو میں کیا دیکھوں، خاک میں شیعہ اثنا عشری ہوں ۔ میرے مذہب کے خلاف کوئی بات بتاؤ تو میں جواب دوں ۔ خمیسہ وغیرہ کے عقائد ان لوگوں ہی سے بیان کرو' بشرطیکہ وہ دنیا میں کہیں ہوں بھی ۔ شاہ صاحب کے ہاتھ میں قلم تھا نہ معلوم کس کس نام کے فرقوں کا دعویٰ کر کے قافیہ پیائی کر بیٹھے ۔ پھر کہتے ہیں کہ یہ کتاب شیعوں کے جواب میں ہے ۔ کیا انہیں فرقوں کا ان کے زمانہ میں اتنا رواج ہو گیا تھا کہ بہت کم گھرانے تھے جن میں دو ایک آدمی شیعہ نہ ہو گئے ہوں؟ کیا تم کسی تاریخ کسی کتاب یا کسی عالم دین کے بیان سے بتا سکتے ہو کہ شاہ صاحب نے جس زمانہ میں تحفہ لکھی اس زمانے میں شیعہ اثنا عشریہ کے سوا کوئی مذہب ایسا تھا جو گھر گھر پھیل گیا تھا؟ جس طرح خواجہ نصر اللہ کابلی صواقع سے تحفہ کا لکھنا شاہ صاحب کے لیے باعث شرم ہے اس طرح دعویٰ یہ کرنا کہ یہ کتاب مذہب شیعہ کے رد میں ہے جو ہمارے زمانے اور شہروں میں بالفعل یہاں تک مروج ہو گیا اور پھیل گیا ہے کہ بہت کم گھر ہوں گے جن میں ایک دو آدمی شیعہ مذہب سے متعلق نہ ہو گئے ہوں اور اس عقیدے کی طرف راغب نہ ہوں ۔ اس کتاب کو ایسے فرقوں کے عقائد سے بھر دینا جن کا پتہ ملنا بھی مشکل اور جن کی کتابوں کا حاصل ہونا بھی ناممکن ہے ۔ شاہ صاحب کے لیے نہایت درجہ باعث ننگ و عار ہے اور ان کی عاجزی کی زبردست دلیل ۔

مولوی صاحب: اچھا میں ان فرقوں کا پتہ لگا لوں اور ان کی کتابیں بھی جمع کر لوں تب تم سے اس موضوع پر بحث کروں گا ۔ ہاں ابھی تم نے کہا کہ اگر اس بحث کو تم چھیڑو گے تو تمہیں اپنا اسلام ثابت کرنا بھی دشوار ہو جائے گا، یہ کیسے کہا؟ کیا میرا اسلام اتنا کمزور ہے؟

ہدایت خاتون: اس لئے کہ تم لوگوں نے خدا کو مجسم مان لیا ہے تمہاری کتابوں میں ایسی باتیں بھری ہوئی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ معاذ اللہ خدا کا بدن ہے ۔ اس کی صورت ہے اور پھر بدن اور صورت کے لوازم بھی ہیں ۔ اس کو بالکل آدمیوں ایسا بنا رکھا ہے ۔

مولوی صاحب: اگر تم میری کتابوں میں ایسی چیزیں ثابت کر دو تو میں ابھی اپنے مذہب کو ترک کر دیتا ہوں۔ جب خدا جسم والا ہو تو وہ خدا کیسے ہو سکتا ہے۔ پھر وہ تو مخلوق ہوا کہ کسی نے اس کا بدن بنایا ہوگا اور پھر وہ محتاج بھی ہو جائے گا حالانکہ غنی ہے۔

ہدایت خاتون: تمہارے ہاں احادیث حضرت رسولؐ کا بہت بڑا ذخیرہ کتاب کنزالاعمال بھی ہے جو یہاں اعلیٰ حضرت کے حکم سے چھاپی گئی ہے اس میں حسب ذیل حدیثیں دیکھو۔

اذ قاتل احد کم فلیتق الوجه فان الله عزوجل خلق آدم علی صورة وجهه.

"جب کوئی شخص کسی سے لڑا کرے تو اس کے چہرے پر نہ مارا کرے کیونکہ خدا نے حضرت آدمؑ اور آپ کی کل اولاد انسان کو اپنی صورت پر پیدا کیا ہے"

اذا قاتل احدکم فلیجتنب الوجه فان الله تعالیٰ خلق آدم علی صورته.

"جب کوئی شخص کسی سے لڑے تو اس کے چہرے سے بچے، کیونکہ خدا نے آدم کو اپنی ہی صورت پر پیدا کیا ہے۔ (تو ہر آدمی کی صورت بھی خدا کی صورت ایسی ہے)"

اذا ضرب احد کم فلیجتنب الوجه ولا یقل قبح الله وجهک ووجه من اشبه وجهک فان الله عزوجل خلق علی صورة.

"جب کوئی شخص کسی کو مارا کرے تو اس کا چہرہ بچا کر مارا کرے اور اس کو یہ بد دعا یا گالی نہ دیا کرے کہ خدا تیرے چہرے کا اور تیرا چہرہ ایسا ہو اس کا ستیاناس کرے اس لیے کہ خدائے عزوجل نے آدمیوں کو اپنی خاص صورت پر پیدا کیا ہے۔"

پھر حضرت عبداللہ بن حضرت عمر ایسے بامعرفت صحابی سے روایت ہے۔

لا تقجو اا لوجه فان الله خلق آدم علی صورته.

چہرہ کو برا نہ کرو کیونکہ خدا نے آدمیوں کو اپنے ہی چہرہ پر پیدا کیا ہے"

(کنز الاعمال جلد ا' ص ۵۷)

اسی طرح متعدد حدیثیں اس کتاب کے علاوہ تمہاری دوسری کتابوں میں بھری ہوئی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا کا جسم اور صورت ہے اور اس نے ہر آدمی کو اپنی صورت پر پیدا کیا ہے۔ چنگیز خان اور ہلاکو خان کی صورت بھی خدا ہی کی صورت ایسی تھی اور ہندوستان کا سیواجی کی بھی، خدا ہی ایسی صورت رکھتا تھا۔ بڑے سے بڑا ڈاکو بھی خدا ہی کی صورت پر ہے، اور سخت سے سخت تر ظالم بھی اسی کی صورت رکھتا ہے، غرض گورے کالے سب خدا ہی کی صورت پر ہیں۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کی صورت مخزن متضادات اور معدن متناقضات ہے۔ اگر خدا کے مخلص بندے صورت خدا کی تفصیل بلکہ فوٹو دیکھنا چاہیں تو وہ بھی تم لوگوں کی کتابوں کی حدیثیں بہت آسانی سے مہیا کر دیں گی چنانچہ حدیث میں ہے۔ کہ حضرت رسولؐ خدا نے فرمایا:

رایت ربی فی احسن صورۃ.

"میں نے اپنے پروردگار کو بہت حسین و جمیل صورت میں دیکھا ہے۔"

دوسری روایت ہے کہ آنحضرت نے فرمایا

رائت ربی فی صورۃ شباب لہ وفرۃ.

میں نے اپنے پروردگار کو دیکھا ہے اس کی صورت جوان کی ہے اور اس کے گھنگھریالے بال ہیں"(کنزل الاعمال' جلد ا' ص ۵۸)

گھوڑوں کے پسینہ سے خدا کا پیدا ہونا

علامہ سیوطی نے لکھا ہے کہ محمد بن شجاع ثلجی بیان کرتے تھے کہ مجھ سے حبان بن ہلال نے ان سے حماد بن سلمہ نے ان سے بیان کیا۔ کہ حضرت رسول خدا صلعم سے دریافت کیا گیا؟ یا حضرت ہمارا خدا کس چیز سے بنا ہے؟ حضرتؐ نے فرمایا خدا ایسے پانی سے پیدا ہوا یا بنایا گیا ہے

جس کا گزر زمین سے تھا نہ آسمان سے۔ اس نے کچھ گھوڑے پیدا کیے اور ان کو جاری کیا (دوڑایا) تو ان گھوڑوں میں پسینہ پیدا ہو گیا پس خدا نے اپنے نفس کو اسی پسینہ سے پیدا کیا۔ علامہ ذہبی نے میزان الاعتدال میں لکھا ہے کہ یہ محمد بن شجاع اپنے وقت میں عراق کے مجتہد' امام ابوحنیفہ کے پیرو اور صاحب تصانیف اور بشیر المریسی کے اصحاب میں سے تھے۔ وہ امام شافعیؒ اور امام احمد حنبلؒ پر اعتراض کرتے تھے۔ (لئالی مصنوعہ ص ۲'۳) اتنے بڑے مجتہد کی یہ روایت ہے۔

خدا کے ہاتھ

اگر روایات مذکورہ کو دیکھ کر شبہہ ہو کہ خدا پسینہ سے پیدا ہوا تو اس کے اعضاء ہونے چاہیں۔ تو میں کہتی ہوں کہ ہاں اعضاء کی بھی تفصیل موجود ہے۔ مثلاً ہاتھ کے متعلق ہے:

ان الله لبنى الفردوس بيده و خطرها عن كل مشرك وعن كل مدمن من الخمر سكير .

"خدا نے بہشت کو اپنے ہاتھ سے بنایا ہے اور اس کو ہر مشرک اور ہر شراب پینے والے نشہ باز پر حرام کر دیا ہے۔" (منتخب کنز الاعمال جلد ۲' ص ۴۱۹)

اور دوسرے مقام پر ہے:

اتاني الليلة ربي في احسن صورة فقال يا محمد هل تدري فيم يختصم الملاء الا على قلت لافوضع يده بين كتفي حتى وجدت بردها بين ثدلي فعلمت ومافي السموات ومافي الارض.

"حضرت رسولؐ ارشاد فرماتے تھے کہ گزشتہ شب میرا پروردگار میرے پاس نہایت ہی حسن و جمال کی صورت میں تشریف لایا اور کہا اے محمدؐ! تم جانتے ہو۔ ملا اعلیٰ کس امر پر جھگڑا کرتے ہیں؟ میں نے عرض کی: میں تو نہیں جانتا۔ یہ سن کر خدا نے اپنا دست مبارک میرے شانوں کے درمیان رکھا یہاں تک کہ میں نے خدا کے ہاتھ کی ٹھنڈک اور سردی کو اپنی چھاتی کے درمیان محسوس کیا پھر جو چیزیں

آسمانوں اور زمین میں ہیں ان سب کو میں نے جان لیا"

(منتخب کنز الاعمال جلد ۲، ص ۳۶۱)

خدا کے پاؤں

اسی طرح خدا کے پاؤں کے متعلق حدیثیں دیکھو:

لا تزال جهنم يلقى فيها وتقول هل من مزيد حتى يضع الجبار فيها قدمه فهنا لك تنزوى وتقول قط قط.

"بندگان خدا برابر دوزخ میں ڈالے ہی جائیں گے اور اس سے آواز نکلتی رہے گی اور کچھ ہے؟ اور کچھ ہے؟ یہاں تک کہ خدائے جبار اپنا پاؤں ڈال دے گا، اس وقت دوزخ علیحدہ ہو جائے گی اور کہے گی بس بس! میں بھر گئی"

(منتخب کنز الاعمال جلد ۱، ص ۱۱۵)

يقبل الجبار عزوجل فيثنى رجله على الجسر ويقول وعزتى وجلالى لايتجاوزنى اليوم ظلم فينصف الخلق من بعضهم بعضا حتى انه ينصف الشاة الجماء من العضباء بنطحة نطقها.

"قیامت کے روز خدا اپنی ٹانگ کو جہنم کے پل پر موڑ کر رکھ دے گا اور فرمائے گا مجھے قسم ہے اپنی عزت کی، مجھے قسم ہے اپنے جاہ و جلال کی، آج کسی شخص کا ظلم مجھ سے بھاگنے نہیں پائے گا۔ پھر مخلوقات سے ہر مظلوم کے ظلم کا بدلہ ظالم سے لے گا اور سب کے ساتھ انصاف کرے گا۔ یہاں تک کہ وہ بغیر سینگ والی بکری کا بدل بھی سینگ ٹوٹی ہوئی بکری سے لے گا۔ جس نے اس کو اپنی سینگ سے مار کر اذیت پہنچائی ہوگی۔ (کنز الاعمال جلد ۱، ص ۱۱۰)

اور سنو حضرت رسول خدا نے ارشاد فرمایا ہے کہ روز قیامت خدا مجھے اپنی معرفت کرائے گا۔ (یعنی اپنے کو مجھے پہنچوائے گا) تو میں اپنے پروردگار کے پہچاننے کے بعد اسے ایسا سجدہ کروں

گا جس پر وہ مجھ سے خوش ہو جائے گا۔ پھر میں اس کی ایسی مدح کروں گا جس پر وہ مجھ سے راضی ہو جائے گا۔ پھر مجھے کلام کرنے کی اجازت دی جائے گی' پھر میری امت صراط کے پل پر سے گزر جائے گی اور وہ صراط کا پل جہنّم کے بیچ میں رکھا جائے گا۔ میری امت کے لوگ اس پل پر سے ایسے تیز تر گزر جائیں گے جیسے نگاہ دوڑ جاتی ہے یا تیر چلا جاتا ہے بلکہ اس سے بھی تیز تر جائیں گے اور دوزخ خدا سے سوال کرے گی کہ کچھ اور بھی ہے وہ برابر اسی طرح سوال کرتی رہے گی یہاں تک کہ خدا اپنا قدم (پاؤں) اس دوزخ میں ڈال دے گا۔ اس پر جہنّم کا بعض حصّہ بعض حصّہ کے کنارے تک ہو جائے گا اور دوزخ چیخنے لگے گی کہ بس بس اب میرا پیٹ بھر گیا ہے۔ (منتخب کنزالاعمال جلد ۶' ص ۹۳) اس حدیث شریف سے یہاں یہ امر معلوم ہوا کہ خدا روز قیامت اپنا پاؤں جہنّم میں ڈال دے گا وہاں یہ فائدہ بھی مستفاد ہوا کہ خدا بروز قیامت اپنے آپ کو آنحضرتؐ سے پہچوائے گا۔ آنحضرتؐ اس کو پہچان کر سجدہ کریں گے۔ اب جناب رسالت مابؐ کی اس مشہور حدیث کا مطلب واضح ہو گیا جو خدا کو مخاطب کر کے فرمایا تھا کہ" ماعرفناک حق معرفتک " اے خدا مجھے پہچاننے کا جو حق ہے وہ میں نہ پہچان سکا اور وہ مطلب یہ ہے کہ خدا کو ایسا پہچاننا جس کے بعد آنحضرتؐ خدا کے سجدے میں جھک جائیں، آنحضرت کو بروز قیامت ہی حاصل ہو گا، سبحان اللہ

خدا کا تاج

اور یہ بھی سنو کہ حضرت رسولؐ خدا نے فرمایا ہے:

" رایت ربی فی خطیرة من الفردوس فی صورة شاب علیه تاج یلثمع البصر " (کنزالاعمال' جلد ا' ۵۸)

" میں نے اپنے پروردگار کو فردوس کے ایک خطیرہ میں دیکھا ہے، جو ایک جوان کی صورت رکھتا ہے اور اس کے سر پر تاج ہے جس سے آنکھیں خیرہ ہوتی تھیں۔

خدا کی جوتیاں

یہ بھی دیکھو کہ جناب رسولؐ خدا نے فرمایا کہ۔

رأیت ربی فی المنام فی صورة شاب موفر فی الخضر علیه نعلان من ذهب وعلی وجهه فراش من ذهب.

''میں نے خواب میں اپنے پروردگار کو ایک جوان کی صورت میں دیکھا ہے۔ جس کے سر کے بال کثرت سے ہیں اور وہ سبز لباس اور سونے کی جوتیاں پہنے ہوئے ہے اس کے چہرے پر سونے کا پردہ پڑا ہوا ہے

(کنز الاعمال، جلد ۱، ص ۵۸)

اور معلوم ہے کہ آنحضرتؐ کا خواب سچا ہوتا ہے غلط نہیں ہو سکتا۔ اس سے استدلال صحیح ہے''

خدا کی پنڈلی

قرآن مجید کی ایک آیت ہے:

یَوْمَ یُکْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَّیُدْعَوْنَ اِلَی السُّجُوْدِ فَلَا یَسْتَطِیْعُوْنَ.

(پارہ ۲۹ سورہ قلم آیت: ۴۲)

اس کا ترجمہ میرے مذہب کے عالموں نے اس طرح کیا ہے:

''جس دن پنڈلی کھولی جائے گی یعنی جو سخت پریشانی اور گھبراہٹ کا دن ہوگا اور لوگ سجدے کے لیے بلائے جائیں گے تو سجدہ نہ کرسکیں گے۔''

(ترجمہ مولانا مقبول احمد صاحب مرحوم دہلوی)

دوسرا ترجمہ سنو!

''جس دن پنڈلی کھول دی جائے گی اور کافر لوگ سجدے کے لیے جائیں گے تو سجدہ نہ کرسکیں گے۔'' (ترجمہ مولانا فرمان علی صاحب مرحوم)

جس سے معلوم ہوا کہ ہمارے علماء ساق سے مراد خدا کی پنڈلی نہیں لیتے بلکہ مصیبت قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ اس پر یہ حاشیہ قابل غور ہے۔ تفسیر صافی میں ہے کہ جس دن معاملہ بہت ہی سخت ہو جائے گا، آفتیں بہت ہوں گی اور کشف ساق ایسی حالت بیان کرنے کی مثال ہے،

اور اصل اس کی یہ ہے کہ حملہ کے وقت یا بھاگنے کے وقت پنڈلی پر سے کپڑا اٹھا لیا جاتا ہے، نیز یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ جس دن معاملہ کی اصلیت وحقیقت اس طرح کھل جائے گی کہ آنکھیں دیکھ لیں گی۔ اس صورت میں یہ استعارہ ہے کیونکہ درخت کے تنے کو بھی ساق کہتے ہیں اور اس کی چھال چھیل ڈالنے پر لکڑی کی حقیقت معلوم ہو جاتی ہے اور اگر انسان کی پنڈلی مراد لی جائے تو بھی کوئی حرج نہیں۔ کیونکہ گوشت پوست دور کرنے پر اس کی حقیقت بھی پوشیدہ نہیں رہتی۔ لفظ ساق کو نکرہ لانا بھی بتاتا ہے کہ وہ دن بڑا ہی ہولناک ہوگا۔

تفسیر مجمع البیان میں جناب امام محمد باقرؑ اور امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ ان دونوں حضرات نے اس آیت کے بارے میں فرمایا کہ قیامت کے ہول سے لوگ متحیر ہو کر خاموش ہو جائیں گے۔ یہ ہیبت ان پر طاری ہو جائے گی۔ چونکہ مذمت و ذلت ان پر سوار ہوگی اور رسوائی کا سامنا ہوگا اس سے ان کی آنکھیں تو کھلی کی کھلی رہ جائیں گی اور کلیجے منہ کو آ جائیں گے۔ (ترجمہ مولانا مقبول احمد صاحب مرحوم ص۹۰۳) دوسرا قول سنو۔ پنڈلی کھول لینے کا مطلب کسی مصیبت و بلا کا آنا ہے اور چونکہ قیامت سے بالاتر کوئی مصیبت نہیں اس وجہ سے اس کو ان الفاظ میں بیان فرمایا۔ (ترجمہ مولانا فرمان علی صاحب مرحوم ص۹۰۳) اب اپنے مذہب کا ترجمہ اور تفسیر بھی سنو کس قدر ہنسنے کی بات ہے۔ اس شہر کے مولانا وحید الزمان صاحب کیسے زبردست عالم ہیں بلکہ ہندوستان بھر کے اہل حدیث حضرات کے پیشوائے اعظم ہیں۔ ممدوح تحریر فرماتے ہیں: جس دن حق تعالیٰ کی پنڈلی کھولی جائے گی اور سب لوگ سجدے کے لیے بلائے جائیں گے تو یہ کافر اور منافق سجدہ نہ کر سکیں گے۔ اور ممدوح نے یہ حاشیہ بھی اس پر لکھا ہے ان کی پیٹھ کی پسلیاں جڑ کر ایک تختہ کی طرح ہو جائیں گی سجدہ کے لیے جھک نہ سکیں گے۔ یہ مضمون صحیح حدیث میں وارد ہے۔ بخاری اور مسلم نے ابوسعید سے حوالہ نکالا، آنحضرتؐ نے فرمایا: جس دن مالک ہمارا اپنی پنڈلی کھولے گا تو ہر مومن مرد اور مومن عورت اس کو سجدہ کریں گے اور وہ لوگ رہ جائیں گے جو دکھانے اور سنانے کے لیے دنیا میں سجدہ کرتے تھے، ان کے دل میں ایمان نہ تھا۔ ان کی پیٹھ ایک تختہ ہو جائے گی۔ دوسری حدیث میں ہے اسی آیت کی تفسیر میں کہ ایک بڑا

نور ظاہر ہوگا اور لوگ سجدے میں گر پڑیں گے۔ متکلمین نے اپنی عادت کے موافق ساق یعنی پنڈلی کی تاویل کی ہے اور یُکۡشَفُ عَنۡ سَاقٍ کا ترجمہ یوں کیا ہے۔ جس دن سخت دن ہوگا۔ اہل حدیث تاویل نہیں کرتے اور سمع اور بصر عین اور وجہ قدم اور حقو) کی طرح پروردگار کے لیے ساق یعنی پنڈلی بھی ثابت کرتے ہیں اور اس کو ظاہری معنی پر محمول رکھتے ہیں مگر یہ کہتے ہیں کہ اس کی ساق ایسی ہے جیسے اس کی شان کے لائق ہے اور مخلوقات کی ساق سے اس کو مشابہت نہیں دیتے، اور افسوس ہے صاحب مدارک بیضاوی کشاف اور رازی پر جنہوں نے ساق کی تاویل کی اور اہل حدیث کو مشبہ قرار دیا۔ شاہ ولی اللہ صاحب نے فرمایا کہ یہ لوگ خود خطا پر ہیں جو اہل حدیث کو مجسمہ اور مشبہ قرار دیتے ہیں۔ (کلام اللہ مترجم مولانا موصوف مطبوعہ لاہور ص ۷۳۶)

مولوی صاحب: جب مولانا موصوف نے صاف کہہ دیا کہ ''خدا کی ساق ایسی ہے جیسے اس کی شان کے لائق ہے اور مخلوقات کی ساق سے اس کو مشابہت نہیں تو اب تمہارا یا کسی کا کیا اعتراض ہو سکتا ہے، مولانا صاحب نے بالکل درست لکھا ہے۔

ہدایت خاتون: انہوں نے یہ تو مانا کہ خدا کے کان' آنکھ' صورت' قدم' کمر اور پنڈلی ہے بس اس سے خدا کی جسمیت ثابت ہوگئی اور یہی میں دکھا رہی ہوں، اب رہا یہ کہ وہ آدمیوں جیسی نہیں تو اس سے کیا ہوتا ہے۔ گھوڑوں کی پنڈلی' بیلوں کی پنڈلی' بکریوں کی پنڈلی، اونٹوں کی پنڈلی بھی ایسی نہیں ہوتی۔ مگر ہوتی ہے۔ بلکہ بوڑھے لوگوں کی پنڈلی جوانوں ایسی اور جوانوں کی پنڈلی بچوں ایسی' مردوں کی پنڈلی عورتوں جیسی' صحیح لوگوں کی پنڈلی بیماروں ایسی نہیں ہوتی بلکہ ہر قسم کے آدمی کی اس کی شان ایسی ہوتی ہے پھر خدا کے لیے یہ کون سی خوبی ہوگی کہ اس کی پنڈلی آدمیوں ایسی پنڈلی نہیں ہوتی ہے۔ پنڈلی تم لوگوں نے مان تو لی اور اس کو جسم والا تسلیم کر لیا۔

مولوی صاحب: ہاں بات تو انصاف کی ہے۔ جب آدمیوں ایسی پنڈلی نہیں تو کیا ہوا۔ پنڈلی کا اعتقاد تو کر لیا جو بہر صورت جسم ہی ہوسکتی ہے۔

ہدایت خاتون: مولانا صاحب ہی اپنی دوسری کتاب میں بھی لکھتے ہیں۔ ''یکشف عن

ساقه"(اسکی پنڈلی کھولی جائے گی) یہ عرب کا محاورہ ہے کشف ساق اس محل پر بولتے ہیں جہاں کوئی سخت مہم پیش آتی ہے جس کا بندوبست کرنے کے لیے آدمی کو بہت کوشش اور سعی کرنا ہوتی ہے۔عرب لوگ کہتے ہیں" شمر عن ساعده " اور" كشف عن ساقه' بازوؤں سے کپڑا ہٹایا اور پنڈلی کو کھولا یعنی ایک کام کا اہتمام کیا۔ نہ وہاں بازوؤں سے غرض ہوتی ہے نہ پنڈلی سے۔ جیسے ایک شخص کے ہاتھ کٹے ہوئے ہوں اور وہ بخیل ہو تو اس کو کہیں" يده مغلولة "یعنی اس کا ہاتھ بندھا ہوا ہے۔مطلب یہ ہے کہ وہ بخیل ہے(انوار اللغتہ پارہ ۱۲ص ۱۶۶) اس سے یہ بات تو یقینی ہوگئی کہ شیعہ خدا کے کشف ساق کا جو مطلب لیتے ہیں وہ لغت کے مطابق ہے کوئی تاویل یا نامناسب ترجمہ نہیں ہے بلکہ عربی زبان اور اس کی لغت اس کی تصدیق کرتی ہے اور تمہاری ایسی معتبر کتاب بھی اس کی شہادت دیتی ہے لیکن تمہارے یہاں اس آیت میں یہ معنی چھوڑ کر واقعی خدا کی پنڈلی ہی مراد لی گئی ہے۔چنانچہ موصوف لکھتے ہیں۔ فيكشف عن ساقه پروردگار اپنی پنڈلی کھول دے گا۔اپنے بندوں کو قدم بوسی کا شرف عنایت کرے گا،اس کو دیکھ کر تمام مومنین سجدے میں گر پڑیں گے۔یہ حدیث حدیث صفات میں سے ہے اور اہل حدیث ایسی حدیثوں کے ظاہری معنی پر ایمان رکھ کر اس کی حقیقت اور کیفیت کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتے ہیں۔یعنی اس بات کا اعتقاد رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا منہ ہے' ہاتھ ہے' آنکھیں ہیں' پنڈلی ہے۔مگر یہ چیزیں مخلوقات کے ہاتھ اور منہ آنکھ اور پنڈلی سے مشابہت نہیں رکھتے۔جیسے اس کی ذات مقدس مخلوق کی ذات سے مشابہت نہیں رکھتی۔اور جہمیہ اور اہل کلام ان حدیثوں کی تاویل کرتے ہیں۔کہتے ہیں ہاتھ سے قدرت اور آنکھ سے بصر اور وجہ سے ذات اور پنڈلی سے نور مراد ہے۔بعضوں نے کہا کہ ساق سے مراد فرشتوں کی جماعت ہے۔مترجم کہتا ہے ہم کیوں تاویل اور تحریف کریں اللہ تعالیٰ جیسے اپنی ذات مقدس اور اپنے صفات کو جانتا ہے اسی طرح جیسے پیغمبر اسلام اللہ کی ذات و صفات کو جانتے ہیں دوسرا کوئی نہیں جان سکتا۔پھر جن صفات یا الفاظ کا اطلاق اللہ تعالیٰ نے اپنے اوپر کیا ہے۔یا اس کے رسول ؐ نے ہم بھی بلاتکلف و بلاتخصیص ان کا اطلاق اس پر کرتے ہیں۔ البتہ یہ صحیح ہے کہ اس کی ذات اس کی کسی صفت کو مخلوقات سے مشابہت نہیں دیتے یعنی یوں نہیں

کہتے کہ اللہ کا ہاتھ ہمارے ہاتھ کی طرح ہے یا اس کی آنکھ ہماری آنکھ کی سی ہے اور یہی طریق اسلم ہے اور سلف صالحین سب اس اعتقاد پر گزرے ہیں۔ ہم بھی انہیں کے ساتھ ہی رہنا چاہتے ہیں نہ پچھلے اہل کلام اور جہمیہ کے ساتھ (انوار للغتہ پارہ ۱۲، ۱۶۷) اس کلام سے خدا کا جسم بالکل صاف ثابت ہو گیا...... کیونکہ ہم لوگ جن کی قدم بوسی کرتے ہیں ان کے بدن ضرور ہوتا ہے اور مولانا صاحب نے اقرار کیا کہ خدا اپنے بندوں کو قدم بوسی کا شرف عنایت فرمائے گا پس جب اس کے قدم چومنے، چھونے اور پکڑنے کے قابل ہیں تب ہی تو ہم لوگ قدم بوسی کر سکیں گے اور میں موصوف کا کلام پڑھ چکی ہوں لکھا ہے کہ خدا کے حقو بھی ہے اس کی توضیح ممدوح اس طرح کرتے ہیں۔" حقو" وہ مقام ہے جہاں ازار بند باندھتے ہیں۔

قامت الرحم فاخذت بحقو الرحمان.

"رحم یعنی رشتہ ناطہ کھڑا ہوا اور پروردگار کا حقو تھام لیا۔"

مولف کہتا ہے کہ یہ حدیث حدیث صفات میں سے ہے اور سلف نے اس قسم کی حدیثوں میں تاویل نہیں کی بلکہ ان کو اپنے ظاہر رکھا اور یہ کہا ہے کہ پرودگار کی آنکھ، ہاتھ، چہرہ، قدم، ساق اور حقو سب کچھ ہیں مگر جیسے اس کی ذات مقدس کے لائق ہیں اور یہی طریقہ اسلم ہے۔

(انوار اللغتہ پارہ ۶، ۱۰۹)

خدا کی انگلیاں

بھی ثابت کی گئی ہیں۔ مولانا موصوف یہ حدیث بھی لکھتے ہیں **بین اصبعین من اصابع الرحمان** "پروردگار کی انگلیوں میں سے دو انگلیاں کے بیچ" میں ان حدیثوں سے پروردگار کی انگلیاں ہونا ثابت ہے۔ لیکن جہمیہ اور معتزلہ نے ان کا انکار کیا ہے۔ اور مجسمہ اور مشبہ نے پروردگار کی انگلیوں کی مخلوق کی انگلیوں کی طرح سمجھا ہے۔ دونوں گمراہ ہیں۔

(انوار اللغتہ پارہ ۱، ص ۳۴)

خدا کا نزول

جب خدا کے ہاتھ' پاؤں' انگلیاں' جوتیاں سب ثابت کی جا چکیں تو وہ بے کار کیسے رہ سکتا ہے۔ اسی وجہ سے اس کا چلنا' پھرنا' ٹہلنا' اترنا وغیرہ بھی تو مان لیا گیا اور بڑے دھوم دھام سے اس کی حدیثیں جمع کی گئیں اس تماشہ کو بھی دیکھ لو۔

اذا کان یوم عرفة ینزل الرب عزوجل الی سماء الدنیا.

"جب روز عرفہ ہوتا ہے تو خدائے عزوجل آسمان سے دنیا کی طرف آتا ہے۔"

(منتخب کنز الاعمال، جلد ا' ص ۳۵۸)

اما الوقوف عشیة عرفة فان الله یهبط الی السماء الدنیا .

"عرفہ کی شام کو ٹھہرنے کے متعلق یہ ہے کہ اس روز خدا آسمان سے دنیا کی طرف نزول کرتا اور اترتا ہے۔" (کتاب مذکورہ جلد ا' ص ۳۵۹)

ان الله تعالی یطلع فی العیدین الی الارض.

"خدا عید فطر اور عید اضحیٰ کے روز زمین کی طرف جھانکتا ہے۔"

(کتاب مذکورہ جلد ۳' ص ۳۵۴)

نزول خدا کی کیفیت

یہاں اگر یہ تردد پیدا ہو کہ خدا آسمان سے زمین کی طرف کس طرح اتر آتا ہے جس طرح بارش ہوتی ہے اسی طرح وہ بھی ٹپک پڑتا ہے یا جس طرح طیور آشیاں سے اترتے ہیں اسی طرح اڑتا ہوا نیچے آتا ہے یا جس طرح آدمی کوٹھے سے نیچے اترتا ہے اسی طرح خدا بھی اترتا ہے تو اس کی تصریح ابھی حدیث کی کتابوں میں نہیں ملتی لیکن تمہارے علماء حدیث بلکہ آئمہ حدیث نے تحقیق کر کے بتا دیا ہے کہ خدا کس طرح اترتا ہے۔ چنانچہ تمہارے بہت بڑے علامہ امام ابن تیمیہ جن کا قول تم لغت کے متعلق پہلے ذکر کر چکے ہو اور جن کی ہر بات پر آج تک کل حضرات اہل سنت ایمان لاتے اور ان کے ہر قول و فعل کو بے چوں و چرا تسلیم کرتے ہیں۔ چنانچہ تمہارے

دوسرے علامہ نواب مولوی صدیق حسن خان صاحب بھوپالی لکھتے ہیں:

ومن اراد تحقیق ذالک فعلیه بکتب شیخنا الشوکانی وکتب آئمة السنته ابن تیمیة وابن القیم وابن الوزیر والسید الامیر ومن حذا حذوهم.

"یعنی جس کو ان امور کی تحقیق کرنی ہو اسے لازم ہے کہ اہل سنت کے شیخ شوکانی کی کتاب دیکھے اور فرقہ اہل سنت کے اماموں مثلاً ابن تیمیہ' ابن القائم' ابن الوزیر' سید الامیر اور جو ان کے قدم پر چلا ہے ان کی کتابوں کا مطالعہ کرے"

(فقط ابجد العلوم' ص ۸۶)

انہیں علامہ ابن تیمیہ نے خدا کے اترنے کو کس طرح بتایا ہے۔ ذیل کی عبارت سے معلوم ہوگا۔ علامہ ابن بطوطہ اپنے سفر نامہ میں لکھتے ہیں:

وکان بدمشق من کبار الفقهاء الحنابلة تقی الدین بن تیمیه کبیر الشام یتکلم فی الفنون.

"شہر دمشق میں فقہا حنابلہ کے بڑے مجتہدین سے ایک علامہ تقی الدین ابن تیمیہ بھی تھے جو ملک شام کے بڑے پیشوا تھے اور وہ مختلف علوم وفنون میں کلام کرتے تھے۔"

وکان اهل دمشق یعظمونه اشد التعظیم ویعظهم علی المنبر.

"دمشق کے کل اہل اسلام ابن تیمیہ کی شدید تعظیم کیا کرتے تھے اور وہ ان لوگوں کو منبر پر وعظ کیا کرتے تھے"

وکنت وذاک بدمشق فحضرته یوم الجمعة وهو یعظ الناس علی منبر الجامع ویذکرهم وکان من جملة کلامه ان قال ان الله ینزل الی سماء الدنیا کنز ولی هذا ونزل درجة من درج

المنبر فعارضه فقيه مالكي يعرف بابن الزهراء وانكر ماتكلم به فقامت العامة الى هذا الفقيه وضربوه بالايدی والنعال ضر با كثيرا حتے سقطت عمامة.

"یعنی ابن بطوطہ کہتے ہیں کہ میں اس زمانہ میں دمشق ہی میں تھا تو ایک روز جمعہ کے دن میں ان کے پاس گیا۔ جب وہ جامع مسجد میں منبر پر لوگوں کو وعظ کر رہے تھے اور ان کی نصیحت اور افہام و تفہیم میں مشغول تھے تو اس وقت جو کلام انہوں نے کیا اس میں ایک بات یہ بھی تھی کہ کہا یقیناً خدا آسمان سے دنیا کی طرف اسی طرح اترتا ہے جس طرح میں منبر سے نیچے اترتا ہوں۔ اس کے بعد آپ منبر کے ایک زینہ سے اتر کر دوسرے زینہ پر آ گئے تا کہ لوگ دیکھ لیں کہ خدا اس طرح اترتا ہے۔ اس پر ایک مالکی عالم ابن الزہر نے اعتراض کیا تو کل حاضرین مسجد اٹھ کھڑے ہوئے اور اس مالکی عالم کو اپنے ہاتھوں اور جوتوں سے مارنا شروع کیا۔ اسے اس قدر مارا، اتنا پیٹا کہ اس کا عمامہ سر سے اتر گیا۔

(رحلۃ ابن بطوطہ مطبوعہ مصر ص ۵۷)

اب تو تم لوگ کوئی تاویل نہیں کر سکتے اور نہ کسی کو کوئی تردد اس امر کے سمجھنے میں رہے گا کہ خدا آسمان سے کس طرح اترتا ہے۔ علامہ ابن جوزی فرماتے ہیں:

ومن الواقفين مع الحس اقوام قالوا هو علے العرش بذاته علے وبنه المماسة فاذا نزل انتقل وتحرك وجعلوا لذاته نهاية وهولاء قد اوجبوا عليه للساعة والمقدار واستدلو علے انه على العرش بذاته بقول رسول الله ينزل الله ربنا الى السماء الدنيا قالوا ولا ينزل الامن هوفوق وهولا حملوا نزوله على الامر الحسى الذى يوضف به الاجسام هولاء المشبهة الذين حملوا

الصفات علی مقتضی الحسن.

"یعنی منجملہ ان لوگوں کے جو حواس پر ٹھہر گئے کچھ لوگ ہیں جن کا یہ قول ہے کہ اللہ عرش پر بذات خود اس سے ملا ہوا بیٹھا ہے۔ پھر جب وہاں سے اترتا ہے تو عرش کو چھوڑ کے اتر آتا ہے اور متحرک ہوتا ہے اور ان لوگوں نے اس کی ذات کو ایک محدود متناہی شے قرار دیا اور یہ لازم کیا کہ وہ ناپا جا سکتا ہے کہ کتنے فٹ کتنے انچ کا ہاتھ پاؤں قد وغیرہ ہے اور اس کی مقدار محدود ہے۔ اور ان کی دلیل یہ ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا کہ اللہ آسمان کی طرف نزول فرماتا ہے ان لوگوں نے کہا کہ اترنا اسی کے حق میں کہتے ہیں جو اوپر چڑھا ہو اور انہوں نے اترنے کو محسوس چیز پر رکھا۔ جس سے اجسام کا وصف بیان کیا جاتا ہے یہ قوم مشبہہ وہ ہیں جو اللہ کی صفات کو محسوس کے موافق قرار دیتے ہیں۔"

(کتاب تلبیس ابلیس مطبوعہ دہلی ص ۱۲۱)

اور تمہارے ہی ایک بہت بڑے علامہ بلکہ امام بیہقی صاحب تحریر فرماتے ہیں۔

وقد زل بعض شیوخ اهل الحدیث ممن یرجع الی معرفة بالحدیث والرجال فحارهن هذه الطریقة حین روی حدیث النزول ثم اقبل علی نفسه فقال ان قال قائل کیف ینزل ربنا الی السماء قیل له ینزل کیف یشاء فان قال هل متحرک اذ انزل فقال اشاء تحرک وان شاء لم یتحرک.

"یعنی بڑے بڑے شیوخ اور آئمہ فن حدیث کو یہاں لغزش ہوتی ہے۔ جن کی تحقیقات پر دین و ایمان کا مدار ہے اور معرفت حدیث و رجال میں وہ لوگ مرجع خلائق ہیں (کہ جو باتیں صاف صاف ظاہر کرنے کی نہیں تھیں انہوں نے وہ کہہ دیں) اس لیے کہ جب خدا کے آسمان سے دنیا پر اترنے کی حدیثوں کو

روایت کیا تو خود اپنے نفس سے یوں سوال و جواب کیا کہ اگر کوئی پوچھے خدا آسمان سے کیونکر اترتا ہے تو جواب دیں گے جس طرح چاہے اترے اگر کوئی شخص یہ سوال کرے کہ نازل ہوتے وقت خدا کو حرکت ہوتی ہے یا نہیں تو اس کو جواب دیا جائے گا کہ یہ اس کے اختیار میں ہے چاہے تو حرکت کرے اور چاہے حرکت نہ کرے۔

مولوی صاحب: تم عربی عبارتوں کا ترجمہ کیوں کرتی جاتی ہو میں تو سب سمجھ لیتا ہوں پھر وقت ضائع کرنے سے فائدہ؟

ہدایت خاتون: تم کو ضرورت نہیں ہے مگر مجھے تو ہے کہ اطمینان ہو جائے جو مطلب میں سمجھتی ہوں درست ہے اگر غلط ہو تو تم سمجھا دو۔

مولوی صاحب: خیر اس غرض سے ترجمہ کرلیا کرو اگرچہ میں تو دیکھتا ہوں کہ تم خدا کے فضل سے بڑی بڑی کتابوں کا مطلب بھی خوب سمجھ جاتی ہو میں حیران ہوں کہ تم عورت ذات ہو کر ایسا ذہن و حافظہ رکھتی ہو۔ اگر کہیں مرد ہوتیں تو کیا قیامت ڈھاتیں۔

ہدایت خاتون: مجھے بناؤ نہیں میں کیا اور میرا ذہن کیا۔ البتہ سچے دل سے روزانہ کہتی ہوں "اھد نا الصراط المستقیم" اے خدا! مجھے سیدھا راستہ دکھا دے۔ شاید اسی وجہ سے خدا ہر کتاب کا مطلب سمجھنے میں میری پوری ہدایت کرتا رہتا ہے، اور صحیح مقصود تک جلد پہنچا دیتا ہے۔

خدا کی آواز

تمہارے خدا کی آواز بھی ثابت کی گئی ہے۔

قال موسیٰ یارب قریب انت فاناجیک ام بعید فانا دیک فانی احس حس صوتک ولا اراک فاین انت فقال اللہ انا خلفک وامامک وعن یمینک وعن شمالک یا موسیٰ.

حضرت موسیٰؑ نے خدا سے عرض کی کہ اے پروردگار! تو مجھ سے قریب ہے یا دور ہے؟ اگر قریب ہے تو میں تجھ سے مناجات کروں اور اگر بعید ہے تو میں چلا کر تجھ سے کہوں کیونکہ میں صرف تیری آواز محسوس کر رہا ہوں اور تجھے دیکھ نہیں پاتا ہوں۔ اس کے جواب میں خدا نے فرمایا میں تمہارے پیچھے بھی ہوں اور تمہارے آگے بھی تمہارے دائیں جانب بھی اور بائیں جانب بھی۔

(منتخب کنزالاعمال جلد ۱، ص ۳۲۱)

خدا کا گھر

جب خدا کے اعضاء ثابت ہو چکے تو اس کے لیے مکان کا ہونا بھی ضروری ہے۔ چنانچہ اس کی حدیثیں بھی کثرت سے ہیں۔ اوپر بیان ہو چکا ہے کہ آنحضرتؐ نے بہشت کے کسی خطیرے میں خدا کی زیارت کا شرف حاصل کیا تھا مگر دنیا پیدا کرنے سے پہلے کہاں رہتا تھا؟ اس کا ذکر اس حدیث میں ہے' ابورزین سے مروی ہے:

"کان فی عماد تحته هواء ثم خلق عرشه الی الماء قال قلت یارسول الله این کان ربنا قبل ان یخلق السماء ات والارض قال فذکره"

"یعنی ابورزین بیان کرتے تھے کہ میں نے آنحضرتؐ سے دریافت کیا کہ اے رسولؐ خدا، ہمارے پروردگار آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے سے پہلے کہاں رہتا تھا؟ حضرتؐ نے فرمایا وہ ایک ابر میں رہتا تھا جس کے نیچے ہوا تھی پھر خدا نے اپنے عرش کو پانی پر پیدا کیا"

(کنزالاعمال' جلد ۱ ص ۶۰ و مشکوٰۃ شریف جلد ۷' ص ۱۵۵)

اس روایت میں جو نکتے ہیں ان کو میں خود نہیں بیان کروں گی بلکہ زمانہ حال کے نہایت مشہور علامہ اور تمہارے انہی مولانا (جن کی کتاب تحفہ اثنا عشریہ کی تم اتنی تعریف کرتے ہو یعنی)

شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی کی کتاب سے نقل کر دینا مناسب سمجھتی ہوں۔ موصوف تحریر فرماتے ہیں:

عن ابی رزین العقیلی انه قال قلت یا رسول الله این کان ربنا قبل ان یخلق الخلق قال کان فی عماء ماتحت هواء.

باید دانست کہ صدور ایں کلمہ چند جامعہ مشکوٰۃ نبوۃ بصحت پیوستہ است اما معنے آں بحسب ظاہر از اشکالے خالی نیست زیرا کہ کلمہ ایں کہ در کلام سائل واقع شدہ درلغت عرب موضوع است برائے سوال از مکان و ایضا عماء کہ در جواب آں اندراج یافتہ درلغت عبارت از سحابیست رقیق وآں از مقول جسم است و حال و جسم را جسم می باید بود۔ وایضا بقید سوال بہ قبل ان یخلق الخلق مشعراست بانکہ حق سبحانہ بعد خلق الخلق در خلق است وآں موہم حلول است وهو سبحانه متعال عن ذالک علو اکبیر ا.

یعنی ابورزین عقیلی سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا اے! رسولؐ خدا ہمارا پروردگار اپنی مخلوق پیدا کرنے سے پہلے کہاں رہتا تھا؟ حضرتؐ نے ارشاد فرمایا وہ ایک ابر میں رہتا تھا جس کے نیچے ہوا تھی۔ جاننا چاہیے کہ مشکوٰۃ نبوت سے اس کلمہ جامعہ کا صادر ہونا صحت تک پہنچا ہے (یعنی یہ حدیث صحیح ہے جس میں کوئی تردد نہیں ہوسکتا) لیکن اس کا معنی و مطلب ظاہری طور پر اعتراض سے خالی نہیں ہے اس لیے کہ حدیث کے سوال میں سائل جو لفظ "اَیْنَ" واقعہ ہوا ہے وہ عربی زبان میں مکان اور جگہ دریافت کرنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ (یعنی جب یہ پوچھنا ہوتا ہے کہ فلاں چیز یا فلاں شخص کہاں ہے؟ تب یہ لفظ استعمال کرتے ہیں اور آنحضرتؐ نے جو جواب دیا ہے اس میں لفظ عماء استعمال کیا ہے۔ جو ہلکے ابر کے لیے واضع کیا گیا ہے اور یہ مقول جسم سے ہے اور جو چیز کسی جسم میں حلول کیے ہوئے ہے اس کے لیے بھی جسم کا ہونا ضروری ہے۔ نیز سائل نے اپنے سوال کو قبل "ان یخلق الخلق" (اپنی مخلوق کے پیدا کرنے سے پہلے) کے ساتھ جو مقید کیا ہے یہ اس امر کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ خدا اپنی مخلوق پیدا کرنے کے بعد اپنی

مخلوق میں رہتا ہے اور اس امر سے ثابت ہوتا ہے کہ خدا مخلوق میں حلول کیے ہوئے ہے۔(فتاوی عزیزی جلد ۲، ص ۷۹)

اور مولانا وحید الزمان خان صاحب نے لکھا ہے۔ " اَیْنَ اَللّٰہُ " اللہ تعالیٰ کہاں ہے ؟یہ آنحضرتؐ نے ایک لونڈی سے پوچھا۔اب جس نے ایسا پوچھنے سے منع کیا ہے وہ جاہل ہے۔ کیا وہ پروردگار کی صفات کو پیغمبرؐ اسلام سے زیادہ جانتی ہے اپنی منطق ورحکمت خاک میں جھونکی اور طیبی نے جو کہا کہ آنحضرتؐ کا مقصود اس سوال سے یہ نہ تھا کہ اللہ کا مکان کہاں ہے؟ بلکہ آلہ ارضیہ کی نفی منظور تھی۔یعنی ان بتوں کی جن کی عرب لوگ پرستش کرتے تھے۔یہ خواہ مخواہ کا مکابرہ ہے اَیْنَ لغت میں سوال مکانی کے لیے موضوع ہے اور مکان کا لفظ شرع میں اللہ تعالیٰ کے لیے وارد ہے۔ چنانچہ حدیث قدسی میں ہے۔" وارتفاع مکانی " اور عباس بن مرداس نے آنحضرتؐ کے سامنے یہ شعر پڑھا اور آپؐ نے سکوت فرمایا:

تعالی علوا فحوی العرش الهنا

وکان مکان الحق اعلی واعظماء

(انوار اللغۃ پارہ ۱۵، ص ۱۷)

خدا کے اور گھر بھی ہیں

سنو!

"اوحی الله تعالی الی موسی یا موسیٰ یجب ان اسکن معک بیتک فخرللہ ساجدا ثم قال یارب وکیف تسکن معی فی بیتی"

"یعنی خدا نے اپنے پیغمبر حضرت موسیٰؑ کی طرف یہ وحی نازل کی کہ اے موسیٰ ! کیا تم اس کو پسند کرتے ہو کہ میں تمہارے ساتھ تمہارے گھر میں رہا کروں یہ سنتے ہی حضرت موسیٰؑ سجدے میں گر پڑے۔اور کہا اے میرے پروردگار ! تو میرے

ساتھ گھر میں کیونکر رہ سکتا ہے؟" (منتخب کنزالاعمال جلد ۱، ص ۳۲۱)

اس سوال و جواب سے یہ نتیجہ نکلا کہ جس وقت یہ باتیں ہوئیں اس وقت خدا حضرت موسیٰؑ کے گھر میں نہیں تھا بلکہ کسی اور مقام پر تھا۔ وہاں سے حضرت موسیٰؑ کو آواز دی کہ تم کو یہ پسند ہے کہ میں بھی تمہارے ساتھ ہی تمہارے مکان میں رہا کروں مگر افسوس حضرت موسیٰ نے نہ معلوم کیوں خدا کے اس کلام پر اعتراض کیا۔ اور آخر اس کو اپنے گھر میں رہنے کی اجازت نہیں دی لیکن یہ نہیں معلوم ہو سکا کہ خدا نے کس جگہ بیٹھ کر حضرت موسیٰؑ سے یہ کلام کیا کہو کچھ بولتے ہو؟ ایسے ہی خوبصورت عقیدوں کی وجہ سے مجھ سے بار بار کہتے ہو کہ مذہب شیعہ ترک کر کے سنی ہو جاؤں۔

مولوی صاحب: کیا کہوں تم نے تو عقل کو حیران کر رکھا ہے۔ کس بات کا جواب دوں اور کیا جواب دوں؟ اور اپنی ان کتابوں کو کہاں چھپا دوں جو میرے مذہب کی یہ حقیقت ظاہر کرتی ہیں۔

ہدایت خاتون: اور سنو:

ثم ینزل فی الساعة الثانیة الی جنة عدن وھی دارہ التی لم ترھا عین ولم تخطر علے قلب بشر وھی مسکنه ولا یسکن معه من بنی آدم غیر ثلاثة النبیین وصدیقین والشھداء ثم یقول طوبیٰ لمن دخلک .

"یعنی پھر دوسری ساعت میں خدا جنت عدن کی طرف اترتا ہے اور یہ جنت عدن خدا کا وہ گھر ہے جس کو نہ تو کسی آنکھ نے دیکھا ہے اور نہ کسی شخص کے دل میں اس کا خیال تک گزرا ہے اور یہی جنت عدن خدا کا مسکن (رہنے کا مقام) ہے۔ اور ہاں خدا کے ساتھ بنی آدم سے تین طبقوں کے سوائے کوئی نہیں رہے گا۔ وہ تین طبقے جو خدا کے ساتھ جنت عدن میں رہیں گے یہ ہیں۔ انبیاء، صدیقین اور شہداء پھر خدا جنت عدن سے خطاب کر کے فرمائے گا کیا ہی اچھا حال ہے اس شخص کا جو تجھ میں داخل ہو۔ (منتخب کنزالاعمال، جلد ۱، ص ۲۵۶)

جنت عدن

مذکورہ بالا حدیث سے معلوم ہوا کہ خدا جنت میں بھی رہتا ہے۔اب جنت عدن کی تعریف بھی جان لینا چاہیے۔

"قال رسول الله جنة عدن قضيب غرسه الله بيده ثم قال كن فكان" (منتخب کنز الاعمال' جلد۲' ص۱۱۴)

"حضرت رسولؐ خدا نے ارشاد فرمایا کہ جنت عدن لکڑی کی ایک شاخ ہے جسے خدا نے اپنے دست مبارک سے نصب کیا تھا"

جب خدا جنت عدن میں رہتا ہے تو وہاں جشن بھی ہونا چاہیے۔سامان تعیش ہونا بھی ضروری ہے سنو:

خطب بن الخطاب الناس ذات يوم فقال في خطبة ان في جنات عدن قصرا له خمس مائة باب على كل باب خمسة الاف من حور العين لا يدخل الانبي.

"حضرت عمر بن الخطاب نے ایک روز لوگوں کے سامنے خطبہ دیا تو ارشاد فرمایا کہ جنات عدن میں ایک قصر ہے۔جس میں صرف پانچ سو دروازے ہیں۔ہر دروازے پر پانچ سو حورالعین رہتی ہیں۔اس قصر میں نبی کے سوا کوئی شخص داخل نہیں ہوسکتا۔" (کنز الاعمال جلد۶' ص۱۱۴)

اب تمام مسلمانوں کو حضرت عمرؓ کا شکر گزار ہونا چاہیے کیونکہ خدا کا عرش کو چھوڑ کر رات کی دوسری ساعت میں اتر کر جنت عدن میں تشریف لانے اور رہنے کی وجہ سمجھ میں نہیں آتی تھی اور یہ معمہ حل نہیں ہوتا تھا کہ آدھی رات کو خدا جنت عدن میں کیوں آرام کرتا ہے؟ حضرت عمر نے پردہ دری کر کے سب کی علت سمجھا دی۔

مولوی صاحب: دیکھو تم تہذیب کے خلاف باتیں کرنے لگیں یہ اچھا نہیں ہے ایسی باتیں

زبان پر لانے کے قابل نہیں ہوتیں۔

ہدایت خاتون: الحمد للہ! میرا مقصد حاصل ہوگیا۔ میں بھی جانتی ہوں کہ ایسی باتوں کا بیان کرنا بے حیائی میں داخل ہے مگر میں نے اس غرض سے یہ جرأت کی کہ تم خود کہہ دو تمہاری مذہبی کتابیں خدا کی کیسی شرم ناک تصویر کھینچتی ہیں؟

خدا کا عرش اور اس کی چر چراہٹ

تم لوگوں کا عقیدہ ہے کہ خدا عرش پر رہتا ہے۔ اس سے اس کا عرش چر چراتا رہتا ہے جناب شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی نے خدا کے ابر میں رہنے اور پھر مخلوق کو پیدا کرنے کے بعد مخلوق میں حلول کر جانے کی تصریح کر کے فرمایا ہے کہ اس کی ذات ایسے عقیدے سے کہیں برتر ہے مگر معلوم نہیں اس سے ان کی کیا مراد ہے؟ آیا یہ کہ خدا نہ کسی چیز پر قائم ہے نہ کسی چیز میں حلول کیے ہوئے ہے تو یہ عین شیعوں کا عقیدہ ہے۔ اور اگر مراد یہ ہے کہ خدا مخلوق میں حلول نہیں کیے ہوئے ہیں لیکن کسی جگہ رہتا کسی چیز پر بیٹھتا اور کسی مقام پر ٹہلتا ہے تو یہ صحیح ہے کیونکہ تم لوگوں کی کتب حدیث میں اس مضمون کی حدیثیں اس کثرت سے موجود ہیں جن کا شمار دشوار ہے مثلاً سنو۔

"ویحک وتدری ماالله ان الله فوق عرشه و عرشه علے سمواته وارضه مثل القبة و انه لئیط اطیط الرجل بالراکب"

"یعنی وائے ہو تجھ پر کہ تو جانتا بھی ہے کہ خدا کیا ہے (اور کہاں رہتا ہے؟) یقیناً خدا اپنے عرش کے اوپر رہتا ہے اور اس کا عرش مثل قبہ اس کے آسمانوں اور زمین کے اوپر ہے اور وہ عرش اس طرح چر چر، چر چر کرتا رہتا ہے جس طرح گھوڑے کے زین پر سوار کے بیٹھنے سے زین چر چر، چر چر کرتا ہے"

(منتخب کنزالاعمال جلد ۴، ص ۷۵)

اور مولانا وحید الزمان خان صاحب نے لکھا ہے۔" **وانه لئیط به اطیط الرحل بالراکب** " خدا کے بیٹھنے کی وجہ سے عرش ایسا چر چراتا ہے جیسے زین سوار کے تلے چر چر کرتی ہے

(انوار اللغتہ پارہ اول ۳۶)

پانی پر عرش

مذکورہ بالا حدیث سے تو معلوم ہوا کہ خدا کے رہنے کا عرش آسمانوں اور زمین کے اوپر تھا لیکن اسی کتاب کے صفحہ ۷۷ میں دوسری حدیث مذکورہ ہے جس سے معلوم ہوا کہ اوپر والا مضمون غلط ہے اور خدا کے رہنے کا عرش بالکل نیچے پانی پر تھا۔ ارشاد ہوتا ہے:

کان الله ولم یکن شیئا غیره وکان عرشه علی الماء وکتب في الذکر کل شئي هو کائن وخلق السموٰة والارض.

"یعنی خدا تو اس وقت تھا جب اس کے سوائے اور کوئی چیز نہیں تھی۔ اور اس کا عرش پانی کے اوپر تھا اور خدا نے ذکر میں ہر اس شے کو لکھ دیا جو ہونے والی تھی۔ اور اس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا۔"

مولانا وحید الزمان خان صاحب نے لکھا ہے۔

العرش علی منکب اسرافیل وانه لئیط اطیط الرحل الجدید.

"یعنی عرش خدا حضرت اسرافیل کے مونڈھے پر ہے۔ اور وہ پروردگار کی عظمت سے اس طرح چر چر کرتا ہے جیسے نئی زین پر کوئی سوار ہو وہ چر چر کرتی ہے"

(انوار اللغتہ پارہ ا، ص ۳۶)

مقام محمود کیا ہے؟

اور سنو:

"قال رجل یا رسول الله ماالمقام المحمود؟ قال ذاک یوم ینزل الله عزوجل علی عرشه فئیط کمائیط الرحل الجدید من تضیا قه" (منتخب کنز الاعمال، جلد ۲، ص ۸۷)

"یعنی ایک شخص نے جناب رسولؐ خدا سے دریافت کیا کہ یا حضرتؐ مقام محمود

کیا چیز ہے؟ تو حضرتؑ نے جواب دیا کہ یہ وہ روز ہے جس دن خدا اپنے عرش پر اترے گا۔ پس وہ عرش اس طرح چرچرانے لگے گا جس طرح نئی زین تنگ اور کسا ہوا رہنے سے چرچراتی ہے"

عرش کے چرچرانے کی آواز

ان حدیثوں سے یہ نہ سمجھنا کہ عرش خدا کی چرچراہٹ کچھ ہلکی ہوگی کیونکہ خدا کا عرش اور اس پر بیٹھنے والا بھی خدا ہی ہے۔ پھر اس کی چرچراہٹ کی آواز کہاں تک نہ سنی جائے گی اس کی حالت لکھی ہے:

ان اھل الفردوس یسمعون اطیط العرش.

یعنی بہشت بریں کے رہنے والے بھی عرش خدا کی چرچراہٹ کو سن لیں گے۔

(منتخب کنزالاعمال جلد ۶ ص ۱۰۸)

مولوی صاحب: یہ تو بہشت والوں کی تعریف ہوئی کہ ان کے سننے کی طاقت تیز ہو جائے گی کہ وہ لوگ خدا کے عرش کا چرچرانا بھی سن لیں گے۔

ہدایت خاتون: ہاں مگر جب خدا جسم والا ہوگا، اس کی ران بھی ہاتھی کی طرح وزنی ہوگی، اس کے پاؤں بھی پتھر ایسے سخت ہوں گے تب اس کے بوجھ سے عرش چرچرائے گا۔

عرش خدا کا رنج واندوہ

اور سنو۔ ہم لوگوں کے بیٹھنے کا عرش (تخت وغیرہ) تو بے روح اور جمادات سے ہوتا ہے اس وجہ سے نہ کچھ دیکھتا ہے اور نہ سنتا ہے نہ کڑھتا ہے نہ خوش ہوتا ہے لیکن خدا کے عرش میں تم لوگوں کے عقائد کے مطابق یہ کل باتیں پائی جاتی ہیں۔ دیکھو:

اھتز عرش الرحمان بموت سعد بن معاذ.

"سعد بن معاذ صحابی کے انتقال کا صدمہ عرش خدا کو اتنا ہوا کہ وہ تھرانے لگا۔"

(منتخب کنزالاعمال جلد ۵' ص ۱۹۰)

حالانکہ وہ موت خدا ہی کے حکم سے ہوئی ہوگی۔ اس کے ساتھ یہ لطف ہے کہ جناب رسالتمآبؐ کی وفات سے خدا کا عرش نہیں تھرایا۔ اس سے ثابت ہوا کہ سعد صحابی کا درجہ خدا کے ہاں خدا کے رسولؐ خدا سے بھی بڑھا ہوا تھا۔ یہ نہ سمجھنا کہ یہ حدیث کسی صحابی یا تابعی کی بیان ہوئی ہے بلکہ تم لوگوں کے قول کے مطابق خود حضرت رسولؐ خدا کی زبان مبارک سے نکلی ہے۔

لا یرقاد معک یلھب حزنک فان ابنک اول من ضحک الله له و اھتزله العرش قال لام سعد بن معاذ.

''حضرت رسولؐ نے سعد بن معاذ کی ماں سے فرمایا: کیا اب بھی تمہارا آنسو موقوف نہیں ہوگا اور تمہارا رنج زائل نہیں ہوگا؟ تمہارا بیٹا (سعد) ایسا خوش نصیب ہے کہ اس کی موت پر خدا پہلی دفعہ ہنسا ہے اور اس کا عرش تھرایا ہے۔''

(کتاب مذکور جلد ۵' ص ۱۹۱)

یہ عجیب مضمون ہے کہ سعد بن معاذ کی موت پر خدا تو خوش ہوا مگر اس کا عرش تھرانے لگا، جو اس کی علامت ہے کہ اس کو رنج ہوا، غرض خدا کے خلاف اس کے عرش کا فعل ثابت ہوا۔

مولوی صاحب: تو کیا اس پر اعتراض ہے، ہوسکتا ہے کہ خدا خوش اور اس کا عرش رنجیدہ ہوا ہو، اس میں کون سی عقلی خرابی تم نکال سکتی ہو۔؟

ہدایت خاتون: اے سبحان اللہ! جب خدا خوش ہو تو اس کے عرش کو کیا پڑی تھی کہ سوگ منانے لگا؟ کیا سعد بن معاذ عرش خدا کی برادری کے تھے؟ یا اس سے کوئی خاص رشتہ تھا؟ حالانکہ تم لوگ ہی دوسری حدیث اس طرح بیان کرتے ہو:

اذا مدح الفاسق غضب الرب و اھتزله العرش

''فاسق بدکار شخص کی تعریف کی جاتی ہے تو پروردگار غصہ ہوتا ہے اور اس کا عرش جھوم جاتا ہے'' (انوار اللغتہ پارہ ۲۷' ص ۲۶)

جس سے واضح ہوا کہ غضب خدا سے عرش بھی غضبناک ہی ہوتا ہے، خوش نہیں ہوتا، پھر جناب سعد کی موت پر یہ اختلاف کیوں ہوا؟

خدا کے عرش کا احتلام

ہدایت خاتون: ایک اور شرم ناک اور خلاف تہذیب مضمون اس کا بیان کرنا اچھا نہیں معلوم ہوتا مگر تم جو مجھ سے بار بار کہتے ہو کہ سنی ہو جاؤ۔ مذہب اہل سنت اختیار کرلو۔ رافضیوں کا مذہب بڑا گندہ ہے۔ شیعہ جھک مارتے ہیں وہ صریح گمراہ ہیں، تم ایسے خلاف عقل مذہب پر کیوں قائم ہو؟ اس وجہ سے میرا جی چاہتا ہے کہ تم اپنے مذہب کا وہ مضمون بھی ضرور دیکھ لو، اور اس کے بعد فیصلہ کرو کہ شیعوں کا مذہب گندہ ہے یا دوسرے لوگوں کا اور کیا تم یہ پسند کرتے ہو کہ میں اپنا صاف ستھرا بے داغ بے دھبہ مذہب چھوڑ کر اس مذہب میں آجاؤں۔ جس نے مذہب کی ہر بات کو قابل نفرت بنا دیا ہے اور دین کو کھلونا بنا دیا۔ جس کے ہر عقیدہ پر عقل سلیم کے اعتراضات کی بوچھاڑ ہوتی رہتی ہے۔

مولوی صاحب: کیا بکے جاتی ہو۔ صاف صاف کیوں نہیں بتاتیں کہ میرے مذہب کا وہ شرم ناک اور خلاف تہذیب مضمون کیا ہے؟ جس پر تم اس درجہ سیخ پا ہو رہی ہو، میرے مذہب کی دو چار باتیں تم کو مہمل مل گئیں اس سے تمہارا دماغ ہی نہیں ملتا، ذرا اپنے مذہب کو بھی دیکھ لو۔

ہدایت خاتون: اٹھ کر گئیں ایک اور کتاب لا کر مولوی صاحب کے سامنے رکھ کر بولیں دیکھو یہ اخبار اہل حدیث امرتسر کی جلد ہے۔ اس میں یہ مضمون پڑھو۔ میری حیا اجازت نہیں دیتی کہ اسے زبان پر لاؤں۔

مولوی صاحب نے دیکھا تو اس میں یہ مضمون درج تھا۔ مولوی ابوالخیر صاحب خلف مولوی امانت اللہ صاحب غازی پوری یہاں ۶ جولائی کو تشریف لائے اسی روز کی شب میں بعد نماز مغرب ان کے بعض مریدوں کے مکان میں ان کا وعظ ہوا۔ اس کے بعد از ذکر میلاد شروع

کیا گیا۔ سلسلہ کلام میں سے بڑھ کر عجوبہ بات جو "حسبی مالااذن سمعت" کا مصداق کہا جا سکتا ہے۔ یہ بیان کی کہ جب رسول اللہؐ معراج میں تشریف لے گئے تو عرش الٰہی کو مارے شہوت اور مسرت کے احتلام ہو گیا۔ یہ مولانا کا وعظ تھا اور اسی پر احناف مدھو پور کی جانب سے انہیں چراغ ہند کا لقب حاصل ہوا۔ ہاں ایک بات میں بھول جاتی ہوں وہ کہ آیت "فکان قاب قوسین اوادنی" کی تفسیر میں مولانا نے بیان فرمایا کہ آنحضرتؐ جب عرش پر پہنچے تو اللہ تعالیٰ اس طرح مل گئے جس طرح دو کمانیں باہم مل جائیں "فاوحیٰ الے عبدہ مااوحیٰ" کے متعلق فرمایا کہ جو راز و نیاز کی باتیں اس وقت رسولؐ اور اللہ سے ہوئیں اسے مفصلاً کون بتا سکتا ہے۔ شریعت والوں نے تو اس کے بیان کو منع فرمایا ہے اور اس کے بیان سے محض ساکت ہیں۔ مگر صوفیاء نے نہ مانا اور یہ کہہ ہی دیا۔

من تو شدم تو من شدی من جاں شدم تو تن شدی
تاکس نہ گوید بعد از اں من دیگرم تو دیگری

یہ ان کا وعظ خلاصہ ہے۔ (اخبار اہلحدیث امرتسر ۲۶ جولائی ۱۹۰۷)

مولوی صاحب: "لاحول ولاقوۃ" مولانا ابوالخیر صاحب قبلہ غازی پوری ایسے جلیل القدر عالم کی زبان سے ایسی بات کیسے نکلی۔ کیا خدا اور حضرت رسول مقبولؐ میاں بیوی بن گئے تھے، سچ ہے ایسی ہی باتوں سے آج اسلام بدنام ہو رہا ہے عیسائی و آریہ اس پر شب روز مضحکہ خیز رہتے ہیں اور ہم لوگوں کی جان آفت میں مبتلا رہتی ہے نہ انکار کر سکتے ہیں نہ اقرار میں عافیت ہے۔

ہدایت خاتون: خدا کا شکر ہے کہ جو بات میرے دل میں تھی وہی تم نے اپنی زبان سے کہہ دی معاف کرنا کہ جن باتوں سے اسلام بدنام ہو رہا ہے اور جن پر عیسائی و آریہ مضحکہ اڑاتے رہتے ہیں وہ تم ہی لوگوں کے مذہب کی ہیں۔ میرا مذہب ان سے بالکل پاک ہے اور اسی سے وہ صراط مستقیم ہے۔

مولوی صاحب: ہاں اگر میرے مذہب میں یہ باتیں نہ ہوتیں تو تم بھی اس طرح چٹکیاں نہ بھرتیں مجھے اس طرح شرمندہ نہ ہونا پڑتا کیا کہوں کچھ کہا نہیں جاتا ہے۔

ہدایت خاتون: پھر کیا ایسے عقائد اختیار کرنے کے لیے تم مجھ پر برابر دباؤ ڈالتے رہے ہو کہ اپنا مذہب چھوڑ کر تمہارا مذہب اختیار کرلوں۔ انسان اس چیز کو چھوڑتا ہے جس میں کوئی عیب نظر آتا ہے اور اس کو اختیار کرتا ہے جس میں کوئی خوبی نظر آتی ہے۔ کیا میں اب تم سے پوچھ سکتی ہوں کہ جب خدا کے بارے میں تم لوگوں کے یہ عقائد ہوں جن سے آریہ اور عیسائی بھی اسلام کو ہدف طعن وملامت کرتے رہتے ہیں اور تم لوگ کوئی تشفی بخش جواب نہیں دے سکتے تو اس پر کیوں ہو؟

مولوی صاحب: اگر اللہ تعالیٰ کے بارے میں یہ چند باتیں میرے مذہب میں داخل ہوگئیں تو اس سے کیا ہوتا ہے یہ باتیں تو اچھی ہیں۔ ان کے خیال سے تم میرا مذہب اختیار کرلو۔

ہدایت خاتون: ابھی تو خدا ہی کے متعلق تمہارے عقائد کا ڈھیر باقی ہے جن کو میں زبان پر نہیں لا رہی باتیں ہی کیا ہوئی ہیں ابھی تو ابتداء ہے سب بحثیں ختم ہو جائیں تو تب فیصلہ کرنا۔

مولوی صاحب: نہیں میرے مذہب میں اب کوئی ایسی بات نہیں مل سکتی جس پر تم یا دنیا کا کوئی شخص کسی طرح بھی خندہ زن ہو سکے۔ بس اب میرا مذہب قبول کرلو چھٹی ہو جائے۔

خدا کی کرسی

ہدایت خاتون: بہت خوب سنو! خدا کے لیے کرسی بھی تجویز کی گئی ہے کہ وہ اس پر بیٹھا رہتا اور آرام کرتا ہے۔

عن النبی فی قولہ وسع کرسیہ السماوات والارض قال الکرسی موضع القدمین ولا یقد اقدارا العرش شئی.

''حضرت رسولؐ نے فرمایا: کہ کرسی خدا کے دونوں قدموں کے رکھنے کی جگہ ہے کیونکہ پورے عرش کے برابر تو کوئی چیز ہو ہی نہیں سکتی ہے''

(منتخب کنز الاعمال جلد ۱ ص ۱۱۶)

اتی یوم القیامۃ باب الجنۃ فیفتح لی فارے ربی وھو علی کرسیہ

فيتجلى فاخر ساجدا.

"حضرت رسولؐ فرماتے تھے۔ کہ میں بروز قیامت جنت کے دروازے پر آؤں گا تو وہ میرے لیے کھول دیا جائے گا۔ میں وہاں اپنے پروردگار کو اس کی کرسی پر (بیٹھا ہوا) دیکھوں گا پس خدا چمکنے لگے گا تو اس کے آگے سجدہ کے لیے گر پڑوں گا" (منتخب کنز الاعمال، جلد ۶ ص ۱۲۴)

خدا کے بیٹھنے سے اس کے عرش کی طرح اس کی کرسی بھی چرچرائے گی۔ رسولؐ خدا سے یہ حدیث منقول ہے.

ان له اطيطا كا طيط الرحل الجديد.

"خدا کی کرسی بھی اسی طرح چرچراتی ہے جس طرح نئی زین سوار ہونے سے چرچراتا ہے" (کنز الاعمال جلد ۴ ص ۴۷)

وانی لقائم یومئذالمقام المحمود یوم ینزل الله فیه علی کرسیه ئیط به كمائیط الرجل من تضایقه .

"حضرت رسولؐ خدا فرماتے تھے کہ میں بروز قیامت مقام محمود پر کھڑا ہوں گا وہ ایسا روز ہوگا کہ خدا اپنی کرسی پر اترے گا اور وہ کرسی اس کے بوجھ اور اپنی تنگی کی وجہ سے چرچر کرے گی۔ (کنز الاعمال جلد ۶ ص ۵۸)

اور جناب مولوی وحید الزمان خان صاحب نے لکھا ہے.

یوم ینزل الله علی کرسیه فیئط کمائیط الرحل.

"جس دن اللہ تعالیٰ اپنے عرش پر سے اتر آئے گا وہ زین کی طرح چرچرائے گی۔"

ان حدیثوں سے جہمیوں کی جان نکلتی ہے۔ اس حدیث کے بعد یہ ہے پھر میں اللہ جل جلالہ کے داہنے طرف کھڑا ہوں گا، سبحان اللہ! اس حدیث سے اللہ تعالیٰ کی عظمت اور ہمارے

پیغمبر کی فضیلت ایسی نکلتی ہے، کہ مخالفین کے دانت کھٹے ہو جاتے ہیں۔ اس روایت میں یہ بھی ہے کہ کرسی تنگی کی وجہ سے چرچرائے گی حالانکہ قرآن میں ہے کہ اس کی کرسی نے آسمانوں اور زمین کو گھیر لیا ہے اب یہ جو انجیل شریف میں ہے کہ قیامت کے روز عیسیٰؑ پروردگار کے داہنے طرف بیٹھے ہوئے آئیں گے، یہ ایک دوسرا واقعہ ہے۔ (انوار اللغتہ پ ۱ ص ٦)

خدا کے اور اعضاء

خدا کے اعضاء و جوارح کے اعتقاد کی اس سے واضح تر دلیل کیا ہوگی کہ اس کے لیے صورت، ہاتھ، پاؤں، گھر، کرسی، سب تجویز کر لی گئی ہیں سنو!

وحکی عن داؤدالجواربی انه قال اعفونی عن الفرج واللحیة واسائونی وراء ذلک وقال ان المعبود جسم ولحم ودم وله جوارح و اعضاء من یدورحل وراس ولسان وعینین واذنین.

"داؤد جوار سے جب خدا کے بارے پوچھا گیا تو انہوں نے جواب دیا کہ مجھ سے خدا کی فرج (شرمگاہ) اور داڑھی کو نہ پوچھو کہ کیسی ہے اس کو میں نہیں بتاؤں گا یا نہیں بتا سکتا باقی جو چاہے پوچھو کہ اس کے لئے سب چیز ہے، جسم بھی ہے، گوشت بھی، خون بھی، اعضاء و جوارح اور ہاتھ بھی، پاؤں بھی، سر بھی ہے، زبان بھی، آنکھیں بھی ہیں، اور کان بھی" (ملل والنحل جلد ۱ ص ۱۴۱ مطبوعہ مصر)

اللہ کی آنکھ آشوب کر آنا

اور سنو:

اشتکت عیناه فعادته الملائکة وبکی علی طوفان نوح حتی رحدت عیناه.

"اللہ کی آنکھوں میں آشوب پیدا ہو گیا (وہ دکھنے آ گئیں) تو سب فرشتے اس کی عیادت کے لیے حاضر ہوئے اور طوفان نوحؑ پر اللہ اتنا رویا کہ اس کی

آنکھیں آشوب کر آئیں۔" (ملل والنحل جلد اص ۱۴)

انصاف کرو جو مذہب خدا کی ایسی تصویر کھینچے وہ کسی طرح نام لینے کے قابل نہیں ہو سکتا۔؟

ایک قاضی کی حکایت

اس جگہ ایک قصہ بھی سن لو جو فرضی نہیں جو واقعی ہے علامہ ابن ابی الحدید معتزلی نے لکھا ہے:

وکان بطبرستان قاض یقص علے الناس. فقال یومافی قصصه ان یوم القیامة تجئ فاطمه بنت محمد و معها قمیص والحسین ابنها تلتمس القصاص من یزید بن معاویة فاذا راها الله تعالٰی من بعد دعا یزید وهومن بین یدیه فقال له ادخل تحت قوائمه العرش لاتظفر بک فاطمة فیدخل یزید وتجی فاطمة فتظلم وتسکی فیقول سبحانه تعالی انظری یافاطمة الی قدمی ویحن جهما الیهاوبه جرح من سهم نمرود فیقول هذا سهم نمرود فی قدمی وقد عفوت عنه افلاتعفین انت عن یزید فتقول اشهد یارب قد عفوت عنه.

"شہر طبرستان میں ایک قاضی صاحب رہتے تھے جو لوگوں سے قصے اور حکایتیں بیان کرتے تھے۔ ایک روز انہوں نے بیان کیا کہ حضرت فاطمہؑ قیامت کے روز اس طرح آئیں گی۔ کہ ان کے ہاتھ میں امام حسینؑ کی قمیض ہوگی اور وہ یزید بن معاویہ سے قصاص (بدلہ) چاہیں گی۔ جب خدا حضرت کو دور سے دیکھے گا تو یزید کو جو خدا کے پاس ہی ہوگا اپنے قریب بلائے گا اور کہے گا کہ عرش کے پایوں کے آڑ میں چلے جاؤ کہیں ایسا نہ ہو کہ فاطمہؑ تم کو گرفتار کرلیں۔ اس پر یزید قائمہ عرش کے نیچے جا کر چھپ جائے گا، اس کے بعد حضرت فاطمہ تشریف

لائیں گی اور فریاد کریں گی اور روئیں گی۔ تو خدا کہے گا اے فاطمہؑ! تم میرے پاؤں کو دیکھو۔ یہ کہہ کر خدا اپنے قدموں کو آگے بڑھا دے گا جن میں نمرود کے تیر کا زخم ہوگا، پھر خدا کہے گا یہ نمرود کے تیر کا زخم ہے جو میرے پاؤں میں لگا تھا پھر بھی میں نے اس کو معاف کر دیا تو کیا اے فاطمہؑ! تم یزید کو معاف نہیں کرو گی؟ اس پر حضرت فاطمہ فرمائیں گی: اے خدا تو گواہ رہ کہ میں نے بھی یزید کو معاف کر دیا۔"

(شرح نہج البلاغہ، از علامہ ابن ابی الحدید مطبوعہ جلد ۱، ص ۱۶۹)

معاذ اللہ! کس درجہ خدا کی توہین کی گئی کہ اس کی ٹانگ میں نمرود کا تیر لگنا تجویز کیا گیا اور اس کا زخم ایسا گہرا مانا گیا جو قیامت تک نہیں بھرا۔ تم خود علم و فضل کے بادشاہ ہو کیا خدا کے بارے میں یہ عقیدے کسی طرح قابل تسلیم ہیں۔ لطف یہ ہے کہ اس عقیدے میں حضرت رسولؐ کو بھی شریک کر لیا گیا ہے۔ مثلاً:

قال يقيني ربي فصافحني ووضع يده بين كتفي حتى وجدت برد انامله وقال خمر طينة آدم بيده اربعين صباحا.

"میرے خدا نے مجھ سے ملاقات کی اور اس نے مجھ سے مصافحہ بھی کیا اس نے اپنا ہاتھ میرے شانوں کے درمیان رکھا تو اس کی انگلیوں کی ٹھنڈک مجھے محسوس ہوئی، اور خدا نے حضرت آدمؑ کی پیدائش کی مٹی کو اپنے ہی ہاتھ سے چالیس روز صبح کو گوندھا" (ملل ونحل مطبوعہ مصر جلد ۱ ص ۱۴۲)

مولوی صاحب: یہ کیا ضروری ہے کہ آدمی مذہب اہل سنت قبول کرنے کے بعد ان عقیدوں کو بھی ضرور مانے، تم نہ ماننا کوئی زبردستی تھوڑی کر سکتا ہے۔

ہدایت خاتون: واہ جب کسی مذہب کے عقائد ہی کو انسان نہ مانے تو اس کو اختیار کیسے کر سکتا ہے؟ اگر کوئی شخص کسی عیسائی سے کہے کہ تم مسلمان ہو جاؤ مگر حضرت محمد مصطفیٰؐ کو خدا کا رسول نہ مانو

،کوئی زبردستی تھوڑی کر سکتا ہے تو کیا بغیر آنحضرتؐ کی رسالت کا اعتقاد کیے بھی کوئی شخص مسلمان ہوسکتا ہے؟ بس اسی طرح جب تم لوگوں کے ایسے عقائد ہیں تو بغیر ان کے مانے ہوئے کوئی شخص اس مذہب میں داخل کیوں کر ہوسکتا ہے۔

مولوی صاحب: کیا کہوں؟ تم نے تو اس بحث میں بھی مجھے پریشان کر ڈلا، کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا تاویل کروں؟ اور کس طرح تمہارا جواب دوں؟

ہدایت خاتون: ابھی سنتے جاؤ۔

وقال هو اجوف من اعلاه الى صدره مصمت ماسوى ذلك وان له وفرته سوداء وشعر قطط.

"یہ عقیدہ بھی ہے کہ خدا سر سے سینہ تک کھوکھلا ہے اور اس کے علاوہ اس کا بدن ٹھوس ہے اور اس کی زلفیں سیاہ ہیں اور اس کے بال گھونگھریالے ہیں۔

(ملل ونحل ص ۱۴۲ جلد ۱)

عن النبى عليه الصلوٰة والسلام، ينادى الله يوم القيامة بصورت يسمعه الاولون والآخرون ورووا ان موسىٰ يسمع كلام الله كجر السلاسل.

"حضرت رسولؐ خدا فرماتے تھے کہ خدا قیامت کے دن اس زور سے پکارے گا کہ اگلے اور پچھلے لوگ سب اچھی طرح سن لیں گے اور لوگوں نے یہ بھی روایت کی ہے کہ حضرت موسیٰؑ خدا کے کلام کو اس طرح سنتے تھے جیسے زنجیروں کے کھینچنے کی آواز ہوتی ہے۔ (ملل ونحل جلد ۱ ص ۱۴۲)

سمعت النبى يقول يكشف ربنا عن ساقه يسجده كل مومن ومومنة.

"ابو سعید بیان کرتے تھے کہ میں نے سنا حضرت رسول خدا صلعم فرماتے تھے کہ

ہمارا خدا بروز قیامت اپنی پنڈلی کھولے گا تو ہر مومن مرد اور مومنہ عورت سجدے میں گر جائیں گے۔ (صحیح بخاری جلد ۲ ص ۱۲۹ مطبوعہ مصر)

فقال بعضهم سالت معاذ العنبری فقلت له وجه فقال نعم حتی عملت جمیع الاعضاء من انف وفم ورجل وصدر وبطن استحییت ان ذکر الفرج فاومات بیدی لی فرجی فقال نعم فقلت اذکرام انثے فقال ذکر .

"بعض لوگوں نے بیان کیا کہ میں نے معاذ عنبری سے پوچھا کہ کیا خدا کا چہرہ بھی ہے؟ انہوں نے کہا ہاں، پھر میں نے ایک ایک عضو کو پوچھنا شروع کیا۔ یہاں تک کہ منہ، ہاتھ، پاؤں، سینہ اور پیٹ سب کو پوچھ ڈالا اور وہ بھی ہاں کہتے گئے مگر مجھے شرم آئی کہ خدا کی اس چیز (فرج یعنی شرم گاہ) کے متعلق سوال کروں تو میں نے اپنی اس چیز (شرم گاہ) کی طرف اشارہ کر کہ پوچھا کے یہ بھی ہے؟ تو معاذ نے کہا: ہاں یہ بھی ہے تب میں نے پوچھا کہ خدا نر ہے یا مادہ؟ انہوں نے کہا نر ہے (شرح نہج البلاغہ جلد ا ص ۱۲۹)

ایک دلچسپ لطیفہ

"ویقال عن ابن خزیمة اشکل علے القول فی انه ذکرام انثے فقال له بعض اصحابه ان هذا مذکور فی القرآن وهو قوله لیس الذکر کالا نثیٰ فقال افدت واجدت"

"ابن خزیمہ اس مشکل میں پڑے ہوئے تھے کہ خدا کو نر مانیں یا مادہ اس پر ان کے بعض اصحاب نے کہا کہ (آپ اتنا پریشان کیوں ہیں) یہ بات تو صاف صاف قرآن مجید میں مذکور ہے وہ خوش ہو کر بولے ہاں؟ کہاں جواب دیا خدا نے فرمایا ہے"

ولیس الذکر کالا نثیٰ نر مثل مادہ .

"اور نر مثل مادہ نہیں ہے اس پر ابن خزیمہ بہت خوش ہوئے اور کہا تم نے افادہ کیا اور اچھی بات کہی۔" (کنز الاعمال ص ۱۲۹)

گھبراؤ نہیں سنتے جاؤ۔

دخل انسان علےٰ معاذ یوم عید وبین یدیہ لحم فسالہ عن الباری تعالیٰ فی جملة ماسائلہ فقال ھو واللہ مثل ھذا الذی بین یدی لحم ودم .

"معاذ کے پاس عید کے دن ایک شخص آیا اس وقت معاذ کے سامنے گوشت رکھا ہوا تھا۔ اس شخص نے معاذ سے بہت سوالات کیے۔ یہ بھی پوچھا کہ خدا کیسا ہے ؟ معاذ نے کہا خدا کی قسم ایسا ہی ہے جیسا یہ گوشت کا ٹکڑا یعنی گوشت اور خون۔

(شرح ابن ابی الحدید جلد ۱ ص ۱۲۹)

خدا کا طبل

خدا کے لیے طبل بھی تجویز کیا گیا۔

وقال بعضھم خرجنا یوم عید الی المصلے فاذا جماعة بین یدی امیرالمومنین والطبول تضرب فقال واحد من خلفنا اللھم لاطبل الاطبلک. فقیل لہ لا تقل ھکذا فلیس للہ طبل فبکی وقال ارائتم ھو یحیی وحدہ ولا یضرب بین یدیہ طبل ولا ینصب علی راسہ علم فاذا ھو دین و الامیر .

"انہیں لوگوں میں سے بعض کا بیان ہے کہ ہم میں سے کچھ لوگ عید کے روز عید گاہ گئے تو ایک گروہ کو دیکھا کہ وہ بادشاہ کے آگے چل رہا ہے اور بہت سے طبل بجاتے جاتے ہیں اس پر ہم میں سے ایک نے کہا کہ اے خدا تیرا ایسا طبل

کسی کا نہیں ہو سکتا۔ تو اس سے لوگوں نے کہا۔ ایسا نہ کہو کیونکہ خدا کے لیے کوئی طبل ہی نہیں ہے یہ سن کر وہ شخص رونے لگا اور کہا کیا تم لوگوں کا یہ عقیدہ ہے کہ خدا آتا ہے تو اس کے ساتھ طبل نہیں ہوتے ہیں اور نہ اس کے آگے طبل بجائے جاتے ہیں۔ اور نہ ان کے سر علم کھولا جاتا ہے؟ اگر ایسا ہے تو خدا بادشاہ سے بھی کم ہے۔" (کنز الاعمال جلد ۱ ص ۱۲۲)

حکی عن مقاتل بن سلیمان وداؤد الجواربی ونعیم بن حماد المصری انه فی صورته انسان وله اعضا من یدرجل ولسان ورأس وعینین یعنی مقاتل بن سلیمان .

"داؤد جواربی اور نعیم حماد بن مصری نے بیان کیا کہ خدا انسان کی صورت کا ہے اور اس کے اعضاء و جوارح ہاتھ، پاؤں، زبان، سر اور آنکھیں ہیں۔"

(کنز الاعمال ص ۱۲۹)

وانه یضحک حتی ئیدو نواجذه .

"خدا اتنا ہنسے گا کہ اس کے کنارے کے دانت نظر آنے لگیں گے۔"

وردوا انه امردوله جعد فی قطط فی رحلبیه فعلان من ذهب وانه فی روضة خضرا علی کرسی تحمله الملائکة.

"ان لوگوں کا اعتقاد ہے کہ خدا بلا داڑھی باغ میں ایک کرسی پر بیٹھا ہے جسے فرشتے اٹھائے ہوئے ہیں۔"

وانه یضع رجله علی رجل ویستلقی فانها جلسة الرب.

"اللہ ایک پاؤں دوسرے پاؤں پر رکھے ہوئے ہے اور چت پڑا ہے کہ خدا کی نشست یونہی ہوتی ہے"

وانه خلق الملائکه من زغب زراعیه.

"اللہ نے فرشتوں کو اپنے بازوؤں کے روئیں سے پیدا کیا"

وتیصور بصورت آدم ویحا سب الناس یوم القیامته.

" قیامت کے دن خدا حضرت آدمؑ کی صورت میں نظر آئے گا اور لوگوں کا حساب کرے گا"

وقد سمعت اناسا قال منهم انه مستو علے عرشه کما انا مستو علے هذا الدکت ورجلا ه علی الکرسی الذی وسع السماوات والارض.

"لوگوں کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ خدا اپنے عرش پر اس طرح بیٹھا ہے جس طرح ہم اس تخت پر بیٹھے ہیں۔ اس کی ٹانگیں کرسی پر پھیلی ہوئی ہیں وہ کرسی جو آسمانوں اور زمینوں سے وسیع ہے۔"

وقالت الکرامته والحنابله والاشعریة تصح روایة ویری فی الآخرة ثم اختلفوا فقالت الکرامیه والحنابلة یری فی جهته فوق وحکن عن مضر و کهش واحمد انهم اجازوا رویة فی الدنیا وملامسة و مصافحة و زعموا ان المخلصین یعانقونه متے شا.

"کرامتہ، حنابلہ اور اشاعرہ کا اعتقاد یہ ہے کہ خدا دیکھا جا سکتا ہے اور قیامت میں خدا دکھائی دے گا۔ اتنے میں تو سب کا اتفاق ہے۔ اس کے بعد اختلافات پیدا ہوا کہ کرامیہ اور حنابلہ نے کہا وہ اوپر کی سمت دکھائی دے گا۔ اور مضر، کہش اور احمد کے متعلق ہے کہ وہ لوگ خدا کی رویت کے دنیا میں قائل ہوئے ہیں۔ کہتے ہیں کہ خدا دنیا میں دیکھا جا سکتا ہے اور اس کو چھو سکتے ہیں اس سے مصافحہ کر سکتے ہیں بلکہ اس سے بعض مخلصین گلے مل سکتے ہیں۔ (ابن ابی الحدید جلد ا ص ۱۶۹)

واما الاشعری فاجازوا علیه ان یشم ویذوق.

"گروہ اشاعرہ کا اعتقاد ہے کہ خدا سونگھتا اور چکھتا ہے"

مولوی صاحب: مگر علامہ ابن الحدید تو معتزلی تھا اس کی بات کو میں نہیں مانوں گا، وہ جانے اور تم سمجھو۔

ہدایت خاتون: مگر انہوں نے جو کچھ لکھا ہے تمہاری ہی کتابوں سے تو لکھا ہے اور میں تو اوپر صحیح بخاری، کنزالاعمال، ملل ونحل وغیرہ سے بکثرت مضامین ذکر کر چکی ہوں، ان سب کو کیا کرو گے؟

مولوی صاحب: ہاں بخاری شریف اور مشکوٰۃ شریف میں جو ہے اس کے متعلق تو کچھ کہہ ہی نہیں سکتا۔

ہدایت خاتون: دیکھو مشکوٰۃ شریف میں یہ بھی ہے:

عن ابی هریره قال قال رسول الله لما خلق الله آدم ونفخ فیه الروح عطس. فقال الحمد لله حمد لله باذنه فقال له ربه یرحمک الله یاآدم اذهب الی اولئک الملائکة الی ملاء منهم جلوس. فقل السلام علیکم فقال السلام علیکم قالوا علیک السلام ثم رجع الی ربه فقال ان هذا تحتیک وتحیة بینک بنیهم. فقال له الله ویداه مقبوضتان اختر ایهما شئت. قال اخترت یمین ربی وکلتا یده ربی یمین مبارکة ثم بسطها فاذا فیها آدم وزریته .

"جناب ابو ہریرہؓ بیان کرتے تھے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا جب خدا نے حضرت آدمؑ کو پیدا کیا اور ان میں روح پھونکی تو آدمؑ کو چھینک آئی اس پر آپ نے کہا :الحمدللہ، یہ آپ کی حمد خدا کے حکم سے تھی۔ اس پر خدا نے حضرت آدمؑ کو دعا رحمت دی اور کہا: اے آدمؑ ان ملائکہ کو جو سامنے بیٹھے ہوئے ہیں جا کر سلام

کرو حضرت آدم گئے اور کہا اسلام علیکم ! ملائکہ نے جواب دیا وعلیک السلام و رحمتہ اللہ برکاتہ" پھر جناب آدم خدا کے پاس واپس آئے تو خدا نے کہا تمہاری اور تمہاری اولاد کا سلام اس طرح مقرر کیا گیا ہے۔ پھر خدا نے اپنی دونوں مٹھیاں بند کر کے کہا: اے آدمؑ! میری کس مٹھی کو لیتے ہو۔ جناب آدمؑ نے کہا میں تیری داہنی مٹھی لیتا ہوں۔ اگرچہ تیری دونوں مٹھیاں باعث امن و برکت ہیں غرض خدا نے اپنی داہنی مٹھی کھولی تو اس میں حضرت آدم بھی تھے اور ان کی کل ذریت بھی۔" (مشکوۃ ص ۳۴۱)

دوسری معتبر کتاب کا جملہ سنو علامہ دمیری لکھتے ہیں کہ رسول خدا صلعم نے فرمایا:

لا تسبوا الابل فانه من نفس الله .

"اونٹ کو گالی نہ دو کیونکہ وہ خدا کے نفس سے ہے۔"

(حیوۃ الحیوان' جلد ا' ص ۲۵)

لا تسبو الريح فانها من نفس الرحمن.

"ہوا کو گالیاں نہ دو کہ یہ بھی خدا کے نفس سے ہے"

فيقول يارب لا تجعلنے اشقے خلقک فيضحک عزوجل مذه ثم ياذن له فى دخول الجنة.

"بندہ خدا سے بروز قیامت کہے گا اے خدا مجھے شقی ترین خلق قرار نہ دے تو خدا خوب ہنسے گا اور اسے بہشت میں داخل ہونےکی اجازت دے دے گا۔"

(صحیح بخاری ص ۹۸)

مولوی صاحب: تعجب ہے کہ بخاری شریف میں بھی اس مضمون کی حدیث موجود ہے میں تو کہنے والا تھا کہ میرے مذہب کی سب سے صحیح اور زیادہ معتبر کتاب ہے۔ اس میں تم اس قسم کی چیزیں نہیں دکھا سکتیں۔

ہدایت خاتون: اس میں بھی یہ مضامین بھرے ہوئے ہیں دیکھو۔

سبعة یظلھم اللہ فی ظلہ یوم لا ظل الاظلہ.

"سات آدمی ایسے ہیں جن پر خدا اس روز سایہ کرے گا جس روز خدا کے سوائے کسی کا سایہ نہیں ہوگا۔" (صحیح بخاری پ ۳، ص ۳۶۶)

یہ معلوم ہے کہ سایہ اسی چیز کا ہوگا کہ جس کا جسم ہوگا۔ پس اگر خدا جسم والا نہیں ہے تو اس کا سایہ کیسے ہوگا؟

ان رسول اللہ قال یضحک اللہ الی رجلین .

"حضرت رسولؐ خدا فرماتے تھے کہ خدا دو شخصوں کی طرح ہنسے گا۔"

(صحیح بخاری پارہ ۱۱، ص ۶۲)

عن انس عن النبیؐ قال یلقیٰ فی النار وتقول ھل من مزید حتی یضع قدمہ فتقول قط قط .

"جناب انس بیان کرتے ہیں کہ حضرت رسولؐ خدا نے فرمایا ہے کہ جہنم میں لوگ برابر ڈالے جائیں گے اور اس سے یہی آواز آتی رہے گی کہ اور کچھ ہے اور کچھ ہے یہاں تک کہ خدا اس میں اپنی ٹانگ ڈال دے گا تب جہنم سے آواز آئے گی کہ بس بس۔" (صحیح بخاری پارہ ۲۰، ص ۳۴۰)

عن ابی سعید قال سمعت النبیؐ یقول یکشف ربنا عن ساقہ فیسجد لہ کل مومن و مومنة. (صحیح بخاری ۲۰، ص ۳۷۵)

"ابوسعید بیان کرتے ہیں کہ حضرت رسولؐ خدا نے فرمایا ہے کہ خدا اپنی پنڈلی کھول دے گا تو اس کو ہر مومن مرد اور عورت سجدہ کرنے لگے گی"

مولوی صاحب: اب بس کرو میں نے مان لیا کہ بخاری شریف میں بھی ایسی حدیثیں بھری ہوئی ہیں۔

رویئت خدا کی بحث

ہدایت خاتون: جب تم لوگ خدا کے منہ ہاتھ اور پاؤں بلکہ پورے بدن کے قائل ہو تب ہی یہ اعتقاد رکھتے ہو کہ اس کو دیکھ سکو گے۔

مولوی صاحب: ہاں اللہ تعالیٰ کو تو ہم لوگ قیامت کے روز ضرور دیکھیں گے۔ اس سے کون انکار کر سکتا ہے۔

ہدایت خاتون: انکار کو تو نہ کہو سب سے بڑی چیز جو انکار کرتی ہے اور کرتی رہے گی وہ عقل ہے۔ کیا دنیا میں کسی شخص کی عقل سلیم اس بات کو مان سکتی ہے کہ خدا دکھائی دے سکتا ہے۔؟

مولوی صاحب: یہاں تو کوئی نہیں دیکھ سکتا۔ البتہ قیامت کے روز خدا کے دیکھنے پر تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے اور عقل بھی اس سے کیسے انکار کر سکتی ہے۔

ہدایت خاتون: پھر خدا دنیا میں کیوں دکھائی نہیں دیتا، کیا وجہ ہے کہ قیامت میں تو دکھائی دے اور دنیا میں دکھائی نہ دے؟

مولوی صاحب: یہ اس کی مصلحت! اس میں کسی کو بولنے کا کیا حق ہے۔

ہدایت خاتون: مگر یہ کیونکر معلوم ہوا کہ خدا کی مصلحت یہ ہے کہ قیامت کے روز دکھائی دے اور دنیا سے چھپا رہے۔

مولوی صاحب: خود قرآن شریف میں ہے۔

ہدایت خاتون: وہ کہاں؟

مولوی صاحب: خدا نے فرمایا ہے" وجوہ یومئذ نا ظرۃ الی ربہا ناظرۃ " اس روز بہت سے چہرے تر وتازہ اور بشاش ہوں گے اور اپنے پروردگار کو دیکھ رہے ہوں گے۔

(پارہ ۲۹ رکوع ۱۷ سورۃ قیامتہ رکوع ۱)

ہدایت خاتون: دیکھ رہے ہوں گے تم نے کس لفظ کا ترجمہ کیا۔

مولوی صاحب: کیوں بھولی بنی جاتی ہو۔ کیا ناظرہ نہیں ہے اس کا ترجمہ کیا ہوا۔

ہدایت خاتون: نظر کر رہی ہوں۔

مولوی صاحب: تو پھر:

ہدایت خاتون: پھر یہی کہ نظر کر رہی ہوں دیکھ نہیں رہی ہوں۔

مولوی صاحب: ارے تو پھر دونوں میں کیا فرق ہوا؟

ہدایت خاتون: زمین آسمان کا فرق ہے۔

مولوی صاحب: دیکھو اب تمہارے ہارنے کا وقت آیا تو تم لگیں باتیں بنانے۔

ہدایت خاتون: میں تو شروع سے سمجھ رہی ہوں کہ تمہارے مقابلہ میں ہار جاؤں گی، تم اتنے بڑے علامہ دہر ہو تمہارے مقابلہ میں عورت ذات ہو کر کیونکر ٹھہر سکوں گی۔ یہ صرف خدا کی تائید اور میرے مذہب کی حقیقت کا زور ہے کہ تم سے باتیں کر سکی ہوں۔

مولوی صاحب: خیر ان باتوں کی ضرورت نہیں، جب خدا فرماتا ہے کہ اس دن لوگ خدا کی طرف نظر کر رہے ہوں گے۔ تو اسی خدا کی رویئت ثابت ہوگی۔

ہدایت خاتون: ہاں اگر کسی چیز کی طرف نظر کرنا اور اس کی طرف دیکھنا برابر ہو تو میں مان لوں گی۔

مولوی صاحب: برا تو ہی ہے۔ دونوں میں کوئی فرق نہیں۔

ہدایت خاتون: یہ بتاؤ کہ ۲۹ ماہ رمضان کو ہر شہر دیہات میں ہزار ہا مسلمان آسمان میں چاند کی طرف نظر کرتے ہیں یا نہیں۔

مولوی صاحب: ہاں برابر ہوتا ہے۔

ہدایت خاتون: اور یہ بھی صحیح ہے یا نہیں کہ بعض دفعہ ۲۹ کو چاند ہو جاتا ہے بعض دفعہ نہیں ہوتا۔

مولوی صاحب: ہاں یہ بھی صحیح ہے مگر تمہارا مطلب کیا ہے۔

ہدایت خاتون: جب چاند نہیں ہوتا تو سب لوگ یہ کیوں کہتے ہیں کہ میں نے دیر تک چاند کی طرف نظر کی مگر وہ نظر نہیں آیا۔

مولوی صاحب: اس وجہ سے کہ چاند دکھائی نہیں دیتا ہے۔

ہدایت خاتون: یہ کیا کہ چاند کی طرف نظر کی بھی اور پھر بھی وہ دکھائی نہیں دیا۔ اگر کسی چیز کی طرف نظر کرنا اور اس کا دیکھنا دونوں ایک ہی ہوتا تو جو لوگ ۲۹ کو آسمان کی طرف نظر کرتے ہیں۔ چاہیے تھا کہ وہ سب چاند ضرور دیکھ لیا کرتے۔

مولوی صاحب: یہ تو عجیب بات کہتی ہو۔ میری سمجھ میں نہیں آتا پھر سے سمجھاؤ۔

ہدایت خاتون: خیر جانے دو یہ بتاؤ کہ جب کوئی شخص ۲۹ یا ۳۰ تاریخ کو چاند دیکھتا ہے اور دوسروں سے کہتا ہے کہ وہ چاند ہو گیا۔ تو وہ لوگ جو اس وقت تک دیکھے نہیں ہوتے کہتے ہیں یا نہیں کہ کہاں ہے؟

مولوی صاحب: ہاں لوگ چیخنے لگتے ہیں کہ کہاں ہے کس طرف ہے کس جگہ ہے۔

ہدایت خاتون: اللہ تمہارا بھلا کرے اب بات جلد طے ہو جائے گی تو ان لوگوں کے جواب میں وہ شخص کہتا ہے یا نہیں کہ اس طرف دیکھے خوب غور سے دیکھے وہ ہے پھر بھی کچھ لوگ دیکھتے ہیں اور کتنوں کو دکھائی نہیں دیتا۔

مولوی صاحب: یہاں یہ تو دن رات ہوتا رہتا ہے مگر تم اس سے کیا ثابت کرنا چاہتی ہو؟ اپنا

اصل مقصود کیوں نہیں ظاہر کرتیں۔

ہدایت خاتون: کیا میرا مقصود اب بھی چھپا ہوا ہے، یہ معلوم ہوا یا نہیں کہ کسی چیز کی طرف نظر کرنے یا دیکھنے سے یہ لازم نہیں ہوتا کہ وہ چیز دکھائی بھی دے۔ لاکھوں مسلمان ۲۹ کو کہتے ہیں کہ دیر تک چاند دیکھتے رہے مگر دکھائی نہیں دیا ورنہ کل کس مزے کی عید ہوتی۔ اگر کسی چیز کی طرف دیکھنے یا نظر کرنے یا غور کرنے سے وہ چیز ضرور دکھائی دیتی تو ہر شخص ضروری دیکھ لیا کرتا اور ہمیشہ تم لوگ ایک روزے سے بچ جایا کرتے۔

مولوی صاحب: تم نے تو بڑے فلسفہ کی بات کی۔

ہدایت خاتون: ہاں تو بتاؤ دیکھنا اور دیکھ لینا میں کچھ فرق معلوم ہوتا ہے یا نہیں۔

مولوی صاحب: ہاں فرق تو ضرور ہے مگر میں بیان نہیں کر سکتا۔

ہدایت خاتون: اگر کوئی شخص دیر تک آسمان کی طرف چاند کو دیکھتا رہے اور وہ دکھائی نہ دے تو یہ کہہ سکتا ہے یا نہیں کہ میں نے دیر تک دیکھا مگر چاند تھا ہی نہیں تو دیکھتا کیونکر؟

مولوی صاحب: ضرور کہہ سکتا ہے اور سب یہی کہتے ہیں۔

ہدایت خاتون: اچھا اسی جگہ یہ کہہ سکتا ہے یا نہیں کہ دیکھ لیا مگر چاند ہی نہیں تو دیکھتا کیونکر؟

مولوی صاحب: نہیں یہ تو نہیں کہہ سکتا دیکھ لیا تو اسی وقت بولیں گے جب کوئی چیز دکھائی دے۔ جب تک وہ چیز دکھائی نہیں دے اس وقت تک دیکھا گیا نہیں کہا جا سکتا۔

ہدایت خاتون: اب تو واضح ہو گیا کہ دیکھا اور دیکھ لیا اور دیکھنا اور دیکھ لینا میں کتنا فرق ہے۔

مولوی صاحب: ہاں ہے تو ضرور۔

ہدایت خاتون: بس اسی طرح قرآن مجید کی یہ آیت ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ بہت سے چہرے اس روز اوپر خدا کی رحمت کی امید میں تک رہے ہوں گے نہ یہ کہ خدا کو دیکھتے ہوں گے۔

جس طرح ۲۹ کو جب چاند نہیں بھی ہوتا اس کی امید میں اس کی طرف نظر کرتے یا تکتے یا دیکھتے ہیں اسی طرح قیامت کے روز بندے رحمت خدا کے لیے اوپر نظر کرتے ہوں گے۔

مولوی صاحب: مگر رحمت خدا کی طرف کیوں کہتی ہو، خدا ہی کی طرف کیوں نہ نظر کرتے ہوں گے۔

ہدایت خاتون: اس سبب سے کہ کسی چیز کے دکھائی دینے کے لیے چند شرطوں کا پایا جانا ضروری ہے۔ وہ چیز جسم ہو، بہت دور نہ ہو، بہت نزدیک نہ ہو، جسم بھی کثیف ہو، سامنے ہو، بہت چھوٹا نہ ہو، کوئی چیز اس کے دیکھنے والوں کے درمیان حائل نہ ہو اور ان میں سے کوئی شرط بھی خدا میں نہیں پائی جاتی۔ اس وجہ سے اس کا دکھائی دینا بھی ممکن نہیں ہے۔

مولوی صاحب: ہاں یہ شرطیں تو خدا میں پائی نہیں جاتیں، مگر کیا یہ ضروری ہے کہ خدا بھی اپنے دکھائی دینے میں ان شرطوں کا محتاج ہو؟

ہدایت خاتون: توبہ! تم کیا کہنے لگے جب خدا میں اس کی صلاحیت ہی نہیں ہے کہ اس کا بدن ہو تو وہ دکھائی دے کوئی شخص اس کو کیسے دیکھ سکتا ہے؟

مولوی صاحب: مگر جب وہ موجود ہے تو کیوں نہیں دیکھا جا سکتا؟

ہدایت خاتون: یہ سوال تو اور بھی مضحکہ خیز ہے۔ گلاب کے پھول میں گلابی رنگ ہے وہ دکھائی دیتا ہے یا نہیں۔

مولوی صاحب: ہاں سب ہی دیکھتے ہیں۔ یہ تم کیا پوچھنے لگیں، بے ضرورت باتیں نہ کیا کرو، اس میں وقت ضائع ہوتا ہے۔

ہدایت خاتون: اور گلاب کے پھول میں خوشبو بھی ہے یا نہیں تو کیا خوشبو آنکھ سے دکھائی دیتی ہے؟ شکر کی سفیدی تو آنکھ سے دیکھتے ہو مگر کیا اس کی شیرینی بھی آنکھ سے دکھائی دیتی ہے؟

مولوی صاحب: یہ کہیے اسی لئے تم نے وہ تمہید باندھی تھی۔ بے شک میں نے غلط کہا تھا، دنیا میں بہت سی چیزیں ہیں جو دکھائی نہیں دیتیں۔ ایک ہوا ہی ہے کہ ہر شخص کے بدن میں لگتی ہے مگر دکھائی نہیں دیتی لیکن شاہ عبدالعزیز صاحب رحمتہ اللہ نے تحفہ میں لکھا ہے کہ " وجوہ یومئذ ناظرۃ الی ربھا ناظرۃ " سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ خدا کی طرف دیکھتے ہوں گے اور انہوں نے صاف صاف تحریر فرمایا ہے کہ عقیدہ بست ودوم آں کہ حق تعالیٰ را تواں دید و مومنین در آخرت بدیدا و مشرف شوند و کافران و منافقان ازیں نعمت محروم مانند و ہمیں است مذہب اہل سنت۔

ہدایت خاتون: اس کا مطلب یہی ہوا ناں۔ کہ سنی بھائیوں کا بائیسواں عقیدہ یہ ہے کہ خدا کو دیکھ سکتے ہیں اور مومنین قیامت کے روز اس کے دیدار سے مشرف ہوں گے کافر و منافق اس نعمت سے محروم رہیں گے اور یہی مذہب اہل سنت ہے۔

مولوی صاحب: ہاں یہی مطلب ہے میرے اور تمہارے مذہب کا جھگڑا اس مسئلہ کے متعلق بھی ہے ہم سب لوگ اس کا اعتقاد رکھتے ہیں اور تم لوگ انکار کرتے ہو۔

ہدایت خاتون: خیر یہ بتاؤ جب خدا دیکھا جا سکتا ہے تو صرف مومنین ہی کو اس کی زیارت کیوں حاصل ہوگی اور کفار اور منافقین اس سے کیوں محروم رہیں گے، کیا یہ لوگ اندھے محشور ہوں گے؟ یا نابینا کر کے قیامت میں لائے جائیں گے؟ یا پہلے ان کی آنکھیں پھوڑ دی جائیں گی۔ اس کے بعد خدا کے سامنے کھڑے کیے جائیں گے۔ یا ان کی آنکھوں میں تمہارے اللہ میاں سلائیاں پھیروا دیں گے، یا کفار و منافقین اس روز خدا کے نامحرم اور مومنین محرم ہو جائیں گے اس وجہ سے خدا مومنین کو تو اپنا مکھڑا دکھائے گا اور کافروں اور منافقوں کے لیے اپنے رخ زیبا پر برقع ڈال لے گا، یا منہ چھپا لے گا یا وہاں خدا کا کوئی خیمہ گاہ جس میں بیٹھے گا اور مومنین کے لیے اس میں سے اپنا منہ نکال دیا کہ کس طرح خدا مومنین کو دکھائی دے گا اور کافروں منافقوں سے پردہ کر لے گا، دیکھنا کام تو آنکھ کا ہے، جس کی آنکھ ہوتی ہے وہ ضرور دیکھتا ہے اور کافر و مومن میں اس کے متعلق کوئی فرق نہیں ہوتا اور جو چیز دیکھے جانے کے قابل ہے وہ بھی ہر شخص کو دکھائی دیتی ہے۔

حضرت رسولؐ خدا دیکھے جانے کے قابل تھے تو مومنین بھی آپ کو دیکھتے تھے اور کفار و منافقین بھی پھر قیامت کے روز خدا دونوں جماعتوں میں کس طرح فرق کرے گا؟

مولوی صاحب: یہ تو میں نہیں بتا سکتا مگر یہ جانتا ہوں کہ مومنین کو ان کے نیک اعمال کے عوض خوب خوش کرنے کے لیے خدا اپنی زیارت بھی کرا دے گا۔

ہدایت خاتون: پھر تو خدا بڑا بخیل ہے۔ خالی خولی زیارت کرانے سے کیا فائدہ؟ کیوں نہ یہ بھی کہہ دو کہ خدا اس روز اپنے ہاتھ میں چوڑیاں اور پاؤں میں کڑے پہن کر ناچے گا اور نیکو کار مومنین کو اپنا ناچ دکھا کر بھی خوش کرے گا۔ خوبصورت تو ہے ہی۔ گھونگھریالے بال بھی ہیں۔ آنکھ ناک کان بھی ہے پھر جلسہ نشاط قائم کر دینے میں کیا عذر ہوگا؟ وہ چھما چھم ناچے گا اور مومنین تماشہ دیکھ کر خوش ہوں گے، مزہ اٹھائیں گے پھڑک پھڑک جائیں گے، معاذ اللہ! کیا خدا ایسے اسلام کی تعلیم دے سکتا ہے؟

مولوی صاحب: تم حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب علیہ الرحمہ کی تحفہ اثنا عشریہ بلکہ اس کے اردو ترجمہ ہی کو اچھی طرح پڑھ جاؤ۔ اس سے تم کو یقین ہو جائے گا کہ خدا کا دیدار قیامت کے روز مومنین کو ضرور حاصل ہوگا۔

ہدایت خاتون: تم کیا بار بار تحفہ کا ذکر کرتے ہو میں تو کئی مرتبہ اس کو رد کر چکی ہوں اور تم میرے کسی جواب پر کچھ بھی بول نہیں سکے۔ خدا کے دیکھنے کا مسئلہ شاہ صاحب کے نزدیک بھی اس درجہ بودا تھا کہ اور باتوں کو انہوں نے پچاس پچاس ساٹھ ساٹھ صفحے میں لکھا ہے تو اس کے لیے ان کو ڈیڑھ صفحے کا مضمون بھی نہیں مل سکا۔ بہت ہاتھ پاؤں مارے بہت کچھ زور لگایا اپنی پوری طاقت ختم کر دی تو ڈیڑھ صفحے سے کم ہی لکھ سکے۔ بس لے دے کر چند آیتوں کی آڑ پکڑی ہے ایک وہی "وجوہ یو مئذ ناظرة الی ربھا ناظرة" جس کو تم نے پیش کیا اور جس کی حقیقت میں بتا چکی۔ دوسری آیت لکھی ہے۔ "کلا انھم عن ربھم یومئذ لمحجوبون" اس کے بارے میں لکھتے ہیں۔ قسم ہے کہ بے شک وہ اس دن اپنے پروردگار سے حجاب کرے۔ بس معلوم ہوا کہ مومن کے واسطے

حجاب نہ ہوگا۔ مطلب یہ کہ مومنین کے لیے خدا اس روز بے حجاب ہو جائے گا'

مولوی صاحب: واہ! واہ! واہ! شاہ صاحب نے یہ آیت بھی بہت زبردست پیش کی۔ بے شک اس سے ثابت ہوا کہ مومنین کے واسطے حجاب نہ ہوگا اور وہ اللہ تعالیٰ کو ضرور دیکھیں گے۔

ہدایت خاتون: "لاحول ولاقوۃ"! ایسی بات تو کوئی بچہ بھی منہ سے نہیں نکال سکتا، یہ آیت پارہ ۳۰ سورہ تطفیف کی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ برا کام کرنے والے بروز قیامت رحمت خدا سے روک دیے جائیں گے۔ نعمت خدا سے محروم کر دیے جائیں گے۔

مولوی صاحب: نہیں رحمت خدا کیوں ترجمہ کرتی ہو یہ کہو کہ خدا کی زیارت سے روک دیئے جائیں گے۔

ہدایت خاتون: بہت خوب اچھا یہ بتاؤ کہ اس آیت میں خدا نے "یومئذ" (اس دن) کی قید کیوں کی؟ کیا برا کام کرنے والے آج اس دنیا میں خدا کی زیارت کرتے ہیں اور کل (قیامت میں) اس سے روک دیئے جائیں گے اس کا کیا جواب دیتے ہو؟

مولوی صاحب: یہ تو تم نے پہاڑ ایسا اعتراض کر دیا۔ اس دنیا میں تو کوئی بھی خدا کی زیارت نہیں کرتا۔

ہدایت خاتون: پھر خدا نے یہ کیوں فرمایا کہ اس روز (قیامت میں) یہ لوگ خدا کی زیارت سے روک دیئے جائیں گے۔ بات بالکل صاف ہے کہ دنیا میں خدا کی نعمتیں مومنین اور کفار سب پاتے ہیں۔ مگر آخرت میں کفار اس کی نعمتوں سے محروم رہیں گے۔ اس کو خدا فرماتا ہے جس کو تم بقولے "بلی کے خواب میں چھیچھڑا" خدا کی زیارت کہنے لگے۔

مولوی صاحب: شاہ صاحب نے یہ آیت بھی لکھی ہے:

ان الذین یشترون بعھد اللہ وایمانھم ثمنا قلیلا اولئک لا خلاق لھم فی الاخرۃ ولایکلمھم اللہ ولا ینظر الیھم یوم القیامۃ

ولا یزکیھم ولھم عذاب الیم۔

"بے شک وہ لوگ جو خریداری کرتے ہیں اللہ کے قول اور قسموں کی تھوڑی قیمت سے وہ لوگ ہیں کہ ان کے لیے کوئی حصہ نہیں ہے آخرت میں اور نہ کلام کرے گا ان سے اللہ اور نہ دیکھے گا ان کی طرف قیامت کے دن اور نہ پاک کرے گا ان کو اور ان کے لیے ہے عذاب دکھ دینے والا، بس معلوم ہوا کہ صالحوں کو نظر اور کلام بھی خدائے تعالیٰ کے ساتھ ہوگا"۔

ہدایت خاتون: چشم بدور! بحث تو اس کی ہے کہ ہم لوگ خدا کو بروز قیامت دیکھیں گے اور شاہ صاحب جن کی تحقیقات پر تم اس قدر شیخی کرتے ہو۔ دلیل میں لاتے ہیں خدا کی اس آیت کا جس میں اس کا ذکر ہے کہ اللہ ان لوگوں کی طرف نظر نہیں کرے گا۔ اسی کو کہتے ہیں "ماروں گھٹنا پھوٹے آنکھ"۔ اس سے کس کو انکار ہے کہ خدا لوگوں کی طرف نظر رحمت کرتا ہے اور کسی ذریعہ سے ان کی باتیں بھی کرتا ہے۔ البتہ اس کی دلیل پیش کرو کہ اس کو دیکھیں گے۔ اگر " لا ینظر الیھم " (اللہ ان کی طرف نظر نہیں کرے گا) کے عوض لا یرونہ (لوگ اس کو نہیں دیکھیں گے) ہوتا تو خیر ایک بات بھی تھی مگر اس آیت سے خدا کے دیدار پر استدلال کرنا اور کیا کہوں بس اپنے علم و فہم کا ڈھنڈورا پیٹنا ہے۔

مولوی صاحب: ہاں! بات تو ٹھیک ہے" لا ینظر الیھم" سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ہم لوگ خدا کو دیکھ سکتے ہیں۔

ہدایت خاتون: ایک اور لطیفہ سنو۔ تمہارے شاہ صاحب نے تو " انھم من ربھم یومئذ لمحجوبون " کا ترجمہ یہ کیا ہے کہ بے شک وہ اس دن پروردگار اپنے سے حجاب کئے گئے ہیں۔ مگر یہ عقیدہ اس درجہ عقل و فہم کے خلاف اور امکان کے برعکس ہے کہ زمانہ حال میں تمہارے عالم اجل و فاضل اکمل شمس العلماء مولوی حافظ نذیر احمد صاحب دہلوی نے بھی اس مفہوم کو چھوڑ کر دوسرا ترجمہ کیا۔ لکھتے ہیں یہی لوگ ہیں جو اس دن اپنے پروردگار کے سامنے نہیں آنے پائیں

گے۔ اس سے واضح ہوا کہ آیت کو خدا کے دیکھنے سے دور کا بھی لگاؤ نہیں کیونکہ خدا کے سامنے تو اس کے نیک بندے دنیا میں بھی جاتے ہیں نماز پڑھتے ہیں تو خدا کے سامنے جاتے ہیں، سجدے میں جاتے ہیں تو خدا کے سامنے ہوتے ہیں۔ قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہیں، تو خدا کے سامنے آتے ہیں اور جو لوگ ان چیزوں کی طرف رخ نہیں کرتے نہ وہ خدا کے سامنے جاتے ہیں نہ آتے ہیں۔ اسی طرح قیامت کے روز خدا کے نیک بندے خدا کے سامنے آئیں گے۔ یعنی اس کی بخشش و رحمت و انعام کی امید میں اطمینان سے کھڑے ہوں گے اور اس کے نافرمان بندے ان چیزوں کی امید نہیں رکھیں گے لہٰذا عذاب خدا کی دہشت اور خوف سے حیران و پریشان رہیں گے۔

مولوی صاحب: کیا کہوں؟ تمہاری باتیں ٹالے نہیں ٹلتیں، عقل سے کوئی شخص کہاں تک لڑ سکتا ہے۔

ہدایت خاتون: اچھا اور بھی کوئی دلیل اس کی ہے کہ خدا کو ہم لوگ دیکھ سکیں گے۔

مولوی صاحب: قرآن شریف کی تو اور کوئی آیت معلوم نہیں ہوتی۔

ہدایت خاتون: اب میں چند آیتیں پیش کرتی ہوں۔ ہر آیت سے تم لوگوں کے عقائد کی پوری رد ہو جاتی ہے اور شاہ صاحب کے کلام کی تو دھجیاں اڑ جاتی ہیں، سنو ارشاد باری ہے:

"وتراھم ینظرون الیک وھم لا یبصرون"

(سورہ اعراف رکوع ۲۴ ص ۱۹۸)

میں اس کا ترجمہ نہیں کروں گی تم ہی بتاؤ اس کا مطلب کیا ہے۔

مولوی صاحب: اس کے ترجمہ میں کیا رکھا ہوا ہے خدا فرماتا ہے تم دیکھتے ہو کہ وہ تمہیں دیکھ رہے ہیں حالانکہ وہ نہیں دیکھ رہے ہیں۔

ہدایت خاتون: یہ کیا کہ وہ لوگ دیکھ رہے ہیں اور پھر نہیں دیکھ رہے ہیں۔

مولوی صاحب: مطلب یہ کہ وہ تمہاری طرف نظر کر رہے ہیں مگر تم ان کو دکھائی نہیں دیتے ہو۔

ہدایت خاتون: اب تو تمہارے ترجمہ سے ثابت ہوگیا کہ کسی کے کسی چیز یا کسی شخص کی طرف نظر کرنے سے یہ لازم نہیں آتا۔ کہ وہ چیز یا وہ شخص اس کو دکھائی بھی دے ذرا سنبھل کر گفتگو کرنا ہٹ دھرمی مناسب نہیں ہے۔

مولوی صاحب: (ہنس کر) ہٹ دھرمی کیوں کرنے لگا۔ تم نے دیکھا ہے کہ میں ہٹ دھرمی کرتا ہوں۔

ہدایت خاتون: خدا کرے تم میں یہ عیب پیدا نہ ہو خیر! یہ تو بتاؤ کہ اس آیت سے شاہ صاحب کے تحفہ کی زبردست دلیل خاک میں مل گئی یا نہیں۔ شاہ صاحب کہتے ہیں۔ " الی ربھا ناظرۃ " کا مطلب یہ ہے کہ وہ لوگ خدا کو دیکھتے ہوں گے۔ یعنی لفظ ناظرۃ کا مقصود یہی ہے کہ خدا ضرور دکھائی دیتا ہوگا کیونکہ جس چیز کی طرف نظر کی جائے گی وہ چیز حتماً دکھائی دے گی لیکن خدا دوسرے موقع پر فرماتا ہے کہ وہ لوگ تمہاری طرف نظر کرنے سے یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ چیز یا وہ شخص دکھائی بھی دے۔ یہ امر بھی قابل غور ہے کہ حضرت رسولؐ خدا آدمی تھے اور برابر سب لوگ حضرت کو دیکھتے تھے مگر حضرت کی طرف نظر کرنے پر بھی وہ لوگ آپ کو دیکھتے نہیں ہوں گے۔ اس کے برخلاف خدا کا جو نہ جسم ہے اور نہ جسمانی اور جو کبھی دیکھا نہیں گیا اس کے بارے میں تم نے یقین کر لیا کہ جب اس کی طرف نظر کرو گے تو اسے ضرور دیکھ ہی لو گے۔

بین تفاوت را از کجاست تا بکجا است آیت والی ربھا ناظرۃ.

پر نہ تم لوگوں کا پورا زور ہے مگر سورہ اعراف کی آیت نے اس آیت کی حقیقت ایسی نمایاں کردی کہ خدا کے دیکھنے کا پورا قلعہ ہی زمین پر آ تا رہا۔

مولوی صاحب: واقعہ اعراف والی آیت تو بالکل اس کے خلاف نتیجہ پیدا کرتی ہے تعجب ہے کہ ہمارے علماء نے اس آیت کو کیوں نظر انداز کردیا۔

ہدایت خاتون: تم اپنے علماء کی کسی کاروائی پر حیرت ظاہر کرو گے۔ اب دوسری بات سنو۔ جس سے مثل آفتاب روشن ہو جاتا ہے کہ خدا کو نہ کسی نے کبھی دیکھا ہے اور قیامت تک نہ کوئی دیکھ سکتا ہے۔ فرماتا ہے:

"وَاِذْ قُلْتُمْ يَا مُوسٰى لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْكُمُ الصّٰعِقَةُ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ" (پ ا رکوع ۶)

"اور وہ وقت بھی یاد کرو جب اے بنی اسرائیل تم نے موسٰی سے کہا تھا اے موسٰی ہم تم پر اس وقت تک ایمان نہیں لائیں گے جب تک خدا کو ظاہر بظاہر نہ دیکھ لیں اس پر تمہیں بجلی نے لے ڈالا اور تم تکتے ہی رہ گئے"

(پ ا رکوع ۶)

مولوی صاحب: اس سے تم کیا ثابت کرنا چاہتی ہو مجھے تو تمہارے موافق کوئی بات نہیں ملتی۔

ہدایت خاتون: یہ کہ حضرت موسٰیؑ اپنی قوم سے کہتے تھے کہ تم مجھ پر ایمان لاؤ اور وہ قوم جواب دیتی تھی کہ تم ہمیں خدا کی زیارت کرا دو تو ایمان لے آئیں گے۔ یہ بات اس درجہ خدا کے غضب کا باعث ہوئی کہ ان لوگوں پر بجلی گر گئی۔ یہ ظاہر ہے کہ خدا بھی یہی چاہتا تھا کہ وہ لوگ حضرت موسٰیؑ پر ایمان لائیں۔ اس نے حضرت موسٰیؑ کو ان لوگوں پر اس غرض سے مبعوث کیا تھا اور ان لوگوں نے بھی اپنے کسی ذاتی نفع کی شرط نہیں کی بلکہ خدا کے دیکھنے کی تمنا کی اب اگر خدا کا دکھائی دینا ممکن ہوتا تو خدا پر فرض تھا کہ وہ ان لوگوں کو دکھائی دے دیتا تا کہ وہ سب ایمان لاتے۔ مگر یہ امر محال تھا خدا کے اختیار میں بھی نہ تھا کہ وہ اپنے کو کسی طرح دکھائی دے اس وجہ سے وہ ان لوگوں پر غضب ناک ہوا کہ جو امر ناممکن ہے اور جس کے محال ہونے کو خود ان کی عقل بتاتی ہے۔ اسی بات کی ان لوگوں کی درخواست پر بجلی گرانا خدا کا ظلم عظیم ہوتا مگر اس کا دیکھنا محال تھا اور ہمیشہ محال ہی رہے گا۔ اس سبب سے ان کے سوال پر غضب الٰہی کو جوش آ گیا۔

مولوی صاحب: خیر یہی ایک آیت ہے یا اور کسی سے بھی تم اپنا دعویٰ ثابت کر سکتی ہو۔

ہدایت خاتون: نہیں اور سنتے جاؤ۔

"یَسْئَلُکَ اَهْلُ الْکِتَابِ اَنْ تُنَزِّلَ عَلَیْهِمْ کِتَابً مِّنَ السَّمَاءِ فَقَدْ سَاَلُوا مُوْسٰی اَکْبَرَ مِنْ ذٰلِکَ فَقَالُو اَرِنَا اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَ تَهُمُ الصّٰاعِقَةُ بِظُلْمِهِمْ"

"اے رسولؐ! یہودی جو تم سے درخواست کرتے ہیں کہ ان پر ایک کتاب آسمان سے اتروادو تو تم اس کا خیال نہ کرو کیونکہ یہ لوگ موسیٰؑ سے اس سے کہیں بڑھ چڑھ کر درخواست کر چکے ہیں چنانچہ (ایک دفعہ) کہنے لگے کہ ہمیں خدا کو کھلم کھلا دکھادو اس پر ان کے ظلم کی وجہ سے بجلی نے ان کو جلا ڈالا"

(پ ۶ رکوع ۴)

اس آیت کا مضمون بھی وہی ہے جو پہلی آیت میں ہے اس کے ساتھ یہ امر قابل لحاظ ہے کہ بنی اسرائیل نے جو حضرت موسیٰؑ سے خدا کے دکھا دینے کی درخواست کی اس کو خدا نے ان لوگوں کا ظلم قرار دیا۔ پس اگر خدا کا دکھائی دینا ممکن ہوتا تو خدا ان کی اس درخواست پر ظلم نہ فرماتا بلکہ آسانی سے ان لوگوں کو اپنی زیارت کرا کے ان کو ایمان لانے پر آمادہ کر دیتا جس سے وہ سب با ایمان ہو جاتے۔

مولوی صاحب: خیر ہو سکتا ہے کہ بنی اسرائیل کو خدا نے اس قابل نہ سمجھا ہو کہ انہیں اپنی زیارت کرا دیتا۔ ہم لوگوں کو اس شرف سے مخصوص فرما دیا ہو۔

ہدایت خاتون: سبحان اللہ! تم سے زیادہ ان لوگوں کو دکھا دینے کی ضرورت تھی کیونکہ تم لوگ تو بے دیکھے خدا کو مان چکے، اور حضرت رسولؐ خدا پر ایمان لا چکے۔ اگر تم کو اپنی زیارت نہ کرائے تو کوئی نقصان نہیں، لیکن بنی اسرائیل نے تو اپنا ایمان ہی خدا کے دیکھنے پر موقوف کر دیا تھا اور ان کو

زیارت نہ کرانے کی وجہ سے وہ لوگ ایمان سے محروم رہے جو کتنا بڑا نقصان ہوا پس اگر خدا کا دکھائی دینا ممکن ہوتا تو یقیناً خدا ان لوگوں کو اپنی زیارت کرا دیتا کبھی بنی اسرائیل کے گمراہ رہنے کو گوارہ نہ کرتا، وہ تو لوگوں کی ہدایت کے اسباب مہیا کرتا ہے، اس کے خلاف کیسے کرتا؟

مولوی صاحب: اچھا کوئی اور آیت بھی ہے۔؟

ہدایت خاتون: ہاں سنو:

لَا تُدْرِكُهُ الأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الأَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ.

"اس کو آنکھیں نہیں دیکھ سکتیں اور وہ دوسروں کی نظروں کو خوب دیکھتا ہے اور وہ بڑا باریک بین خبردار ہے" (پ ۷ ع ۱۸)

اگر غور کرو انصاف سے کام لو تو معلوم ہو کہ تم لوگ جو کہتے ہو قیامت میں خدا کو دیکھو گے اس سے درحقیقت خدا کے کلام کی تکذیب کرتے اور اس کو جھٹلاتے ہو، وہ تو فرماتا ہے کہ اس کو کسی کی آنکھ کبھی دیکھ ہی نہیں سکتی اور تم لوگ کہتے ہو کہ خدا کہتا ہے تو اسے بکنے دو، ہم لوگ اسے ضرور دیکھیں گے۔ معاذ اللہ! اس ایک عقیدے سے کتنی خرابیاں پیدا ہوتی ہیں کہ خدا کو جسم والا ماننا پڑتا ہے اس کو بدن کا محتاج تسلیم کرنا ہوگا، اس کی وجہ سے وہ دوسری ذات کا مخلوق ثابت ہو جاتا ہے، اور اس کے کلام کی تکذیب بھی ہوتی ہے۔

مولوی صاحب: کیا کہوں کچھ بولا نہیں جاتا۔ معلوم نہیں ہمارے بزرگان دین نے کس عقل سے اس عقیدہ کو اپنے مذہب میں داخل کر لیا۔ لطف یہ ہے کہ ایسی حدیثوں سے ہمارے مذہب کی کتابیں بھری پڑی ہیں اور اس قدر صاف ہیں کہ ان میں کوئی شبہ نہیں ہو سکتا، نہ کوئی تاویل بنتی ہے خیر! قرآن شریف کی اور کوئی آیت بھی ہے؟

ہدایت خاتون: ہے کیوں نہیں خدا تو جانتا تھا کہ بہت سے مسلمان اس کے دیکھنے کا اعتقاد پیدا کر لیں گے۔ اس سبب سے بار بار اس نے ایسی آیتیں نازل کر دیں جن سے لوگ ہدایت حاصل کرنا چاہیں تو آسانی سے یقین کر لیں کہ ان کا عقیدہ غلط ہے سنو! فرماتا ہے:

وَلَمَّا جَآءَ مُوْسٰی لِمِیْقَاتِنَا وَ كَلَّمَهٗ رَبُّهٗ قَالَ رَبِّ اَرِنِیْ اَنْظُرْ اِلَیْكَ قَالَ لَنْ تَرٰانِیْ وَلٰكِنِ انْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهٗ فَسَوْفَ تَرٰانِیْ فَلَمَّا تَجَلّٰی رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّ خَرَّ مُوْسٰی صَعِقًا فَلَمَّا اَفَاقَ قَالَ سُبْحٰنَكَ تُبْتُ اِلَیْكَ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِیْنَ.

''اور جب موسیٰؑ (پیغمبر) ہمارا وعدہ پورا کرنے کو کوہ طور پر آئے اور ان کا پروردگار ان سے ہم کلام ہوا تو موسیٰؑ نے عرض کی خدایا تو مجھے اپنے کو دکھا دے کہ میں تجھے دیکھوں۔ خدا نے فرمایا تم مجھے ہرگز ہرگز اور کبھی بھی نہیں دیکھ سکتے مگر ہاں! اس پہاڑ کی طرف نظر کرو۔ اگر بفرض محال' وہ اپنی جگہ پر قائم رہے تو سمجھنا کہ مجھے بھی دیکھ لوگے ورنہ نہیں، پھر ان کے پرودگار نے پہاڑ پر اپنی تجلی ڈالی اور اس کو چور چور کر دیا تو موسیٰؑ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ پھر جب ہوش میں آئے تو کہنے لگے خداوندا! تو دکھائی دینے سے بالکل پاک و مبرا ہے۔ میں نے تیری بارگاہ میں توبہ کی اور میں سب سے پہلے تیری عدم رویت کا یقین کرتا ہوں۔'' (پ۹ ع۷)

مولوی صاحب: اگر خدا اس قابل نہیں تھا کہ کوئی اس کو دیکھ سکے تو حضرت موسیٰؑ اتنے بڑے پیغمبر نے کیوں خدا سے ایسی مہمل اور ناممکن بات کی درخواست کی۔

ہدایت خاتون: اس وجہ سے کہ ان کی قوم نے اس کے لیے اصرار کیا تھا۔ چنانچہ میں شروع میں وہ آیت بیان کر چکی ہوں کہ بنی اسرائیل کہتے تھے جب تک ہم لوگ خدا کو دیکھ نہیں لیں گے ایمان نہیں لائیں گے۔ اسی وجہ سے صرف ان لوگوں کا الزام رفع کرنے اور انہیں تشفی دینے کے لیے حضرت موسیٰؑ نے خدا سے سوال کیا کہ ان لوگوں کو خدا کا جواب معلوم ہو جائے۔

مولوی صاحب: اور بھی کوئی آیت ہے یا ختم ہو گئی؟

ہدایت خاتون: نہیں اور سنو:

وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَاءَ نَا لَوْلَا اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْمَلٰئِكَةُ اَوْنَرٰى رَبَّنَا لَقَدِ اسْتَكْبَرُوْا فِيْ اَنْفُسِهِمْ وَعَتَوْا عُتُوًّا كَبِيْرًا.

''اور جو لوگ قیامت میں ہماری حضوری کی امید نہیں رکھتے کہتے ہیں، کہ ہم پر فرشتے کیوں نازل نہیں کیے گئے یا ہم اپنے پروردگار کو کیوں نہیں دیکھتے، ان لوگوں نے اپنے دل میں اپنے کو بہت بڑا سمجھ لیا ہے۔ اور بڑی سرکشی کی ہے''۔

(پ۱۹ع۱)

مولوی صاحب: مگر اس آیت سے تو نہ خدا کی رؤیت کا امکان ثابت ہوتا ہے اور نہ عدم امکان۔

ہدایت خاتون: نہیں عدم رؤیت تو اچھی طرح ثابت ہے۔ تم لوگ کہتے ہو کہ قیامت میں خدا کو دیکھ لو گے۔ اسی قیامت کے متعلق خدا کا ارشاد ہے کہ جو لوگ ہمارے دربار میں حاضر ہونے کی امید نہیں رکھتے وہ کہتے ہیں کہ ہم خدا کو دیکھتے کیوں نہیں جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ جو لوگ خدا کے دربار میں حاضر ہونے کی امید رکھتے ہیں وہ خدا کے دیکھنے کی اس سے فرمائش نہیں کرتے، کیونکہ جانتے ہیں کہ اس کا دکھائی دینا محال ہے اور ان کی اس فرمائش کو خدا نے ان کے تکبر کی دلیل اور سرکشی کی علامت قرار دیا ہے۔ پس اگر خدا کا دکھائی دینا ممکن ہوتا تو ان سے خدا فرماتا لو تم لوگ مجھے دیکھ لو یا تم لوگوں کے قول کے مطابق اگر قیامت میں خدا کا دیدار ہو سکتا تو خدا ان لوگوں سے کہہ دیتا گھبراتے کیوں ہو قیامت میں تم لوگ مجھے دیکھ لینا، یہ عجیب بات ہے کہ پورے قرآن مجید میں ایک آیت بھی ایسی نہیں ہے جس میں خدا نے یہ نہ فرمایا ہو کہ لوگ قیامت میں مجھے دیکھیں گے۔

مولوی صاحب: اب بس کرو۔ میں تم سے پوچھتا جاؤں گا اور تم اسی طرح ایک ایک آیت پیش کرتی چلی جاؤ گی۔ ماشاءاللہ تم کو قرآن شریف بھی خوب یاد ہے۔

ہدایت خاتون: اب بتاؤ کہ اتنی صریح آیات اور فیصلہ عقل وفہم کے ہوتے ہوئے تم لوگ کیسے اس کا اعتقاد رکھتے ہو کہ خدا کو ضرور دیکھو گے اور کیا ایسی ہی خلاف عقل اور خلاف رسولؐ اعتقاد قبول کرنے کے لیے مجھ سے کہتے ہو کہ اپنا مذہب حق چھوڑ کر تمہارا دین اختیار کرلوں۔

مولوی صاحب: خیر اس اعتقاد کو بھی نہ ماننا کچھ ضروری تھوڑا ہی ہے۔

ہدایت خاتون: تو کیا بغیر اس کا اعتقاد کیے بھی کوئی شخص سنی ہوسکتا ہے۔ اگر ایسا کرے تو تمہارے مذہب کی کل کتابوں اور نہ معلوم کتنی حدیثوں کو جھٹلانا بھی ضروری ہوگا کیونکہ اس امر کا اعتقاد نہ رکھنے کا نتیجہ یہی ہوگا کہ ان سب احادیث کو موضوع یقین کرلے اور کتابوں کو تو چھوڑ بھی سکتا ہے مگر مشکوٰۃ کو کیا کرے گا اور پھر صحیح بخاری کو کیسے چھوڑے گا۔ جس کے بارے میں حضرات اہل سنت کا تقریباً متفقہ اعتقاد ہے کہ قرآن مجید کے بعد یہ سب کتابوں سے صحیح ہے۔ مشکوٰۃ شریف کی حدیثیں سنو۔ معاذ اللہ حضرت رسولؐ خدا کے متعلّق ہے کہ حضرت دعا فرماتے تھے۔

"اسالک لذۃ النظر الی وجھک" "میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ تیرے چہرے کے دیکھنے کی لذت میں بھی پاؤں۔ (مشکوٰۃ جامع الدعا جلد ۳، ص ۱۷۴)

قالوا یارسول اللہ ھل نرے ربنا یوم القیامۃ . قال ھل تضارون رویت الشمس فی الظھیرۃ لیست فی سحابۃ قالوا لا قال فھل تضارون فی رویت القمر لیلۃ البدر لیس فی سحابۃ قالوا لا قال فوالذی نفسی بیدہ لا تضارون فی رویۃ ربکم الا کما تضادون فی رویۃ احد ھما .

"صحابہؓ نے پوچھا اے رسولؐ خدا کیا قیامت کے دن ہم لوگ خدا کو دیکھیں گے؟ حضرتؐ نے فرمایا جب ابر نہیں ہوتا تو چودھویں رات کے چاند کو دیکھنے میں تم کو تردد ہوتا ہے؟ سب نے کہا نہیں۔ تب فرمایا خدا کی قسم! تم لوگوں کو خدا کے دیکھنے میں بھی ذرہ برابر شک یا تردد نہیں ہوگا جس طرح تم میں سے ایک شخص دوسرے کو دیکھتا ہے۔ اسی طرح تم لوگ خدا کو بھی

(۱) دیکھو گے۔(مشکوۃ باب الحساب جلد ۷ ص ۱۰۴)

"ناذ رائیۃ وقعت ساجدا" جب میں خدا کو دیکھ لوں گا تو اس کے سجدہ میں گر جاؤں گا۔ (باب الحوض جلد ۷ ص ۱۱۰)

لا تتمارون فی رویتہ ربکم ولا یبقے فی ذلک المجلس رجل الا حاضرہ اللہ محاضرۃ .

"شک نہیں کرنے کہ تم اپنے پروردگار کے دیکھنے میں اور نہیں باقی رہے گا اس مجلس میں کوئی شخص مگر یہ کہ کلام کرے گا اس سے اللہ تعالیٰ بے واسطہ پردہ اٹھا دے گا۔ (مشکوۃ باب صفۃ الجنۃ جلد ۷ ص ۱۳۲)

لو جس طرح میں پردہ استعمال کرتی ہوں اور محرم لوگوں کے سامنے پردہ اٹھا دیتی ہوں اسی طرح تم لوگوں کا اعتقاد ثابت ہوگیا کہ دنیا میں خدا تم لوگوں سے پردہ کیے ہوئے ہے اور قیامت میں تم لوگوں سے اپنا پردہ اٹھا دے گا۔ غرض دنیا میں تم لوگ خدا کے نامحرم اور آخرت میں اس کے محرم ہو جاؤ گے۔ معاذ اللہ تم لوگوں نے بھی خدائے تعالیٰ کی کتنی حجامت بنا ڈالی ہے۔ اور سنو۔ "قال رسول اللہ انکم سترون ربکم عیانا" حضرت رسول خداؐ نے فرمایا کہ تم لوگ اپنے خدا کو ننگا دیکھو گے۔ (مشکوۃ باب رویۃ اللہ جلد ۷ ص ۱۳۲) اف کس کس طرح خدا کی جسمیت ثابت کی گئی ہے۔

مولوی صاحب: تم اپنی چھیڑ خوانی سے باز نہیں آتی ہو خدا کو ننگا کون کہتا ہے؟ اور کس لفظ کا یہ ترجمہ کیا کہ ہم لوگ اس کو برہنہ دیکھیں گے۔؟ انہی باتوں سے مجھے غصہ پیدا ہوتا ہے۔

---

(۱) مولوی وحید الزمان خانصاحب حیدرآبادی لکھتے ہیں "لا تضارون فی رویتہ" تم قیامت کے دن اپنے پروردگار کو اس طرح بے تکلف دیکھو گے۔ جیسے چاند کو دیکھتے ہو۔ تم کو اس کے دیکھنے میں دوسرے سے مخالفت یا جھگڑا کرنے کی ضرورت نہ ہوگی۔ یا دوسرے کو دھکیلنے یا ہٹانے اور تکلیف پہنچانے کی۔ یا تم اس کے دیدار میں ایک دوسرے سے ملے اور جڑے نہ ہوگے۔ جیسے ہجوم میں ہوتا ہے۔ بلکہ الگ الگ رہ کر اپنی اپنی میں بفراغت اس کا دیدار کریں گے (انوار البلاغۃ ص ۵ ص ۲۳) کیا تم کو چاند دیکھنے میں کوئی تکلیف ہوتی ہے۔ نہیں ہر شخص بفراغت چاند دیکھتا ہے۔ اس طرح آخرت میں اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوگا۔" (پ ۱۵ ص ۲۵)

ہدایت خاتون: روایت میں صاف لفظ "عیاناً" موجود ہے۔ اس کا ترجمہ کیا کرو گے۔ ننگا کے سوائے کوئی مطلب ہو تو بیان کرو، میں مان لوں، مگر جو ترجمہ کرو گے اس کا نتیجہ بھی نکلے گا۔

مولوی صاحب: عیاناً کا معنی کھلم کھلا' صاف صاف' ظاہر بظاہر' بے شبہ' بے اختلاف' نہ کہ ننگا معاذ اللہ ایسا ترجمہ کرنا کفر ہے۔

ہدایت خاتون: خیر کھلم کھلا کا کیا مطلب؟ جب تم لوگ اسے دیکھو گے تو وہ کپڑے پہنے ہوگا یا لحاف یا برقعہ یا شال چادر اوڑھے ہوگا؟ اور پھر عیاناً کہنے کی ضرورت کیا ہوئی؟

مولوی صاحب: ہوسکتا ہے اس وقت کرتا' پاجامہ پہنے ہو۔ عمامہ باندھے ہو' غرض تہذیب ہی کی صورت میں ہوسکتا ہے نہ کہ ننگا ہوگا۔

ہدایت خاتون: سبحان اللہ اس آیت کا آخری حصہ یہ ہے کہ آنحضرت نے فرمایا جس طرح تم آفتاب و ماہتاب کو دیکھتے ہو اسی طرح خدا کو بھی دیکھو گے' تو کیا آفتاب کرتا ٹوپی پاجامہ پہنے رہتا ہے اور تم لوگ اس کو اسی لباس میں دیکھتے یا چاند برقع اوڑھے رہتا ہے۔

مولوی صاحب: کیا کہوں تم تو مجھے ہر طرح عاجز کر دیتی ہو۔ حدیثوں میں یہ تو ضرور ہے کہ خدا کو آفتاب و ماہتاب کی طرح ہم لوگ دیکھیں گے۔ مگر اس کا ذکر نہیں ہے کہ اس وقت وہ ننگا ہوگا یا لباس کے اندر ہوگا۔ اسی سے تم کو اتنی چٹکیاں بھرنے کا موقع ملتا ہے جو چاہو کہہ لو میں بالکل مجبور ہوں۔

ہدایت خاتون: صحیح بخاری میں بھی یہ سب حدیثیں اس طرح موجود ہیں کہ خدا کو تم لوگ اسی طرح دیکھو گے جس طرح آفتاب و ماہتاب کو دیکھتے ہو۔ اگر کہو تو اس کی عبارت کو بھی پڑھوں تاکہ تمہاری صحیح ترین کتاب کی تحقیقات بھی تمہارے پیش نظر ہو جائے۔

مولوی صاحب: ضرورت تو اب نہیں ہے مگر خیر تم دو ایک حدیثیں اس کی بھی بیان کر دو۔ اگرچہ میں جانتا ہوں کہ اس میں بھی ایسی حدیثیں بہت ہیں۔ یہ مسئلہ تو ہم لوگوں کا اجماعی ہے۔

ہدایت خاتون: سنو:

کنا عندالنبیؐ فنظر الی القمر لیلة فقال انکم سترون ربکم کماترون ھذا لقمر.

''صحابہ آنحضرتؐ کے پاس چاندنی شب میں تھے تو آنحضرتؐ نے فرمایا کہ عنقریب تم لوگ خدا کواسی طرح دیکھو گے جس طرح اس چاند کو دیکھتے ہو۔''

(پ۳،۳۱۴)

''سترون ربکم عیانا'' عنقریب تم لوگ خدا کو برہنہ دیکھو گے۔

مولوی صاحب: بس کرو تم پھر وہی ننگا یا مادر زاد برہنہ ترجمہ کرو گی اور مجھ سے برداشت نہیں ہوگا کہ خدا کو ننگا یا مادر زاد برہنہ سنوں اور تمہاری منطقی باتوں کا جواب بھی نہیں دے سکوں گا۔ میرا دل دکھے گا اور اپنے مذہب ہی کو گالیاں دینے لگوں گا۔

ہدایت خاتون: خدا کو ننگا کہنے سے چراغ پا کیوں ہو رہے ہو۔ سنو (معاذ اللہ) حضرت رسولؐ خدا فرماتے ہیں:

استاذن علی ربی فیوذن فاذا رأیت ربی وقعت ساجدا

''میں خدا سے اجازت چاہوں گا کہ (اندر) آنے کی اجازت دے وہ اجازت دے گا تو میں جاؤں گا اور جب خدا کو دیکھوں گا تو سجدہ کہ کے لیے گر پڑوں گا۔''

(صحیح بخاری پ ۱۸، ص ۱۱۴)

بتاؤ اگر خدا نہ مانا تو حضرت وہاں جانے کی اجازت کیسے مانگیں گے۔ جب آنحضرتؐ اس کو باہر نہیں پائیں گے تب ہی تو اس سے اجازت چاہیں گے اور جب اجازت ملے گی، تب خدا اندر ہی تو ہوگا، کیونکہ خدا اگر باہر ہوگا تو حضرت کو کہاں آنے کی اجازت دے گا، جس کے بعد آنحضرتؐ اس کو دیکھ کر سجدہ کریں گے۔؟

مولوی صاحب: نہیں! خدا کے لیے کپڑے اور کمرے کا مضمون پیدا کرنا تمہاری شوخی ہے۔ ہماری حدیثوں میں اس کا ذکر نہیں ہے بس یہ ہے کہ خدا کو دیکھیں گے ضرور جس طرح بھی ہو۔

ہدایت خاتون: ذکر ہے' کیوں نہیں سنتے۔

وما بین القوم وبین ان ینظرو الی ربھم الا ردا الکبر علی وجه فی جنة عدن. (صحیح بخاری پ۲۰' ص۳۵۵)

''تمام لوگ خدا کو قیامت میں اس سبب سے دیکھنے نہیں پائیں گے کہ خدا بڑی سی چادر اوڑھے جنت عدن میں چھپا بیٹھا ہوگا''

یہ بھی ہے:

فاستاذن علی ربی فی داره فیوزن لی علیه فاذارائیته فوقعت له ساجدا فید عنی ماشاالله ان یدعنی.

''حضرت رسولؐ خدا (معاذ اللہ) فرماتے تھے کہ میں خدا کی ڈیوڑھی میں حاضر ہو کر اندر جانے کی اجازت چاہوں گا تو خدا مجھے اجازت دے گا پس جب میں وہاں جا کر اس کو دیکھوں گا تو اس کے سجدے میں گر پڑوں گا خدا جتنی دیر تک چاہے گا مجھے اسی طرح میرے سجدہ میں چھوڑ دے گا''۔

(صحیح بخاری پ۲۰' ص۷۴۵)

مولوی صاحب: اب بس بھی کرو گی یا پڑھتی ہی جاؤ گی۔ میں نے پہلے ہی کہا کہ ایسی حدیثیں بخاری شریف میں بھی بہت ہیں۔

ہدایت خاتون: خیر میں ختم کرتی ہوں۔ یہ بھی تم نے سنا ہے کہ اللہ کو تم لوگوں نے بہروپیا بنا رکھا ہے۔ دیکھوں اب اس مضمون پر تم کتنا اچھلتے کودتے ہو؟

مولوی صاحب: دیکھو! تم اب بہت بڑھ چڑھ کر بولنے لگیں۔ معاذ اللہ! اللہ تعالیٰ کو بہرو

نواں باب (9)

بمبئی میں عیسائیوں اور مسلمانوں کا زبردست مناظرہ

مشہور مدرسہ دیوبند میں ایک قابل طالب علم مولوی کریم الدین صاحب پڑھتے تھے۔ جب ان کی دستار بندی ہوچکی تو بے چارے کو ذریعہ معاش کی فکرلاحق ہوئی۔ ادھرادھر ملازمت تلاش کرنے لگے لیکن کہیں کامیابی نہیں ہوئی۔ اسی سلسلہ میں دہلی پہنچے اور کوشش شروع کی کہ کسی سکول اور مدرسہ میں جگہ مل جائے وہاں معلوم ہوا کہ شیعہ تعلیم کے افسر صاحب اور امریکن مشن کے بڑے پادری صاحب میں گہرے مراسم ہیں۔ اگر پادری صاحب سفارش کردیں تو ان کے لیے وہ کوئی جگہ نکال سکتے ہیں۔ یہ پادری صاحب کے پاس پہنچے اور وعدہ کیا کہ وہ افسر مذکور سے ملاقات ہونے پر ان کا ذکر کریں گے اس کے بعد یہ بے چارے برابر وہاں پہنچنے لگے۔ پادری صاحب کے ماتحت جو دیسی پادری صاحبان تھے انہوں نے ان کو اپنے رنگ میں ڈھالنا چاہا۔ برابر مذہبی گفتگو ہونے لگی کچھ دنوں کے بعد ان سب نے آپس میں سازش کر کے ان سے کہا کہ مولوی صاحب اگر آپ کو ملازمت کسی سکول میں ملی بھی تو بیس پچیس سے زیادہ کی جگہ ممکن نہیں۔ اور ہم لوگ اسی (۸۰) سو (۱۰۰) ایک سو پچیس (۱۲۵) پاتے ہیں۔ آپ بھی عیسائی ہو جائیں پچاس روپیہ ماہوار ملنے لگیں گے اور آئندہ بہت کچھ ترقی ہوسکتی ہے۔ مولوی کریم الدین صاحب نے سنا تو ان کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔ بہت بگڑے بہت غیض وغضب کا اظہار کیا مگر چونکہ بڑے پادری صاحب سے ان کی غرض اٹکی ہوئی تھی اس سبب سے وہاں کا جانا موقوف نہ کر سکے دیسی

پادری سب روزانہ مذہبی چھیڑ کرتے اور ان کو سبز باغ دکھاتے رہتے تھے۔ بیچارے فقر و فاقہ کی مصیبت سے عاجز آ گئے تو دنیا ان کی نظروں میں اندھیری ہونے لگی۔ ان پادریوں نے بڑے پادرری صاحب سے کہا کہ اگر حضور اس وقت سو ۱۰۰ روپیہ سے مولوی صاحب کی مدد کر دیں تو قوی امید ہے کہ یہ شکار جال میں پھنس جائے اور ہم لوگ کامیاب ہو جائیں۔ پادری صاحب نے جب مولوی کریم الدین صاحب کی پریشانی سنی تو بے چین ہو گئے اور فوراً سو روپیہ مخفی طور پر ان کو دے کر کہا جب تک کوئی ملازمت نہیں ملتی اس کو صرف کیجیے۔ مولوی صاحب نے شکریہ ادا کر کے لے لیا اور کچھ آسودہ ہوئے۔ بعد ازاں دیسی پادریوں نے اور زیادہ ان کو تبدیلی مذہب کے لیے چھیڑنا شروع کر دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ چار پانچ مہینہ بعد مولوی کریم الدین صاحب عیسائی ہو گئے۔ اس کے بعد انہوں نے پادری صاحب سے اس طرح باتیں کیں۔

پادری کریم الدین صاحب: حضور اب میرے متعلق کیا کام ہے تاکہ بےکاری میں وقت ضائع نہ ہو۔

بڑے پادری صاحب: بہتر ہے آپ مصر چلے جائیں اور وہاں مذہب اسلام کی خوب تحقیقات کریں وہاں سے واپس آ کر مسلمانوں کو عیسائی بنائیں۔

پادری کریم الدین صاحب: حضور وہاں تین چار سال سے کم نہیں رہنا ہوگا اور خرچ زیادہ ہوگا ان تمام باتوں پر خوب غور فرمالیں۔

بڑے پادری صاحب: کچھ پرواہ کی بات نہیں مشن آپ کو پورا خرچ دے گا۔ آپ جی لگا کر وہاں کام کریں وہ بڑا اچھا جگہ ہے۔

پادری کریم الدین صاحب: جب میرے مصارف کا انتظام ہو جائے گا تو مجھے بھی وہاں جانے میں کوئی عذر نہیں۔ وہاں عیسائی اور مسلم علماء کا مجمع ہے لطف ہی لطف ہوگا۔

بڑے پادری صاحب: وہاں بالکل چپ لگا کر کام کرنا ہوگا۔ کسی کو خبر نہ ہونے سے اچھا ہوگا۔

نہیں تو گڑ بڑ کا ڈر ہے۔

پادری کریم الدین صاحب: نہیں میں اپنے کام کو بہت پوشیدہ رکھوں گا آپ لوگ میری خدمات سے بہت خوش ہوں گے۔

بڑے پادری صاحب: ہاں ہم کو بھی واثق امید ہے آپ بڑا قابل آدمی ہے۔ آپ اسلام کا جواب شروع کرے گا تو ہمارا مذہب خوب ترقی کرے گا۔

پادری کریم الدین صاحب: اچھا تو اب میں کب تک روانہ ہو جاؤں۔ سامان سفر میں بھی تو کچھ وقت صرف ہوگا۔

بڑے پادری صاحب: بس ایک مہینہ میں آپ روانہ ہو جائیں تو اچھی بات ہے۔ یہ روپیہ ہے اور روپیہ جاتے وقت مل جائے گا۔

غرض پادری کریم الدین صاحب مصر روانہ ہوگئے۔ آدمی بڑے اچھے دماغ کے تھے ذہن و حافظہ دونوں خدا داد ملے تھے۔ اس کے ساتھ محنت میں بھی بھوت تھے۔ بہت سی کتابیں اپنے ساتھ رکھ لیں۔ ان سب کو بھی رستہ میں دیکھتے گئے۔ پھر مصر پہنچے تو بڑے کتب خانوں میں کافی وقت صرف کرنے لگے۔ طالب علم کی صورت میں مختلف علماء سے مذاکرہ مباحثہ کرتے اور اپنے خیال میں اپنے مطلب کے مواد جمع کرتے رہے، جب آدمی کسی کام پر آمادہ ہو جاتا ہے تو کچھ نہ کچھ اسباب مہیا ہو ہی جاتے ہیں۔ وہاں عربی دان عیسائی علماء سے بھی پادری صاحب ملتے اور اسلام کے خلاف زہریلے مسائل و مضامین کے ذخیرے حاصل کرتے رہتے۔ مختصر یہ کہ تین سال کی مدت میں پادری کریم الدین صاحب نے اسلام کے خلاف بہت مواد جمع کر لیا چونکہ خود بھی اسلامی علوم کے فاضل تھے اس لیے معمولی بات سے بھی بڑے بڑے نتیجے اخذ کرنے کا کافی ملکہ پیدا ہو گیا تھا۔ تین سال کے بعد مصر سے واپس آئے جب بمبئی پہنچے تو ایک بڑا اشتہار اس مضمون پر چھپا۔ کل مسلمان بھائیوں کو معلوم ہو کہ میں پہلے خاندانی مسلمان تھا اور دیوبند کے مشہور مدرسہ میں فلاں تاریخ تک تحصیل علوم کی، مگر تکمیل دستار بندی کے بعد اپنی جگہ مذہبی تحقیقات

شروع کی تو مجھے دین اسلام غلط اور مذہب عیسائی صحیح نظر آیا۔ اس وجہ سے میں نے اس دین کو قبول کرلیا۔ اس کے بعد مصر میں بھی بہت دنوں تک تحقیق کرنے کے بعد اور زیادہ یقین کرلیا کہ مذہب اسلام کسی طرح اختیار کرنے کے قابل نہیں ہے۔ پس اگر علماء اسلام میرے اعتراضات کا جواب دے کر میری تشفی کردیں تو میں پھر حلقہ اسلام میں واپس آسکتا ہوں۔ یہ اشتہار بمبئی کے نمایاں مقامات پر چسپاں کردیا گیا اور اس کے بعد بہت سے پرچے دہلی' دیوبند' سہارنپور' لاہور' امرتسر وغیرہ کے علماء کے پاس بھی بھیج دیے۔ اس اشتہار نے اہل اسلام میں بڑی ہلچل مچادی۔ اس پر طرہ یہ ہوا کہ آریہ اخبارات نے بھی اسی اشتہار کو جلی حرفوں میں نقل کر کے اور مسلمانوں کو چھیڑ چھاڑ کر پرجوش کردیا۔ غرض مسلمانان بمبئی آمادہ ہوگئے۔ کہ پادری کریم الدین صاحب سے ضرور مناظرہ کرنا چاہیے۔ ان لوگوں نے چندہ جمع کر کے ایک بڑی رقم مہیا کرلی اور مختلف مقامات کے علماء جوفن مناظرہ میں تجربہ کار تھے بلالیا۔ حیدرآباد کے مولوی رکن الدین صاحب کو بھی تار دیا گیا۔ چند دنوں میں کافی علمائے اسلام بمبئی پہنچ گئے مگر ہمارے دوست مولوی رکن الدین صاحب نے معذرت کا خط بھیج دیا کہ اپنے والد صاحب کی علالت کی وجہ سے مجبور ہیں۔ غرض جو علماء جمع ہوگئے تھے انہیں سے پادری صاحب نے مناظرہ شروع کردیا۔ انہوں نے ایک بڑی کاروائی یہ کی تھی کہ مصر میں رہ کر کافی مدت میں قرآن کی ایسی آیتوں بلکہ لفظوں تک کی فہرست بنائی تھی جن پر ان کے خیال میں علم نحو یا صرف یا لغت یا معانی و بیان کے اعتبار سے اعتراضات ہوسکتے تھے۔ اس کے ساتھ انہوں نے مستند اہل عرب کا کلام بھی جمع کرلیا تھا جس سے یہ نتیجہ نکلتا تھا کہ اگر قرآن مجید کی عبارت صحیح مانی جائے تو اہل عرب کا کلام غلط ہوتا ہے ورنہ قرآن مجید میں غلطیاں تسلیم کرنی پڑیں گی۔ مناظرہ بڑے دھوم دھام سے شروع ہوا۔ مسلمانوں عیسائیوں کے علاوہ آریوں کا بھی بڑا مجمع ہوتا تھا۔ پادری صاحب نے ایک ایک لفظ کے متعلق اعتراضات پیش کرنے شروع کیے۔ علماء اسلام، ان کے جوابات دینے لگے۔ چونکہ یہ حضرات پادری صاحب کی اس ہوشیاری سے بے خبر تھے اس وجہ سے خاص اس موضوع پر بحث کرنے کے لیے اس قدر تیار نہیں تھے جس طرح پادری صاحب چاہتے تھے کہ نحوی وصرفی اعتراضات سے علیحدہ ہوکر مذہب

کی حقیقت وغیرہ کے متعلق گفتگو کریں مگر پادری صاحب اپنے ہی نقطہ پر اڑے رہے۔ اور کسی طرح اس موضوع سے علیحدہ ہی نہیں ہوئے۔ غرض کئی روز تک زور وشور سے مناظرہ ہوتا رہا اور بمبئی کے اکثر اخباروں میں روزانہ کاروائی بھی شائع ہوتی رہتی۔ جس سے اہل اسلام متردد ہو رہے تھے۔ بمبئی میں حیدر آباد دکن کے بھی کچھ حضرات تھے انہوں نے بگڑا ہوا رنگ دیکھا تو رائے کی کہ اس مناظرہ میں مولوی رکن الدین صاحب کا ہونا ضروری ہے وہ علم وادب اور نحو و صرف وغیرہ میں ید طولیٰ رکھتے ہیں۔ اور مناظرہ میں بھی بڑے تجربہ کار ہیں یہ سوچ کر دو آدمی حیدر آباد چلے گئے اور وہاں کے معززین سے اصرار کرا کے مولوی صاحب کو مجبور کیا۔ کہ بمبئی چل کر مناظرہ میں شریک ہوں۔ بمبئی کے وہ اخبارات بھی لیتے گئے۔ جن میں مناظرہ کے حالات چھپے تھے اور علماء اسلام کی کمزوری پر مخالفین اسلام جس طرح تھپیڑیاں مارتے تھے اس کی تفصیل بھی درج تھی۔ مولوی صاحب نے کل حالات سنے ان اخباروں کو پڑھا تو حمیت اسلامی سے تڑپ گئے ان کی رگوں میں خون دوڑنے لگا۔ اور وہ اپنے کل امور کو معطل کر بمبئی جانے پر آمادہ ہو گئے۔ اعلیٰ حضرات کے عظیم الشان اور بے مثل ونظیر کتب خانہ سے قریباً ڈیڑھ دوسو کتابیں منگوا کر ساتھ رکھ لیں اور بمبئی روانہ ہو گئے۔ راستہ بھر کتابوں کو الٹتے پلٹتے رہے اور ضروری باتیں نوٹ کرتے رہے اور جب بمبئی پہنچے تو اعتراضات کی رد وتحقیق کی بہت سی راہیں کھول لی تھیں۔ مسلمانان بمبئی اس مناظرہ سے پریشان ہو رہے تھے اور جب مولوی صاحب کے آنے کی خبر سنی تب بھی ان کو کامیابی کی زیادہ امید نظر نہیں آئی، غرض حسب معمول وقت معین پر مناظرہ شروع ہوا۔ مولوی رکن الدین صاحب اس روز خاموش بیٹھے طرفین کی کاروائی دیکھتے رہے دیر تک مناظرہ ہوتا رہا۔ مگر علمائے اسلام تھک گئے تھے جس سے پادری صاحب اور زیادہ دلیر ہو گئے۔ انہوں نے خوب گرج گرج کر ان لوگوں کے جوابات کی دھجیاں اڑا دیں ۔ جب اس روز بھی وقت مناظرہ ختم ہو گیا۔ اور مجمع اٹھنے لگا تو مولوی رکن الدین صاحب کھڑے ہو گئے۔ اور پکار کر کہا۔ کل حاضرین کی خدمت میں التماس ہے کہ میں بھی مناظرہ کے اشتیاق میں آج حیدر آباد دکن سے آیا ہوں۔ کل پھر آپ حضرات بھی میدان مناظرہ میں ضرور آئیں اور دوسرے لوگوں کو بھی لائیں۔ میں بھی پادری

صاحب سے کل کچھ گفتگو کروں گا۔ چونکہ مولوی صاحب آریہ وعیسائی مناظرہ میں اس طرف مشہور تھے اس سبب سے دوسرے دن مناظرہ میں بہت بڑا مجمع ہوا مخالفین اسلام بھی نئے شوق سے پہنچے۔ پادری صاحب شیر ہو چکے تھے انہوں نے خیال کیا کہ جب ایسے بوڑھے بوڑھے علماء ہار چکے ہیں تو یہ نووارد نو آموز اور نوجوان مولوی صاحب کیا کرلیں گے۔ پھر بھی اپنی جگہ انہوں نے خوب محنت کی گزشتہ تقریروں کو سمیٹ لیا۔ مختلف نوٹ بکس پر الٹ پلٹ کر نظر ڈال لی اور اپنے کو اچھی طرح تیار کر کے میدان میں پہنچے۔ مناظرہ شروع ہوا۔ پادری صاحب نے تقریر شروع کی اور سابقہ اعتراضات کا خلاصہ بیان کر کے دکھایا کہ قرآن مجید میں نحوی وصرفی لغوی اور معانی و بیان کی غلطیاں ہیں۔ اس سبب سے یہ خدا کا کلام نہیں ہوسکتا۔ جب وہ تقریر کر کے بیٹھے تو مولوی رکن الدین صاحب اٹھے اور انہوں نے پہلے ایک زبردست تقریر کی جس نے سب کو متحیر کر دیا۔ مخالفین اسلام مبہوت ہو گئے۔ اہل اسلام جھومنے لگے ہر طرف سے ''سبحان اللہ'' جزاک اللہ کی آواز بلند ہوگئی مگر مولوی صاحب خاموش رہنے اور اطمینان سے پوری تقریر سنتے جانے کا اشارہ کرتے رہے۔ تھوڑی دیر میں پورے مجمع کا رنگ بدل گیا۔ اسلام کی شکست زبردست فتح سے بدل گئی پادری صاحب بھی ''صم بکم'' ہو گئے اس کے بعد مولوی صاحب نے ہر اعتراض پر تبصرہ کرنا شروع کیا اور قرآن مجید کی جس قدر آیات پر پادری صاحب نے بوچھاڑ کی تھی آپ نے ایک ایک آیت کے متعلق ایسے تشفی بخش جوابات دئے اور قواعد صرف ونحو ولغت و معانی و بیان وکلام عرب سے قرآن مجید کی اس طرح تصدیق وتائید واضح کی کہ علماء اسلام تو وجد میں تھے ہی عربی دان عیسائی وغیرہ بھی بت بن گئے۔ چونکہ پادری صاحب نے بہت سی آیات کو چن رکھا تھا اور مولوی صاحب ایک ایک آیت کا تفصیل سے مطالب فصاحت و بلاغت ثابت کرتے رہے اس سبب سے کئی دن تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ پادری صاحب بھی ہر روز کچھ نہ کچھ بولتے اور مولوی صاحب کی دلیلوں کو رد کرنے کی کوشش کرتے رہے۔ لیکن اب ان کا جادو ٹوٹ گیا اور اور سحر باطل ہو گیا تھا۔ ہر موقع پر بغلیں جھانکنے لگتے اور رکیک تاویلوں سے کام لینا شروع کر دیتے۔ غرض چند دنوں میں پادری صاحب کا رنگ بالکل پھیکا پڑ گیا۔ ان کی آبلہ فریبی کی قلعی کھل گئی اور سامعین کی

دلچسپی بھی غائب ہونے لگی، مجمع کم ہوتا گیا، لوگ گھبرانے لگے، اور سب کو یقین ہوتا گیا کہ قرآن مجید واقعاً فصاحت و بلاغت میں بے مثل اور بے نظیر ہے۔ اس پر کسی شخص کا اعتراض کرنا آفتاب پر خاک ڈالنے کے برابر ہے۔ بارہ دن کے بعد مناظرہ کے وقت جو مختصر سے سامعین آ گئے تھے وہ دیر تک پادری صاحب کا انتظار کرتے رہے۔ مولوی صاحب بھی بار بار لوگوں سے دریافت کرتے جاتے تھے کہ اب تک پادری صاحب کیوں نہیں آئے۔ جب وہاں بیٹھے ہوئے پورا ایک گھنٹہ گزر گیا تو معلوم ہوا کہ وقت مناظرہ سے دو گھنٹہ قبل ہی پادری صاحب بوریا بستر باندھ کر کہیں چلتے بنے بمبئی میں ان کا کسی جگہ پتہ نہیں ہے۔ اس پر مسلمانوں نے زور سے اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا اور بڑے جوش و خروش سے میدان مناظرہ سے اپنے اپنے گھر واپس آ گئے۔ دوسرے دن علی الصبح بمبئی کے نمایاں مقامات پر بڑے بڑے پوسٹر اس عنوان کے چسپاں تھے کہ "عیسائیوں کے مقابلہ میں اہل اسلام کی زبردست فتح" آفتاب اسلام مولانا رکن الدین صاحب کی شاندار کامیابی قرآن مجید کا بے مثل و بے نظیر اعجاز۔

غرض مسلمانان بمبئی نے اس روز نئی عید منائی۔ مختلف مقامات پر تہنیت و مبارک باد کے سینکڑوں تار روانہ کیے۔ سرخ جھنڈیاں ہر طرف آویزاں کی۔ اور مختلف صورتوں سے خوشی و شادمانی کا اظہار کیا گیا۔ مولوی رکن الدین صاحب نے اسی روز حیدرآباد واپس آنا چاہا مگر کسی طرح نہیں آنے پائے۔ بمبئی کی بڑی بڑی انجمنوں نے آپ کی شاندار ضیافت کا اہتمام کیا۔ جہاں آپ جاتے لوگ ہار پہناتے اور آپ کی شان میں مدحیہ نظمیں پڑھی جاتیں۔ اہل اسلام میں نئی زندگی کے آثار نظر آنے لگے۔ ہر طرف اس کا ذکر ہوتا کہ مولانا صاحب نے پادری صاحب کو کیسے کیسے دندان شکن جوابات دیئے۔ کس طرح ان کے اعتراضات کی دھجیاں اڑا دیں وہ پادری صاحب کیسے شیر ہو رہے تھے اور کس طرح گرج گرج کر کلام پاک کو نیچا دکھانا چاہتے تھے لیکن مولانا صاحب نے کس طرح ان کو پچھاڑ دیا۔ ان کی رگیں مل دیں۔ ان کی تمام محنت کو خاک میں ملا دیا، ان کی پوری ریاضت پر پانی پھیر دیا۔ ان کے سب بت غرور و تکبر کو توڑ دیا اور وہ کہیں منہ دکھانے کے قابل نہیں رہے، پھر کہیں مناظرہ کرنے جائیں گے تو ہم لوگ بھی

مولانا صاحب کو لے کر پہنچ جائیں گے۔ اسلامی اخباروں کے صفحات اسی کے متعلق مضامین سے بھرے نظر آتے تھے۔ بمبئی کے واقعات کی خبر ہر روز حیدر آباد پہنچتی اور یہاں کے اہل اسلام خوشی سے پھولے نہیں سماتے تھے۔ ہر شخص مولوی صاحب پر ہزار جان سے فدا ہونے کو تیار ہو گیا تھا۔ اور حیدر آباد میں آپ کے واپس آنے پر آپ کے شاندار استقبال کا زور دار اہتمام ہونے لگا۔ کئی آدمیوں نے جوابی تار بھیج دیے تھے کہ جس وقت کی گاڑی سے آپ یہاں تشریف لائیں ہم لوگوں کو خبر دیں۔ جب آپ کی واپسی کی تاریخ پہنچ گئی تو اسٹیشن پر گاڑی پہنچنے سے قبل ہزاروں معززین حیدر آباد جمع ہو گئے سب بے چین تھے کہ کب گاڑی آتی ہے کب مولانا کی زیارت نصیب ہوتی ہے اور کب شہر میں آپ کی سواری چلتی ہے۔ خدا خدا کر کے گاڑی آ پہنچی تو اس وقت مسلمانوں کی خوشی بیان کرنے کے لیے الفاظ نہیں ملتے تھے۔ گاڑی رکتے ہی سینکڑوں معززین آپ کے ڈبے میں پہنچ گئے اور وہیں معانقہ کرنے لگے۔ پلیٹ فارم پر اترنے کے بعد تو ایسا ہجوم ہوا کہ آپ پس گئے۔ لوگوں کی چہل پہل اور اللہ اکبر کے نعروں سے پورا پلیٹ فارم گویا ہل رہا تھا۔ آپ کے والد ماجد جناب مولانا عبدالقوی صاحب بھی تشریف لائے تھے مگر وہ سکون اور وقار سے ایک جگہ بیٹھے ہوتے تھے۔ مولوی رکن الدین صاحب لوگوں سے گلے ملتے ہاتھ ملاتے پھولوں کے ہار پہنتے ہوئے آہستہ آہستہ اپنے والد صاحب کے پاس پہنچے تو دونوں آدمی بڑھ کر ایک دوسرے سے لپٹ گئے اور مارے خوشی کے دونوں کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ پھر فوراً چہرہ رومال سے پونچھ کر دونوں صاحب اسٹیشن سے باہر آئے ایک موٹر جس پر ہر طرف سے ہار چڑھائے اور جیسے دلہن کی طرح آراستہ کیا گیا تھا مولوی صاحب آپ کے والد ماجد اور دو تین معززین بیٹھے پیچھے سینکڑوں موٹریں ساتھ ہوئیں سب پر سرخ جھنڈیاں نصب تھیں اور ریشمی کپڑوں پر جلی حروف میں۔ ''مولانا رکن الدین زندہ باد'' لکھا تھا۔ بڑی مسرت اور جوش سے یہ جلوس روانہ ہوا مگر مولوی صاحب کا چہرہ کچھ متغیر سا ہو گیا۔ وہ سٹیشن ہی پر سے بار بار چاروں طرف اس طرح دیکھ رہے تھے جیسے کسی کو ڈھونڈ رہے ہوں اور وہ نظر نہیں آتا ہے۔ مگر مولوی صاحب کچھ بولے نہیں۔ البتہ ان کی صورت کہتی تھی کہ وہ کچھ پریشان سے ہو رہے ہیں جب مکان پر پہنچ گئے

اور مجمع آہستہ آہستہ ہٹ گیا تو مولوی صاحب نے اپنے والد صاحب سے اس طرح باتیں کیں۔

مولوی صاحب: کیا بات ہے؟ کہیں جناب حافظ صاحب قبلہ کی زیارت نہیں ہوئی خیریت سے تو ہیں ان کے نہ آنے سے سخت تعجب ہو رہا ہے۔ وہ تو بہت ہی خوش ہوں گے۔

مولانا عبدالقوی صاحب: ہاں مجھے بھی حیرت ہے۔ کل تک تو معلوم تھا کہ خیریت سے ہیں ان کے گھر میں بھی سب طرح خیریت ہی کی اطلاع ملی تھی۔ اللہ پاک کا فضل ہی سننے میں آیا تھا۔ مگر دکھائی نہیں دیے۔ ممکن ہے عین وقت پر کوئی مجبوری پیش آ گئی ہو۔

مولوی صاحب: تو کسی کو ان کے ہاں بھیج کر ان کی خیریت دریافت کرائی جائے۔ یہ کہہ کر ایک لڑکے سے کہا کہ جلد جا کر حافظ صاحب کو دیکھ آؤ کہ مکان پر ہیں یا نہیں۔ اگر ہوں تو میرا سلام کہہ کر مزاج پوچھ آؤ۔ لڑکا دوڑا ہوا گیا تو حافظ صاحب مکان پر ہی ملے۔ اس نے سلام کر کے مولوی صاحب سے مزاج پوچھا تو حافظ صاحب کچھ بولے نہیں۔ اس نے دوبارہ پوچھا۔ اب بھی وہ خاموش رہے۔ جب تیسری بار پوچھا تو وہ بگڑ کر بولے، جاتا ہے یا نہیں۔ خیریت سے ہوں یا نہیں! ان کی بلا سے خبردار میرے پاس کوئی آدمی بھیجا یا میرے پاس آئے۔ کہہ دینا کہ اگر وہ میرے ہاں آئیں گے تو مجھ سے زیادہ برا کوئی نہیں ہوگا۔ بس سلام کلام بول چال سب بند! مجھ کو ان سے کوئی واسطہ سروکار نہیں اگر زندہ رہا تو عمر بھر ان کی صورت نہیں دیکھوں گا اور نہ ان کو اپنا منہ دکھاؤں گا۔ جا بس اسی طرح کہہ دینا میرا کوئی کیا کر لے گا؟ وہ رنجیدہ ہوں گے تو ہوا کریں مجھے اس کی کوئی پروا نہیں ہے؟ لڑکا واپس آیا اور حافظ صاحب کی کل باتیں من وعن بیان کر دیں۔ اب تو اور بھی مولوی صاحب اور مولانا صاحب پریشان ہو گئے مگر کچھ سوچ کر دونوں خاموش ہو گئے۔

دوسرے روز انجمن حفاظت الاسلام حیدرآباد دکن کی طرف سے مولوی رکن الدین صاحب کو شاندار دعوت دی گئی۔ جس میں بڑے پیمانہ کا انتظام کیا گیا اور شہر کے بکثرت معززین بلائے گئے۔ حافظ صاحب کے نام بھی دعوت نامہ بھیجا گیا مگر اس میں بھی وہ نہیں آئے۔ بلکہ عین وقت پر انہیں بلانے کو خاص آدمی گیا اس پر بھی انہوں نے آنے سے انکار کر دیا۔ مولوی صاحب اور ان

کے والد ماجد کو سخت فکر ہوئی کہ اس کا بھید کیا ہے۔ دعوت سے فارغ ہو کر دونوں صاحب اپنے مکان واپس آ کر سو رہے۔ اس کے اگلے روز دونوں صاحب حافظ صاحب کے مکان پر پہنچے۔ ان کو خبر ہوگئی تو حویلی کے اندر چلے گئے۔ ان لوگوں نے پردہ کرایا اور اندر آ گئے تو حافظ صاحب ایک کمرے میں چلے گئے، اور اس کے کل دروازے بند کر لیے دونوں صاحبوں نے باہر سے ہی سلام کیا مگر جواب ندارد! پھر آواز دی اب بھی چپ تب مولانا صاحب نے کہا۔

مولانا صاحب: جناب حافظ صاحب! آپ کے امر نے ہم لوگوں کو بہت پریشان کر رکھا ہے عقل حیران ہے کہ آپ کے بارے میں کیا رائے قائم کی جائے۔ دریافت سے معلوم ہوا کہ آپ کا مزاج بالکل درست اور خدا کے فضل و کرم سے آپ بالکل اچھے ہیں۔ پھر ہم لوگوں کے ساتھ آپ کا یہ برتاؤ کیوں ہو رہا ہے کچھ مجھ سے خفا ہیں۔ یا مولوی رکن الدین سے جس سے بھی ہوں اس کو مطلع تو کر دینا چاہیے اور اس کی وجہ بھی بتا دینی چاہیے۔ یہ بے چارے اسلام کی کتنی زبردست فتح کا سہرا اپنے سر بندھوا کر آ رہے ہیں اور آپ ان سے ملتے تک نہیں۔

حافظ صاحب: (کمرہ کے اندر سے بولے) مولانا صاحب! مجھ سے ان کا ذکر نہ کیجیے۔ اب تو ان کے نام سے میرے تن بدن میں آگ لگ جاتی ہے اور آپ بھی اس میں قصوروار ہیں، اگرچہ برابر کے شریک نہ ہوں۔

مولانا صاحب: یہ اور بھی تعجب کی بات ہے کہ مولوی رکن الدین پر آج دنیائے اسلام فدا ہونے کو تیار ہو۔ ان کو لوگ محسن اسلام و مسلمین کے القاب سے یاد کرنے لگے ہیں۔ آفتاب اسلام نام رکھیں ان کی گاڑی کھینچنے کو بمبئی کے لکھ پتی بلکہ کروڑ پتی مسلمان بھی اپنی عزت بلکہ فخر سمجھیں۔ بمبئی و حیدر آباد کے اخبارات ان کی مدح و ثنا سے بھرے ہوئے شائع ہوں۔ بمبئی میں کیسی شاندار ان کی دعوتیں کی جائیں۔ حیدر آباد کے مسلمان ان کو سر آنکھوں پر بٹھائیں۔ اور ان کی ذات پر فخر و مباحات کریں لیکن انہیں کے نام سے آپ کے بدن میں آگ لگ جائے۔ حالانکہ آپ کو زیادہ خوش ہونا اور دوسروں سے زیادہ شکر خدا بجا لانا چاہیے۔ کیا انہوں نے اسلام

کی حمایت نہیں کی؟ کیا یہ ایسے زبردست مناظرہ کے فتح کرنے میں کامیاب نہیں ہوئے ؟ کیا پادری کریم الدین کے مقابلہ میں انہوں نے اسلام کی ڈوبتی کشتی کو نہیں بچایا ؟ اور کیا سب کے سب ان کے ممنون احسان نہیں ہیں آپ کو اس وقت عید کی طرح خوشی کرنی چاہیے تھی اور اپنی نئی زندگی کا ثبوت دینا چاہیے تھا۔

حافظ صاحب: (بات کاٹ کر کمرے کے اندر ہی سے بولے) مولانا صاحب آپ کی باتیں اس وقت زخموں پر نمک چھڑکنے کا کام کر رہی ہیں ۔ آپ ان صاحب کی تعریف کرنے لگے جن کے نام ہی سے میں بیزار ہوں ۔ اور میرا بس چلے تو اس شہر سے ان کو نکال دوں یا خود نکل جاؤں۔ اس زمین سے ان کو ہٹا دوں یا خود اسے چھوڑ دوں۔ میں تو اس آسمان کے نیچے رہنا بھی پسند نہیں کرتا جس کے نیچے ایسا شخص رہے۔ اس ہوا سے بھی نفرت ہے جو ان کے بدن سے لگ جائے یا ان کے کپڑے سے لمس کرے۔

مولانا صاحب: کیوں؟ کیا ہوا' انہوں نے کیا قصور کیا۔ کیا عیسائی پادری سے مناظرہ کرنے اور اسلام بچا لینے کی وجہ سے وہ مورد عتاب ہو گئے؟ یا خدا نے آج ان کو یہ عزت و شرف بخشا اس وجہ سے وہ آپ کی آنکھوں میں کھٹکنے لگے۔ آپ کی باتیں اس وقت میرے لیے زہر کا کام کر رہی ہیں اور آپ کا برتاؤ ہم لوگوں کے لیے خنجر و تلوار کا اثر پیدا کر رہا ہے۔ اللہ اکبر ایسا حسد و بغض و عناد بھی کسی نے دیکھا ہوگا کہ حافظ صاحب اپنی نواسی داماد کی ترقی پر اس طرح جلیں اور ان کے اس عظیم الشان کارنامہ پر اس طرح پیچ و تاب کھائیں گویا آگ پر لوٹ رہے ہیں۔

حافظ صاحب: اجی حضرت ایسی ترقی میں لگے آگ! اور ایسی عزت پر پڑے خاک میں جہنم میں جانا پسند کروں گا۔ ایسے فخر و مباہات پر تھوک دوں گا۔ اللہ پاک ہر مسلمان کو اس سے بچائے۔ واہ! میں اور اس پر حسد کروں؟

مولانا صاحب: حافظ صاحب سچ بتائیے آپ کا دماغ صحیح ہے یا نہیں' میں آپ کے برتاؤ پر پہلے متردد ہوا تو یہی شبہہ ہوا تھا کہ خدانخواستہ نصیب دشمناں مزاج کچھ ناساز ہیں۔ لیکن متعدد

لوگوں سے دریافت کرنے پر جب معلوم ہوا کہ آپ بالکل تندرست وتوانا ہیں اور کوئی تغیر نہیں ہے تب میں یہاں آیا اور مولوی رکن الدین کو بھی لایا۔ مگر آپ کی باتوں سے تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ بالکل سٹری ہو گئے ہیں اور شدید ضرورت ہے کہ آپ کو جلد پاگل خانہ بھیج دیا جائے اور آپ کا جلد از جلد باقاعدہ علاج کیا جائے۔

حافظ صاحب: آپ میرے رشتہ دار بھی ہیں اور مذہبی پیشوا بھی اسی وجہ سے جو چاہیے کہیے ورنہ بالکل تندرست ہوں اور اپنے مذہب کی محبت ہی کی وجہ سے میری یہ حالت ہو رہی ہے۔ میں واقعاً پاگل ہو رہا ہوں مگر اس سبب سے کہ دیکھ رہا ہوں کہ میرے گھر میں رافضی مذہب جڑ پکڑ رہا ہے اور میرے عزیز کے ہاتھوں پاک مذہب اہل سنت والجماعت کے منہدم ہونے کا سامان ہو رہا ہے

مولانا صاحب: یہ تو آپ پہیلیاں بجھانے لگے۔ رافضی مذہب کیسے جڑ پکڑ رہا ہے وہ کون عزیز ہے جو آپ کا مذہب مٹا دے گا۔

حافظ صاحب: یہی آپ کے نورِ چشم، مولوی رکن الدین صاحب! میں نے معتبر ذریعہ سے سنا ہے کہ یہ رافضی ہو گئے ہیں اور اب جلد ہی اس بات کا اعلان بھی کر دیں گے۔ یاد رکھیے جس طرح آج انہوں نے پادری کو شکست دی ہے۔ کچھ دنوں میں یہ علماء کرام اہل سنت کو بھی شکست دے کر رافضی مذہب کی ترویج کریں گے۔ یہ آپ کے فخر کی بات نہیں بلکہ ہم سب لوگوں کے ڈوب مرنے کا مقام ہے کہ مولوی رکن الدین ایسی زبردست قابلیت کے مالک جو آج علم وفضل میں تمام علماء اسلام سے افضل واکمل مانے جانے کے بعد بھی ہم لوگوں کی ناک کٹوا رہے ہیں۔ ایک معمولی بچی ہدایت خاتون نے جو جاہل محض اور عورت ذات ہے۔ مذہبی مناظرہ میں ان کو ایسی ایسی شکستیں دیں کہ ہر مسئلہ میں یہ اس سے ہارتے چلے جاتے ہیں۔ اللہ اکبر جو شخص ایسے زبردست مصر کے تعلیم یافتہ پادری کو اس طرح پچھاڑ دے کہ وہ بمبئی سے روپوش ہو جائے وہ ایک رافضی بچی کا مقابلہ نہ کر سکے۔ دنیا تو یہی کہے گی مذہب اہل سنت ہی کمزور ہے۔ اسی وجہ سے مولوی رکن الدین جیسے عالم دہر اور قادر الکلام حاضر جواب مناظر بھی اپنے مذہب کو حق ثابت نہ کر سکے بلکہ

ایک معمولی رافضی لڑکی نے ان کو نیچا دکھا دیا۔ سنا ہے کہ اللہ پاک کی مسئلہ رویت میں ہدایت خاتون سے زبردست بحث رہی۔ آخر ان کا سب علم وفضل غائب ہوگیا۔ اس کی کسی دلیل کا جواب نہ دے سکے بلکہ کہہ دیا کہ میں ایسے اعتقاد سے باز آتا ہوں۔ جس سے یہی تو واضح ہوا کہ اس وقت تک جتنی بحثیں ہوتی جاتی ہیں ان سب میں یہ رافضی ہوتے جاتے ہیں۔

مولوی رکن الدین: رافضی ہو میرا دشمن' میرا بدخواہ' معاذ اللہ! کیا میں کافر ہونا پسند کروں گا۔ البتہ اللہ پاک کے بارے میں ان کے اعتراضات کا جواب مجھ سے نہ ہو سکا اور میں نے ابا جان سے بھی سب باتیں ذکر کر دی تھیں۔ آپ نے بھی تو اپنی مجبوری ہی ظاہر فرما دی۔ آپ جو مجھ پر اس قدر رہے ہیں یا فرمایئے جس امر کا جواب میری عقل یا علم سے ہو ہی نہ سکے اس کو کیا کروں؟ بہتر ہے آپ ہی ان کو لاجواب کر دیں اگر میں کسی اور خیال سے خاموش ہو جاتا ہوں تو آپ ہی ان سے مناظرہ شروع کر دیں میں وہاں بیٹھا سنتا رہوں گا۔ دیکھوں تو آپ کیسے کامیاب ہوتے ہیں؟

حافظ صاحب: (کمرہ کے اندر ہی سے) مولانا صاحب میں تو ان سے بولنا نہیں چاہتا۔ ان سے کہہ دیں کہ اگر میں مناظرہ کرنے کی قدرت رکھتا تو ان کی خوشامدیں کیوں کرتا۔ واہ کیا جواب ہے۔

مولانا صاحب: خیر جو ہوا اس کا ذکر بے کار ہے۔ ابھی اور بڑے بڑے مسئلے باقی ہیں۔ ان میں گفتگو کر کے کسی طرح بھی ان کو سنی بنا دینا۔ بہتر ہے کہ اب اللہ پاک کی صفات کے بارے میں بحث چھیڑو۔ شاہ صاحب علیہ الرحمہ کے تحفہ میں اس کے متعلق بھی بڑے اچھے مضامین ہیں ان کو خوب اچھی طرح رٹ لو۔ اچھا اب حافظ صاحب! آپ کمرے سے باہر تشریف لایئے، پردہ اٹھایئے بہت دنوں کے بعد یہ آئے ہیں اور آپ کی زیارت کے مشتاق ہیں۔ ان کو سینہ سے لگایئے کہ اسلام کا نمایاں کام کر کے بمبئی سے پلٹے ہیں۔ اگر یہ وہاں نہیں پہنچتے تو مسلمانوں کی ہزیمت میں کوئی امر باقی نہیں تھا۔ مخالفین اسلام نے وہاں اودھم مچا رکھا تھا۔ ان کے ذریعہ سے

اللہ پاک نے بڑا ہی فضل کیا۔

حافظ صاحب: بس رہنے دیجیے آپ کو اسلام کی پڑی ہے، اور میں دیکھتا ہوں کہ یہ کچھ دنوں کے بعد مذہب اہل سنت والجماعت پر حملہ کریں گے، اور ان کی کاٹ کا کوئی علاج نہیں ہوگا۔ ہائے اللہ! میں نے ہدایت کی شادی ان سے کیوں کی۔ اس بچی کو میں نے بچپنے ہی میں لکھنؤ وغیرہ کیوں نہیں روانہ کر دیا، نہ یہاں رہتی، نہ یہاں یہ سب فساد ہوتے، نہ میں موت کو تلاش کرتا۔

مولانا صاحب: لاحول ولا قوۃ! پھر وہی پاگل پن کی باتیں، کیسا فساد؟ کیسا فتنہ، سب خواب و خیال کی باتیں ہیں، بہتر ہے کہ اب آپ اپنے غصہ پر تھوکیں، باہر نکلیں اور ان کو ملنے کا موقع دیں یہ پوری کوشش کریں گے کہ آپ کی آرزو بر لائیں۔ اور ہدایت خاتون کو سچے مذہب میں داخل کر دیں۔ جب یہ ایسے زبردست عیسائیوں کو زیر کر آئے تو بیوی کو سنی بنانا کیا مشکل ہے۔

حافظ صاحب: نہیں جب تک یہ اس کو کفر سے اسلام کی طرف نہیں لائیں گے نہ میں ان کا منہ دیکھوں گا نہ اپنا منہ ان کو دکھاؤں گا۔ بس ان سے سلام کلام ملنا جلنا سب ہی موقوف!

مولانا صاحب: تو کسی کا کیا بگڑے گا۔ انسان کو اسی وقت تک گدگدایئے جب تک اس کو ہنسی آئے نہ یہ کہ رونے لگے کہ اس وقت پوری عداوت بلکہ بڑی جنگ و جدال کے سامان مہیا ہو جاتے ہیں۔

حافظ صاحب: تو گدگداتا کون ہے؟ میں تو نوحہ و ماتم کر رہا ہوں۔ میں اپنا سر اور سینہ پیٹ رہا ہوں۔ کیوں کر میں نے ہدایت کی شادی ان سے کی۔ اگر وہ کسی شیعہ سے بیاہ دی گئی ہوتی تو یہ بحث نہ ہوتی نہ مناظرہ ہوتا۔ دونوں کافر اور کافرہ ایک جگہ رہتے۔ ہم لوگوں کا کچھ نہ بگڑتا مگر آپ نے مجھے سبز باغ دکھائے، اپنے لڑکے سے اس کی شادی کر لی۔ میں بھی اس پر خوش تھا کہ یہ ہدایت کو ایمان کی روشنی دکھائیں گے مگر افسوس سب امیدوں کا خاتمہ ہوگیا بلکہ کل تدبیریں الٹی ہونے لگیں۔ وہ خود تو ڈوبی ہی تھی بلکہ پوری ریاست کے اتنے بڑے پیشوا کے گھر کو بھی لے

ڈوبیں ۔ جب مولوی رکن الدین صاحب ہی مذہب اہل سنت سے علیحدہ ہو جائیں گے تو کتنی بڑی قیامت آجائے گی ۔ یا اللہ تجھے واسطہ اپنی رحمت کاملہ کا مجھے وہ ساعت نہ دکھانا، اے پاک پروردگار! اس منحوس گھڑی سے پہلے ہی تو مجھے اس دنیا سے اٹھالینا۔ مجھ سے اس وقت زندہ رہا ہی نہیں جائے گا۔ میں تو خود کو چھرا چ گھونپ کر مر جاؤں گا یا زہر کھا کر سو رہوں گا۔ الٰہی خیر کیجیے۔ اے خدا دہائی ہے اس وقت سے بچائیو!

مولانا صاحب: توبہ توبہ انہیں کیا ہوگیا؟ کس نے ان سے کہہ دیا کہ مولوی رکن الدین رافضی ہو جائیں گے۔ ان پر کوئی خبیث جن تو نہیں سوار ہوگیا ہے؟ انہیں کسی عامل کو دکھانا چاہیے۔ بہتر ہے سرخ پوش صاحب بلائے جائیں اور وہ کوئی عمل کر کے ان کا بھوت اتار دیں۔ نہیں تو ان کی حالت اور زیادہ خطرناک ہوتی جائے گی۔ (مولوی رکن صاحب سے) اچھا اب واپس چلو اس وقت جتنی کوشش کی جائیں گی بے لطفی بڑھتی جائے گی۔ بس ٹل جانا ہی بہتر ہے۔

حافظ صاحب: (کمرے کے اندر ہی سے) مولانا صاحب! آپ سمدھی کے رشتے سے کل باتیں کہے جاتے ہیں اور سب ہنسی میں شمار ہو جائیں گی ۔ مگر انصاف یہ ہے کہ آپ ظلم کر رہے ہیں میرے غیظ و غضب کو دوسرے معنی پر محمول کر کے بات بگاڑ رہے ہیں ۔ اب بھی ہوش کیجیے ورنہ یہ آپ کے ہاتھ سے نکل جائیں گے۔ اس وقت سر پکڑ کر روتے پھریئے گا پھر کچھ بنائے نہیں بنے گا۔

مولانا صاحب: خیر دیکھا جائے گا آپ چوڑیاں پہنے ہوئے کمرے کے اندر بیٹھے رہیے۔ اس میں سے نکلنے کا کبھی نام نہ لیجیے گا۔ اگر اس وقت ان سے مل لیے ہوتے تو نہ معلوم آپ کا کیا بگڑ جاتا؟ کیا یہی اخلاق کا حکم ہے؟

حافظ صاحب: اور آپ گلے میں ڈھول ڈالے ہوئے تمام بجاتے پھریں کہ صاحبزادہ مناظرہ جیت گئے۔ اس کے بعد مولانا صاحب اور مولوی رکن الدین صاحب رخصت ہو گئے ۔ راستہ میں ان لوگوں کے درمیان اس طرح باتیں ہوئیں۔

مولانا صاحب: بیٹا حافظ صاحب کی باتیں لاپرواہی سے ٹالنے کے قابل نہیں ہیں۔ تم اب تک کسی مسئلہ میں بھی کامیاب نہیں ہوئے۔ اب بہتر ہے کہ دلہن سے کہو کہ اگر اہل سنت والجماعت رویئت خدا کے قائل ہیں تو اس سے کہیں برتر شیعوں کا عقیدہ "بدا" ہے حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب علیہ الرحمہ نے اس کو بھی خوب لکھا ہے۔ بس اس پر ان کو ایسا پکڑو کہ وہ چھوٹنے نہ پائیں اس کا کوئی جواب دے ہی نہیں سکتیں۔ اس بدا سے تو شیعوں نے خدا کا بالکل جاہل ہونا ثابت کر دیا ہے۔

مولوی صاحب: واقعاً مسئلہ بدا بڑا زبردست ہے اس کو تو کوئی شیعہ کبھی عقلی یا نقلی دلیل سے ثابت کر ہی نہیں سکتا۔ یہ توپ ہے جو رافضی مذہب کو اڑا کر رہے گی۔

مولانا صاحب: بس تم سب باتیں چھوڑو ان سے کہو کہ اب ایک مسئلہ اور باقی ہے۔ اگر تم اس کو صحیح ثابت نہ کر سکو تو تمہیں رافضی مذہب سے توبہ کر لینی پڑے گی۔ اس سے ان کو الگ نہ ہونے دو۔ وہ دوسرے مسئلہ میں تم کو الجھانا چاہیں گی مگر تم ہرگز نہ ماننا اس نسخہ کو اکسیر سمجھو۔

مولوی صاحب: آپ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو راہ راست دکھا دے اور میری مدد کرے کہ سب کچھ اسی کے اختیار میں ہے اگر وہ نہ چاہے تو میں یا آپ کیا کر سکتے ہیں۔

دسواں باب (10)

مسئلہ بدا کی تحقیق

جب شب کو مولوی صاحب آرام کرنے کے لیے کمرے کے اندر گئے تو ان میں اور ہدایت خاتون میں اس طرح باتیں ہوئیں۔

مولوی صاحب: حافظ صاحب مجھ سے بہت خفا ہیں کسی طرح میرا منہ تک نہیں دیکھنا چاہتے۔

ہدایت خاتون: آج تم لوگ ان کے ہاں گئے تھے ناں' پھر وہاں کیا باتیں ہوئیں۔

مولوی صاحب: نہ معلوم کس پاجی نے ان سے کہہ دیا کہ میں رافضی ہو گیا ہوں اور عنقریب اپنے تبدیلی مذہب کا اعلان کرنے لگا ہوں۔ آفتاب کا اگر مغرب سے نکلنا ممکن ہو جب بھی میرا رافضی ہونا محال ہی رہے گا خیر میں تو چٹکی بجاتے تمہیں مسلمان کرنے والا ہوں۔

ہدایت خاتون: کیا وہ خواب دیکھتے رہتے ہیں کس نے ان سے یہ غلط خبر بیان کی کہ تم نے اپنا مذہب بدل دیا۔ میں کوئی عالمہ محقق تھوڑی ہوں جو میری معمولی باتوں پر تم شیعہ ہو جاؤ گے۔

ہدایت خاتون: بس رویئت جناب باری کے متعلق جو میں تمہارے اعتراضات کا جواب نہ دے سکا اسی پر انہوں نے یہ غلط نتیجہ پیدا کر لیا۔ اب میں اس کے عوض تمہارے ایسے اعتقاد کو پیش کرتا ہوں جو تنہا تمہارے مذہب کو خاکستر کر دے گا اور تم سنی ہو جاؤ گی۔

ہدایت خاتون: تمہارا کیا کہنا ہے جب پادری کریم الدین ایسے زبردست مناظر کو تم نے شکست

دے دی تو پھر تم سے کون مناظرہ کر سکتا ہے، مگر ذرا جلدی بتاؤ کہ میرا وہ کونسا نیا مسئلہ تمہارے ہاتھ لگا ہے۔ تم تو ہر مسئلہ میں یہی سمجھتے رہے کہ شیعہ راہ باطل پر اور تم لوگ حق پر ہو۔

مولوی صاحب: نہیں پہلے تحفہ اثنا عشریہ لاؤ بلکہ اس کا اردو ترجمہ ہدیہ مجیدیہ اٹھا لو تب میں کہوں گا۔ اللہ پاک نے چاہا تو پھر تم ایک منٹ کے لیے بھی رافضی نہیں رہوگی۔

ہدایت خاتون نے یہ کتاب لا کر دی۔ مولوی صاحب نے اس کا صفحہ ۲۶۸ نکال کر کہا اس کی سطر ۱۷ سے پڑھو اور ذرا انصاف سے بتاؤ کہ تمہارا مذہب خدا کا کیسا دشمن ہے۔ توبہ! توبہ!!

ہدایت خاتون: اس میں لکھا ہے: "عقیدہ ہفت دہم یہ کہ اللہ تعالیٰ کو بدا جائز نہیں ہے اس واسطے کہ حاصل بدا کا وہ ہے کہ حق تعالیٰ ایک چیز کا ارادہ فرمائے۔ مصلحت دوسری چیز میں ظاہر ہو کہ قبل اس سے ظاہر نہ تھی۔ پس ارادہ اول کو فسخ کرے اور دوسرے کا ارادہ کرے۔ اس بات سے لازم آتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ ناعاقبت اندیش ہے اور انجام کار کاموں کو نہیں جانتا اللہ تعالیٰ "عن ذالک علوا کبیرا" سے برتر ہے اللہ تعالیٰ ان سب باتوں سے بڑی برتری والا۔ زراریہ اور سالمیہ اور بدائیہ اور گروہ امامیہ سے جیسے مالک جہنی اور دارم بن حکم اور ریان بن صلت اور سوا ان کے بدا تجویز کرتے ہیں اور اس کی حضرات آئمہ سے روایت کرتے ہیں۔

مولوی صاحب: ٹھہر جاؤ اس سے معلوم ہوا نا کہ ہم اہل سنت والجماعت کا اعتقاد بدا نہیں ہے اور تم رافضیوں کا اعتقاد ہے۔ معاذ اللہ! اس سے بڑی کفر کی کیا بات ہوگی کہ اللہ کو بدا ہو۔

ہدایت خاتون: خیر ابھی میں تمہاری خاطر سے مانے لیتی ہوں کہ تم سچ کہہ رہے ہو۔

مولوی صاحب: پھر!

ہدایت خاتون: پھر!

مولوی صاحب: یہ پھر کیا؟ اب لگیں تم اپنے نخروں سے ٹال مٹول کرنے۔ یہ نہیں ہوگا۔ بس اب تم کو رافضی مذہب سے توبہ کرنی ہوگی۔

ہدایت خاتون: تمہارے پھر کا جواب پھر تھا۔ تم بتاؤ بھی کہ تو "پھر" سے تمہارا کیا مطلب ہے اوراب کیوں مجھے اس مذہب سے توبہ کرنی ضروری ہوگئی۔

مولوی صاحب: یہی کہ تم لوگ بدا کے قائل ہو اور ہم لوگ ایسے کافرانہ عقیدہ سے محفوظ ہیں۔

ہدایت خاتون: اور جو معلوم ہو جائے کہ تم لوگ بھی بدا کے قائل ہو۔ تب؟

اس جملہ پر مولوی صاحب پلنگ سے اٹھ بیٹھے اور تکیہ سے ٹیک لگا کر بولے جھوٹ جھوٹ! افترا، بہتان! ہو نہیں سکتا۔ ناممکن' محال' بالکل غلط' بالکل اتہام' تم لوگ ہمیشہ جعل اور فریب کے عادی ہو۔ جتنے رافضی ہیں وہ بس مکاری و عیاری ہی جانتے ہیں میں خوب پہچانتا ہوں۔

ہدایت خاتون: اے ہے۔ تم ناچنے کیوں لگے۔ کیا بمبئی میں تم کسی عورت سے ناچنا بھی سیکھ کر آئے ہو۔ اگر جھوٹ ہے تو جانے دو تم سے کوئی زبردستی تھوڑی کر رہا ہے۔

مولوی صاحب: واہ کیسے جانے دوں مہمل باتیں بکتی رہو گی اور آخر میں کہو گی کہ جانے دو۔ اچھا جانے دیتا ہوں۔ اب سمجھ لو کہ میں تم سے تمہارا شوہر رہ کر مناظرہ نہیں کروں گا۔ مروت کا زمانہ ختم ہوگیا۔ اسی سے تم شیر ہو گئیں۔ دیکھوں تو اب مجھ سے کیونکر جیتتی ہو۔

ہدایت خاتون: خیر تم میرے دلہا بن کر مناظرہ کرنا مگر ناچنا تو موقوف کرو۔ مولویوں کا ناچنا اچھا نہیں ہے۔ اگر یہ عادت رہے گی تو آریوں اور عیسائیوں کو ہنسنے کا خوب موقع ملے گا۔

مولوی صاحب: میں ناچوں یا بجاؤں تمہیں اس سے کیا سروکار تم نے جو کہا کہ اہل سنت و الجماعت بھی بدا کے قائل ہیں۔ اس کفر سے توبہ کر دو ایسا صریح جھوٹ جس کے نہ سر کا پتہ نہ پاؤں کا نشان۔

ہدایت خاتون: اور جو تمہاری ہی کتاب سے اس کو ثابت کر دوں، تب تم شیعہ ہو جاؤ گے۔

مولوی صاحب: (بڑے غصہ سے جلدی میں) بیشک ہو جاؤں گا ورنہ تم کو فوراً سنی ہونا پڑے گا، اس کی قسم کھالو۔ تب بولو بس دو باتوں میں اب یہ روز کا قصہ ختم ہوا چاہتا ہے۔

ہدایت خاتون: ہاں اگر میں تمہاری کتاب میں یہ مسئلہ نہ نکال سکی تو خدا کی قسم میں سنی ہو جاؤں گی اور اگر میں صحیح بخاری سے نکالدوں تب؟ تم بھی اسی طرح قسم کھالو۔

مولوی صاحب: تمہاری جھلتی باتوں سے میرے بدن میں آگ لگ جاتی ہے تم کسی معمولی چھوٹی مہمل کتاب تک میں تو دکھا نہیں سکتیں۔ بخاری شریف میں دکھانا تو تمہارے مجتہدوں سے بھی نہیں ہو سکتا، تم کیا چیز ہو ان گیدڑ بھبکیوں سے کسی اور کو ڈرانا میں خوب سمجھتا ہوں۔

ہدایت خاتون: آہستہ سے اٹھیں اور الماری سے صحیح بخاری کی ایک جلد نکال لائیں اور مولوی صاحب کو دے کر کہا۔

ہدایت خاتون: دیکھو تو یہ کون سی کتاب ہے؟ اس کے مصنف کا نام کیا ہے اور کہاں چھپی ہے؟

مولوی صاحب: تم نے کیا مجھے اندھا سمجھ لیا ہے، بخاری شریف ہے اس کے مصنف حضرت امام بخاری علیہ الرحمہ ہیں اور یہ مصر میں چھپی ہے اور اس کی یہ دوسری جلد ہے۔

ہدایت خاتون: اس کا صفحہ ۲۷ نکالو اور پڑھو بتاؤ کیا لکھا ہے۔؟

مولوی صاحب: سنو:

عن اسحق بن عبدالله قال حدثنی عبدالرحمن بن عمرة ان ابا هريرة احدثه انه سمع رسول الله يقول ان ثلاثة فی بنی اسرائيل ابرص واعمی واقراع بدالله عزوجل ان يبتليهم"

ارے! رے رے اس میں تو صاف بداللہ لکھا ہے۔ ذرا ٹھہر جاؤ، میں اچھی طرح دیکھ لوں۔ مولوی صاحب دیر تک اس حدیث کو دیکھتے رہے چہرے پر ایک رنگ آتا ایک جاتا رہا۔

ہدایت خاتون: سوچتے کیا ہو؟ یہ بتاؤ کہ صحیح بخاری کی کس کتاب کس باب میں یہ ہے اور اس میں بداللہ ہے یا نہیں۔ اس کے بعد مطلب کے متعلق باتیں ہوں گی۔ ابھی گھبراتے ہی کیوں ہو

مولوی صاحب: بخاری شریف پارہ ۱۳ کتاب الانبیاء باب "ماذ کر عن بنی اسرئیل" میں ہے کیا کہوں میری عقل معلوم ہوتا ہے زائل ہوگئی۔ اس میں تو صاف بداللہ لکھا ہے۔ اب تو مجھے شیعہ ہونا پڑے گا۔ سچ بتانا تمہاری طرح میں نے تو رافضی ہو جانے کی قسم نہیں کھائی تھی۔

ہدایت خاتون: نہیں! اور ابھی جلدی کیا ہے اچھا اس حدیث کا ترجمہ کرو۔

مولوی صاحب: حضرت ابو ہریرہؓ نے بیان کیا کہ ہم نے رسولؐ خدا کو فرماتے ہوئے سنا کہ بنی اسرائیل میں تین آدمی تھے۔ ایک سفید داغ والا مبروص' دوسرا اندھا' تیسرا گنجا جس کے سر پر بال نہیں تھے، اللہ کو ان لوگوں کے بارے میں بدا ہوا کہ ان کا امتحان لے یا ان کو آزمائش میں ڈالے۔

ہدایت خاتون: اسی طرح کتاب تیسیر الوصول و کنز الاعمال وغیرہ میں ہے۔ اگر کہو تو وہ کتابیں بھی نکال لاؤں بلکہ تمہاری حدیث کی سینکڑوں کتابوں میں اس مضمون کو نکال سکتی ہوں۔

مولوی صاحب: نہیں جب بخاری شریف ایسی کتاب میں ہے جو قرآن شریف کے برابر درجہ رکھتی ہے تو پھر کسی اور کتاب کی کیا ضرورت ہے؟ مگر ہو سکتا ہے کہ اس حدیث کا مطلب کچھ اور ہو اور تم لوگوں کے بدا کا مطلب کچھ اور ہو جس سے خدا کا جاہل ہونا ثابت ہوتا ہے۔

ہدایت خاتون: ہاں تو وہ مطلب بھی تم بیان کر دو کہ اب تم کو شیعہ کر لینا میرے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے بشرطیکہ تم اپنے وعدہ کی شرم کرو۔ مذہبی تعصب نہ برتو کیونکہ اس وقت میں مجبور ہوں۔

مولوی صاحب: نہیں وعدہ کیسا؟ وہ تو میں نے یوں ہی کہہ دیا تھا۔ میں کافر ہونا کب پسند کر سکتا ہوں، قسم کھانے پر بھی کافر ہو جانا تو کبھی خدا کو بھی پسند نہیں آ سکتا۔

ہدایت خاتون: خیر تم شیعہ نہ ہو مجھے سنی کر لو۔ میں قسم کھا چکی ہوں اس کی پابندی کروں گی۔ میں تو

صرف حق چاہتی ہوں اگر دوسرے مذہب میں ملے تو کیوں عذر کروں؟

مولوی صاحب: اچھا کسی لغت کی کتاب میں دیکھو۔ کیا لکھا ہے اس کے بعد باتیں ہوں۔

ہدایت خاتون: پہلے یہ تو بتاؤ کہ جیسی حدیث میں نے تمہاری کتاب سے پیش کی ہے ویسی ہماری کتابوں میں کوئی حدیث بدا کی ہے میں واقف ہوں مگر تم کہہ لو تب میں اور باتیں کروں۔

مولوی صاحب: مشہور حدیث ہے کہ تمہارے امام جعفر صادقؑ نے کہا ہے۔

مابدا الله کما بد اله فی اسمعیل ابنی.

''جیسا اللہ کو میرے بیٹے اسماعیل کے بارے میں بدا ہوا ویسا بدا اس کو کبھی نہیں ہوا۔''

شاہ صاحب کی تحفہ میں اور بھی کئی حدیثیں اسی قسم کی ہیں۔

ہدایت خاتون: اللہ تمہارا بھلا کرے، بس جس طرح تمہاری کتاب میں ہے کہ اللہ کو ابرص واعمے واقرع کے بارے میں بدا ہوا اسی طرح تم نے بھی حدیث پیش کی۔ اب اگر یہ اعتقاد کفر ہے تو میں اور تم برابر ہوں اور اگر ایمان کے خلاف نہیں ہے تو کوئی اعتراض نہیں ہوسکتا بلکہ تم لوگوں کا اعتراض محض مذہبی تعصب سمجھا جائے گا اور ہے بھی ایسا ہی۔

مولوی صاحب: ذرا لغت کی کتابیں تو دیکھو۔ شاید اس سے کوئی نیا مطلب پیدا ہو۔

ہدایت خاتون: دیکھو تمہارے مولانا وحید الزمان خان صاحب حیدرآبادی لکھتے ہیں **بداء لله ان یبتلیھم** ''اللہ تعالٰی نے ان کو آزمانے کا ارادہ فرمایا۔'' بعضوں نے بداء الف سے روایت کیا ہے۔ یہ غلط ہے کیونکہ بداء کے معنی ایک چیز کا حال ٹھیک اب معلوم ہونا پہلے معلوم نہ ہونا اور یہ اللہ تعالٰی کے حق میں محال ہے۔ اور گمراہ فرقوں نے اس کو اللہ تعالٰی کے لیے جائز رکھا ہے۔ (انوار اللغتہ پ ۲، ۱۶) سمجھتے ہو مولانا صاحب نے گمراہ فرقوں کا کہہ کر کس پر چوٹ کی ہے۔ یہ ہم ہی غریب اور مظلوم شیعہ ہیں کہ وہی بات تمہارے ہاں ہے تو درست ہے اور میرے ہاں ہے تو غلط

ہے اور قابل اعتراض، لائق گردن زدنی۔

مولوی صاحب: اب تو تم پکڑی گئیں بخاری شریف کی حدیث کا مطلب تو واضح ہو گیا کہ اللہ نے ان کے آزمانے کا ارادہ فرمایا نہ یہ کہ معاذ اللہ، اللہ کو بداء ہوا جو کفر کی بات ہے۔

ہدایت خاتون: تو وہی ترجمہ میری حدیث " مابداء الله كما بدء الله في اسماعيل ابنی " کا کیوں نہیں مانتے کہ خدا نے جس طرح اسماعیلؑ کے بارے میں چاہا اس طرح کسی کے بارے میں نہیں چاہا۔ یا جس طرح اسماعیل کے بارے میں ارادہ کیا کسی کے بارے میں ارادہ نہیں کیا۔

مولوی صاحب: اس کا جواب تو میرے پاس نہیں ہے۔ مگر شاہ صاحب نے تو تحریر فرمایا کہ۔ " حاصل بداء کا وہ ہے کہ حق تعالیٰ ایک چیز کا ارادہ فرمائے مصلحت دوسری چیز میں ظاہر ہو کہ قبل اس سے ظاہر نہ تھی۔ پس ارادہ اول فسخ کرے اور دوسرے کا ارادہ کرے اس بات سے لازم آتا ہے کہ وہ تعالیٰ نا عاقبت اندیش ہے اور انجام کاموں کو نہیں جانتا؟

ہدایت خاتون: میں تمہاری کتابوں سے تو بداء کو بتا چکی اب اپنی کتاب سے بتاتی ہوں سنو خدائے تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ **وواعدنا موسى ثلثين ليلة واتممنا ها بعشر** "اس کا ترجمہ تم کرو اور بتاؤ یہ آیت ہے یا نہیں ہے تو کس پارہ اور کس سورہ میں ہے۔؟

مولوی صاحب: یہ آیت ہے کیوں نہیں۔ پارہ نو سورہ اعراف کے رکوع ۱۷ میں موجود ہے، ترجمہ یہ ہے کہ ہم نے موسیٰؑ سے توریت دینے کے لئے تیس راتوں کا وعدہ کیا اور ہم نے اس میں دس راتیں زیادہ کردیں۔

ہدایت خاتون: یہ بتاؤ کہ خدا نے پہلے جو تیس راتوں کا وعدہ کیا اس کے ارادہ سے تھا یا بے ارادہ ، ذرا سنبھل کر جواب دینا۔ دیکھوں تو تمہارا علم و فضل کتنا زور رکھتا ہے اب فیصلے کی گھڑی آ گئی۔

مولوی صاحب: خدا کا کوئی کام بے ارادہ تو ہوتا نہیں ہے تیس راتوں کا وعدہ بھی اسی کا ارادہ

ہی تھا۔اس کو بغیر ارادہ کے کون کہہ سکتا ہے۔

ہدایت خاتون: اور خدا نے جو دس راتوں کا اضافہ کیا یہ بھی اس کے ارادہ سے تھا یا بے ارادہ یا بے سمجھے بوجھے؟ دیکھو اب تم کیا راہ نکالتے ہو'چاہ کن راچاہ درپیش۔

مولوی صاحب: یہ بھی ارادہ ہی سے ہوا۔اس کا کوئی فعل بے سمجھے بوجھے نہیں ہو سکتا۔

ہدایت خاتون: تو خدا نے یہ دس راتیں کیوں اضافہ کیں اس کی کوئی وجہ تم بتا سکتے ہو۔

مولوی صاحب: دس راتوں کے بڑھانے میں اس کو مصلحت نظر آئی اس وجہ سے اضافہ کردیں

ہدایت خاتون: بس اب میدان صاف ہے۔تمہارے شاہ صاحب نے تو یہی لکھا ہے کہ حاصل بدا کا وہ ہے کہ حق تعالیٰ کسی چیز کا ارادہ فرمائے'مصلحت دوسری چیز میں ظاہر ہو کہ جو اس سے قبل ظاہر نہ تھی۔پس ارادہ اول کو فسخ کرے اور دوسرے کا ارادہ کرے اس بات سے لازم آتا ہے کہ وہ تعالیٰ نا عاقبت اندیش ہے اور انجام کاموں کو نہیں جانتا۔اسی عبارت کے مطابق آیت کا ترجمہ اب میں کرتی ہوں کہ" خدا نے تیس راتوں کا ارادہ فرمایا مصلحت دس راتوں کے اضافہ کرنے میں ظاہر ہوئی قبل اس کے ظاہر نہ تھی۔پس ارادہ اول (تیس راتوں کا وعدہ) کو خدا نے فسخ کیا اور دوسرے (دس راتوں کا اضافہ) کا ارادہ کیا۔ذرا انصاف کا دامن تھامے رہنا۔سچ بتاؤ پہلے ہی چالیس (40) راتوں کا وعدہ کیوں نہیں کیا۔جو اس کو اپنا سابق ارادہ فسخ کرکے دوسرا ارادہ یعنی دس راتوں کا اضافہ کرنا پڑا۔یہی بداء ہے جس پر تم لوگوں نے زمین و آسمان کو سر پر اٹھا لیا ہے اور شور کر رکھا ہے کہ شیعہ خدا کے لیے بداء کو جائز سمجھتے ہیں۔

مولوی صاحب: تم نے ایسی تقریر کی کہ میں مبہوت ہونے لگا اور یہ آیت تو ایسی پیش کی کہ جو اعتراض شاہ صاحب نے بداء پر کیا وہ لفظ بہ لفظ بلکہ حرف بحرف درست ہے۔اس کی تفسیر میں جناب مولانا حافظ نذیر احمد صاحب دہلوی تحریر فرماتے ہیں۔موسیٰ علیہ السلام سے خدا نے وعدہ کیا تھا کہ تم کوہ طور پر آکر ایک مہینے تک عبادت الٰہی کرو۔تو ہم تم کو توراۃ عنایت کریں گے۔یہ شاید

اسی طرح کی خلوت تھی جو ہمارے پیغمبرؐ نبوت سے پہلے غار حرا میں کیا کرتے تھے۔ بہر کیف پھر خدا نے ایک مہینے کا چلہ کر دیا تا کہ موسیٰؑ اپنا پورا تزکیہ نفس کر لیں۔ چنانچہ چلہ پورا ہوا بعد میں ان کو توراۃ ملی اور طور سے رخصت ہوئے۔

ہدایت خاتون: یہی تو بداء ہوا کہ خدا نے پہلے موسیٰ سے ایک مہینہ کا معاملہ کیا بعد کو اسے مصلحت نظر آئی کہ موسیٰ سے ایک مہینہ کا نہیں بلکہ چالیس راتوں کا معاملہ کرے اب جو اعتراض شیعوں پر کرتے ہو قرآن مجید پر بھی کرو۔ جو بھی تاویل کرو گے اس میں خود پھنسو گے کیونکہ خدا نے پہلے تیس راتوں کا وعدہ بھی بغیر مصلحت یا بے سوچے نہیں کیا ہوگا اور چالیس راتوں کا معاملہ بھی بغیر مصلحت' بے سمجھے نہیں کیا۔

مولوی صاحب: تم نے یہ پہاڑ ایسا اعتراض کر دیا۔ اس آیت کے متعلق تو شاہ صاحب بھی کچھ نہیں بول سکتے۔ اچھا اب تم بداء کا کوئی واضح مطلب بتا دو۔

ہدایت خاتون: اس کا مطلب بالکل صاف ہے کہ خدا علیم و خبیر ہے اور اس کا کوئی فعل مصلحت و حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔ جس وقت کسی شخص یا کسی چیز یا کسی زمانہ کے متعلق جو مصلحت دیکھتا ہے۔ اس کے مطابق نیا حکم جاری کر دیتا اور سابق حکم اٹھا لیتا ہے۔ حضرت امام جعفر صادقؑ کی حدیث کا مطلب بھی یہ ہے کہ پہلے خدا کو حضرت اسماعیل کے زندہ رکھنے میں مصلحت نظر آئی اور بعد کو ان کے اٹھا لینے میں مصلحت دکھائی دی تا کہ لوگ آپ کو ساتواں امام نہ مان لیں۔

مولوی صاحب: تو اب اس حدیث کا ترجمہ کرو۔ دیکھو کیا عبارت ہوتی ہے۔

ہدایت خاتون: عبارت یہ ہوئی کہ خدا کی جیسی مصلحت میرے فرزند اسماعیلؑ کے بارے میں ظاہر ہوئی ایسی مصلحت پہلے ظاہر نہیں ہوئی کیونکہ خدا نے کسی امام کے کسی فرزند کو اس وجہ سے نہیں اٹھا لیا کہ لوگ اس کو بعد میں امام سمجھنے لگیں۔ البتہ اسمعیلؑ کو خدا نے اسی مصلحت سے اٹھا یا یعنی اوروں کو خدا اس وجہ سے موت نہیں دیتا کہ لوگ ان کو بعد میں امام سمجھنے لگیں گے بلکہ وہ وجوہ اور

اسباب سے موت دیتا ہے۔ برخلاف اسمعیلؑ کے کہ ان کو اس وجہ سے اٹھایا۔کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ وہ حضرت جعفر صادقؑ کے بعد امام نہیں ہیں اس لیے کہ علم پروردگار میں تو حضرت کے بعد موسیٰ کاظم علیہ السلام امام تھے۔ پس حجت تمام کرنے کی غرض سے خدا نے حضرت امام جعفر صادقؑ کی حیات ہی میں جناب اسمعیلؑ کو دنیا سے اٹھا لینا پسند کیا۔ اور اپنی حجت تمام کردی۔اسی کے قریب اس حدیث کا مطلب بھی یہی ہے جو حضرت نے فرمایا۔

مابداء لله بداء كما بداء له فى اسمعيل ابى اذامر بذبحه ثم فداه بذبح عظيم.

یعنی ہمارے باپ حضرت اسماعیلؑ فرزند حضرت ابراہیمؑ کے بارے میں اللہ کی جیسی مصلحت ظاہر ہوئی ویسی مصلحت کسی اور (نبی) کے بارے میں نہیں ظاہر ہوئی اس لیے کہ خدا نے پہلے حضرت ابراہیمؑ کو حکم دیا کہ اسمعیل کو ذبح کریں پھر اس کو ذبح عظیم سے بدل دیا۔"

اس مشہور واقعہ کو تو جانتے ہی ہو۔ پہلے خدا نے اس بات میں مصلحت دیکھی کہ حضرت اسمعیل کے ذبح کرنے کا حکم دے۔ بعد کو مصلحت دیکھی کہ اس حکم کو اٹھا کر ان کو بچالے بس یہی بداء ہے۔ اچھا بتاؤ تو خدا نے حضرت ابراہیمؑ کو پہلے یہ حکم کیوں دیا کہ اسمعیل کو ذبح کریں اور جب وہ آمادہ ہوئے تو تب اس حکم کو کیوں بدل دیا؟

مولوی صاحب: خدا نے پہلے اس حکم ذبح میں مصلحت دیکھی بعد کو اس کے بدل دینے میں مصلحت نظر آئی۔

ہدایت خاتون: تو اس پر بھی وہی اعتراض ہوتا ہے جو شاہ صاحب نے بداء پر کیا ہے۔ اس طرح حق تعالیٰ نے ایک چیز (ذبح اسمٰعیل) کا ارادہ فرمایا۔مصلحت دوسری چیز (ذبح عظیم) کا فدیہ قرار دینے میں ظاہر ہوئی کہ قبل اس سے ظاہر نہ تھی۔ پس ارادہ اول ((ذبح جناب اسمعیلؑ کو فسخ اور دوسرے (فدیہ ذبح عظیم) کا ارادہ کیا اس بات سے لازم آتا ہے کہ وہ تعالیٰ ناعاقبت اندیش ہے اور انجام کاموں کو نہیں جانتا۔ دیکھو تم بداء کے مسئلہ میں کہاں تک کامیاب ہوتے

ہو؟ قرآن مجید ہی میں سینکڑوں واقعات ملتے جائیں گے۔

مولوی صاحب: انصاف کی بات تو یہ ہے کہ بالکل وہی اعتراض اس پر بھی ہوتا ہے کیا کہوں؟ کچھ بولا نہیں جاتا۔

ہدایت خاتون: اچھا بتاؤ پہلے مسلمانوں کا قبلہ کیا تھا، جلدی نہ کرنا، خوب سوچ سمجھ کر جواب دینا۔

مولوی صاحب: یہ بھی کوئی چھپی ہوئی بات ہے بیت المقدس قبلہ تھا۔ اس میں کیا رکھا ہے کہ سوچوں۔

ہدایت خاتون: اور اب کیا ہے؟ وہی یا کوئی اور نتیجہ تو بعد کو خود نکلے گا۔

مولوی صاحب: نہیں اب تو خانہ کعبہ ہے جس کو تم بھی جانتی ہو۔ فضول سوالات میں کیوں وقت ضائع کرتی ہو۔

ہدایت خاتون: تو پہلا قبلہ کیوں بدلا؟ اور دوسرا قبلہ کس وجہ سے مقرر ہوا، اس کی تحقیق کرو۔

مولوی صاحب: اس واسطے کہ خدا نے آنحضرتؐ کو حکم دیا:

فول وجھک شطر المسجد الحرام وحیث ما کنتم فولوا وجو هکم شطره . (پ۲،ع۱)

"اے رسولؐ اب تم نماز پڑھتے وقت خانہ کعبہ کی طرف اپنا منہ کرلیا کرو اور مسلمانو! تم بھی جہاں کہیں ہوا کرو اسی طرف اپنا منہ کرلیا کرو"

ہدایت خاتون: اس ترجمہ کا مطلب شاہ صاحب کے مطابق یہی تو ہوا کہ "حق تعالیٰ نے مسلمانوں کا قبلہ بیت المقدس کو قرار دیا۔ مصلحت دوسری چیز (خانہ کعبہ کے قبلہ کرنے) میں ظاہر ہوئی کہ قبل اس سے ظاہر نہ تھی۔ پس پہلی تجویز (بیت المقدس کے قبلہ برقرار رکھنے) کو خدا نے فسخ

کیا اور دوسرے خانہ کعبہ کے قبلہ قرار دینے) کا ارادہ کیا اس بات سے لازم آتا ہے کہ وہ تعالیٰ نا عاقبت اندیش ہے اور انجام کاموں کو نہیں جانتا۔

مولوی صاحب: تبدیلی قبلہ کا مضمون بھی نہایت زبردست ہے۔اب تو بداء پر کوئی اعتراض ہو ہی نہیں سکتا مگر پھر بھی اس کی حقیقت اچھی طرح میرے ذہن میں نہیں آئی کہ مسئلہ بداء کے اختیار کرنے کی ضرورت ہی کیوں پیش آئی؟

ہدایت خاتون: بات یہ ہے کہ خدائے کریم ہر شے کا عالم اور ہر چیز پر قادر ہے اور جانتا ہے کہ کس وقت کس چیز کی ضرورت ہے اور کس شخص کے لیے کون سا حکم مناسب ہے لہٰذا اس وقت یا اس شخص کی مصلحت کے موافق اپنے معین کردہ امور میں ردو بدل کر دیتا ہے۔ جیسے حضرت موسیٰؑ کے لیے پہلے تیس راتوں کا وعدہ کیا بعد کو اسے بدل کر چالیس راتیں کر دیں۔یا پہلے مسلمانوں کے لیے قبلہ خود ہی بیت المقدس کو قرار دیا، بعد میں اسے بدل کر چالیس راتیں کر دیں یا پہلے مسلمانوں کے لیے قبلہ خود ہی بیت المقدس کو قرار دیا بعد کو آپ ہی نے اسے بدل کر کعبہ کر دیا یا پہلے حضرت اسمعیل کے ذبح کرنے کا حکم دیا بعد کو اسے بدل دیا۔ اور انبیاء و مرسلین کو اکثر اوقات بعض امور کے مقدر ہو جانے سے مطلع تو کر دیتا ہے مگر حسب مصلحت ان امور کے بدل دینے کی خبر نہیں دیتا یا تغیر کی خبر بھی دے دیتا ہے۔لیکن ان تغیرات کے ظاہر ہونے کا حکم نہیں دیتا۔غرض خدا ہر چیز کا عالم بھی ہے اور فاعل مختار نہیں وہ جس وقت کسی امر کے صادر کرنے کا ارادہ رکھتا ہے اس کو واقع کر دیتا ہے اور جب اس کو اٹھا لینے میں مصلحت دیکھتا ہے تو اس کو ہٹا دیتا ہے اور اس کی جگہ دوسرا امر یا دوسری شے پیدا کر دیتا ہے۔ اسی طرح جب وہ دیکھتا ہے کہ فلاں امر کے بجا لانے میں مصلحت ہے تو اس کے مطابق حکم صادر فرماتا ہے اور جب دیکھتا ہے کہ اب اس حکم کی تعمیل یا اس کی موجودگی سے کوئی خرابی پیدا ہوگی تو اس سے منع کر دیتا ہے جیسے ایک مذہب کو منسوخ کر کے دوسرا مذہب جاری کرنا یا ایک پیغمبر کے بعد دوسرے پیغمبر کا بھیجنا' کچھ زمانہ تک شراب کو حرام نہ کرنا اور بعد میں حرام کر دینا۔بس اس کے اسی علم اور اختیار کے اعتقاد کا نام بداء ہے۔غرض جو

شخص خدا کو علیم و خبیر جانتا ہے اور اس کے ساتھ اسے فاعل مختار مانتا ہے اور اس امر کا بھی اعتقاد رکھتا ہے کہ وہ جو چاہے کرے اور جس چیز کی جگہ چاہے دوسری چیز پیدا کردے اور جس امر کو چاہے مقدم کردے اور جس کو چاہے موخر کردے جس کام کا جس وقت اور جس کے لیے چاہے حکم دے اور جس فعل سے جب چاہے روک دے۔ ایسے ہی شخص کے بارے میں کہا جائے گا کہ یہ بداء کا اقرار کرتا ہے۔ اس لیے کہ بداء کا مطلب اور اس کی غرض یہی ہے۔

مولوی صاحب: پھر بداء اور نسخ تو ایک ہی ہوا۔ دو باتیں کیوں سمجھی گئیں۔

ہدایت خاتون: ہاں بدا اور نسخ تقریباً ایک ہی صورت ہیں صرف اس قدر فرق ہے کہ نسخ تشریع سے متعلق ہوتا ہے اور بدا و تکوین سے، جیسے بیت المقدس پہلے قبلہ تھا اب اس کو موقوف کرکے خانہ کعبہ قرار دے دیا گیا یہ نسخ ہے اور کسی کی عمر زائد کر دینا یا کسی کی کم کر دینا یہ بداء ہے۔ حضرت اسماعیلؑ کے ذبح کا حکم دے کر اس کو بدل دینا بھی بداء ہی تھا۔

مولوی صاحب: تو شیعوں نے اس مسئلہ کو اتنا مہتم بالشان کر دیا، اس کا اعتقاد نہ ظاہر کرتے تو کیا بگڑتا؟

ہدایت خاتون: بات یہ ہے کہ اس مسئلہ بداء سے ان لوگوں کی غلطی کا ظاہر کرنا مقصود ہوا جو کہتے ہیں۔ خدا کو جو کچھ کرنا تھا سب کر چکا اب وہ ہر بات سے فارغ ہے۔ بیکار بیٹھا (گویا اونگھا کرتا) ہے۔ اب اس کو کوئی اختیار نہیں ہے۔ اگر غور کرو تو قرآن مجید بداء کی تحقیق سے بھرا ہوا ہے خدا فرماتا ہے۔

قالت الیهود ید الله مغلولة.

"یہودی کہتے ہیں کہ خدا کا ہاتھ بندھا ہوا ہے۔" (پ ۶ سورہ مائدہ آیت ۶۴)

یعنی اس کو جو کچھ کرنا تھا اور جس کے لیے جو کچھ مقدر کرنا تھا شروع ہی میں معین اور مقدر کر چکا اب وہ نہ تو کسی چیز کی ذات میں تغیر کر سکتا ہے نہ اس کی صفات و حالات میں۔ نہ اس کے احکام بدل سکتا ہے اور نہ آثار کو اس بارے میں۔ اس کے ہاتھ بالکل بندھے ہوئے ہیں اور وہ محض بیکار اور

معطل ہے۔ ان کے جواب میں خدا فرماتا ہے۔

غلت ایدیهم ولعنوا بما قالوا بل یداه مبسوطتان فینفق کیف یشاء.

"یعنی خود یہودیوں ہی کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں اور ان پر اس کلام باطل کی وجہ سے لعنت کی گئی ہے بلکہ اس کے ہاتھ کھلے ہوئے ہیں پس جس کو جو کچھ جس طرح چاہتا ہے دیتا ہے۔" (پارہ ۶ رکوع ۱۳)

اس آیت کی تفسیر میں ہے کہ یہودی کہا کرتے تھے کہ خدا اپنے حکم سے اور موجودات عالم میں تصرف اور آنے والی چیزوں میں تغیر و تبدل کرنے سے یقیناً فارغ ہو چکا ہے غرض یہودیوں نے درحقیقت ہاتھ بندھنا مراد نہیں لیا بلکہ وہ یہ کہتے تھے کہ خدا کو ہر چیز کے متعلق جو حکم کرنا تھا کر کے یقیناً فارغ ہو چکا۔ اب نہ تو کوئی حکم اس میں بڑھا سکتا ہے، اور نہ گھٹانے پر قادر ہے، اس سبب سے خدا ان کی تکذیب کرتا اور ان کے کلام کی رد کر رہا ہے کہ عاجز و مجبور وہی ہیں اور ان پر اس فاسد عقیدہ کی وجہ سے لعنت ہے، بلکہ خدا کے اختیارات وسیع ہیں وہ جس کو چاہتا ہے بڑھاتا ہے اور جس کو چاہتا ہے گھٹاتا ہے، جس کو چاہتا ہے مقدم کرتا اور جس کو چاہتا ہے موخر کرتا ہے غرض وہ صاحب قدرت کاملہ اور ارادہ مستقلہ ہے۔

علامہ فخر الدین رازی نے لکھا ہے کہ بعض یہودی فلسفی مذہب پر ہیں اور اس امر پر اعتقاد رکھتے تھے کہ خدا مجبور ہے جو قانون اور اصول دنیا کے انتظامات کا اس نے مقرر کر دیا ہے اس کو بدل نہیں سکتا اور اس کے خلاف کو پیدا اور موجود کرنے پر قدرت نہیں رکھتا۔ اسی تغیر و تبدل پر قدرت نہ رکھنے کو یہودیوں نے ہاتھ بندھنے سے تعبیر کیا ہے۔

(تفسیر کبیر ۳، ۶۲۹)

مولوی صاحب: اس بیان کو طول دینے کی ضرورت نہیں، میں بھی جانتا ہوں کہ یہودی ایسا کہتے تھے۔

ہدایت خاتون: بس انہیں کے خلاف شیعہ اعتقاد بداء رکھتے ہیں کہ خدا ہر وقت اختیارات رکھتا ہے جس چیز کو چاہے بدل دے جس حکم کو چاہے معطل کردے، جس امر کو چاہے موقوف کردے اسی مقصد کو یہ آیت بھی بتاتی ہے۔

یمحوا اللہ مایشاء ویثبت وعندہ ام الکتاب.

''خدا جس چیز کو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ثابت رکھتا۔ ہے اور اس کے پاس اصل کتاب (لوح محفوظ) موجود ہے۔'' (پارہ ۱۳ رکوع ۱۲)

امام رازی و بیضاوی وغیرہ لکھتے ہیں کہ اس آیت میں خدا نے اپنا اختیار ظاہر کیا ہے کہ وہ جس چیز کو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے' اور جس چیز کو چاہتا ہے برقرار رکھتا ہے' جس کو چاہتا ہے عمر ورزق عطا کر دیتا ہے' اور جس کے لیے چاہتا ہے کم کر دیتا ہے، اس کو اختیار ہے، جو چاہے کرلے اور یہ خدا نے اس لیے فرمایا ہے کہ لوگ دنیا کی طرف متوجہ ہو کر اسے بھول نہ جائیں۔

(تفسیر کبیر جلد ۵' ص ۲۱۰ و بیضاوی ص ۴۲۷)

اسی طرح خدا فرماتا ہے:

یزید فی الخلق مایشاء ان اللہ علی کل شئی قدیر

''مخلوقات کی پیدائش میں جو چاہتا ہے بڑھا دیتا ہے بے شک خدا ہر چیز پر قادر وتوانا ہے۔'' (پارہ ۲۲ رکوع ۱۳)

یہ بھی دیکھو کہ فرماتا ہے:

کل یوم ھو فی شان.

''خدا ہر وقت ایک شان میں ہے'' (پارہ ۲۷' رکوع ۱۲)

غرض بکثرت آیتیں ہیں جن میں خدا کی کامل قدرت اور پورے اختیارات اور لحظہ بہ لحظہ تصرفات کا ذکر ہے۔

مولوی صاحب: میں یہ مانتا ہوں کہ خدا ہر شے کے تغیر وتبدل اور محو واثبات پر قادر ہے۔

ہدایت خاتون: اب ایک دلچسپ واقعہ سنو۔ اس سے معلوم ہوگا کہ خدا حسب مصلحت کس امر میں تغیر وتبدل کر دیتا ہے۔ اور انبیاء علیہم اسلام کو کبھی وہ تغیر معلوم ہوتا ہے اور کبھی نہیں معلوم ہوتا، اسی وجہ سے ایسی باتوں کو بداء سمجھا جاتا ہے۔ لیکن جناب یونس علیہ السلام اپنی قوم سے عاجز آ گئے تو غضب ناک ہو کر دعا کی کہ ان پر عذاب نازل ہو۔ اور جب قبولیت دعا کے آثار دیکھ لیے تو اپنی قوم سے فرمایا: ان العذاب یاتیکم بعد ثلثة ایام' "اے قوم تم پر تین دن کے بعد عذاب آ جائے گا"

یہ فرما کر اپنی قوم سے جدا ہو کر ایک پہاڑ کی طرف چلے گئے۔ پس جب آپ کی قوم کے قریب خدا کا عذاب پہنچا اور اتنا نزدیک ہوگیا کہ سیاہ ابر اور دھوئیں کی وجہ سے راہیں اندھیری ہوگئیں ان لوگوں نے یہ سمجھ لیا کہ یونس کی دعا قبول ہوگئی اور اب ہم ضرور ہلاک ہو جائیں گے۔ کیونکہ وہ وعدہ کر گئے ہیں کہ تین دن میں عذاب آ جائے گا۔ تب ان لوگوں نے جناب یونس کو تلاش کرنا شروع کیا۔ جب نہیں پایا تو ایک جنگل میں اپنی بیوی اور بچوں کو لے کر بھاگ گئے اور دودھ پیتے بچوں کو ان کی ماؤں سے علیحدہ کر دیا۔ پھر گڑ گڑا کر خدا کی درگاہ میں دعا کی اور اپنے گناہوں سے توبہ کرنے لگے۔ اس پر دریائے رحمت الٰہی کو جوش آ گیا۔ خدا نے ان کے عذاب کو برطرف کر دیا۔ پس جب حضرت یونس کو عذاب کے ٹل جانے کی اطلاع ہوئی تو اپنی قوم میں اس خیال سے نہیں گئے کہ آپ کی قوم آپ کو جھوٹا کہے گی (تفسیر بیضاوی جلد ۱' ۳۶۸ وتاریخ روضۃ الصفا جلد ۱' ۱۱۹) اس واقعہ سے واضح ہوا کہ خدا نے جس عذاب کا ارادہ کر لیا تھا بلکہ اس کو نازل کر دیا تھا۔ اس میں جدید مصلحت پیدا ہو جانے کی وجہ سے تغیر کر دیا جس کا علم صرف حضرت یونس نبی کو نہیں تھا۔ اسی وجہ سے وہ اپنی قوم میں جاتے ہوئے خوفزدہ ہوئے کہ قوم انہیں جھوٹا کہے گی۔ غرض خدا ہر شے پر قادر اور ہر شے کا عالم ہے، اور حسب مصلحت جس چیز میں چاہتا ہے تغیر کر دیتا ہے۔ جس کا علم بعض اوقات انبیاء کو بھی نہیں ہوتا۔ اس کا نام بداء ہے۔ ایک اور واقعہ سن لو۔

کعب الاحبار بیان کرتے تھے کہ بنو اسرائیل میں ایک بادشاہ تھا ہم جب اس کو یاد

کرتے ہیں تو عمر کی یاد تازہ ہو جاتی ہے اور جب عمر کو یاد کرتے ہیں تو اس کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔

اس بادشاہ کے شہر میں ایک نبی تھے جن پر وحی نازل ہوا کرتی تھی۔ پس خدا نے ان نبیؑ پر وحی نازل کی کہ اس بادشاہ سے کہو کہ سلطنت کو کسی شخص کے سپرد کر دے اور وصیت لکھ ڈالے کیونکہ تیسرے دن وہ مرنے والا ہے۔ ان نبی نے اس بادشاہ کو خبر دی۔ جب تیسرا دن آیا تو وہ بادشاہ غش کھا کر اپنے تخت اور دیوار کے درمیان گر گیا۔ پھر ہوش میں آ کر خدا سے دعا کی کہ اے پروردگار تو خوب جانتا ہے کہ میں ہمیشہ عدل و انصاف اور تیرے احکام کی پیروی کرتا رہا تو میری عمر کو اتنا بڑھا دے کہ میرا لڑکا جوان اور سلطنت کے قابل ہو جائے اس وقت خدا نے ان نبی پر وحی نازل کی کہ اس بادشاہ نے اس طرح دعا کی ہے اور اس نے سچ کہا ہے، اب میں نے اس کی عمر پندرہ سال زیادہ کر دی۔ اتنی مدت میں اس کا لڑکا جوان اور قابل حکومت ہو جائے گا۔ کعب الاحبار کہتے تھے کہ اگر حضرت عمر بھی دعا کریں تو خدا ان کی عمر بھی بڑھا دے گا۔ یہ بات حضرت عمر سے کہی گئی تو آپ نے کہا اے خدا! تو مجھے ایسی حالت میں اٹھا لے کہ نہ میں عاجز ہوں نہ لائق ملامت‘ (درمنثور)

بس یہی بداء ہے کہ خدا نے پہلے اس بادشاہ کی موت کا ارادہ کیا بعد کو ارادہ بدل دیا اور اس کی عمر زیادہ کر دی۔

گیارھواں باب (11)

عدل خدا کا بیان

مولوی صاحب: اب زیادہ بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ اس مسئلہ میں بھی تم نے اپنی معلومات کے دریا بہا دیئے۔ اگر تم مرد ہوتیں تو دنیا میں کسی کو تم سے بحث کرنے کی ہمت نہ ہوتی مسئلہ بداء کو بھی تم نے خوب واضح کر کے بیان کر دیا۔

ہدایت خاتون: یہ کیسے لطف کی بات ہے کہ تم میرے مذہب پر جو اعتراض کرتے جاتے ہو۔ سب کی حقیقت تمہاری کتابوں سے بھی اور قرآن مجید سے بھی اچھی طرح واضح ہوتی جاتی ہے۔ میرے مذہب کی خوبی یہ بھی دیکھ لو کہ ہم لوگوں کے اصول دین میں عدل خدا داخل ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ظلم نہیں کرتا اور جو برے کام ہیں خدا سے واقع نہیں ہوتے اور خدا افعال قبیحہ پر کبھی راضی نہیں ہوتا اور ایسے کاموں کو بھی ترک نہیں کرتا۔ جن کو چھوڑ دینا قابل مذمت ہو اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر خلاف عدل و انصاف کوئی فعل خدا سے واقع ہو تو چند خرابیوں سے کوئی ضرور پیدا ہوگی۔ ایک یہ کہ خدا اس کی برائی سے ناواقف ہو۔ مثل اس جاہل کے کہ حالت غفلت و جہل میں معاصی کا مرتکب ہوا ہو اور خدا پر جہل جائز نہیں۔ دوسری یہ کہ خدا اس کی برائی سے تو واقف ہو مگر اس کے ترک کی قدرت نہ رکھتا ہو۔ مثل اس شخص کے کہ از راہ مجبوری فعل قبیح کو باکراہ کرے اور خدائے عزوجل پر عجز روا نہیں۔ تیسری یہ کہ اس کی قباحت و بدی سے عالم ہو۔ اور اس کے

ترک پر بھی اختیار رکھتا ہو۔ لیکن اس کا محتاج ہو کر بغیر فعل قبیح اپنی احتیاج رفع نہیں کر سکتا مثلاً اس کے پاس کپڑا نہیں ہے کہ پہنے تو دوسروں کا چرالے اور اس کا باطل ہونا سب پر ظاہر ہے کیونکہ خدا کسی چیز کا محتاج نہیں ہے۔ چوتھی یہ کہ اس چیز کی احتیاج نہیں رکھتا ہو اور عبث اس کو اختیار کرے جو محض نادانی ہے اور خدا پر یہ سب صورتیں محال ہیں۔

مولوی صاحب: اس بحث کو تم نے کیوں چھیڑا؟ کیا ہم لوگ خدا کو ظالم کہتے ہیں۔

ہدایت خاتون: تم لوگ کہتے ہو کہ خدا کے لیے عدل کرنا ضروری نہیں ہے وہ چاہے عدل کرے چاہے ظلم کرے سب اس کی خوشی پر موقوف ہے۔

مولوی صاحب: ایسا کون کہتا ہے کہ خدا چاہے تو ظلم کرے تم بھی چنڈوخانہ کی گپیں لگاتی رہتی ہو۔

ہدایت خاتون: دیکھو وہی شاہ صاحب کیا تحریر فرماتے ہیں۔ عقیدہ نوز دہم یہ کہ حق تعالیٰ کے ذمے کوئی چیز واجب نہیں ہے چنانچہ یہی مذہب اہل سنت کا ہے اور تمام شیعہ متفق اللفظ ہیں کہ بہت چیزیں موافق حکم عقل کے ذمہ خدائے تعالیٰ کے واجب ہیں۔ پس عقل شریک غالب کارخانہ خدائی کے ہے اور خدا عقل کا محکوم ہے "تعالیٰ اللہ عن ذالک علوا کبیرا" برتر ہے اللہ اس سے بڑی برتری والا اور یہ نہیں سمجھتے کہ بادشاہ کا اپنی رعایا کے حکم میں محکوم ہونے سے بڑا نقصان ہے۔ ایسے ہی خدا کو اپنی مخلوقات کے حکم میں محکوم ہونے سے نقصان مرتبہ خدائی کا ہے۔ ہرگز یہ امر لائق مرتبہ ربوبیت اور الوہیت کے نہیں ہے۔ بندے کی کیا حقیقت ہے کہ وہ اپنے مالک پر کوئی چیز واجب رکھتا ہو جو کچھ مالک اس کو دے اس کا فضل ہے اور کچھ نہ دے تو یہ بھی عدل اسی کا ہے۔

مولوی صاحب: ٹھیک تو لکھا ہم لوگوں کو کیا حق ہے کہ اس پر حکومت کریں یا اس پر واجب کریں۔

ہدایت خاتون: جب تم اپنے علماء کی غلطیوں کو مانتے ہو تو اس مذہب پر قائم کیونکر رہتے؟ یہ کون کہتا

ہے کہ ہم خدا پر حکومت کریں یا اس پر کسی امر کو واجب کریں۔ البتہ یہ تو سمجھ سکتے ہیں کہ خدا کی شان کن باتوں کو اپنے لیے پسند کرتی ہے اور کن باتوں سے اس کی شان برتر ہے۔ کون سی باتیں اس کو زیب دیتی ہیں اور کون سی اس کے لیے نامناسب ہیں۔

مولوی صاحب: نہیں اس کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ خدا کے لیے ہر بات زیبا ہے وہ جو چاہے کرے، ہم لوگوں کو اس کے متعلق کچھ چوں چراں نہیں کرنا چاہیے۔

ہدایت خاتون: تو کیا خدا چوری بھی کرسکتا ہے۔ شراب بھی پی سکتا ہے؟ زنا بھی کرسکتا ہے؟ جواء بھی کھیل سکتا ہے؟

مولوی صاحب: ''لاحول ولاقوۃ'' تم بھی کیسی مہمل باتیں کرتی ہو۔ خدا یہ باتیں کیوں کرنے لگا برا کام، وہ نہیں کرسکتا۔

ہدایت خاتون: بس اللہ تمہارا بھلا کرے، اب بتاؤ برا کام وہ کیوں نہیں کرسکتا؟ کیا اس پر کوئی حاکم ہے جو حکومت کرتا ہے جس کے ڈر سے وہ برائی نہیں کرسکتا؟ یا وہ ہمارا محکوم ہے کہ جس کی وجہ سے ہم کہتے ہیں کہ وہ برا کام نہیں کرسکتا؟ کون سی طاقت ہے جو اس کو چوری کرنے' شراب پینے' جواء کھیلنے سے روکتی ہے۔؟

مولوی صاحب: نہیں کوئی طاقت نہیں ہے بلکہ اس کی شان ایسی ہے کہ اس سے کوئی برا کام نہیں ہوسکتا۔

ہدایت خاتون: اچھا اگر وہ سچ نہ بولے، وعدہ پورا نہ کرے، رحم نہ کرے، تو تم کیا کہو گے؟

مولوی صاحب: یہ سب باتیں بھی نہیں ہوسکتیں، وہ ضرور سچ ہی بولے گا، وہ اپنا وعدہ پورا کر کے رہے گا، وہ ضرور رحم بھی کھاتا ہے۔

ہدایت خاتون: تو معلوم ہوا کہ سچ بولنا، وعدہ پورا کرنا رحم کرنا، خدا پر واجب ہے۔

مولوی صاحب: واجب نہ کہو یہی تو جھگڑے کی بات ہے وہ یہ سب کرتا ضرور ہے مگر اس پر واجب نہیں کہہ سکتے۔

ہدایت خاتون: عورتیں کہتی ہیں کہ گڑ کھائیں اور گلگلوں سے پرہیز وہی حالت تم لوگوں کی ہے اگر یہ بات خدا پر واجب نہیں ہے تو تم یہ کیوں کہتے ہو کہ وہ ضرور سچ ہی بولے گا، وہ ضرور اپنا وعدہ پورا کر کے رہے گا، وہ ضرور رحم بھی کھاتا ہے، یہ ضرور کہنے کا تم کو کیا حق ہے؟ کیا تم اس کے حاکم ہو اور وہ تمہارا محکوم ہے جس کی وجہ سے تم ان باتوں کو اس کے لیے ضروری کہتے ہو؟

مولوی صاحب: میری عقل کہتی ہے کہ خدا ضرور سچ بولے گا، وہ ضرور اپنا وعدہ پورا کرے گا، وہ ضرور رحم کھائے گا۔

ہدایت خاتون: تو تمہارے شاہ صاحب کے قول کے مطابق "تمہاری عقل شریک غالب کارخانہ خدائی ہے" اور خدا کا حکم عقل کا محکوم ہے۔ یہ بھی کہو کہ خدا کو اپنی مخلوقات مثلاً تمہاری عقل کے حکم میں محکوم ہونے سے نقصان مرتبہ خدائی کا ہے۔ ہرگز یہ امر لائق مرتبہ ربوبیت اور الوہیت کے نہیں ہے، بندے کی کیا حقیقت ہے کہ اپنے مالک پر کوئی چیز واجب رکھتا ہو۔

مولوی صاحب: نہیں میں خدا کے فعل کو اپنی عقل کا کب محکوم کہتا ہوں بلکہ میری عقل مجھے بتاتی ہے کہ خدا ضرور ایسا کرے گا۔

ہدایت خاتون: تو اب شاہ صاحب سے پوچھو کہ جس بات کا فیصلہ انسانی عقل کرتی ہے اس سے وہ یہ نتیجہ کیوں نکالتے ہیں کہ عقل حاکم اور خدا محکوم ہو گیا۔

مولوی صاحب: یہ تو شاہ صاحب کی زبردستی ہے۔ البتہ ان کا یہ جملہ ٹھیک ہے کہ بندے کی کیا حقیقت ہے کہ وہ اپنے مالک پر کوئی چیز واجب رکھتا ہو اور تم لوگ خدا پر عدل کو واجب کہتی ہو کہ انصاف کرنا اس پر واجب ہے، اس وجہ سے شاہ صاحب چڑ چڑے ہو گئے اور وہ عبارت مبالغہ کے طور پر لکھ دی۔

ہدایت خاتون: خیر یہی سہی۔ اب یہ بتاؤ کہ تم پر نماز پڑھنا واجب ہے یا نہیں اور عطر لگانا بھی واجب ہے یا نہیں۔

مولوی صاحب: نماز پڑھنا کو واجب مگر عطر لگانا واجب نہیں ہے۔ کیا یہ باتیں تم نہیں جانتیں۔ کھیل کیوں کرتی ہو؟

ہدایت خاتون: نماز پڑھنے کو واجب اور نہ پڑھنے کو غیر واجب۔ کس وجہ سے کہتے ہیں کھیل کو بخش دو۔

مولوی صاحب: اس سبب سے کہ نماز نہ پڑھنے سے بڑا حرج ہوگا۔ میں دنیا میں بھی بدنام ہوں گا اور آخرت میں بھی جہنّم دیکھوں گا۔ لیکن عطر نہ لگاؤں تو کوئی حرج نہیں۔ نہ دنیا میں کوئی برا کہے گا نہ آخرت میں کوئی حرج ہوگا۔

ہدایت خاتون: تمہارا مطلب یہی تو ہوا کہ جس کام کے نہ کرنے سے حرج ہو وہ واجب ہے اور جس کے نہ کرنے سے حرج نہ ہو وہ واجب نہیں ہے۔

مولوی صاحب: ہاں ہاں بالکل یہی بات ہے یہ سب تو تمہارے پوچھنے کی چیزیں نہیں ہیں۔

ہدایت خاتون: اچھا یہ بتاؤ اگر خدا سچ نہ بولے وعدہ پورا نہ کرے، رحم نہ کھائے تو حرج ہوگا یا نہیں۔ خدا کرے اب بھی تم مذہبی تعصب سے کام نہ لو کہ ہر مسئلہ جلد جلد ختم ہوتا چلا جائے۔

مولوی صاحب: ضروری حرج ہوگا ایسے خدا کو تو گولی مار دینا بہتر ہے بلکہ اسے کوئی خدا مانے گا ہی نہیں۔ خدا کی جو صفتیں ضروری ہیں۔ ان کے نہ ہونے سے وہ خدا ہی نہیں رہ سکتا۔

ہدایت خاتون: تم پہلے کہہ چکے ہو کہ جس کام کے نہ کرنے سے حرج ہو وہ واجب ہے اور اب یہ بھی اقرار کیا کہ خدا کے سچ نہ بولنے۔ وعدہ پورا نہ کرنے' رحم نہ کھانے سے حرج ہوگا' تو ان باتوں کا خدا پر واجب ہونا ثابت ہوا یا نہیں۔

مولوی صاحب: یہ تو تم نے مجھے خوب گھیرا۔ مگر خدا پر کسی بات کے واجب کرنے والا کون ہے۔ اس کو بھی تو بتاؤ، تم لوگ خدا کو محکوم قرار دیتی ہو یہی تو غضب ہے۔

ہدایت خاتون: پہلے یہ بتاؤ کہ تم اپنے آپ پر والد صاحب کی تعظیم کرنا واجب سمجھتے ہو یا نہیں۔ آنحضرتؐ کی اطاعت واجب سمجھتے ہو یا نہیں، مسلمانوں سے اخلاق کے ساتھ پیش آنا واجب خیال کرتے ہو یا نہیں۔

مولوی صاحب: ہاں! ان کل کاموں کو میں اپنے اوپر واجب فرض جانتا ہوں۔ میں تو ان باتوں کے خلاف کبھی نہیں کرسکتا چاہے میرا نقصان بھی ہو۔ میں ان خوبیوں کو نہیں چھوڑوں گا۔

ہدایت خاتون: اب سچ بتاؤ کہ کسی اور شخص یا حاکم نے تم پر یہ باتیں لازم کیں اس وجہ سے واجب جانتے ہو یا خود تمہاری عقل نے تم پر یہ چیزیں واجب کیں۔

مولوی صاحب: نہیں میں خود ان باتوں کو اپنے اوپر واجب جانتا ہوں اگر ان باتوں کو اپنے اوپر واجب نہ جانوں تو مجھ میں اور جانوروں میں فرق ہی کیا رہے گا۔

ہدایت خاتون: بس بالکل اسی طرح خدا نے بھی اپنے اوپر ان باتوں کو واجب کرلیا کہ اب ان کے خلاف نہیں کرسکتا نہ کسی نے اس پر حکومت کی، نہ وہ محکوم ہوا۔ بلکہ خود اس کی شان ان باتوں کو ضروری جانتی ہے مگر تم لوگ یہی کہے جاتے ہو کہ خدا جو چاہے کرے، وہ جھوٹ بھی بول سکتا ہے' وعدہ خلافی بھی کرسکتا ہے' کوئی اسے روک نہیں سکتا وہ کسی بات کا پابند نہیں ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ اس بحث عدل میں بھی قرآن مجید ہم لوگوں ہی کے مذہب کو صحیح کہتا ہے' وہ فرماتا ہے:

ان الله لا يظلم مثقال ذرة. وان تک حسنته يضاعفها ويوت من لدنه اجر ا عظيما. (پارہ ۵ رکوع ۳)

''یہ بات یقینی ہے کہ خدا ذرا برابر ظلم نہیں کرتا بلکہ اگر کچھ بھی کسی کی نیکی ہو تو اس کو دوگنا کرتا اور اپنی طرف سے بڑا ثواب عطا کرتا ہے''

دوسری جگہ فرماتا ہے:

ان اللہ یامر بالعدل والاحسان وایتاء ذی القربیٰ وینھیٰ عن الفحشاء والمنکر والبغی یعظکم لعلکم تذکرون.

"یعنی اس میں شک نہیں کہ خدا تو لوگوں کے ساتھ انصاف اور نیکی کرنے اور قرابت داروں کو (مال) دینے کا حکم کرتا ہے اور برے کاموں اور بے حیائی کی باتوں اور مہمل حرکتوں اور سرکشی سے منع کرتا ہے۔ اس طرح تمہیں نصیحت کرتا ہے تاکہ تم سمجھو۔" (پارہ ۱۴ رکوع ۱۹)

اس آیت میں خدا سب کو انصاف' بھلائی اور حاجت مند اعزاء واقرباء کی حاجت روائی کرنے کا حکم دیتا ہے، پھر خود تو ضرور انصاف کرے گا اور کبھی اس کا کوئی کام انصاف کے بغیر نہیں ہو سکتا۔ اس کے مقابلہ میں تم لوگ کہتے ہو کہ خدا کو اختیار ہے جو چاہے کرے، کوئی بات اس کے لیے بری نہیں ہے۔ اچھے لوگوں کو جہنّم میں جھونک دے اور گناہ گاروں کو جنت میں بھیج دے یا انبیاء ومرسلین کو دوزخ میں ڈال دے اور شیطانوں کو بہشت کا سردار بنا دے، اس پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔ انصاف سے بتاؤ تم اپنے مکان کے مالک ہو مگر کیا اس میں آگ لگا دو گے یا ایسا کرنا تمہارے لیے جائز ہے؟

مولوی صاحب: نہیں کیا میں پاگل ہوں کہ اپنے گھر میں آگ لگاؤں گا۔ میں اپنے مکان کا مالک ہوں تو کیا اسی لیے یا اس کی حفاظت کرنے اور اس میں رہنے کے لیے۔

ہدایت خاتون: پھر خدا کو کیوں کہتے ہو کہ وہ دنیا جہان کا مالک ہے جو چاہے کرے بتاؤ کوئی ایماندار استاد اپنے نالائق شاگرد کو پاس اور لائق کو فیل کر سکتا ہے؟ یہی کہو گے کہ نہیں اگر ایسا کرے تو سب اس کو بے ایمان کہیں گے۔ بس اسی طرح خدا کے اختیار میں تو سب کچھ ہے مگر وہ ایسا کر سکتا ہے؟ اسی وجہ سے خدا فرماتا ہے۔ "**ان اللہ یحب المقسطین**" یقیناً اللہ انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔ (پارہ ۶ رکوع ۱۰)

اس سے ظاہر ہوا کہ انصاف سے خدا اس قدر ضروری اور واجب سمجھتا ہے کہ اس کے بندوں سے بھی جو شخص انصاف کرتا ہے اس کو دوست رکھتا ہے پس جب وہ اپنے بندوں تک سے انصاف چاہتا ہے تو خود انصاف کی کس قدر پابندی کرتا ہوگا۔ اس کے خلاف تم لوگ جو کہتے ہو کہ خدا کو انصاف کرنے کی ضرورت نہیں وہ جو چاہے کرے انصاف کرے یا ظلم تو یہ کیسے تعجب کی بات ہے۔ یہ عقیدہ کسی کی عقل میں آ سکتا ہے کہ خدا دوسروں سے تو انصاف کی فرمائش کرے مگر اپنے لیے انصاف کو ضروری نہ سمجھے؟ اگر کوئی باپ بیٹے سے کہے کہ تم نماز پڑھو اور خود نہ پڑھے تو سب لوگ اس پر ہنسیں گے اور اس کو بیوقوف سمجھیں گے بلکہ بیٹا بھی باپ پر اعتراض کرے گا کہ مجھے تو نماز پڑھنے کا حکم دیتے ہیں اور خود نہیں پڑھتے۔ بس اسی طرح خدا پر الزام ہوگا کہ اگر انصاف اچھا ہے تو خود کیوں نہیں کرتا اور اچھا نہیں ہے تو دوسروں سے کیوں اس کا خواہاں ہے۔ خدا صاف صاف فرماتا ہے۔

اعدلوا هو اقرب للتقوے واتقوا الله خبير بما تعلمون.

”تم سب انصاف کیا کرو کہ انصاف کرنا پرہیز گاری سے بہت قریب ہے اور اللہ سے ڈرتے رہو کیونکہ جو کچھ کرو گے سب کی خبر اللہ کو ضرور ہوگی“۔

(پ ٦ ع ٦)

پس جب خدا دوسروں کو انصاف کا حکم دیتا ہے تو خود بھی ضرور انصاف کرتا ہے اور کرے گا اور اس نے انصاف کے خلاف نہ کبھی کوئی کام کیا ہے اور نہ کر سکتا ہے تم لوگ جو کہتے ہو کہ خدا انصاف کے خلاف کر سکتا ہے اس پر غور نہیں کرتے کہ خدا فرماتا ہے:

یاایها الذین آمنوا لما تقولون مالا تفعلون کبر مقتا عند الله ان تقولوا ماتفعلون.

”اے ایمان والو جو بات تم خود نہیں کرتے وہ دوسروں سے کیوں کرنے کو کہتے ہو یہ بات اللہ کو سخت ناپسند ہے کہ دوسروں سے وہ بات کہا کرو جو تم خود نہیں کرتے“۔ (پارہ ٢٨ رکوع ٩)

غرض جب خدا ہم لوگوں کو اس بات سے روکتا ہے کہ کوئی کام دوسروں سے تو کہیں مگر خود نہ کریں تو وہ اپنے لیے اس بات کو کیسے جائز رکھے گا کہ دوسروں سے انصاف کرنے کو کہے اور خود نہ کرے' سنو فرماتا ہے:

شهد الله انه لااله الاهو والملئكة واولوا العلم قائما بالقسط

"یعنی خود اللہ اور فرشتے اور صاحبان علم اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ اس کے سوا کوئی خدا نہیں اور وہ ہمیشہ عدل وانصاف ہی کرتا ہے"

مولوی صاحب: یہ ہمیشہ تم نے کس لفظ کا ترجمہ کیا' تحریف نہ کیا کرو یہ بری بات ہے سیدھا ترجمہ کرو

ہدایت خاتون: قائما کا ترجمہ کیا کرو گے یہی تو کہ وہ انصاف پر قائم رہتا ہے' جما رہتا ہے اس سے ہٹتا نہیں، اس کو چھوڑتا نہیں، اس کا مطلب یہی تو ہوا کہ ہمیشہ انصاف کرتا ہے۔

مولوی صاحب: واہ! واہ! واہ! کیا اچھی بات پیدا کی، بالکل ٹھیک ہے مگر ایسا گہرا ترجمہ کسی عالم کو نہیں سوجھا۔

ہدایت خاتون: اب باتیں نہ بناؤ اس سے یہ ثابت ہو گیا کہ خدا کے لیے عدل وانصاف پر قائم رہنا واجب اور ضروری ہے۔ اس آیت کی تفسیر میں علامہ زمخشری لکھتے ہیں:

ان قوله لااله الا هو توحيدو قوله قائما . بالقسط تعديل فاذا اردنه قوله ان الدين عند الله الاسلام فقد اذن ان الاسلام هو العدل والتوحيد وهوالدين عندالله وما عداه فليس عنده فى شئى من الدين.

"یعنی اس آیت میں خدا نے لا الہ سے اپنی توحید بیان کی ہے اور قائم بالقسط سے اپنا مدعا بیان کیا ہے اور اس کے بعد ہی ان الدین عند اللہ الاسلام (یقیناً اللہ کے نزدیک پسندیدہ دین اسلام ہی ہے) کہا ہے' جس کا حتمی مطلب یہی

ہے کہ اسلام میں عدل وتوحید ہے اور یہی خدا کے نزدیک سچا دین ہے اس کے علاوہ جس قدر مذاہب ہیں سب باطل ہیں۔ (تفسیر کشاف جلد ۱، ص ۱۹۳)

دوسری تفسیروں میں بھی یہی مضمون ہے۔ دیکھو تفسیر بیضاوی جلد ۱، ص ۱۳۲ در منثور جلد ۱، ص ۱۴۰ و معالم التنزیل جلد ۱، ص ۲۷۷ وغیرہ۔ اگر انصاف کرانا اس کے لیے ضروری نہیں تو وہ ظلم کر سکتا ہے حالانکہ فرماتا ہے:

ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار.

''جو لوگ ظلم کرتے ہیں ان کی طرف تم جھکنا بھی نہیں ورنہ دوزخ کی آگ تم سے لپٹ جائے گی''۔ (پارہ ۱۲ رکوع ۱۰)

والظالمین اعدلهم عذابا الیما.

''اللہ نے ظلم کرنے والے مردوں اور عورتوں کے لیے دکھ والا عذاب تیار کر رکھا ہے''۔ (پارہ ۲۹ رکوع ۱۰)

مولوی صاحب: ہاں، عدل و انصاف خدا کے ضروری ہونے میں کوئی شبہ نہیں یہ فضول کا جھگڑا ہے۔

جبر و اختیار

ہدایت خاتون: اور نہیں سنا تم لوگوں نے ایک جھگڑا یہ بھی تو کھڑا کر رکھا ہے کہ بندے مجبور ہیں ہم لوگوں کا اعتقاد ہے کہ بندے اپنے افعال میں مختار ہیں یعنی اپنے افعال اپنے ارادہ اور خوشی سے کرتے ہیں، خدا نے انہیں کسی کام کے لیے مجبور نہیں کیا لیکن تم لوگ کہتے ہو کہ بندوں کے افعال کا فاعل بھی خدا ہے خواہ اچھے کام ہوں یا برے۔ تم لوگ صاف کہتے ہو کہ جو امر بندوں سے صادر ہوتا ہے۔ بندوں کو ان کے آثار پیدا کرنے کی طاقت نہیں مگر غور و فکر کرو تو یہ عقیدہ کئی وجوہ سے درست نظر نہیں آتا۔ ایک یہ کہ اگر وہ اعمال و افعال جو بندے کرتے ہیں۔ خدا کے افعال ہوں جیسے تم لوگوں کا دعویٰ ہے تو بندوں کے گناہ کرنے پر سزا دینا خدائی ظلم ہوگا۔ حالانکہ خدا ظالم

نہیں ہے بلکہ وہ تو ظالموں پر لعنت کرتا ہے اور اس سے زیادہ ظلم کیا ہو سکتا ہے کہ خود خدا ایک گناہ اپنے بندے سے کرائے اور پھر اس بندے کو سزا دے اور مواخذہ کرے کہ کیوں تو نے یہ گناہ کیا۔

دوسری یہ کہ اگر تم لوگوں کا یہ عقیدہ درست ہو تو پیغمبروں کا بھیجنا اور شریعتوں کا مقرر کرنا سب بیکار اور لغو ہو جائے گا۔ جب خدا ہی بندوں کے ہر فعل کو کرتا ہے تو لوگوں کو یہی حکم دینا کہ پیغمبر کی اطاعت کرو' اللہ کے احکام مانو' نماز روزہ بجالاؤ' چوری' شراب خوری سے بچو' سب مہمل ہو جائے گا۔

تیسری یہ کہ ہم لوگوں کو اپنے اختیاری اور غیر اختیاری کاموں میں یقیناً واضح فرق نظر آتا ہے جس میں کوئی شک وشبہ ہو ہی نہیں سکتا۔ ہمارا ایک فعل اختیاری ہے جسے ہم اپنے ارادہ و اختیار سے کرتے ہیں جیسے اپنے اختیار سے کسی شادی کی تقریب میں گئے کھانا پکایا' گلاس میں پانی انڈیلا۔ دوسرا فعل بے اختیاری ہوتا ہے جیسے بیمار ہوگئے' عمر میں بڑھ گئے' پاؤں پھسل جانے کی وجہ سے گر گئے۔ پس اگر بندوں کے اختیار میں کوئی فعل نہ ہو تو چاہیے تھا کہ اس میں کچھ فرق نہ ہوتا۔ حالانکہ دونوں میں فرق کا ہونا محتاج بیان نہیں ہے۔

مولوی صاحب: تو کون اس کے خلاف ہے ہم لوگ بھی تو یہی کہتے ہیں۔

ھدایت خاتون: خود شاہ صاحب نے لکھا ہے۔ عقیدہ بستم یہ کہ جو کچھ بندے یا حیوانات سے صادر ہوتا ہے خواہ خیر' خواہ شر' خواہ کفر و ایمان' خواہ طاعت و معصیت یہ سب خدائے تعالیٰ کے پیدا اور ایجاد کیا ہوا ہے۔ بندے کو اس کے پیدا کرنے کی قدرت نہیں ہے، البتہ کسب اور عمل اس کا بندے سے ہوتا ہے اسی اپنے کسب و عمل کی بدولت جزا پاتا ہے، یہ مذہب اہل سنت کا ہے۔ کیسانیہ' امامیہ اور فرق ثمانیہ زیدیہ مخالف اس عقیدہ کے کہتے ہیں کہ بندہ افعال اپنے پیدا کرتا ہے اور حق تعالیٰ کو افعال و اقوال ارادیہ بندہ کیا بلکہ طیور اور بہائم اور حشرات اور تمامی حیوانات کے افعال و اقوال میں جو ارادہ کرتے ہیں کچھ دخل نہیں ہے۔ (ھدیہ مجیدیہ ۲۸۰)

مولوی صاحب: ٹھیک تو ہے اللہ نے ہمارے کاموں کو پیدا کر دیا ہے مگر انہیں کرتے ہم ہی

ہیں، یہی کسب ہے۔

ہدایت خاتون: تو مطلب یہ ہوا کہ اللہ نے ہی چوری پیدا کی۔ اللہ نے ہی شراب خوری پیدا کی۔ اللہ نے ہی جھوٹ بولنا پیدا کیا۔ اللہ نے ہی مکروفریب پیدا کیا۔ ہم صرف ان کاموں کو کرتے ہیں اب یہ بتاؤ کہ ہمارے کرنے سے قبل خدا کی پیدا کی ہوئی چوری، شراب خوری، جھوٹ مکروفریب وغیرہ کہاں رہتے ہیں۔ کیا تمہارے گھر کے طاقوں پر رکھے رہتے ہیں یا الماریوں میں بند رہتے ہیں، یا مکانوں کی مہریوں میں چھپے رہتے ہیں، یا چھت پر آرام کرتے رہتے ہیں، اور چور، بدمعاش، جھوٹ وہیں سے لاکر ان برائیوں کو کرتے ہیں؟ توبہ یہ کس قدر مضحکہ خیز عقائد تم لوگوں نے پال رکھے ہیں۔

مولوی صاحب: شاہ صاحب نے تو اس کی دلیل بھی قرآن شریف ہی سے دیدی ہے کہ فرماتا ہے واللہ خلقکم وما تعملون اللہ نے پیدا کیا تم کو اور اس کو جو کرتے ہو۔

(ہدیہ مجیدیہ ۲۸۰۰) اب کیا عذر کرسکتی ہو؟

ہدایت خاتون: تو کیا قرآن مجید کا یہی مطلب ہے کہ پاجیوں کی، بدمعاش کی، بیہودوں کی شرارت، ظالموں کی، سفاکی کو خدا ہی پیدا کرتا ہے، پھر انہیں سزا کیوں دے؟ انہیں اس سے منع کیوں کیا؟

مولوی صاحب: اچھا تم ہی بتاؤ کہ " وما تعملون" کا کیا مطلب لوگی۔ اس آیت کا جواب تو ہو نہیں سکتا۔

ہدایت خاتون: کیا کہوں کہ تمہارے عالموں کے کارناموں سے اسلام کی کیا حالت ہورہی ہے یہ لوگ صریحاً آنکھوں میں دھول جھونکتے ہیں اور اپنے عقائد کے مقابلہ میں دنیا بھر کو اندھا بنانا چاہتے ہیں۔ تمہارے بڑے بڑے علماء دن دہاڑے وہ کاروائیاں کرتے ہیں۔ جن کی جرأت مرے مذہب کے ان پڑھے لکھے لوگوں کو بھی نہیں ہوسکتی۔ میں سچ کہتی ہوں کہ شاہ صاحب نے

اس جگہ جو کیا ہے۔ اگر میرے ہاں کا کوئی طالب العلم بھی کرتا تو لوگ سر پر آسمان اٹھا لیتے اور شور کر دیتے کہ رافضیوں کے ظلم و اندھیر کو دیکھو "چہ دلاوراست دزدے کہ بکف چراغ دارو" لیکن تمہارے علماء کو میں کچھ نہیں کہہ سکتی ۔ اس کے بعد وہ اٹھ کر گئیں اور قرآن مجید لا کر بولیں، دیکھو یہ پارہ ۲۳ سورہ والصافات ہے۔ اس کو فراغ علیھم سے تم ہی پڑھو اور یہ حمائل مولانا نذیر احمد صاحب کی مترجم ہے اسی سے ترجمہ بھی پڑھو۔

مولوی صاحب: فرماتا ہے:

فراغ علیھم ضربا بالیمین فاقبلوا الیہ یزفون قال العتبدون ماتحتون واللہ خلقکم وماتعملون.

"پھر تو ابراہیم بڑے زور سے ان کے مارنے پر تلے اور توڑ پھوڑ کر ان کے ٹکڑے کر دیئے، لوگوں کو خبر ہوئی تو ابراہیمؑ کے پاس دوڑے آئے ابراہیمؑ نے کہا کیا تم ایسی بے حقیقت چیزوں کو پوجتے ہو جن کو تم خود تراشتے ہو حالانکہ تم کو اور جن چیزوں کو تم بناتے ہو سب کو اللہ نے پیدا کیا ہے"

(پارہ ۲۳، ع ۷ حمائل مولوی نذیر احمد صاحب دہلوی ص ۷۱۸)

تو اس میں کیا بات ہے۔؟

ہدایت خاتون: اے لو، اب تم بھی پوچھنے لگے کہ کیا بات ہے؟ حضرت ابراہیمؑ نے تو بتوں کے بارے میں کافروں سے کہا کہ تم کو اور جن چیزوں کو تم بناتے ہو یعنی بتوں کو تو اللہ ہی نے پیدا کیا ہے، ظاہر ہے، وہ سب پتھر وغیرہ کے تھے اور وہ سب پتھر خدا کے پیدا کیے ہوئے تھے۔ اس کو شاہ صاحب نے ہم لوگوں کے افعال پر ڈھال دیا جو ہمارے کاموں کو خدا پیدا کرتا ہے، مکاری، چوری، شراب خوری کا وہی خالق ہے انہوں نے فعل اور مفعول یا کام اور چیز کو ایک لاٹھی سے ہانک دیا۔

مولوی صاحب: "لاحول ولا قوۃ" شاہ صاحب اس وقت کس عالم میں تھے؟ بنائے ہوئے بتوں

اور ہم لوگوں کے افعال سے کیا مناسبت ہے۔ کس حد تک انہوں نے یہ لکھ ڈالا؟ ایسی ہی باتوں سے ہم لوگوں کو ہر جگہ شرمندہ ہونا پڑتا ہے اور اسلام الگ بدنام ہوتا ہے۔

ہدایت خاتون: ایک دلچسپ واقعہ میں بیان کروں جو معتبر کتاب میں موجود ہے۔ اس سے بڑی معرفت کی باتیں حاصل ہوتی اور صحیح مذہب کا پتہ مل جاتا ہے۔ سنو! حضرت قاضی نور اللہ شوستری علیہ الرحمہ نے لکھا ہے کہ ایک روز جناب بہلول علیہ الرحمہ تمہارے امام جناب ابو حنیفہ صاحب کے دروازے کی طرف سے گزرے تو سنا کہ وہ اپنے شاگردوں اور مریدوں سے کہہ رہے ہیں کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام میں تین باتیں ایسی کہتے ہیں جو مجھے پسند نہیں ہیں نہ ان کو میری عقل قبول کرتی ہے ایک یہ کہ شیطان جہنم میں آگ سے جلایا جائے گا حالانکہ شیطان آگ ہی سے پیدا کیا گیا ہے کیونکر ہو سکتا ہے کہ اس کو آگ جلائے۔ دوسری یہ کہ خدا کا دیکھنا غیر ممکن ہے پس یہ بھی کیونکر ہو سکتا ہے کہ جو چیز موجود ہو اس کو دیکھ نہ سکیں۔ تیسری یہ کہ بندے اپنے ہر فعل میں خود مختار اور آزاد ہیں حالانکہ اس کے خلاف بہت سی دلیلیں موجود ہیں کہ بندے اپنے افعال میں مجبور ہیں۔ جب امام ابو حنیفہ صاحب کا کلام تمام ہوا تو بہلول علیہ الرحمہ نے زمین سے ایک ڈھیلا اٹھا کر امام ابو حنیفہ صاحب کو مارا اور وہاں سے چلتے ہوئے۔ اتفاقاً وہ ڈھیلا امام صاحب کی پیشانی پر لگا جس سے ان کو سخت چوٹ آئی۔ امام ابو حنیفہ صاحب نیز ان کے شاگرد و مرید جناب بہلولؒ کے پیچھے دوڑے اور ان کو پکڑ لیا۔ چونکہ وہ خلیفہ کے عزیز تھے اس لیے ان کو اس کا عوض تو نہ دے سکے مگر خلیفہ کے پاس لے گئے اور ان کی شکایت کی۔ خلیفہ نے اس کی کیفیت جناب بہلول علیہ الرحمہ سے طلب کی۔ بہلول علیہ الرحمہ اور امام صاحب میں اس وقت اس طرح باتیں ہوئیں:

بہلول علیہ الرحمہ: اے ابو حنیفہ! میں نے آپ کو کیا تکلیف دی ہے جس سے آپ نے مقدمہ یہاں پیش کیا ہے۔؟

امام ابو حنیفہ صاحب: تم نے میری پیشانی پر ڈھیلا مارا۔ اس کی چوٹ سے میرے سر میں درد

ہو رہا ہے۔

بہلول علیہ الرحمہ: مہربانی فرما کر ذرا مجھے اپنا وہ درد دکھا دیجیے کہ کیسا ہے؟ کہاں ہے؟ کس طرح ہے؟

امام ابو حنیفہ صاحب: واہ یہ خوب کہی! درد کو بھی کوئی دکھا سکتا ہے اور دیکھ سکتا ہے کہ میں دکھا دوں۔؟

بہلول علیہ الرحمہ: پھر آپ نے حضرت امام جعفر صادقؑ پر اعتراض کیوں کیا کہ یہ امر ممکن نہیں ہے کہ خدا موجود ہو اور اس کو کوئی دیکھ نہ سکے اور آپ اپنے دوسرے دعوے میں بھی جھوٹے ہوئے اس لیے کہ وہ ڈھیلا مٹی کا تھا اور آپ کی خلقت بھی مٹی ہی سے ہوئی ہے آپ کے اصول کے مطابق تو مٹی سے مٹی کو چوٹ ہی نہیں لگ سکتی یہ آپ کا فاسد قیاس ہے کہ شیطان آگ سے پیدا ہوا ہے آگ ہی اس کو کیونکر جلا سکتی ہے۔ اور آپ کا تیسرا دعویٰ بھی باطل ہو گیا جو آپ نے کہا تھا کہ حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا ہے کہ بندے فاعل مختار ہیں حالانکہ بندے مجبور ہیں پس اگر بندے اپنے افعال میں مجبور ہیں تو آپ مجھ کو یہاں کیوں لائے میری خطا ہی کیا ہوئی۔ (خدا نے آپ کو ڈھیلا مارا آپ اسی کو گرفتار کر کے لایئے اور اس کو سزا دیجیے)

امام ابو حنیفہ صاحب: یہ محققانہ کلام سن کر خاموش ہو گئے اور کچھ جواب نہ دے سکے بلکہ شرمندہ ہو کر وہاں سے چلے گئے۔ (مجالس المومنین، مجلس ۶ صفحہ)

مولوی صاحب: یہ حکایت بڑی دلچسپ ہے اس سے تم کو اپنے کئی دعویٰ کرنے میں مدد مل گئی۔

ہدایت خاتون: میرے دعوے تو خود تمہاری کتابوں سے اچھی طرح واضح ہیں۔ مثلاً تمہارے امام مسلمؒ لکھتے ہیں۔ حضرت رسولؐ خدا نماز سے پہلے ایک دعا پڑھا کرتے تھے اس کے آخر میں یہ فقرات ہوتے تھے۔ (**لبیک وسعدیک والخیر کلہ فی یدیک والشر لیس الیک**) اے میرے پروردگار میں تیری اطاعت و فرمانبرداری کے لیے حاضر ہوں اور تیرے دین کی مدد

حمایت کے لیے بھی مستعد ہوں سب خیر تیرے قبضہ میں ہے اور شر تیری طرف سے نہیں ہے اور نہ ہو سکتا ہے۔ (صحیح مسلم جلد ا، ۲۶۳)

علاوہ ازیں میرے مذہب کی کل باتیں خود قرآن مجید سے اس طرح ثابت ہیں کہ کسی اور کتاب کی تائید کی ضرورت ہی باقی نہیں رہتی مثلاً فرماتا ہے:

وماخلقنا السموات والارض وما بینهما الابالحق.

''یعنی آسمان وزمین اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے اس کو ہم نے حق کے ساتھ پیدا کیا ہے''۔ (پارہ ۱۴ع ۶)

ظاہر ہے کہ شر ہرگز حق نہیں ہو سکتا پس وہ خدا کی طرف سے بھی نہیں ہو سکتا بلکہ بندوں ہی کی طرف سے ہے۔ اسی وجہ سے خدا فرماتا ہے:

فمن یعمل مثقال ذرة خیرا یره ومن یعمل مثقال ذرة شرا یره.

''یعنی جو شخص ذرا برابر بھی بھلائی کرے گا وہ روز قیامت اس کا ثواب ضرور پائے گا اور جو شخص ذرا برابر برائی کرے گا وہ بھی قیامت میں اس کا عذاب ضرور چکھے گا'' (پارہ ۳۰ رکوع ۲۴)

اس سے معلوم ہوا کہ بندے اپنے افعال واعمال کے خود خالق او فاعل و موجد ہیں اس وجہ سے اس کا عوض بھی یہی پائیں گے، نہ خدا ان پر ظلم کرتا ہے۔ اور نہ وہ ان کے کسی کام کا ذمہ دار ہے۔ اسی وجہ اس نے اعلان کر دیا ہے کہ

ان اللہ لا یظلم الناس شیئا ولکن الناس انفسهم یظلمون.

''خدا تو کسی پر ظلم نہیں کرتا بلکہ آدمی خود اپنے نفسوں پر ظلم کرتے ہیں''

(پارہ ۱۱ رکوع ۱۰)

اسی طرح جبر واختیار کا مسئلہ ہے جس میں شیعوں کے اعتقاد کی تصدیق قرآن مجید کے لفظ لفظ سے ہوتی ہے فرماتا ہے:

لا اکراه فی الدین قدتبین الرشد من الغی.

''مذہب میں کوئی زور زبردستی نہیں ہے یقیناً بھلائی برائی سے واضح ہو چکی ہے''۔

(پارہ ۳ رکوع ۲)

فمن شاء فلیئو من و من شاء فلیکفر.

''جو چاہے مومن ہو جائے اور جو چاہے کافر رہے''۔ (پارہ ۱۵ رکوع ۱۶)

اس سے بھی بندوں کا پورا اختیار ظاہر ہوا کہ جو چاہیں کریں ان کی مرضی اور اختیار پر موقوف ہے۔

من عمل صالحا فلنفسه ومن اساء فعلیها وما ربک بظلام للعبید

''جو نیک اعمال کرے گا اس کا ثواب خود پائے گا اور جو برا کام کرے گا اس کی سزا بھی اس کو ملے گی اور تمہارا پروردگار بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے''۔

(پارہ ۲۴ ع ۲۰)

اس سے بھی واضح ہوا کہ اچھے اور برے کام کا کرنا ہم لوگوں کے اختیار کی بات ہے

اعملو ا ما شئتم انه بما تعملون بصیر.

''تم لوگ جو چاہو کرو خدا تمہارے کاموں کو دیکھ رہا ہے''۔ (پارہ ۲۴ ع ۱۹)

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ہم لوگ خدا کے چاہنے پر کچھ نہیں کرتے بلکہ اپنے چاہنے پر کرتے ہیں۔

فویل للذین یکتبون الکتاب بایدیهم ثم یقولون هذا من عند الله یشتروا به ثمنا قلیلا فویل لهم فما یکسبون.

''ان لوگوں کے لیے وائے ہے جو اپنے ہاتھوں سے کتاب لکھتے پھر کہتے ہیں کہ یہ خدا کی طرف سے ہے تا کہ اس کے عوض بڑی قیمت حاصل کرلیں، پس وائے ہے ان کے لیے اس چیز سے جو وہ حاصل کرتے ہیں۔'' (پارہ ۱ ع ۹)

لِيَهْلِکَ مَنْ هَلَکَ عَنْ بَيِّنَةٍ وَّيَحْيٰى مَنْ حَيَّ عَنْ بَيِّنَةٍ.

''تاکہ جوشخص ہلاک (گمراہ) ہو وہ (حق کی) حجت تمام ہونے کے بعد ہلاک ہو اور جو زندہ رہے۔ وہ ہدایت کی حجت تمام ہونے کے بعد زندہ رہے''۔

(پارہ ۱۰ ع ۱)

ذٰلِکَ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْکُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ

''یہ سزا اس کی ہے جو تمہارے ہاتھوں نے پہلے کیا ہے اور خدا بندوں پر ہرگز ظلم نہیں کرتا''۔ (پارہ ۱۰ ع ۳)

ذٰلِکَ بِاَنَّ اللّٰهَ لَمْ يَکُ مُغَيِّرًا نِّعْمَةً اَنْعَمَهَا عَلٰى قَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا بِاَنْفُسِهِمْ وَاَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ.

''سزا اس وجہ سے دی گئی کہ جب کوئی نعمت خدا کسی قوم کو دیتا ہے تو تاوقت کہ وہ لوگ خود اپنی حالت نہ بدلیں، خدا بھی اسے نہیں بدلتا اور خدا تو یقیناً سب کی سنتا اور سب کچھ جانتا ہے''۔ (پارہ ۱۰ ع ۳)

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ.

''جو نعمت کسی قوم کو حاصل ہو جب تک وہ اپنی حالت خود نہ بدلیں۔ اس وقت تک خدا ہرگز ان کی حالت نہیں بدلتا ہے'' (پارہ ۱۳ ع ۸)

فَاخْتَلَفَ الْاَحْزَابُ مِنْ بَيْنِهِمْ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ کَفَرُوْا مِنْ مَّشْهَدِ يَوْمٍ عَظِيْمٍ.

''پھر فرقوں نے باہم اختلاف کیا تو جن لوگوں نے کفر اختیار کیا ان کے لیے بڑے دن حاضر ہونے سے خرابی ہے''۔ (پارہ ۱۶، ع ۵)

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ اَسَاءَ فَعَلَيْهَا ثُمَّ اِلٰى رَبِّکُمْ تُرْجَعُوْنَ

''جو شخص نیک کام کرتا ہے تو خاص اپنے لیے اور جو برا کرتا ہے۔ اس کا وبال

اسی پر ہوگا پھر تم اپنے پروردگار کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔"

(پارہ ۲۵ ع ۱۸)

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَا اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ كُلُّ امْرِءٍ بِمَا كَسَبَ رَهِيْنٌ .

"جن لوگوں نے ایمان قبول کیا اور ان کی اولاد نے بھی ایمان میں ان کا ساتھ دیا تو ہم ان کو یا اولاد کو بھی ان کے درجہ تک پہنچادیں گے۔ اور ہم ان کی کار گزاریوں سے کچھ بھی کم نہ کریں گے۔ ہر شخص اپنے اعمال کے بدلے میں گروی ہے"۔ (پارہ ۲۷ ع ۳)

اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى وَاَنَّ سَعْيَهٗ سَوْفَ يُرٰى ثُمَّ يُجْزٰىهُ الْجَزَاءَ الْاَوْفٰى وَاَنَّ اِلٰى رَبِّكَ الْمُنْتَهٰى. (پارہ ۲۷ ع ۷)

"یہ کہ کوئی شخص دوسرے کے گناہ کا بوجھ نہیں اٹھائے گا اور یہ کہ انسان کو وہی ملے گا جس کی وہ کوشش کرے گا اور یہ کہ اس کی کوشش بھی عنقریب ہی قیامت میں دیکھی جائے گی پھر اس کو پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور یہ کہ سب کو آخر تمہارے پروردگار ہی کے پاس پہنچنا ہے"

وَجَعَلْنَا فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ رَاْفَةً وَّرَحْمَةً وَرَهْبَانِيَّةَ ابْتَدَعُوْهَا مَا كَتَبْنٰهَا عَلَيْهِمْ اِلَّا ابْتِغَاءَ رِضْوَانِ اللّٰهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا فَاٰتَيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْهُمْ اَجْرَهُمْ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ .

"اور جن لوگوں نے ان کی پیروی کی، ہم نے ان کے دلوں میں شفقت و مہربانی ڈال دی، اور رہبانیت ان لوگوں نے خود ایک نئی بات نکالی تھی۔ ہم نے ان کو اس کا حکم نہیں دیا تھا مگر ان لوگوں نے خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کی غرض سے خود

ایجاد کیا تو اس کا بھی جیسا نباہنا چاہیے تھا نہ نباہ سکے۔ جو لوگ ان میں سے ایمان لائے ان کو ہم نے ان کا اجر دیا اور ان میں سے بہتیرے تو بدکار ہی ہیں"۔

(پ ۲۷ ع ۲۰)

فَاِذَا جَاءَ تِ الطَّامَّةُ الْكُبْرٰى يَوْمَ يَتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ مَاسَعٰى وَبُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ لِمَنْ يَّرٰى فَاَمَّامَنْ طَغٰى وَاٰثَرَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا فَاِنَّ الْجَحِيْمَ هِيَ الْمَاْوٰى وَ اَمَّامَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰے فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى.

"جب بڑی مصیبت (قیامت) آموجود ہوگی جس دن انسان اپنے کاموں کو خود یاد کرے گا اور دوزخ دیکھنے والوں کے سامنے ظاہر کردی جائے گی تو جس نے دنیا میں سر اٹھایا تھا اور دنیوی زندگی کو ترجیح دی تھی اس کا ٹھکانہ تو یقیناً جہنّم ہے مگر جو شخص اپنے پروردگار کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرتا اور نفس کو ناجائز خواہشوں سے روکتا رہا تو اس کا ٹھکانہ یقیناً بہشت ہے"۔

(پ ۳۰ ع ۴)

مولوی صاحب: اب بس بھی کرو گی یا پورا قرآن شریف پڑھتی ہی چلی جاؤ گی تم نے اتنی آیتیں کیسے یاد کرلیں؟ شیعوں میں تو حافظ کوئی ہوتا ہے نہ ہوسکتا ہے۔ اس پر تمہارا اتنی آیتوں کو یاد کرلینا بالکل انوکھی بات ہے سچ بتاؤ تم فرشتہ ہو یا حور؟

بارھواں باب (12)

کیا قرآن مجید پر شیعوں کا ایمان ہے؟

ہدایت خاتون: شیعوں میں حافظ قرآن ہوتا کیوں نہیں، خدا کے فضل سے سینکڑوں حفاظ موجود ہیں اور یہ تم نے کیوں کہا کہ ان میں کوئی حافظ نہیں ہو سکتا۔ ہم لوگ برابر بدنام ہی رہیں گے؟

مولوی صاحب: اس لیے کہ قرآن شریف پر تم لوگوں کا ایمان ہی نہیں ہے پھر تم لوگ اس کو حفظ کیسے کر سکتے ہو؟ دنیا جانتی ہے کہ تم لوگ قرآن کو نہیں مانتے۔

ہدایت خاتون: تمہاری باتیں بھی نرالی ہوتی ہیں۔ کس نے کہا ہے کہ ہم لوگوں کا قرآن پر ایمان نہیں ہوتا۔

مولوی صاحب: یہ بھی کوئی چھپی ہوئی بات ہے۔ سب جانتے ہیں کہ تم لوگ کہتے ہو کہ قرآن مجید کے مضامین مقدم و موخر ہوگئے۔ بہت سی آیتیں غائب ہوگئیں کہیں کی آیات کہیں ہوگئیں، شاہ صاحب علیہ الرحمہ نے بھی تحریر فرمایا ہے۔ عقیدہ دہم قرآن مجید اللہ کا کلام ہے۔ اس میں تحریف اور کمی بیشی کو کچھ دخل نہیں ہوا نہ ہوگا۔ اثنا عشریہ جو فرقہ امامیہ سے ہیں۔ کہتے ہیں کہ آج کے دن یہ قرآن جو مسلمانوں کے ہاتھ میں ہے بالکل قرآن نہیں ہے بلکہ اس میں بعض الفاظ لوگوں نے داخل کیے ہوئے ہیں اور نہ پورا قرآن ہے جو پیغمبرؐ پر نازل ہوا اور ان کی حیات میں باقی تھا بعد میں بہت سی آیتیں اس سے ساقط کر دی ہیں۔ (ہدیہ مجیدیہ ۲۲۴)

ہدایت خاتون: اگر اسی وجہ سے ہم لوگوں کا ایمان قرآن پر نہیں ہے تو تم لوگوں کا بھی نہیں ہے۔ کیونکہ تم بھی کہتے ہو کہ اس کے مضامین مقدم و موخر ہو گئے۔ اس میں کہیں کی آیت کہیں ہوگئی۔ بعض الفاظ لوگوں کے داخل کیے ہوئے ہیں اور نہ پورا قرآن ہے جو پیغمبرؐ پر نازل ہوا جو ان کے حین حیات باقی تھا بلکہ بہت سی آیتیں اس سے ساقط کردی گئی ہیں اور سورتیں بھی ادھر ادھر ہوگئی ہیں۔

مولوی صاحب: واہ یہ کون کہتا ہے کہ ہم لوگوں کا بھی قرآن مجید کے متعلق ایسا ایمان ہے۔

ہدایت خاتون: یہ بتاؤ کہ قرآن مجید مکہ میں پہلے اور مدینہ میں اس کے بعد نازل ہوا یا اس کے الٹا ہوا۔

مولوی صاحب: آنحضرتؐ ۱۳ سال تک مکہ میں نبی تھے۔ اس کے بعد دس سال مدینہ میں رہے تو قرآن بھی پہلے مکہ شریف میں اور بعد کو مدینہ شریف میں نازل ہوتا رہا۔

ہدایت خاتون: تو اب قرآن مجید دیکھو پہلے سورہ فاتحہ مکی ہے پھر سورہ بقرہ مدنی پھر آل عمران مدنی پھر نساء مدنی پھر مائدہ مدنی پھر انعام مکی پھر اعراف مکی پھر انفال مدنی پھر توبہ مدنی پھر یونس مکی پھر ہود مکی پھر یوسف مکی، پھر رعد مکی پھر ابراہیم مکی پھر حجر مکی پھر نحل مکی پھر بنی اسرائیل مکی پھر کہف مکی پھر مریم مکی پھر طٰہٰ مکی پھر انبیاء مکی پھر حج مکی پھر مومنون مکی پھر نور مدنی پھر فرقان مکی پھر شعرا مکی پھر نمل مکی پھر قصص مکی پھر عنکبوت مکی پھر روم مکی پھر لقمان مکی پھر سجدہ مکی پھر احزاب مدنی پھر سبا مکی فاطر مکی پھر یسین مکی پھر صافات مکی پھر ص مکی پھر زمر مکی پھر مومن مکی پھر حم سجدہ مکی پھر شوریٰ مکی پھر زخرف مکی پھر دخان مکی پھر جاثیہ مکی پھر احقاف مکی پھر محمد مدنی پھر فتح مدنی پھر حجرات مدنی پھر ق مکی، پھر ذاریات مکی پھر طور مکی پھر نجم مکی پھر قمر مکی پھر رحمٰن مکی۔ واقعہ مکی۔ حدید مدنی۔ مجادلہ مدنی۔ حشر مدنی ممتحنہ مدنی۔ صف مدنی۔ جمعہ مدنی۔ منافقون مدنی۔ تغابن مکی۔ طلاق مدنی۔ تحریم مدنی ملک مکی۔ قلم مکی۔ حاقہ مکی۔ معارج مکی۔ نوح مکی۔ جن مکی۔ مزمل مکی۔ مدثر مکی۔ قیامت مکی۔ دہر مکی

۔مرسلات مکی ۔ بنا مکی ۔ نازعات مکی ۔عبس مکی ۔تکویر مکی ۔انفطار مکی ۔ تطفیف مکی ۔ یا مدنی انشقاق مکی ۔ بروج مکی ۔ طارق مکی ۔ اعلیٰ مکی ۔ غاشیہ مکی ۔ فجر مکی ۔ بدل مکی ۔ شمس مکی ۔ لیل مکی ۔ضحیٰ مکی ۔ انشراح مکی ۔ تین مکی ۔ مدنی علق مکی ۔ قدر مکی یا مدنی بینہ مکی یا مدنی زلزال مکی ۔ قارعہ مکی ۔ تکاثر مکی عصر مکی یا مدنی ہمزہ مکی یا مدنی ۔فیل مکی ۔ قریش مکی یا مدنی ۔ ماعون مکی یا مدنی ۔ کوثر مکی یا مدنی ۔ کافرون مکی یا مدنی ۔ نصر مدنی ۔لہب مکی ۔ اخلاص مکی یا مدنی ۔فلق مدنی یا مکی ۔ اناس مکی یا مدنی انصاف کرو کہ قرآن مجید میں کوئی سورہ مکی اور کوئی مدنی ہے حالانکہ یہ یقینی بات ہے کہ مکی کل سورے پہلے اور مدنی کل سورے بعد کو نازل ہوئے ہیں پھر اس طرح قرآن مجید میں درج کیوں نہیں کیے گئے ۔

مولوی صاحب: یہ تو جمع کرنے والوں کا قصور ہے کہ انہوں نے کل مکی سوروں کو پہلے اور کل مدنی سوروں کو بعد میں درج نہیں کیا۔

ہدایت خاتون: یہی تو ہم لوگ بھی کہتے ہیں کہ مسلمانوں کے قرآن مجید کو ترتیب نزول کے مطابق جمع نہیں کیا۔ اسی وجہ سے ہم لوگوں پر اعتراض ہوتا ہے کہ یہ سب تحریف قرآن کے قائل ہیں اور جن لوگوں نے ترتیب کو ادھر سے ادھر کر دیا۔ ان کو کچھ نہیں کہتے ۔ جو بات جس طرح ہوئی یا جس طرح اس وقت ہوئی اسی کے مطابق کہنا چاہیے یا اس کے خلاف ۔

مولوی صاحب: نہیں یہ کون کہہ سکتا ہے کہ واقعہ کے خلاف کہا جائے یہ بھی صحیح ہے کہ قرآن مجید میں کہیں مکی سورہ اور کہیں مدنی سورہ ہے اس کا انکار کرنا تو بدیہیات کا انکار کرنا ہے۔

ہدایت خاتون: پھر تم لوگ صرف شیعوں پر کیوں اعتراض کرتے ہو کہ یہ تحریف کے قائل ہیں

مولوی صاحب: مگر سوروں کا ادھر ادھر ہونا تو تحریف نہیں ہے۔

ہدایت خاتون: اے سبحان اللہ ! یہ تحریف کیوں نہیں ہے؟ کیا تحریف میں سرخاب کا پر لگا ہوتا ہے یا دم لگی رہتی ہے ۔قرآن مجید میں یہ لفظ کئی مقام پر آیا ہے ۔ اس سے تحقیق کر لو کہ تحریف کسے کہتے ہیں فرمایا ہے ۔

يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ.

''باتوں کو ان کی اصلی جگہوں سے پھیرتے ہیں'' (پارہ ۵ ۵ رکوع ۴)

يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ مِنْۢ بَعْدِ مَوَاضِعِهٖ .

''باتوں کو ان کے ٹھکانے سے بے جگہ کرتے ہیں'' (پ ۶ ع ۱۰)

وَقَدْ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ يَسْمَعُوْنَ كَلَامَ اللّٰهِ ثُمَّ يُحَرِّفُوْنَهٗ مِنْۢ بَعْدِ مَاعَقَلُوْهُ .

''ان میں کچھ لوگ ایسے بھی ہوگزرے ہیں کہ خدا کا کلام سنتے تھے اور پھر اس کو سمجھ کر دیدہ و دانستہ اس کو کچھ کا کچھ کر دیتے تھے''۔ (پارہ ۱ ع ۹)

یہ ترجمہ تمہارے مولوی نذیر احمد صاحب دہلوی کا ہے۔ اس پر ممدوح یہ حاشیہ بھی لکھتے ہیں۔ کچھ کا کچھ کر دینے میں لفظوں کا ردو بدل اور معنوں کا ہیر پھیر دونوں باتیں آ گئیں۔ (حمائل ۱۸) بتاؤ جب مکی سورہ کے پہلے مدنی اور مدنی سورہ کے مکی سورے لکھ دیے جائیں تو لفظوں کا ردو بدل ہوا یا نہیں اور جب ردو بدل ہوا تو تحریف ہوئی یا نہیں یعنی تم لوگوں نے تحریف کی بھی اور اس کے قائل بھی ہو کہ قرآن مجید میں تحریف ہوئی کیونکہ قرآن مجید میں مکی سورہ کے پہلے مدنی اور مدنی سورہ کے بعد مکی سورہ کے ہونے کا اقرار کرتے ہو۔

مولوی صاحب: ہاں اس کا تو ضرور اقرار ہے۔ اگر یہی تحریف ہے تو کسی سنی کو اس سے سرتابی سے مجال نہیں ہوسکتی۔

ہدایت خاتون: یہ خوب کہی کہ اگر یہی تحریف ہے تو پھر تحریف کس کا نام ہے تمہارے مولانا وحید الزمان خان صاحب تحریر فرماتے ہیں۔ تحریف کلام کو بگاڑنا' بے ٹھکانہ کر دینا (انوار اللغتہ پ ۶ 'ص ۵۳) اب بتاؤ کہ مکی سورتوں کا پہلے رکھنا اور مدنی سوروں کا بعد میں رکھنا ان کو ٹھکانے کرنا اور اس کے خلاف کرنا۔ ان کو بے ٹھکانے کرنا ہے یا نہیں؟ اور ممدوح اپنے ترجمہ کلام مجید میں فرماتے ہیں'' یُحَرِّفُوْنَهٗ '' بدل ڈالتے تھے (پ ۱ ع ۹) اس پر یہ حاشیہ لکھتے ہیں: یعنی

یہودیوں نے جب اتنے بڑے بڑے معجزے دیکھے تو ان کا دل نہیں پگھلا اور تورات کو سمجھ کر اس کے الفاظ یا معانی یا ترتیب میں تحریف کرتے اور حلال کو حرام' حرام کو حلال کرتے حالانکہ وہ جانتے تھے کہ کلام الٰہی میں تحریف کرنا کتنا بڑا گناہ ہے۔ (تفسیر وحیدی ص ۶)

غرض تحریف کا معنی الفاظ کا بدلنا' بے ٹھکانے کرنا' ادھر ادھر کر دینا بھی ہے اور معنی کا ہیر پھیر کر دینا بھی۔ مولوی صاحب دوسری جگہ لکھتے ہیں:

یحرفون الکلم عن مواضعه بعضے.

''ایسے بھی ہیں جو لفظوں کو اپنے مقاموں سے پلٹ دیتے ہیں''

(تفسیر وحیدی ص ۱۱۲)

اب انصاف سے بتاؤ کہ مکی سورہ مدنی سوروں کے بعد اور مدنی سورے مکی سوروں کے پہلے ہونے کی وجہ سے اپنے مقاموں سے پلٹ دیئے گئے ہیں یا نہیں؟ پھر قرآن مجید میں تحریف ہوئی یا نہیں۔ مولانا صاحب ہی اس جگہ پر یہ حاشیہ لکھتے ہیں یعنی ایک لفظ نکال کر اس کی جگہ دوسرا لفظ رکھ دیتے ہیں۔ (تفسیر وحیدی ص ۱۱۲) بس اسی طرح مکی سورہ نکال کر وہاں مدنی سورہ رکھ دیا گیا تو تحریف ہوئی یا نہیں؟

مولوی صاحب: خیر! یہ تو معمولی بات ہے۔ اس سے کیا بگڑ گیا۔ مکی سورہ اور مدنی سورہ الگ الگ تو ہیں ایک کے بعد دوسرے اور دوسرے کے بعد پہلے ایک کے ہونے سے کیا خرابی آئی۔

ہدایت خاتون: خرابی کا تو ذکر ہی نہیں ہے۔ اس سے کیا بگڑ گیا۔ بحث اس کی ہے کہ قرآن مجید میں تحریف کے قائل اگر شیعہ ہیں تو حضرت اہل سنت بھی ہیں۔ نیا قرآن مرتب کر کے تمام شائع کرواؤ۔ جس میں پہلے صرف مکی سورے اور بعد میں مدنی سورہ ہوں یا اس امر کے قائل ہوں کہ قرآن مجید میں آئی تحریف ضرور ہے کہ ادھر کر دی گئی ابھی تو اس بحث کی ابتداء ہے۔ آگے آگے دیکھو تمہاری ہی کتابوں سے تحریف قرآن کا کیسا گل کھلتا ہے۔ ایک ایک بات کو طے کرتے چلو۔ اس بحث میں بھی ذرا تمہارا اور تمہارے علماء کرام کا زور دیکھوں۔

مولوی صاحب: نہیں جب تک پوری بحث ختم نہیں ہو جائے گی اس وقت تک میں اس کو نہیں مانوں گا کہ صرف سوروں کے ادھر ادھر ہو جانے کی وجہ سے قرآن شریف میں تحریف ہوئی اور ایسا قرآن مجید جاری رہنے سے ہم لوگ بھی تحریف کے معتقد سمجھے جائیں گے۔

ہدایت خاتون: بس انہیں باتوں سے ہم لوگ کہتے ہیں کہ تم لوگ زبردستی کرتے ہو تم لوگوں کو اپنی آنکھ کا شہتیر نظر نہیں آتا اور دوسروں کی آنکھ کا تنکا آسانی سے دیکھ لیتے ہو۔ اور اس کا خوب ڈھنڈورا بھی پیٹتے ہو۔ تمہاری لغت کی کتاب تمہاری تفسیر اور تمہارے علماء کے ترجمہ قرآن مجید سے میں نے دکھا دیا کہ تحریف کا کیا معنی ہے اور پھر قرآن مجید میں سوروں کا الٹ پلٹ ہر آنکھ والا دیکھ سکتا ہے۔ مگر تم اس کا اقرار نہیں کرو گے کیونکہ تم لوگ بھی تحریف کے قائل ہو۔ اب بتاؤ کہ میں کیا چیز دکھاؤں گی جن سے تم تحریف کے قائل ہو جاؤ گے۔ اس طرح کی دلیری تو غیر مسلم قومیں بھی مسلمانوں کے مقابلہ میں نہیں کرتی ہیں' اچھا تماشہ ہے۔

مولوی صاحب: تم کیسی ہی دلیلیں دو مگر میرا دل کسی طرح نہیں مانتا کہ قرآن شریف میں تحریف ہوئی، معاذ اللہ! اللہ تعالیٰ کی کتاب میں کون تحریف کر سکتا ہے؟

ہدایت خاتون: کیا توراۃ اور انجیل خدا کی کتابیں نہیں ہیں؟ پھر ان میں تحریف ہوئی' یا نہیں؟ اگر ہوئی ہے تو کس نے کیسے کی؟

مولوی صاحب: تو کیا یہ ضروری ہے کہ سابق قوموں میں جو برائیاں تھیں وہ مسلمانوں میں بھی ہوں' خاص کر صحابہ کرام میں بھی۔

ہدایت خاتون: بڑے تعجب کی بات ہے کہ تم حدیثوں میں سب کچھ پڑھ چکے ہو اور دن رات دیکھتے رہتے ہو پھر بھی بھولے بنے جاتے ہو۔ کیا تم نے نہیں پڑھا ہے کہ آنحضرتؐ نے صحابہ کرام سے فرمایا تھا کہ جو برائیاں سابق امتوں میں تھیں وہ سب تم لوگ بھی اختیار کر لو گے۔ اگر یہ حدیث صحیح ہے تو ماننا پڑے گا کہ صحابہ نے قرآن مجید میں تحریف بھی ضرور کی۔ کیونکہ یہ بھی سابق امتوں

کی بڑی برائی تھی۔

مولوی صاحب: نہیں نہیں کیا کہتی ہو۔ اہل اسلام کی بڑی فضیلت وارد ہوئی ہے ان میں سابق امتوں کی برائیاں کیسے آسکتی ہیں؟

ہدایت خاتون: (اٹھ کر گئیں اور صحیح بخاری لا کر بولیں) دیکھو یہ تمہاری بخاری شریف میں ہے اس کی عبارت میں پڑھتی ہوں۔ مگر ترجمہ تم کرنا۔

ان النبیؐ قال للتبعین سنن من قبلکم شبر البشر وذراعا بذراع حتے لو سلکوا حجر ضب بسلکتموہ قلنا یا رسول اللہ الیہود و النصارے قال النبی فمن.

(صحیح بخاری پ ۱۳ کتاب الانبیاء باب ماذکر عن بنی اسرائیل مطبوعہ دہلی ص ۲۸۳)

دیکھوں تم اس حدیث شریف سے اقرار کرتے ہو یا انکار، اگر اقرار ہے تو مطلب بیان کرو۔

مولوی صاحب: یہ تو حضرت رسول مقبولؐ کی مشہور حدیث ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ حضورؐ نے صحابہ کرام سے فرمایا یقیناً تم لوگ ان امتوں کی پیروی کرنے لگو گے جو تم سے پہلے گزر چکی ہیں بالشت بالشت اور ہاتھ ہاتھ یعنی قدم بقدم ان کے چلو گے یہاں تک کہ اگر وہ لوگ بجو کے سوراخ میں گھسے ہوں گے تو تم بھی گھس جاؤ گے۔ صحابہ نے پوچھا: حضرت کیا ہم لوگ یہود و نصاریٰ کی پیروی کرنے لگیں گے؟ حضور نے فرمایا اور کس کی؟

ہدایت خاتون: اس سے یہ معلوم ہوا یا نہیں کہ جس طرح یہود و نصاریٰ نے خدا کی کتاب میں تحریف کی صحابہ کرام بھی ضرور کریں گے ورنہ آنحضرت کا قول غلط ہو جائے گا۔

مولوی صاحب: کیا کہوں اس حدیث سے انکار بھی نہیں ہو سکتا اور تمہارے دعویٰ کا جواب بھی نہیں ملتا۔ کچھ بولتے نہیں بنتا۔

ہدایت خاتون: اور سنو: اسی صحیح بخاری میں دوسری جگہ بھی یہ حدیث ہے:

"عن ابی سعید الخدری عن النبیؐ قال لتبعین سنن من قبلکم
شبر البشبر وذراعا ذرا عاحتے لو دخلوا حجر ضب تبعتموھم
فلنا یارسول اللّٰہ الیھود والنصار قال فمن"

(کتاب الاعتصام پ۲۹' ص ۶۷۵)

مولوی صاحب: یہ بھی وہی حدیث ہے جسے امام بخاری نے مکرر ذکر کیا ہے اور یہ ان کا عیب مشہور ہے کہ ایک ہی حدیث کو کئی جگہ لکھ دیا ہے۔

ہدایت خاتون: میں نے اسے ایک اور مطلب سے ذکر کیا ہے کہ اس کی شرح میں علامہ ابن حجر عسقلانی تحریر فرماتے ہیں:

وقد اخرج الطبرانی من حدیث المستور دین شداد رفعہ لا تترک ھذا الامتہ شیئا من سنن الا ولین حتی تاتیہ ووقع فی حدیث عبداللہ بن عمر وعند الشافی بسند صحیح لترکبن سنۃ من کان قبلکم حلوھاو مرھا قال ابن بطال اعلم صلّٰے اللّٰہ علیہ وسلم ان امۃ ستتبع المحدثات من الامور والبدع والا ھواء کما وقع لاھم قبلھم.

"امام طبرانی نے مستورد بن شداد کی حدیث سے یہ مرفوع روایت بیان کی ہے کہ حضرت رسولؐ خدا نے فرمایا یہ امت اسلام، پہلی امتوں کی کوئی بات نہیں چھوڑے گی بلکہ سب کچھ کر کے رہے گی اور عبداللہ بن عمرو کی حدیث میں امام شافعی کے نزدیک سند صحیح سے یہ مضمون واقع ہوا ہے کہ حضرت رسولؐ خدا نے فرمایا۔ (اے مسلمانو' یا اے صحابہ) یقیناً تم لوگ ان امتوں کا طریقہ اختیار کرلو گے جو تم سے پہلے تھیں۔ ان کو اچھی باتیں بھی اور بری بھی' ابن بطال کہتے تھے کہ حضرت رسولؐ خدا نے اس بات کی پیش گوئی فرمادی کہ آپ کی امت

تمام برائیوں بدعتوں اور گمراہیوں کو اختیار کر لے گی، جس طرح سابق امتوں میں وہ برائیاں اور گمراہیاں پیدا ہو گئی تھیں" (فتح الباری ۲۹، ۶۷۵)

ان حدیثوں میں آنحضرتؐ کل برائیوں' بدعتوں اور گمراہیوں کے متعلق پیش گوئی فرماتے ہیں کہ جس طرح سابق امتوں نے سب کو اختیار کیا۔ تم مسلمان بھی ضرور اختیار کرو گے۔ اگر صحابہ تحریف قرآن نہ کرتے تو حضرتؐ فرما دیتے کہ صرف اس عیب سے تم لوگ محفوظ رہو گے مگر کسی برائی کو مستثنیٰ کرنا نہیں بتاتا ہے۔ اگر یہود و نصاریٰ نے تحریف کی تو صحابہ مسلمین بھی ضرور ایسا کریں گے۔ اور یہود و نصاریٰ کی یہ حرکت معلوم و مسلم ہے پس مسلمانوں کا یہ فعل بھی قابل انکار نہیں ہوسکتا۔

مولوی صاحب: خیر! یہ تو تم نے عقلی دلیل سے ثابت کیا کہ حضرت رسولؐ خدا کی پیش گوئی کے مطابق صحابہ کرام کا دوسری برائیوں کی طرح کلام پاک میں تحریف کرنا بھی ضروری تھا۔

ہدایت خاتون: حضرت رسولؐ خدا نے اپنے دل سے تو ایسی پیش گوئی نہیں کی بلکہ وحی خدا کے مطابق فرمائی۔ اور خود خدا نے قرآن مجید میں بھی فرمادیا:

لتر کبن طبقا عن طبق.

"تم لوگ ضرور ایک درجہ سے دوسرے درجہ پر چڑھو گے" (پ ۳۰ ع ۹)

اس کی تفسیر کا خلاصہ مولانا وحید الزمان خان صاحب نے اس طرح لکھا ہے۔ بعضوں نے یوں ترجمہ کیا ہے! "لوگو تم اگلے لوگوں کی طرح ان کے طریقہ کار پر چلو گے" جیسے صحیح حدیث میں ہے۔ تم اگلے لوگوں یعنی یہود و نصاریٰ کی چالوں پر چلو گے اگر وہ گوہ پھوڑ (سوسمار) کے سوراخ میں گھسے ہیں تو تم بھی ان کی طرح گھسو گے؟ (تفسیر وحیدی ص ۷۶۷)

مگر مولوی صاحب نے اپنی دوسری کتاب میں چالاکی کر کے اس حدیث کا رخ ہی پھیر دینے کی کوشش کی ہے جو اہل علم کی نظروں میں بڑی چھچھوری اور شرم ناک بات ہے لکھتے ہیں:

لو دخلوا حجر ضب لتبعتموهم.

"تم بھی اگلی امتوں یہود و نصاریٰ کی چال چلو گے اگر وہ گھوڑ پھوڑ کے سوراخ میں گھسیں تو تم بھی ان کے پیچھے گھس جاؤ گے"

یعنی اپنی عقل و فہم سے کام لینا چھوڑ دو گے۔ بس نصاریٰ کی تقلید پر جان دو گے، آپ کا ارشاد بالکل پورا ہوا۔ ہمارے زمانے میں تو مسلمانوں نے کھانے پینے گھر کی آرائش زیب و زینت معاشرت کے کل امور میں نصاریٰ کی تقلید اختیار کر لی ہے اور یہ نہیں سوچتے کہ کون سا کام ان کا قابل تقلید ہے اور کون سا قابل رد و انکار نہ اس میں فکر کرتے ہیں کہ ہمارے ملک کی آب و ہوا اور مزاج ان کاموں کا مقتضی ہے یا نہیں۔ (انوار اللغتہ پ ۵، ۹۴)

مولوی صاحب: تو اس میں چھچھوری اور شرم کی کون سی بات ہوگئی۔ مولوی صاحب نے تو مسلمانوں کو اچھی نصیحت فرمائی ہے۔

ہدایت خاتون: انہوں نے اس حدیث کو صرف اس زمانہ کے مسلمانوں کے سر منڈھ دیا ہے حالانکہ اس کے اصل مخاطب صحابہ کرام تھے کہ انہیں سے حضرت نے فرمایا: تم لوگ ضرور یہود و نصاری کی پیروی کرنے لگو گے اور بھی کئی مرتبہ مختلف مواقع پر آنحضرتؐ نے صحابہ کرام ہی سے اس بات کو فرما دیا تھا۔

مولوی صاحب: مگر اس کی کوئی دلیل بھی پیش کر سکتی ہو۔ حضرتؐ نے عام مسلمانوں ہی سے کیوں نہ فرمایا ہو۔

ہدایت خاتون: لیکن آنحضرتؐ کے زمانہ میں عام مسلمان بھی تو صحابہ ہی تھے۔ جن لوگوں نے اسلام قبول کیا اور حضرتؐ کی صحبت سے مشرف نہیں ہوئے۔ وہ تو دوسرے مقامات پر تھے جن سے آنحضرتؐ نے کوئی بات ہی نہیں کی۔ آنحضرتؐ کا خطاب تو ہر بات میں صحابہ کرام ہی سے تھا مثلاً۔

عن جابر عن عمر بن الخطاب اتیے رسولؐ اللّٰہ نسخته من التوراة
فقال یا رسولؐ اللّٰہ هذا نسخته من التوارة فسکت فجعل یقرء
ووجه رسولؐ اللّٰہ یتغیر فقال ابوبکر ثکلتک الثواکل ما ترے ما
بوجه رسولؐ اللّٰہ فنظر عمرالیے وجه رسُولَ اللّٰہؐ فقال آعوذ بالله
من غضب و غضب رسوله رضینا بالله ربا و بالاسلام دینا
وبمحمد نبیاء فقال رسول الله والذی ونفس محمد بیده لو
بدالکم موسٰی فاتبعتموه وترکتمونی نصللتم عن سواء السبیل
ولوکان موسٰی حیا وادرک نبوتی کا تبعنی۔

"جناب جابر بیان کرتے تھے کہ حضرت عمر تورات کا ایک نسخہ رسولؐ خدا کے پاس لائے اور کہا اے رسولؐ! یہ تورات کا ایک نسخہ ہے پھر لگے اس کو پڑھنے اس پر حضرت رسولؐ خدا کا چہرہ مبارک غصہ سے بگڑنے لگا۔ حضرت ابوبکر نے یہ کیفیت دیکھ لی تو حضرت عمر کو ڈانٹا اور کہا تم کو رونے والی عورتیں روئیں چیخیں تم دیکھتے نہیں حضرت رسولؐ خدا کے چہرہ مبارک کی کیا حالت ہو رہی ہے؟ اس پر حضرت عمر نے آنحضرتؐ کی طرف دیکھا تو کہنے لگے۔ میں خدا اور رسولؐ کے غضب سے پناہ چاہتا ہوں خدا کی۔ میں اس پر راضی ہوا کہ اللہ ہی کو اپنا رب اور اسلام ہی کو اپنا مذہب اور محمدؐ ہی کو اپنا نبی مانوں۔ اس پر حضرت رسولؐ خدا نے فرمایا: جس ذات کے قبضہ میں محمدؐ کی جان ہے اس کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر آج حضرت موسیٰؑ ظاہر ہوں تو تم سب لوگ انہی کی پیروی کرنے لگو گے اور مجھے چھوڑ کر یقیناً گمراہ ہو جاؤ گے۔ حالانکہ اگر حضرت موسیٰؑ زندہ ہوتے اور میری نبوت کا زمانہ پاتے تو وہ بھی میری ہی پیروی کرتے۔" (مشکوۃ جلد ا ۵۵ باب الاعتصام)

اس سے واضح ہو گیا کہ یہود و نصاریٰ کی پیروی کرنے کا جو خوف حضرت کو تھا وہ حضرت ابو بکر و عمر اور انہیں ایسے دوسرے صحابہ کے متعلق تھا یا اب بھی کچھ شک ہے۔

آیت اِنَّا نَحنُ نَزَّلنَا الذِّکرَ وَ اِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ ' کی بحث

مولوی صاحب: خیر یہ پیش گوئی تو صحیح ہے اور تم نے عقلی دلیلوں اور اپنی منطقی بحثوں سے ثابت کر دیا کہ صحابہ کرام نے کلام پاک میں ضروری تحریف کی ہوگی۔ لیکن خود کلام پاک میں ایسی ایک زبردست آیت ہے جو اس کی واضح دلیل ہے کہ قرآن مجید میں نہ تحریف ہوئی ہے اور نہ ہو سکتی ہے۔

ہدایت خاتون: اگر قرآن مجید میں ایسی کوئی آیت ہے تو بحث ختم ہے۔ بتاؤ تو وہ کیا اور کہاں ہے خدا تمہاری بات کو سچ کر دکھائے۔

مولوی صاحب: مشہور آیت ہے اور تعجب ہے کہ تم اس سے ناوان بنی جاتی ہو۔ اس نے صاف صاف فرما دیا ہے۔ " اِنَّا نَحنُ نَزَّلنَا الذِّکرَ وَاِنَّالَهُ لَحَافِظُونَ " بے شک ہم نے قرآن اتارا ہے اور بیشک ہم ہی اس کے نگہبان بھی ہیں (پ ۱۴ رکوع ۱)

ہدایت خاتون: اسی کو تم زبردست آیت کہتے ہو۔ اس کو تو میں برابر پڑھتی ہوں مگر اس سے تحریف نہ ہونا کیسے ثابت ہوگا؟ تم کہو گے ذکر سے مراد قرآن مجید ہے مگر تمہاری کتابوں میں تو یہ بھی بھرا ہوا ہے کہ اس آیت میں خدا نے حضرت رسول خدا صلعم کی حفاظت کا وعدہ کیا ہے۔

مولوی صاحب: واہ تم بھی کیسی بے سروپا کی باتیں اڑاتی رہتی ہو۔ سب مفسرین نے لکھا ہے کہ قرآن پاک ہی کی حفاظت کا وعدہ ہے۔

ہدایت خاتون: اچھا سنو! تمہارے سلطان المفسرین علامہ طبری لکھتے ہیں:

قیل الهاء فی قوله وانا له الحافظون من ذکر محمد بمعنی وانا لمحمد حافظون من اراده بسوء من اعدائه.

"یعنی کچھ مفسرین نے بیان کیا ہے کہ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ محمدؐ کے دشمن

آپ کے ساتھ جو برائی کرنا چاہتے ہیں۔اس سے میں محمدؐ کی حفاظت کرنے والا ہوں۔ (تفسیر طبری مطبوعہ مصر جلد ۱۴' ص ۶)

اور سنو علامہ بیضاوی لکھتے ہیں "قیل الضمیر فی له للنبی" "مفسرین نے بیان کیا ہے کہ لہ کی ضمیر حضرت رسولؐ خدا کی طرف پھرتی ہے (جس سے مطلب یہ ہوا کہ میں حضرت رسولؐ خدا کی حفاظت کرنے والا ہوں۔ (تفسیر بیضاوی مطبوعہ مصر جلد ا' ص ۳۷)

اور علامہ خازن لکھتے ہیں:

وقال ابن السائب و مقاتل الكناية فی له راجعة الی محمد يعنی وانا لمحمد لحافظون ممن اراده بسوء فهو كقوله تعدو الله يعصمک من الناس زوجه هذا القول ان الله سبحانه و تعالی لماذکر الا نزال والمنزل دل ذلک علی المنزل عليه وهو محمد محسن صرف الكناية اليه لكونه امرا معلوما .

"علامہ ابن سائب و مقاتل نے کہا ہے "انا لہ لحافظون" کا اشارہ حضرت رسولؐ خدا کی طرف ہے یعنی میں محمدؐ کی حفاظت ان لوگوں سے کرنے والا ہوں جو ان کے ساتھ کسی برائی کا ارادہ رکھتے ہیں۔ پس یہ آیت اس دوسری آیت ایسی ہے جس میں خدا نے فرمایا ہے: کہ "وَاللّٰهُ يَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ "اے رسول تم کو خدا لوگوں سے محفوظ رکھنے والا ہے (پ ۶ ع ۱۴) اور اس قول کی وجہ یہ ہے جب خدا نے قرآن مجید اور اس کے نزول کا ذکر کیا تو اس بات نے اس شخص کو بھی ظاہر کیا جس پر قرآن مجید نازل کیا گیا اور وہ حضرت محمدؐ کی ذات باصفات ہے ۔اب اس اشارہ کا حضرت کی طرف پھیرنا بہتر ہوا کیونکہ وہ بھی ایک امر معلوم ہے" (تفسیر خازن جلد ۳' ۹۰)

اور جناب علامہ صدیق حسن خان صاحب بھوپالی نے لکھا ہے۔

وقيل الضمير فی له الرسول الله صلی الله علیه و آله وسلم

مفسرین نے بیان کیا ہے کہ لہ کی ضمیر حضرت رسول خدا صلعم کے لیے ہے (کہ خدا آنحضرت کی حفاظت کرنے والا ہے نہ قرآن مجید کی) تفسیر فتح البیان جلد ۵ ص ۱۷۴) اور علامہ ابن کثیر نے لکھا ہے:

ومنهم من اعاد الضمير فی قوله له لحافظون علی النبی كقوله والله يعصمک من الناس.

"اور مفسرین میں وہ حضرات بھی ہیں جو کہتے ہیں کہ لہ کہ ضمیر حضرت رسولؐ خدا کی طرف پھرتی ہے کہ خدا نے آنحضرتؐ کی حفاظت کا وعدہ کیا ہے نہ قرآن کی حفاظت کا۔ جیسے دوسری آیت بھی ہے وَاللّٰهِ يَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسَ .

(تفسیر ابن کثیر جلد ۵ ص ۱۳ا۷)

مولوی صاحب: بس کرو کہاں تک کتابوں کی عبارتیں پڑھتی چلی جاؤ گی۔

ہدایت خاتون: خیر بس ہی سہی مگر اپنے امام المفسرین کا قول بھی سنتے جاؤ۔ امام فخر الدین رازی صاحب لکھتے ہیں:

المسئلة الثانية الضمير فی قوله له لحافظون الی ماذا يعود فيه قولان.

دوسرا مسئلہ یہ کہ لہ کی ضمیر کس طرف پھرتی ہے اس میں دو قول ہیں:

"القول الثانی ان الكناية فی قوله له راجعة الی محمد والمعنی وانا لمحمد لحافظون وهو قول الفراء وقوی ابن الانباری هذا القول فقال لما ذكر الا نزال والمنزل دل ذلک علی المنزل عليه فحسنت الكناية عنه لكونه امرا معلوما .

"دوسرا قول یہ ہے کہ لحافظون کی ضمیر حضرت رسولؐ خدا کی طرف پھرتی ہے اور

معنی یہ ہے کہ میں محمدؐ کی حفاظت کرنے والا ہوں نہ قرآن کی یہی قول فراء کا ہے، اور ابن الانباری نے اس قول کو قوی کر دیا ہے انہوں نے کہا ہے کہ جب خدا نے قرآن کا اور اس کے نازل کرنے کا ذکر کیا تو اس بات نے اس شخص کی طرف بھی دلالت کی۔ جس پر قرآن نازل کیا گیا ہے۔ لہٰذا اب یہ اشارہ خوبصورت ہوگیا۔

کیونکہ یہ امر معلوم ہی کی طرف ہے اس کے بعد امام موصوف نے ایسی بات لکھی ہے جو تم لوگوں کے پورے استدلال کو باطل کر دیتی ہے اسے بھی سن لو! فرماتے ہیں

اجتج القاضی بقوله انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون علے فساد قول بعض الامامية فی ان القرآن قد دخله التغیر والزیادة والنقصان .قال لانه لوکان الامرکذلک بسابقی القران محفوظا وهذا الاستدلال ضعیف لانه یجری بحری اثبات الشئے بنفسه فالامامیة الذین یقولون ان القرآن قد دخله التغیر والزیادة والنقصان لعلهم یقولون ان هذا الایته من جملة الزوائد التی الحقت بالقرآن فثبت ان اثبات هذا المطلوب بهذه الآیة یجری مجرے اثبات الشئے بنفسه وانه باطل.

"قاضی نے کہا ہے کہ بعض امامیہ جو قرآن میں نقصان یا زیادتی کے قائل ہوگئے ہیں ان کی رد خدا کے اس قول " اِنَّا لَهٗ لَحَافِظُوْنَ " سے ہو جاتی ہے اس لیے کہ اگر قرآن میں کمی یا زیادتی ہوئی ہوتی تو قرآن مجید محفوظ نہیں رہتا۔ (حالانکہ خدا نے اس کی حفاظت کا وعدہ کیا ہے) مگر قاضی کا یہ استدلال کمزور ہے اس لیے کہ یہ بالکل مثل اس کے ہے کہ کوئی دعویٰ خود اسی سے ثابت کیا جائے کیونکہ جو امامیہ یہ کہتے ہیں کہ قرآن میں کمی اور زیادتی ہوگئی ہے۔ وہ شاید یہ بھی

کہہ سکیں کہ یہ آیت " اِنَّا نَحنُ نَزَّلنَا الذِّکرَ وَاِنَّالَهٗ لَحَافِظُونَ" بھی انہیں زائد آیتوں میں سے ہے جو قرآن مجید میں بڑھادی گئی ہے۔ پس ثابت ہوا کہ اس دعویٰ (عدم تحریف قرآن کو اس آیت سے ثابت کرنا بالکل ایسا ہے جیسے کوئی شخص کسی دعویٰ کی دلیل میں خود وہی دعویٰ بیان کردے۔

(تفسیر کبیر جلد ۵' ص ۳۸۰)

مولوی صاحب: امام فخر الدین رازی نے حیرت خیز دماغ پایا تھا۔ کیسی بات پیدا کی ہے کہ جو لوگ کہتے ہیں قرآن مجید میں زیادتی ہوئی ان کا جواب اس آیت "اناله لحافظون" سے نہیں دے سکتے کیونکہ وہ تو یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ یہ آیت بھی بڑھادی گئی ہوگی۔

ہدایت خاتون: مشکل یہ ہے کہ تم لوگ بات کا رخ دوسری طرف پھیر کر اصل بحث سے علیحدہ ہو جاتے ہو۔ یہ بتاؤ کہ تم جو سمجھتے تھے کہ قرآن مجید میں تحریف ثابت نہ کرنے کا بہترین اور نہایت زبردست ذریعہ یہ آیت ہے وہ دعویٰ کہاں گیا؟ امام فخر الدین رازی کی مدح وثنا کے گیت کیوں گانے لگے، وہ تو بڑا دماغ لائے ہی تھے مگر ان کی باتوں کو بھی تو تم لوگ نہیں مانتے ۔ جہاں تمہارے مطلب کے خلاف کوئی بات کہتے ہیں۔ وہاں دوسری تاویلیں کرنے لگتے ہو۔

مولوی صاحب: تو امام صاحب نے کون سی بات ہمارے خلاف کہی ۔ یہی ناں کہ ہم لوگ اس آیت سے استدلال نہیں کر سکتے۔ جانے دو۔

ہدایت خاتون: یہ کوئی ہلکی بات ہے؟ تم لوگ کس قدر شور کرتے ہو کہ خدا نے قرآن کی حفاظت کا دعویٰ کیا اور شیعہ اس کے خلاف کہتے ہیں۔

مولوی صاحب: مگر ہمارے مفسرین نے اس آیت کی تفسیر میں مضمون بھی تو لکھا ہے کہ اس سے قرآن مجید کی حفاظت مقصود ہے۔

ہدایت خاتون: وہ قول بھی تو پورا تمہارے موافق نہیں کیونکہ ان حضرات نے اس کی بحث بھی

چھیڑدی ہے کہ قرآن مجید کی حفاظت سے اس جگہ کیا مراد ہے؟ مثلاً علامہ خازن نے لکھا ہے:

واذقلنا ان الکنایة عائدة الی القرآن وهوالاصح فاختلفوا فی کیفیة حفظ اللّٰه عزوجل القرآن فقال بعضهم حفظه بان جعله معجزاباقیه صیانیه .

لکلام البشر .فعجز الخلق عن الزیادة فیه والنقصان منه لانهم لواراد والزیادة فیه والنقصان منه تغیر نظمه وظهر ذلک لکل عالم عاقل وعملوا ضرورة ان ذلک لیس بقرآن وقال آخرون ان الله حفظه وصانه من المعارفته فلم یقدر احد من الخلق ان یعارضه وقال آخرون بل اعجز الله الخلق عن ابطاله و افساده بوجه من الوجوه فقیض الله له العلماء الراسخین یحفظونه ویذبون عنه الی آخرالدهر لان دواعی جماعة من الملاحته والیهود متوفرة علے ابطاله وافساده فلم یقدر واعلے ذلک بحمد الله.

''جب ہم اس کے قائل ہوں کہ ''اِنَّا لَهٗ لَحَافِظُونَ'' سے مراد ہے کہ خدا قرآن مجید ہی کی حفاظت کرنے والا ہے اور یہی صحیح ترین قول ہے تو اب لوگوں نے اس میں اختلاف کیا ہے کہ قرآن مجید کی حفاظت خدا کس طرح کرتا ہے۔

(۱) بعضوں نے کہا ہے اس طرح کہ اس کو باقی رہنے والا معجزہ قرار دیا جو انسانی کلام سے بالکل مغائر ہے کہ کسی طرح اس سے ملتا جلتا نہیں۔ پس خلق اس بات سے عاجز رہی کہ اس میں زیادتی یا اس سے کم کرسکے۔ اس لیے کہ اگر انسانی فردیں اس میں زیادتی یا کمی کرسکتیں تو اس کا نظم بیان بدل جاتا اور یہ بات ہر عالم و عاقل پر ظاہر ہو جاتی اور ہر شخص آسانی سے جان جاتا کہ فلاں آیت قرآن مجید کی نہیں ہے۔

(۲) بعض لوگوں نے کہا ہے کہ خدا نے قرآن مجید کی حفاظت اور صیانت اس طرح کی کہ اس کو معارضہ (مقابلہ) سے بچانا کہ مخلوقات میں سے کوئی شخص اس پر قادر نہیں ہو سکتا کہ اس کا مثل بنا سکے یا اس کے مقابل دوسرا کلام لا سکے۔

(۳) اور بعض لوگوں نے کہا ہے کہ خدا نے اس کی حفاظت مذکورہ بالا دونوں صورتوں میں سے نہیں کی بلکہ اس نے مخلوق کو اس بات سے عاجز کر دیا ہے کہ وہ اس کلام کو کسی طرح بھی باطل یا فاسد کر سکیں کیونکہ خدا نے اس کے لیے ہر زمانہ میں علماء راسخین کو مقرر کیا جو اس کی حفاظت کرتے اور اس پر کل اعتراضات کا جواب دیتے رہتے ہیں اور آخر زمانہ تک دیتے رہیں گے اس لیے ملاحدہ اور یہود وغیرہ مخالفین اسلام کے اغراض و مقاصد تو قرآن مجید کے باطل و فاسد کرنے میں بکثرت رہتے ہیں مگر وہ لوگ خدا کے فضل سے اپنے اس ارادہ میں کامیاب نہیں ہونے پاتے۔ (تفسیر خازن جلد ۴، ص ۹۰)

اور علامہ صدیق حسن صاحب نے مذکورہ بالا صورتیں بھی لکھی ہیں اور یہ بھی لکھا ہے:

وقیل المعنی نزله محفوظا من الشیاطین.

"لوگوں نے کہا ہے کہ قرآن کی حفاظت کا مطلب یہ ہے کہ خدا نے اس کو شیطانوں سے محفوظ نازل کیا ہے۔"

ولا مانع من حمل الایة علی جمیع هذه المعانی.

"اس آیت کو ان کل معانی پر حمل کرنے میں کوئی امر مانع نہیں ہے۔"

(تفسیر فتح البیان جلد ۵، ص ۱۷۲)

یہی صورتیں امام فخر الدین رازی نے بھی تفسیر کبیر جلد ۵، ص ۳۷۹ میں لکھی ہیں جس سے واضح ہوا کہ اس آیت سے قرآن مجید کی حفاظت کا وعدہ یقینی نہیں۔ اگر ہو بھی، تو اس حفاظت سے مطلب یہی نہیں ہے کہ خدا تحریف سے اس کی حفاظت کرے گا بلکہ اس کے مقابلہ اور اس کے مثل پیدا ہونے سے اس کی حفاظت کرے گا یا اس پر اعتراضات کی بوچھاڑ ہونے سے اس کی حفاظت کرے گا کہ ہر اعتراض کا جواب دینے والے علماء کو ہر زمانہ میں پیدا کرتا رہے گا جو مخالفین اسلام کی غرض

پوری نہیں ہونے دیں گے۔

مولوی صاحب: ہاں اس سے تو یہ ثابت ہوا کہ یہ آیہ ' وانا لہ لحافظون ' سے عدم تحریف پر استدلال ضروری نہیں ہے۔

قرآن مجید سے تحریف کا کچھ اور پتہ

ہدایت خاتون: پہلے میں بیان کرچکی ہوں کہ قرآن مجید کی مکی سورتیں پہلے اور مدنی بعد میں نازل ہوئی ہیں اور اب مکی سورتوں کے پہلے بکثرت مدنی درج کر دی گئی ہیں جو خود بتاتی ہیں کہ قرآن مجید میں تحریف ہوئی ۔ اس کے ساتھ تمہارے علماء و محدثین نے اس کی تصریح بھی کی ہے کہ مکی سورتوں میں مدنی آیتیں اور مدنی سورتوں میں مکی آیتیں بھی رکھ دی گئی ہیں ۔ علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

عن ابن عباس قال سورة الانعام نزلة بمكة جملة واحدة فهى مكية الاثلاث آيات منها نزلن بالمدينة قل تعالوا اتل الى تمام الآيات الثلاث.

"حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ سورہ انعام ایک ہی دفعہ مکہ میں نازل ہوئی سوائے تین آیتوں کے جو مدینہ میں نازل ہوئیں اور وہ یہ ہیں"

قُلْ تَعَالَوا اَتْلُ مَاحَرَّمَ رَبُّكُمْ الايه.

سے تین آیتوں تک (پ ۸ ع ۲) "**عن الى حجيفه قال نزلت** سورة الانعام (**كيفا مكيته الاولو انا نزلنا اليهم الملائكة فانها المدينته ابو حجيفه**) سے روایت ہے سورہ انعام سب کی سب مکی ہے سوائے ایک آیت (**ولوانا نزلنا اليهم الملئكة**) کے کہ یہ مدینہ میں نازل ہوئی

(عن شهر بن حوشب قال نزلت الانعام وهے مكية وغيره آيتين قل

تعالوا اتل والا یته التی بعدھا)

شہر بن حوشب بیان کرتے تھے کہ سورہ انعام پوری مکی ہے سوائے دو آیتوں کے ایک قل تعالوا اور دوسری اسی کے بعد والی۔

عن القلبی قال نزلت الانعام کلھا بمکة الاآئیتین نزلنا بالمدینة فی رجل من الیھود وھوالذی قال ما قال الله علے بشر من شئی الاٰیته.

''قلبی بیان کرتے تھے کہ سورہ انعام پوری مکہ میں نازل ہوئی سوائے دو آیتوں کے جو مدینہ میں ایک یہودی کے متعلق نازل ہوئی تھیں جس نے کہا تھا کہ خدا نے آدمیوں سے کسی پر کوئی چیز نازل نہیں کی''

عن سفیان قال نزلت الانعام کلھا بمکة الا آیتین نزلنا بالمدینه فی رجل من الیھود. (تفسیر درمنثور جلد ۳' ص ۲ مطبوعہ مصر)

''سفیان کہتے تھے کہ سورہ انعام پوری مکہ میں اتری سوائے دو آیتوں کے جو مدینہ میں ایک یہودی کے بارے میں نازل ہوئیں''

اور علامہ فخر الدین رازی نے لکھا ہے:

''سورة الانعام مکیة الاست آیات فانھا مدنیات'' سورہ انعام مکی ہے سوائے چھ آیتوں کے جو مدنی ہیں'' (تفسیر کبیر جلد ۴' ص ۲)

اب سورہ اعراف کے متعلق بھی دیکھو علامہ سیوطی لکھتے ہیں۔

عن قتادہ آیة من الاعراف مدنیة وسائر ھا مکیة

قتادہ کہتے تھے کہ سورہ اعراف کی ایک آیت مدنی اور باقی سب مکی ہیں۔

(تفسیر درمنثور جلد ۳' ۶۷)

اب سورہ رعد کے بارے میں سنو علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

سورة الرعد نزلت بمكة .(تفسیر درمنثور جلد۳ '۶۷)

قتادہ کہتے تھے کہ سورہ اعراف کی ایک آیت مدنی اور باقی سب مکی ہیں۔

اب سورہ رعد کے بارے میں سنو علامہ سیوطی لکھتے ہیں ." سورة الرعد نزلت بمكة" سورہ رعد مدنی ہے مگر اس کی ایک آیت مکی ہے (تفسیر درمنثور جلد۴ '۴۴)

اور علامہ رازی لکھتے ہیں:

سورة الرعد مكية سوے قوله تعالى ولايزال الذين كفروا قال الاصم هے مدنية بالاجماع سوئے قوله تعد ولو ان قرآنا سيرت به الجبال .

"سورہ رعد مکی ہے سوائے اس آیت " ولا يزال الذين كفروا " کے اور اصم نے کہا ہے کہ اس بات پر اجماع ہے کہ یہ مدنی ہے سوائے آیت ولو ان قرآنا سيرت به الجبال کے (تفسیر کبیر جلد۵ '۲۵۹)

اب سورہ ابراہیم کو دیکھو علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

سورة ابراهيم نزلت بمكةسوئے آيتين منها نزلتا بالمدينة.

"سورہ ابراہیم مکہ میں نازل ہوئی سوائے اس کی دو آیتوں کے جو مدینہ میں نازل ہوئی ہیں" (تفسیر درمنثور جلد۴ 'ص ۶۹)

اب سورہ نحل کے بارے میں دیکھو:

عن ابن عباس قال سورة نحل نزلت بمكية سوائے ثلاث آيات من آخرها

"جناب ابن عباس کہتے تھے کہ سورہ نحل مکی ہے سوائے اس کی آخر کی تین آیتوں کے" (درمنثور جلد۴ 'ص ۱۰۹)

اور علامہ رازی لکھتے ہیں:

سورة النحل مكية غیرثلاث آیات فی آخرها وحکے الاصم عن بعضهم ان کلها مدنية وقال آخرون من اوتهالی قوله کن فیکون مدنی وما سواه فمکی وعن قتاده بالعکس.

''سورہ نحل مکی ہے سوائے اس کی آخری تین آیتوں کے اور اصم نے بعض لوگوں سے بیان کیا کہ سورہ نحل پوری کی پوری مدنی ہے اور دوسرے لوگوں نے کہا کہ سورہ نحل میں شروع سے کن فیکون تک مکی اور اس کے سوا قتادہ تک نے کہا کہ نہیں بلکہ شروع سے کن فیکون تک مکی اور اس کے سوا سب مدنی ہے''

(تفسیر کبیر' جلد ۵' ۴۲۰)

اب سورہ بنی اسرائیل کو دیکھو علامہ فخر الدین رازی لکھتے ہیں:

عن ابن عباس انها مکية غیر قوله وان کادوالخ فانها مدنیات .

''جناب ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ سورہ بنی اسرائیل مکی ہے سوائے " وان کا دوا الخ " کے کہ یہ سب مدنی ہیں''۔ (تفسیر کبیر جلد ۵' ۵۴۰)

اور سورہ کہف کے بارے میں علامہ رازی لکھتے ہیں:

قال ابن عباس انها مکية غیر آئیتین منها فیها ذکر عینیه بن حصن فزاری.

''جناب ابن عباس کہتے تھے سورہ کہف مکی ہے سوائے اس کی دو آیتوں کے جن میں عینیہ بن حصن فزاری کا ذکر ہے۔'' (تفسیر کبیر جلد ۵' ص ۶۷۲)

اور دیکھو سورہ حج کے بارے میں ہے:

عن قتاده قال نزل بالمدینه من القرآن الحج غیر اربع آیات مکیات.

''قتادہ کہتے تھے کہ سورہ حج مدینہ میں نازل ہوئی سوائے اس کی چار آیتوں

کے جو مکہ میں نازل ہوئی تھیں" (تفسیر در منثور جلد۴، ص۳۴۲)

اور علامہ فخر الدین رازی لکھتے ہیں:

سورة الحج وهی مکیته الاثلاث آیات.

"سورہ حج اور یہ مکی ہے سوائے اس کی تین آیتوں کے" (تفسیر کبیر جلد۶، ص۲۶)

اور شعراء کے بارے میں:

عن ابن عباس قال سورة الشعراء نزلت بمکته سوئے خمس آیات من آخرها نزلت بالمدینته. (درمنثور جلد۵ ،ص۸۲)

"جناب ابن عباس بیان کرتے تھے کہ سورہ شعراء مکہ میں نازل ہوئی سوائے اس کی آخری پانچ آیتوں کے جو مدینہ میں نازل ہوئیں"

اور علامہ رازی لکھتے ہیں:

سورة العشراء مکیة الاربع آیات فانها مدنیة وهے والشعراء یبتهم الغاوون الی آخرها.

سورہ شعراء مکی ہے سوائے چار آیتوں کے یہ سب مدنی ہیں اور وہ ہیں "والشعراء 'الغاوون" (تفسیر کبیر جلد۶، ص۵۰۴)

اور سورہ قصص کے بارے میں لکھتے ہیں:

سورة القصص مکیة کلها الاقوله الذین آتینا هم الکتب من قبله هم به یومنون الی قوله لا نبتغی الجاهلین وقیل الاآیة وهی ان الذی فرض علیک القرآن الایة .

"سورہ قصص مکی ہے ۔سب کی سب سوائے اس" آیت الذین آتینا هم الکتاب "کے اور کچھ لوگوں نے کہا: سوائے ایک آیت کے جو یہ ہے "ان الذی فرض علیک القرآن "تا آخر آیت" (تفسیر کبیر جلد۶، ۵۸۵)

اور سورہ عنکبوت کے بارے میں لکھتے ہیں:

سورة العنكبوة مكية وقيل مدنية وقيل نزلت من اولها الى راس عشر بمكة و باقيها بالمدنية اونزل الى آخر العشر بالمدينة وباقيها بمكة بالعكس " (تفسیر کبیر جلد۲، ص ۶۳۷)

''سورہ عنکبوت مکی ہے اور کچھ لوگوں نے کہا مدنی ہے اور بعض لوگوں کا بیان ہے کہ شروع سے دس آیتوں تک مکہ میں اور باقی مدینہ میں نازل ہوئیں یا دس کے آخر تک مدینہ میں اور باقی مکہ میں نازل ہوئیں''

اور سورہ لقمان کے بارے میں لکھتے ہیں:

''سوره لقمان مكية كلها الاآيتين نزلتا بالمدينة وهما ولوان ان مافى الأرض من شجرة الايتين اوالاآية نزلت بالمدينة وهي الذين يقيمون الصلواة ويوتون الزكوة لان الصلوة والزكوة نزلتا بالمدينه "

''سورہ لقمان مکی ہے کل کی کل سوائے اس کی دو آیتوں کے جو مدینہ میں نازل ہوئیں اور وہ یہ ہے۔" ولوان مافى الارض من شجرة" دونوں آیتوں تک یا سوائے ایک آیت کے جو مدینہ میں نازل ہوئی اور وہ یہ ہے۔" الذين يقيمون الصلوٰة و يؤتون الزكوٰة " اس لیے کہ صلوٰۃ و زکوٰۃ کا حکم مدینہ میں نازل ہوا تھا'' (تفسیر کبیر جلد ۶' ص ۷۲۹)

اور علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

عن ابن عباس قال سورة لقمان نزلت بمكه سوئے ثلاث آيات منها نزلت بالمدينة ولوان مافى الارض من شجرة اقلام الى تمام الايات الثلاث.

''جناب ابن عباس فرماتے تھے کہ سورہ لقمان مکہ میں نازل ہوئی سوائے اس کی تین آیتوں کے جو مدینہ میں نازل ہوئیں اور یہ ہیں۔ ولوان مافی الارض۔ آخری تین آیتوں تک'' (درمنثور جلد ۵، ۱۵۸)

اور سورہ سجدہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

عن ابن عباس قال نزلت سورة السجده بمكة سوئے ثلاث آيات فمن كان مومنا الى تمام الايات الثلاث.

''حضرت ابن عباس بیان فرماتے تھے کہ سورہ سجدہ مکہ میں نازل ہوئی سوائے تین آیتوں کے جو یہ ہیں۔'' افمن كان مومنا ''اس کے بعد تین آیتوں تک۔

(درمنثور جلد ۵، ۱۷۰)

اور سورہ سبا کے متعلق ہے:

''سورة سبا مكية وقيل فها آية مدنية وهى و يرے الذين اوتوا العلم الذى انزل اليک الايته''

سورہ سبا مکی ہے اور لوگوں نے کہا ہے کہ اس میں ایک آیت مدنی ہے اور وہ یہ ہے کہ:

ویری الذین اتوا العلم الذی انزل الیک.

آخر آیت تک (تفسیر کبیر جلد ۷، ص ۲) اور سورہ زمر کے بارے میں ہے

عن ابن عباس قال نزلت بمكة سورة الزمر سوئے ثلاث آيات نزلة بالمدينة فى وحشى قاتل حمزة قل يا عبادى الذين اسرفو اعلے انفسهم الى ثلاث آيات.

''جناب ابن عباس کہتے تھے کہ مکہ میں سورہ زمر نازل ہوئی سوائے تین آیتوں کے مدنیہ میں جناب حمزہ کے قاتل وحشی کے متعلق نازل ہوئیں اور وہ یہ ہیں

"قل یا عبادی الذین اسرفو اعلے انفسھم" تین آیتوں تک۔"

(درمنثور جلد ۵، ۳۲۲)

اور سورہ دخان کے متعلق علامہ رازی لکھتے ہیں:

سورة الدخان مكية الاقوله انا كاشفوا العذاب.

سورہ خان مکی ہے سوائے اس آیت " ان کاشفوا العذاب " کے

(تفسیر کبیر، جلد ۷ ص ۳۶۲) سورہ تغابن کے متعلق علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

عن ابن عباس قال نزلت سورة التغابن بمكة الاآيات من آخرھانزلت بالمدينة . (درمنثور جلد ۶، ص ۲۲۷)

جناب ابن عباس فرماتے تھے کہ سورہ تغابن مکہ میں نازل ہوئی سوائے اس کی آخری چند آیتوں کے جو مدینہ میں نازل ہوئیں۔

اور سورہ ملک کے بارے میں لکھا ہے:

عن ابن عباس ونزلت تبارك الملك فى اهل مكة الاثلاث آيات.

"جناب ابن عباس کہتے تھے کہ سورہ تبارک الملک مکہ والوں کے بارے میں نازل ہوی سوائے تین آیتوں کے۔" (درمنثور جلد ۶، ۲۴۶)

اور سورہ مزمل کے بارے میں لکھتے ہیں:

عن ابن عباس قال نزلت سورة المزمل بمكة الاآئيتين ان ربك يعلم انك تقوم ادنى .

"جناب ابن عباس نے فرمایا کہ سورہ مزمل مکہ میں نازل ہوئی سوائے دو آیتوں کے جو یہ ہیں۔"

ان ربك يعلم انك تقوم ادنى (تفسیر درمنثور جلد ۶، ص ۲۷۶)

مولوی صاحب: ذرا یہ بتاؤ کہ ایک ہی مضمون اتنی دیر تک بیان کرتے جانے میں تمہارا دل نہیں گھبراتا۔

ہدایت خاتون: اگر ضروری بات ہو تو برابر بیان کرتے رہنا چاہیے خواہ اس میں دل گھبرائے یا دماغ چکرائے۔

مولوی صاحب: میں تو پریشان ہونے لگتا ہوں۔ اب بہتر ہے اس کو بند کردو۔

ہدایت خاتون: خیر تمہاری خاطر سے روک دیتی ہوں۔

مولوی صاحب: تمہارا مقصود اس سب سے کیا ہوا؟

ہدایت خاتون: اے لو! سبحان اللہ' بھینس کے آگے بین بجاؤ اور وہ کھڑی منہ پھلاتی رہے سب کچھ سن گئے اور مقصود اب تک ذہن مبارک میں آیا نہیں ۔ میں اتنی دیر تک سر کھپاتی رہی اور جناب والا معلوم ہوتا ہے عالم بالا کی سیر کرتے رہے۔

مولوی صاحب: میں تو کچھ نہیں سمجھا اب ذرا خلاصہ کرکے بتادو کہ تمہارا کون سا دعویٰ ثابت ہوگیا ہے۔

ہدایت خاتون: یہ کہ اگر ایک سورہ مکی ہے تو اس میں مدنی آیتیں موجود ہیں اور مدنی سورتوں میں ہونا چاہیے اور مدنی آیتوں کو صرف مدنی صورتوں میں اور یہاں صورت برعکس ہے۔ اگر تحریف نہ ہوتی تو مکی آیتیں ایک جگہ اور مدنی آیتیں ایک مقام پر ہوتیں۔

مولوی صاحب: خیر یہ معمولی بات ہے۔ اس کی طرف زیادہ توجہ کرنا بیکار ہے، اگر مکی آیتیں مدنی سورتوں میں داخل ہوگئیں تو اس سے کیا بگڑ گیا اور تمہارا کیا بن گیا۔

ہدایت خاتون: ابھی بگڑنے بننے کی بحث نہ چھیڑو۔ اس پر گفتگو بعد میں کی جائے گی یہ بتاؤ اتنی تحریف تمہارے مفسرین نے بھی مان تو لی کہ کسی جگہ کی آیتیں کسی جگہ کردی گئی ہیں تغیر اسی کو کہتے ہیں

مولوی صاحب: خیر! اس کو میں نے مان لیا کہ بعض آیتیں اپنی جگہ سے ہٹ گئی ہیں۔

ہدایت خاتون: ہٹ گئی ہیں' کی خوب کہی' کیا خود سے ہٹ گئی ہیں ؟ یا قرآن مجید کے جمع کرنے والوں نے ہٹا دی ہیں؟

مولوی صاحب: جو چاہو کہو۔ میں اپنے علماء کو کیا کہوں جن کی وجہ سے ہم لوگوں کو آریوں سے تو شرمندہ ہونا ہی پڑتا ہے خود مسلمان کا فرقہ شیعہ بھی ہمیں پریشان کرتا ہے یقیناً ان عبارتوں سے واضح ہو گیا کہ مکی سورتوں میں بعض مدنی آیتیں اور مدنی سورتوں میں کچھ مکی آیتیں داخل کردی گئی ہیں حالانکہ جس طرح ترتیب وار آیتیں نازل ہوئیں اسی طرح ان کو جمع کرنا بھی مناسب تھا۔ مگر حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ جدت کی کہ وہ خلاف تنزیل آیات کی ترتیب دے کر قرآن پاک جمع کر گئے جو آج ہم لوگوں کے ہاتھوں میں ہے۔

کیا موجودہ قرآن حضرت عثمان ہی کا جمع کیا ہوا ہے؟

ہدایت خاتون: مگر کیا معلوم کہ ہم لوگوں کے ہاتھوں میں جو قرآن مجید ہے وہی ہے جسے حضرت عثمان خلیفہ ثالث نے جمع کیا تھا۔

مولوی صاحب: واہ تم بھی کیسی اپج کرتی رہتی ہو۔ یہ قرآن پاک حضرت عثمان کا جمع کیا ہوا کیوں نہیں ہے؟ مہمل بکنا چھوڑ دو۔

ہدایت خاتون: دیکھو بحث میں غصہ کرنا یا شوہری حق کا ناجائز استعمال کرنا مناسب نہیں ہے تم میرے مذہب کے خلاف جو کہتے ہو میں اطمینان سے سنتی ہوں۔ اسی طرح تم کو بھی چاہیے کہ تمہارے مذہب کے خلاف جو باتیں پیش کروں انہیں ٹھنڈے دل سے سن لیا کرو، اور وہ غلط ہوا کریں تو مناسب جواب دے دیا کرو۔

مولوی صاحب: شرما کر خیر کہو۔ مگر میں کیا کروں کوئی انوکھی بات سنتا ہوں تو مجھ سے برداشت

ہی نہیں ہوتی اسی وجہ سے میں آپے سے باہر ہو جاتا ہوں۔

ہدایت خاتون: سنو! اکثر کتابوں میں یہی ہے کہ ہمارے ہاتھوں میں جو قرآن اس وقت موجود ہے یہ حضرت عثمان کا جمع کردہ ہے مگر تمہاری ہی بڑی بعض معتبر کتابوں میں یہ بھی ہے کہ موجودہ قرآن حضرت عثمان کا جمع کیا ہوا نہیں ہے۔ وہ تو لاپتہ ہو گیا اور یہ قرآن وہ ہے جس کو بنی امیہ کے مشہور گورنر حجاج بن یوسف نے جمع کیا تھا۔

مولوی صاحب: اپنی جگہ سے اچھل کر ارے کیا کہتی ہو؟ معاذ اللہ! ایسی کفر کی باتیں کہتے وقت تم کو خوف نہیں ہوتا۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ! بتاؤ تو وہ کون سی کتاب ہے؟ جس میں یہ بے ہودہ بات لکھی ہوئی ہے۔

ہدایت خاتون: سنو جب حجاج بن یوسف نے مدینہ میں اپنا جمع کیا ہوا قرآن مجید بھیجا تو حضرت عثمان کے خاندان والے بگڑ گئے تھے۔ اس پر لوگوں نے کہا کہ تم حضرت عثمان والا قرآن لاؤ تا کہ دونوں کو پڑھ کر مقابلہ کر لیا جائے۔ اس پر لوگوں نے مجبور ہو کر کہا ان کا جمع کیا ہوا قرآن اب کہاں ہے؟ وہ تو انہیں کے زمانہ تک رہا اور ان کے مرتے ہی وہ بھی دفن کر دیا گیا۔ علامہ سمہودی کو جانتے ہو جن کی مشہور کتاب تاریخ شہر مدینہ کے متعلق بڑی قابل قدر ہے اس کا نام وفاءالوفاء ہے اس میں لکھتے ہیں:

عن محرز بن ثابت مولے سلمة بن عبدالملک عن ابیه قال کنت فی حرس الحجاج بن یوسف فکتب الحجاج المصاحف ثم بعث بها الی الامصار وبعث بمصحف الی المدینة فکره ذلک آل عثمان فقیل لهم اخرجوا مصحف عثمان یقراء فقالوا صیب المصحب یوم مقتل عثمان.

"محرز بن ثابت نے جو سلمہ بن عبدالملک کا مولیٰ (غلام) تھا اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ وہ کہتا تھا میں حجاج بن یوسف کے سپاہیوں میں تھا حجاج نے

قرآن کو لکھوایا اوران سب کو تمام شہروں میں روانہ کردیا۔ انہیں قرآنوں میں سے ایک قرآن مدینہ میں بھی بھیجا مگر حضرت عثمان والا قرآن ہی نکالو کہ پڑھا جائے۔ ان لوگوں نے جواب دیا کہ ان کا قرآن تو اسی روز ضائع ہوگیا جس روز حضرت عثمان قتل کر دیئے گئے" (وفاء الوفاء جلد ا' ص ۴۸۱ مطبوعہ مصر)

پھر چند سطروں کے بعد لکھتے ہیں:

ان مصحف عثمان رضی الله عنه تغیب فلم بخدله خبر ابین الاشیاخ.

"حضرت عثمان کا قرآن غائب ہوگیا اسی سبب سے بزرگوں میں ہم اس کا ذکر پاتے ہیں نہ اثر۔" (وفاء الوفاء جلد ا' ص ۴۸۲)

مولوی صاحب: ہوسکتا ہے اس کا مطلب یہ ہو کہ خاص وہ قرآن شریف جس میں حضرت عثمانؓ تلاوت کرتے تھے غائب ہوگیا ہو نہ یہ کہ آپ کا جمع کیا ہوا قرآن غائب ہوگیا ہو۔

ہدایت خاتون: اگر یہ بات ہوتی۔ تو حجاج نے جو قرآن مجید مدینہ بھیجا تھا تو اس کو حضرت عثمان کے خاندان والوں نے برا کیوں سمجھا اور جب ان سے کہا گیا کہ حضرت عثمان والا قرآن نکالو تو انہوں نے یہ جواب کیوں نہیں دیا کہ خاص وہ قرآن غائب ہوگیا۔ البتہ اس کی نقلیں موجود ہیں حجاج کا قرآن حضرت عثمان کے قرآن کے خلاف ضرور تھا جب ہی تو ان لوگوں نے اس کو ناپسند کیا۔ اگر دونوں ایک ہی طرح کے ہوتے یعنی دونوں کی ترتیب ایک ہی ہوتی تو خاندان عثمان والے خوش ہو جاتے کہ اگر وہ قرآن غائب ہوگیا مگر اس کی نقل تو موجود ہے۔

مولوی صاحب: ہاں یہ بھی ٹھیک ہے ضرور حجاج کے قرآن اور حضرت عثمان غنی کے قرآن میں واضح فرق تھا۔

ہدایت خاتون: اب تم لوگوں کا وہ دعویٰ کہ خدا نے قرآن مجید کی حفاظت کا دعویٰ کیا ہے۔ اس

میں تغیر و تبدل نہیں ہو سکتا کہاں گیا۔ یا اصلی قرآن حضرت عثمان کا تھا تو خدا نے اسے غائب کیوں ہونے دیا اور حجاج کو اس کا موقع کیوں مہیا کیا کہ اس کے قرآن تمام شہروں اور دیہاتوں میں اس وقت پھیل گئے یا اصلی قرآن حجاج کا تھا تو خدا نے اسے رائج کیوں نہیں ہونے دیا کہ حجاج کے بعد بھی وہی قرآن باقی رہتا۔

قرآن شریف کا جمع و ترتیب

مولوی صاحب: قرن شریف کی جمع اور ترتیب ہی کچھ اس طرح ہوئی کہ ان آفتوں کا آنا ضروری تھا۔ خوب یاد آیا مولانا شبلی صاحب کی ''الفاروق'' ذرا نکالو۔ دیکھو اس میں کیا لکھا ہے؟

ہدایت خاتون: اٹھ کر گئیں اور الفاروق کھول کر بولیں دیکھو! لکھتے ہیں کہ اسلام کا اصل الاصول قرآن مجید ہے۔ اس سے بھی انکار نہیں ہو سکتا کہ قرآن مجید کا جمع کرنا' ترتیب دینا۔ صحیح نسخہ لکھو اکر محفوظ کرنا۔ تمام ممالک میں اس کی تعلیم کو رواج دینا۔ جو کچھ ہوا۔ حضرت عمر کے اہتمام اور توجہ سے ہوا۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ جناب رسولؐ اللہ کے عہد تک قرآن مجید مرتب نہیں ہوا تھا۔ متفرق اجزاء متعدد صحابہ کے پاس تھے۔ وہ بھی کچھ ہڈیوں پر' کچھ کھجور کے پتوں پر' کچھ پتھر کی تختیوں پر' لوگوں کو پورا حفظ یاد بھی نہ تھا کسی کو کوئی سورت یاد تھی کسی کو کوئی۔ حضرت ابوبکر کے عہد میں جب مسیلمہ کذاب سے لڑائی ہوئی تو سینکڑوں صحابہ شہید ہوئے۔ جن میں بہت سے حافظ قرآن تھے، لڑائی کے بعد حضرت عمر نے حضرت ابوبکر کے پاس جا کر کہا اگر اسی طرح حفاظ قرآن اٹھتے گئے تو قرآن جاتا رہے گا، اس لیے ابھی سے اس کی جمع و ترتیب کی فکر کرنی چاہیے۔ حضرت ابوبکر نے فرمایا جو کام رسولؐ اللہ نے نہیں کیا وہ میں کیوں کروں؟ حضرت عمر نے بار بار اس کی مصلحت اور ضرورت بیان کی۔ یہاں تک کہ حضرت ابوبکر ان کی رائے سے متفق ہو گئے۔ صحابہ میں سے وحی لکھنے کا کام سب سے زیادہ زید بن ثابت نے کیا تھا چنانچہ وہ طلب کئے گئے اور اس خدمت پر مامور ہوئے کہ جہاں جہاں سے قرآن کی سورتیں یا آیتیں ہاتھ آئیں یکجا کی جائیں۔ حضرت عمر نے مجمع عام میں اعلان کیا کہ جس نے قرآن کا کوئی حصہ رسولؐ اللہ سے سیکھا ہو میرے

پاس لے کر آئے۔ اس بات کا التزام کیا گیا کہ جو شخص کوئی آیت پیش کرتا تھا اس پر دو شخصوں کی اور شہادت لی جاتی تھی کہ ہم نے اس کو آنحضرتؐ کے عہد میں قلمبند دیکھا تھا۔ غرض اس طرح جب تمام سورتیں جمع کی گئیں تو چند آدمی مامور ہوئے کہ ان کی نگرانی میں پورا قرآن ایک مجموعہ میں لکھا جائے۔ سید بن العاص بتاتے جاتے تھے اور زید بن ثابت لکھتے جاتے تھے مگر ان لوگوں کا حکم تھا کہ کسی لفظ کے تلفظ و لہجہ میں اختلاف پیدا ہو تو قبیلہ مضر کے لہجہ کے مطابق لکھا جائے کیونکہ قرآن پاک مضر ہی کی خاص زبان میں اترا ہے۔

(کنز الاعمال جلد اول ص ۲۷۹ اور اتقان الفاروق جلد ۲، ص ۱۲۸)

مولوی صاحب: بس کافی ہے۔

ہدایت خاتون: اس بات کو یاد رکھنا کہ تمہارے مولانا شبلی صاحب نے قرآن مجید کی تاریخ لکھی تو ان دو کتابوں کنز الاعمال اور اتقان کا حوالہ دیا گویا دونوں علامہ سیوطی ہی کی ہیں۔ جس سے واضح ہوا کہ علامہ سیوطی ایسے محقق اور معتبر ہیں کہ اس مسئلہ میں موصوف نے اور سب علماء کو چھوڑ کر انہیں کو اپنا ماخذ قرار دیا۔ اس وجہ سے میں بھی کوشش کروں گی کہ ان کتابوں سے یا علامہ سیوطی ہی کی دوسری کتاب و تفسیر درمنثور وغیرہ سے بعض دلیلیں ذکر کروں۔

مولوی صاحب: ہاں علامہ سیوطی بڑے جلیل القدر عالم تھے اور دنیائے اسلام پر ان کے بڑے بڑے احسانات ہیں۔ انہوں نے مذہبی کتابوں کے انبار لگا دیئے۔ تفسیر درمنثور تو عظیم الشان تفسیر ہے۔ ایسی تفسیر تو آج تک اسلام میں لکھی ہی نہیں گئی۔

ہدایت خاتون: مولوی شبلی صاحب نے جمع قرآن مجید کا سہرا حضرت عمر کے سر باندھا مگر علامہ سیوطی یہ بھی لکھتے ہیں۔

بل قال ابن عبادلم یجمع القرآن من الخلفا الاھو والمامون.

''بلکہ ابن عباد تو کہتے تھے کہ خلفاء میں سے سوائے حضرت عثمان اور مامون کے قرآن مجید جمع کیا ہی نہیں'' (تاریخ الخلفاء ص ۱۰۱)

مولوی صاحب: نہیں، جمع تو حضرت عمر نے کیا لیکن حضرت عثمان نے دوسرے قرآنوں کو جلوا کر ایک نسخہ رائج کیا، تو تم تاریخ ابی الفداء نکالو۔ ہمیں اس کا مختصر ذکر آسانی سے مل جائے گا۔

ہدایت خاتون: (تاریخ مذکور لا کر) اس کی عبارت یہ ہے:

سنته ثلاثين فيها بلغ عثمان مارقع فى امرالقرآن من اهل العراق فانهم يقولون قرائنا اصح من قرآن اهل الشام لاقرآنا علےٰ ابى موسىٰ الاشعرى واهل الشام يقولون قرائنا اصح لانا قرانا على المقداد بن الاسود وكذالک غير هم من الامصار فاجمع رايه ورائے الصحابة علےٰ ان يحمل الناس علےٰ المصحف الذى كتب فى خلافة ابى بكر وكان مردعا عند حفصته زوج النبىؐ وتحرق ماسواه من المصاحف التى بايدى الناس ففعل ذلک ونسخ من ذلک المصحف مصاحف وحمل كلامنها الى مصر من الامصار.

"۳۰ھ میں حضرت عثمان کو معلوم ہوا کہ عراق والے کہتے ہیں کہ ہمارا قرآن زیادہ صحیح ہے کیونکہ ہم نے ابو موسیٰ اشعری سے پڑھا ہے تو حضرت عثمان اور دوسرے صحابہ کی رائے ہوئی کہ حضرت ابو بکر کی خلافت میں جو قرآن لکھا گیا تھا سب مسلمان اسی کے پابند کر دیے جائیں اور دوسرے سب قرآن جلا دیئے جائیں۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور اس قرآن کی متعدد نقلیں کرا کے مختلف شہروں میں حضرت عثمان نے بھیج دیں"۔ (تاریخ ابو الفداء جلد ۱، ص ۱۶۷)

مگر قرآن تو وہی تھا جو حضرت رسولؐ کے زمانہ میں نازل ہوا۔ بس صرف ترتیب کا فرق ہوا۔ کمی وغیرہ تو کسی طرح ممکن ہی نہیں ہے۔

کتاب اہل سنت سے قرآن مجید میں کمی کی دلیلیں

ہدایت خاتون: مگر کس عقلی یا نقلی دلیل سے تم لوگ کہہ سکتے ہو کہ قرآن مجید میں کمی وغیرہ نہیں ہوئی۔ لے دے کر ایک دلیل تم لوگوں نے زبردستی گھڑلی تھی کہ خدا نے اس کی حفاظت کا وعدہ کیا ہے۔ مگر اس کی حقیقت میں پہلے واضح کرچکی ہوں۔ پس جب اس کی ترتیب بدل دی گئی کہ مکی سوروں کے پہلے مدنی سورے اور مدنی سوروں کے بعد مکی سورے درج کردئے گئے جب مکی آئتیں مدنی سوروں میں اور مدنی آیتیں مدنی سوروں میں لکھ دی گئیں تو قرآن مجید میں کمی بھی کیوں نہیں ہوئی ہوگی۔ جن اسباب کی وجہ سے مذکورہ بالا تغیرات ہوگئے۔ ان کے رہتے کمی کا ہونا کیوں مستبعد ہو جائے گا۔

مولوی صاحب: اگر اس کی عقلی دلیل نہ ملے تو نقلی دلیلیں کافی ہیں۔ انہیں سے ہمارا دعویٰ ثابت ہے۔

ہدایت خاتون: یہی تو میں چاہتی ہوں کہ دلیلیں مجھے دو۔ نقلی ہی سہی میں کب عذر کرتی ہوں۔

مولوی صاحب: یہی دلیل کیا کم ہے کہ کسی کتاب میں یہ موجود نہیں ہے کہ قرآن مجید میں کچھ کمی ہوئی۔

ہدایت خاتون: مگر تمہاری کتابوں میں بھرا ہے کہ قرآن مجید میں کمی بھی ہوئی اور ترتیب بھی الٹ پلٹ ہوگئی۔

مولوی صاحب: ترتیب کے تغیر کو تو میں بھی اب ماننے پر مجبور ہوں لیکن کمی کا دعویٰ بالکل غلط ہے کوئی ثبوت نہیں مل سکتا۔

ہدایت خاتون: خیر اس کی بھی مجھ سے سن لو اور اپنی چند کتابوں میں دیکھ لو وہی علامہ سیوطی فرماتے ہیں:

(۱) عن عمروبن الخطاب قال ان الله بعث محمدً ابالحق وانزل معه الکتب فکان فیما انزل علیه آیة الرجم فرجم ورجمنا بعده ثم قال قد کنا نقراء ولا ترغبوا عن آبا ئکم فانه کفر بکم ان ترغبوا عن آبائکم.

''حضرت عمر بن الخطاب کہتے تھے کہ خدا نے محمدؐ کو حق کے ساتھ بھیجا اور ان کے ساتھ ایک کتاب نازل کی اس میں آیہ رجم بھی تھی اور خود رسولؐ نے رجم کیا' اور ان کے بعد ہم لوگوں نے بھی رجم کیا۔ پھر کہا کہ ہم لوگ یہ آیت بھی پڑھتے تھے:

ولا ترغبوا عن آبائکم فانه کفر بکم ان ترغبوا عن آبائکم.

(تفسیر درمنثور، جلد ا' ص ۱۰۶)

''اب پورا قرآن مجید چھان ڈالو دیکھو کہیں بھی یہ آیت موجود ہے اگر ہے تو دکھا دو۔ نہیں ہے تو مانو تحریف ہوئی ورنہ حضرت عمرؓ کا جھوٹا ہونا لازم آئے گا''

(۲)عن عمر قال لابی اولیس کنا نقراء فیما نقراء من کتاب الله ان انتفاء کم من آبائکم کفربکم فقال بلے ثم قال اولیس کنانقراء الولد للفراش وللعاهر الحجر فی مافقد نا من کتاب الله فقال ابی بلے.

''حضرت عمر نے ابی سے کہا قرآن میں ہم لوگ پہلے جو آیتیں پڑھتے تھے۔ کیا ان میں یہ آیت نہیں تھی؟'' ان انتفا کم من آبائکم کفر بکم ''ابی نے کہا کہ ہاں پڑھتے تھے۔ پھر حضرت عمر نے پوچھا کہ کیا ہم لوگ یہ آیت بھی نہیں پڑھتے تھے۔'' الو لد للفراش وللعاهر الحجر ''اور اب یہ سب آیتیں قرآن مجید سے مفقود ہوگئیں۔ ابی نے کہا ہاں۔

(۳) قال عمر بعد الرحمن بن عوف الم تجد فیما انزل علینا ان

جاهدوا کما جاهدتم اول مرة فانا لا یخدها قال اسقطت فی ماسقط من القرآن.

''حضرت عمر نے عبدالرحمٰن سے کہا کہ قرآن میں " جاهدوا الخ "بھی نازل ہوا تھا۔اب وہ حکم نہیں ملتا۔ کہاں قرآن سے اور جو آیتیں ساقط کردی گئی ہیں ان میں یہ آیت بھی تھی''

(۴) عن ابن عمر قال لا یقولن احدکم قدراخذت القرآن کله مایدریه ما کله قد ذهب منه قرآن کثیر و لکن لیقل قد اخذت ماظهر منه .

''حضرت عمر کے صاجزادے لوگوں سے کہتے تھے کہ تم یہ نہ کہو کہ مجھے پورا قرآن مل گیا۔ کسی کو کیا معلوم کہ پورا قرآن کس قدر تھا۔ اس سے قرآن کا بڑا حصہ جاتا رہا۔ البتہ یہ کہو کہ اب جو ظاہر ہے وہی ملا

(درمنثور جلد ا'۱۰۶ واتقان جلد ۲' ص ۲۵)

(۵) .عن ابی رافع مولیٰ حفصة قال استکتبتنی حفصة مصحفا. فقالت اذااتیت علی هذه الا یة فتعال حتی ایلها الیک کما اقرتها فلما اتیت علی هذه الایة حافظوا علی الصلوٰة قالت اکتب حافظوا علی الصلوات والصلاة الوسطیٰ وصلاة العصر فلقیت ابی ابن کعب فقلت ابا المنذر ان حفصة قالت کذا وکذا فقال هو کماقالت .

''ابورافع کہتے تھے کہ حضرت حفصہ نے مجھ سے قرآن مجید لکھوایا اور کہا کہ جب اس آیت پر آنا تو مجھ سے پوچھ لینا کہ میں اسی طرح لکھواؤں گی جس طرح مجھے پڑھایا گیا ہے جب میں آیت ' حافظوا علی الصلوٰة'' پر پہنچا تو

معظمہ نے فرمایا یوں لکھو" حافظوا علے الصلواة والصلوة الوسطے وصلاة العصر " اس پر میں نے ابی ابن کعب سے کہا کہ حضرت حفصہ ایسا کہتی ہیں، انہوں نے کہا ہاں وہ آیت اسی طرح ہے۔"

(درمنثور جلد ا' ۳۰۲)

اب دوسرے پارہ کے رکوع ۱۵ میں دیکھو کہیں بھی وصلاۃ العصر کا جملہ نہیں ہے

(۶) عن ابن عباس قال انا سیزعمون ان هذه الایته نسخت، واذا حضر القسمة الآية ولا والله مانسخت ولکنه مما تعاون به الناس.

"جناب ابن عباس کہتے تھے کہ لوگ گمان کرتے ہیں کہ یہ آیت " واذا حضر القسمة الآية" منسوخ ہوگئی حالانکہ خدا کی قسم منسوخ نہیں ہوئی بلکہ لوگوں نے اس کے ساتھ لاپرواہی کی" (درمنثور جلد ۲ 'ص ۱۲۳)

(۷) عن حذيفه قال التى تسيمون سورة التوبه هے سورة العذاب والله ما تركت احد الا نالت منه ولا تقرون منها فما كنا نقراء الا ربها.

"جناب حذیفہ کہتے تھے کہ جس سورہ کا نام تم سورہ توبہ رکھتے ہو وہ سورہ عذاب ہے۔ خدا کی قسم اس نے کسی کو اس کا عیب ظاہر کیے بغیر نہیں چھوڑا اور ہم لوگ جس قدر اس کو پڑھتے تھے اس کا چوتھائی حصّہ ہی اب تم لوگ پڑھتے ہو"
(درمنثور جلد ۳ 'ص ۲۰۸ واتقان جلد ۲' ص ۲۶)

(۸) عن عمر بن الخطاب قراء والسابقون الاولون من المهاجرين والانصار الذين اتبعوهم باحسان فرفع الانصار ولم يلحق الواوفی الذين فقال له زيد بن ثابت والذين فقال عمر

الذین فقال زید امیرالمومنین اعلم فقال عمر ائتونی بابی بن کعب فاتاہ فسالہ عن ذلک فقال ابی والذین فقال عمر فنعم اذن فتابع ابیا .

"حضرت عمر نے ایک آیت اس طرح پڑھی ." والسابقون الاولون من المهاجرین والانصار الذین اتبعوهم باحسان " اس میں انصار کی "ر" کو پیش پڑھا اور انصار کے بعد حرف واؤ نہیں لگا۔ اس پر زید بن ثابت نے ٹوکا "الذین" نہیں ہے بلکہ "والذین" ہے۔ حضرت عمر نے کہا۔ نہیں "الذین" ہے زید نے کہا خیر حضور ہی کو زیادہ معلوم ہوگا۔ حضرت عمر نے کہا۔ اچھا ابی کعب کو بلاؤ۔ ان سے پوچھو، تو ابی آئے اور انہوں نے بھی حضرت عمر کے خلاف "والذین" ہی کہا۔ تب حضرت عمر نے کہا۔ اچھا اسی طرح پڑھو۔"

(درمنثور جلد ۳، ص ۲۶۹)

اس سے واضح ہوا کہ حضرت عمر ایک مدت تک اس کمی کے ساتھ ہی قرآن مجید کی تلاوت کرتے رہے تھے۔

(۹) فی قراۃ عبداللہ النبی اولیٰ بالمومنین من انفسهم وهواب لهم واذ واجہ مها تهم.

عبداللہ کہتے تھے کہ (پارہ ۲۱ رکوع ۱۷) کی آیت:

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗ اُمَّهٰتُهُمْ

اس طرح تھی:

النبی اولیٰ بالمومنین من انفسهم وهواب لهم ازواجا امهاتهم

(درمنثور جلد ۳، ۳۴۲) اب وهو اب لهم کا کہیں پتہ نہیں ہے

(۱۰) عن زر قال لی ابی بن کعب کیف تقراء سورۃ الاحزاب اوکم تعدها قلت ثلاثاو سبعین آیۃ فقال ابی قدر ایتها وانها

لتعادل سورة البقرة اواكثر من سورة البقرة ولقد قرآنا فيها الشيخ والشيخته اذا زينا فارجموهما البتة نکالامن اللّٰہ واللّٰہ عزیز حکیم فرفع منها مارفع .

"زر بیان کرتے ہیں کہ ابی بن کعب نے پوچھا کہ سورہ احزاب کو کس طرح پڑھتے ہو؟ یا اس کی کتنی آیتیں شمار کرتے ہو؟ میں نے کہا ۷۳ ابی نے کہا میں نے اسے دیکھا تھا اور وہ سورہ بقرا کے برابر تھی بلکہ سورہ بقرہ سے بھی بڑی تھی اور اس میں یہ آیت بھی تھی" **الشیخ والشیخة اذا زینا فارجموهما البتة نکالا من الله والله عزیز حکیم**"

پھر اس سورہ سے وہ آیتیں اٹھ گئیں۔ (درمنثور جلد ۵ ص ۱۷۹)

مولوی صاحب: دیکھ اس میں " **رفع مارفع** " سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیتیں منسوخ ہوگئیں۔

ہدایت خاتون: ہاں ایسے موقع پر تم لوگ اسی طرح تو باتیں بناتے ہی ہو مگر خدا اس کی پیش بندی بھی کر دیتا ہے۔ اس عبارت کے بعد ہی اس کتاب میں یہ مضمون بھی ہے۔

من اصحاب النبیؐ کانوا یقرون القرآن اصیبوا مسیلمه فذهبت حروف من القرآن.

"اصحاب نبی سے بہت لوگ جو قاری قرآن تھے مسیلمہ کذاب کی جنگ میں مارے گئے' اس وجہ سے قرآن مجید کی بہت سی آیتیں بھی ضائع ہوئیں۔ تو ان کو منسوخ کون کہہ سکتا ہے؟ کیا حضرت رسولؐ خدا کے بعد بھی قرآن مجید کی آیت کا منسوخ ہونا ممکن تھا"

(۱۱) قراء علی ابی وهو ابن ثمانین سنة فی مصحف عائشة ان الله وملائکته یصلون علے النبی یاایها الذین آمنوا صلواعلیه

وسلموا تسليما وعلے الذین یصلون الصوف الاول قالت قبل ان یغیر عثمان المصاحف .

''ایک ۸۰ سال کے بزرگ نے حضرت عائشہ کے قرآن میں '' ان اللہ وملائکتہ تسلیماتک '' پڑھ کر یہ بھی پڑھا ''وعلے الذین یصلون الصوف الاول '' یہ اس وقت جب حضرت عثمان نے قرآن مجید میں تحریف یا تغیر نہیں کیا تھا۔ (اتقان جلد ۲' ص ۲۵)

(۱۴)عن الاعمش قال لیس بین مصحف عبداللہ وزید بن ثابت خلاف فی حلال و حرام الا فی حرفین فی سورۃ انفال واعلمو انما غنمتم من شئی فان للہ خمسہ و للرسول ولذی القربے والیتامے والمساکین وابن السبیل والمھاجرین فی سبیل اللہ وفی سورۃ الحشر ما افاء اللہ علی رسولہ من اھل اقربیٰ الیتامیٰ والمساکین وابن السبیل والمھاجرین فی سبیل اللہ.

اعمش بیان کرتے ہیں کہ عبداللہ اور زید بن ثابت کے قرآن میں حلال اور حرام کے متعلق اور کوئی نہیں صرف دو اختلاف ہیں، ایک سورہ انفال (پ ۱۰ ع ۱) میں'' وَاعْلَمُوا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِنْ شَیْئٍ فَاِنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰے وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسَاکِیْنَ وَابْنِ السَّبِیْلِ .کے بعد'' والمھاجرین فی سبیل اللہ'' بھی تھا جواب نہیں ہے۔

دوسرا سورہ حشر (پ ۲۸ ع ۴)

مَاۤاَفَاۤءَ اللّٰهُ عَلٰے رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰی فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰے وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسَاکِیْنَ وَابْنِ السَّبِیْلِ وَالْمُهٰجِرِیْنَ فِی سَبِیْلِ اللّٰهِ ''بھی تھا'' جواب نہیں ہے۔ (درمنثور جلد ۶' ص ۱۹۲)

(۱۳) عن عائشة قالت كانت سورة الاحزاب تقراء فی زمن النبی مائتی آیة فلما کتب عثمان المصاحف لم نقدر منها الاما هوا لان .

حضرت عائشہ فرماتی تھی کہ حضرت رسولؐ کے زمانہ میں سورہ احزاب کی دوسو آیتیں تھیں مگر جب حضرت عثمان نے قرآنوں کی نقل کرائی تو جس قدر اس کی آیتیں اب ہیں اتنی ہی ملیں ۔ (اتقان جلد ۲ ص ۲۵)

دیکھو اب سورہ احزاب میں صرف ۷۳ آیتیں ہیں، بتاؤ باقی ۱۲۷ آیتیں کیا ہوئیں ۔؟

مولوی صاحب: منسوخ ہوگئی ہونگی، یہ کیا ضروری ہے کہ ان میں تحریف ہوگئی ہو، ہر وقت تمہاری بات نہیں مانی جائے گی۔

ہدایت خاتون: منسوخ تو حضرت رسولؐ خدا کے زمانہ ہی میں ہوگئی ہوتیں حالانکہ اس وقت تھیں تو کیا حضرت عثمان بھی نبی تھے؟ جن کے زمانہ میں قرآن مجید کی آیتیں منسوخ ہوگئیں؟

مولوی صاحب: نہیں معاذ اللہ نبی کون کہتا ہے بلکہ ان کا درجہ تو حضرت صدیق اور حضرت فاروق رضی اللہ سے کم تھا۔

ہدایت خاتون: کمی قرآن کی اور دلیل بھی سن لو۔

(۱۴) عن ابن مسعود قال کنا نقراء علی عهد رسول الله یا ایها الرسول بلغ ماانزل الیک من ربک ان علیا مولی المومنین وان لم تفعل فما بلغت رسالته والله یعصمک من الناس .

"جناب ابن مسعود کا قول ہے کہ حضرت رسولؐ خدا کے زمانہ میں ہم لوگ آیت بلغ کو اس طرح پڑھتے تھے۔"

یاایها الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک ان علیا مولی المومنین وان

لم تفعل فما بلغت رسالته واللہ یعصمک من الناس.

"اے رسولؐ! اس حکم کو پہنچا دو جو تم پر نازل کیا گیا ہے کہ علیؑ سب مومنین کے مولیٰ ہیں اور اگر تم نے ایسا نہیں کیا تو تم نے خدا کی کوئی رسالت نہیں پہنچائی اور اللہ تم کو لوگوں کے شر سے بچائے گا" (درمنثور جلد ۲، ۲۹۸)

جس سے معلوم ہوا کہ اگر اس کا یہ جملہ " ان علیا مولے المومنین " منسوخ ہوتا تو عہد رسولؐ ہی میں ہوتا مگر اس وقت تو یہ پڑھا جاتا تھا۔

(۱۵) ان مسلمة بن مخلد الانصاری قال لهم ذات یوم اخبرونی بآیتین فی القرآن لم یکتبا فی المصحف فلم یخبروه وعندهم ابوالکنود و سعد بن مالک فقال ابن مسلمة ان الذین امنوا وهاجروا وجاهدوا فی سبیل الله باموالهم وانفسهم الا ابشروا انتم المفلحون والذین آووهم ونصروهم وجادلوا عنهم القوم الذین غضب الله علیهم اولئک لا تعلم نفس ما اخفی لهم من قرة اعین جزاء بما کانوا یعملون .

"مسلمہ بن مخلد انصاری نے ایک روز کچھ لوگوں سے کہا کہ مجھے وہ دونوں آیتیں بتا دو جو قرآن ہی کی ہیں مگر قرآن میں لکھی نہیں گئیں۔ لیکن لوگوں نے ان کو نہیں بتائیں اور ان کے پاس ابوالکنود بھی تھے تب ابن مسلمہ نے کہا کہ وہ دونوں آیتیں یہ ہیں:

ان الذین آمنو وھاجرو" تا آخر آیت جو اوپر نقل کی گئی (اتقان جلد ۲، ص ۲۶)

ان خالة قالت لقد قرأنا رسول الله آیة الرجم الشیخ والشیخة فارجموهما البتة بما قضیا من اللذة.

"ابوامامہ کی خالہ کہتی تھیں کہ ہم کو رسول خدا نے آیت رجم پڑھائی تھی جو یہ ہے

الشیخ والشیخته فارجموھما البتة بما قضیه من الذکرة

(اتقان جلد۲، ص۲۵)

(۱۷) عن ابی واقد اللیثی قال کان رسول اللّٰہ اذا اوحی الیه

اتینا ہ فعلمنا اوحے الیه . قال فجئت ذات یوم فقال ان اللہ یقول

انا انزلنا المال لاقام الصلوٰۃ وایتاء الزکوٰۃ ولوان لابن آدم وادیا

لاحب ان یکون الیه الثانی ولوکان الیه الثانی لاحب ان یکون

الیھما الثالث ولا یملاء جوف ابن آدم الا التراب ویتوب اللہ

علے من تاب.

''ابوواقد لیثی بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت رسولؐ خدا پر وحی نازل ہوتی تھی تو ہم لوگ حضرتؐ کے پاس جاتے اور حضرتؐ ہمیں اس وحی کی تعلیم فرما دیتے تھے ایک روز میں حضرت کے پاس گیا تو فرمایا خدا نے یہ آیت نازل کی ہے۔''

انا انزلنا المال لاقام الصلوۃ الخ ''(اتقان جلد۲، ص۲۵)

مگر اب کہیں اس کا پتہ قرآن مجید میں نہیں ہے:

(۱۸) عن ابی موسے الاشعری قال کنا نقراء سورۃ نشبھا

باحدے المسبحات مانسینا ھا غیر انی حفظت منھا یا ایھا

الذین آمنوا لا تقولوا مالا تفعلون فتکتب شھادۃ فی اعنا کم

فتساء لون عنھا یوم القیامة .

''ابوموسیٰ اشعری کہتے تھے کہ ہم لوگ ایک سورہ پڑھتے تھے جو مسبحات سے ملتی جلتی تھی، ہم لوگ اسے بھولے نہیں ہیں، مگر ہم نے اس طرف سے اس آیت کو محفوظ رکھا ہے۔

یا ایھا الذین آمنوا لا تقولوا مالا تفعلون فتکتب شھادۃ فی اعنا

فکم فتسالون عنها یوم القیامة۔ (اتقان جلد۲ ص۲۵)

(۱۹)ومما رفع رسمه من القرآن ولم یرفع من القلوب حفظه سورتا القنوت فی الوتر وتسمی سورتی الخلع و الحفد.

"اور ان سورتوں سے جن کی رسم قرآن سے رفع ہوگئی، مگر دلوں سے ان کا حفظ نہیں اٹھا۔ دو سورتیں قنوت کی ہیں جو وتر میں پڑھی جاتی ہیں اور ان کا نام سورہ خلع اور سورہ حفد ہے۔" (اتقان جلد۲ ص۲٦)

مولوی صاحب: اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ دونوں منسوخ ہوگئیں۔ اس سے تم کیسے استدلال کرسکتی ہو؟

ہدایت خاتون: اگر منسوخ ہوتیں تو نسخ لفظ کہنے میں کیا بگڑتا تھا کہ اس کے عوض رفع ذکر کیا۔

مولوی صاحب: یہ اختیار ہے کہ ایک مطلب ظاہر کرنے کے لیے جس لفظ کو آدمی چاہے استعمال کرے۔

ہدایت خاتون: تو پھر اس کا مطلب کیا ہے کہ اس کا حفظ دلوں سے نہیں اٹھا۔ اگر یہ دونوں سورتیں منسوخ ہوگئی ہوتیں تو دلوں سے اس کا حفظ بھی منسوخ ہو جاتا۔ کس اصول سے وہ دلوں میں باقی رہ گئیں۔؟

مولوی صاحب: ہاں! اس سوال کا جواب ٹیڑھی کھیر ہے۔ اچھا اس کو پھر غور کرکے کہوں گا۔

ہدایت خاتون: جب وہ منسوخ ہوگئیں تو اب وتر میں کیوں پڑھی جائیں گی۔؟

مولوی صاحب: یہی تو میں بھی سوچ رہا ہوں اور وہ دونوں سورتیں سورہ خلع وحفد ہیں کون اس کا بھی تو پتہ نہیں۔

ہدایت خاتون: پتا ہے کیوں نہیں۔ جناب علامہ سیوطی کا ہم سب کو احسان مند ہونا چاہیے کہ

ممدوح نے دونوں سورتوں کو اس کتاب اتقان میں نہیں مگر اپنی تفسیر در منثور میں لکھ دیا ہے۔

مولوی صاحب: واقعاً میرے سر کی قسم؟ تم نے بڑی خوشخبری سنائی، ذرا جلد ہی نکالو تو وہ دیکھنے کی چیز ہوگی تم سب تحقیق کر چکی ہو۔

ہدایت خاتون: اتنا گھبرائے کیوں جاتے ہو۔ دیکھو یہ تفسیر در منثور کی آخری جلد ہے اس میں سورہ ناس کی تفسیر لکھنے کے بعد ممدوح سرخی سے لکھتے ہیں۔ "ذکرما وردفی سورة الخلع وسورة الحفد" ان آیتوں کا ذکر جو سورہ خلع اور سورہ حفد میں نازل ہوئی تھیں۔ اس کے بعد ان دونوں کی تفصیل لکھی ہے۔ اس میں یہ بھی ہے۔ "عن ابن عباس عمر بن الخطاب کان یقنت بالسورتین اللھم ایاک نعبدو اللھم انا تستعینک" جناب ابن عباس کہتے تھے کہ حضرت عمر قنوت میں یہ دونوں سورتیں پڑھتے تھے۔

اللھم ایاک نعبد اللھم انا نستعینک ان عمر قنت بھا تین السورتین اللھم نستعینک واللھم ایاک نعبد.

حضرت نے قنوت میں یہ دونوں سورتیں پڑھیں:

اللھم انا نستعینک ان عمر قنت بھا تین السورتین اللھم انا نستعینک واللھم ایاک نعبد ان عمر بن الخطاب قنت بعدا لرکوع فقال بسم اللہ الرحمن الرحیم اللھم انا نستعینک ونستغفرک ونثنی علیک ولا نکفرک ونخلع ونترک من نفجرک. بسم اللہ الرحمن الرحیم اللھم ایاک نعبد ولک نصلی و نسجد ولک نسعی ونحفد نرجوا رحمتک ونخشے عذابک ان عذابک بالکفار ملحق .

حضرت عمر بن خطاب نے رکوع کے بعد قنوت میں یہ دونوں سورتیں پڑھیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم انا نستعینک الخ اور دوسری:

بسم اللہ الرحمن الرحیم ' ایاک نعبد الخ وزعم عبیدہ انہ بلغہ انھما سورتا ن من القرآن فی مصحف ابن مسعود .

عبید کہتے تھے کہ ان کو معلوم ہوا یہ دونوں سورے قرآن کے ہیں اور ابن مسعود کے قرآن میں موجود ہیں۔

عن حصیف قال سالت عطاء بن ابی رباح ای شئی قول فی القنوت قال ھا تین السورتین اللتین فی قراء ۃ ابی اللھم انا نستعینک و اللھم ایاک نعبد .

کہتے تھے کہ میں نے عطا ابن ابو رباح سے پوچھا قنوت میں کیا پڑھا جاتا ہے کہا وہی دو سورتیں جو ابی کی قرأۃ میں اسی طرح ہیں۔

اللھم انا نستعینک و اللھم ایاک نعبد

(درمنثور جلد ۶ ص ۴۲۰ تا ۴۲۲ مطبوعہ مصر)

مولوی صاحب: میں سمجھتا تھا کہ دونوں بڑی سورتیں ہوں گی مگر یہ تو بہت مختصر ہیں ان کا یاد کر لینا آسان اور ضروری ہے۔

ہدایت خاتون: اور سنو یہی علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

عن ابن مسعود انہ کان یقراء ھذا الحرف و کفی اللہ المومنین القتال بعلی بن ابی طالب .

جناب ابن عباس (پ ۲۱ رکوع ۱۶) سورہ احزاب رکوع ۳ کی آیت " وکفی اللہ المو منین القتال" کو اس طرح پڑھتے تھے" وکفی اللہ المومنین القتال بعلی ابن ابی طالب " علی ابن ابی طالبؑ کے جہاد سے اللہ نے مومنین کو لڑنے کی نوبت نہیں آنے دی۔ (تفسیر درمنثور جلد ۵ ص ۱۹۲)

(۲۱) عن ابی بن کعبؓ انہ کان یقراء اذجعل الذین کفروا فی

قلوبهم الحميته حمية الجاهلية ولو حميتم كما هو الفسد المجسد الحرام فانزل الله سكينة علے رسول فبلغ ذلک عمر فاشتد عليه فبعث اليه فدخل عليه فدعا نا سامن اصحابه فيهم زيد بن ثابت فقال من يقرء منكم سورة الفتح فقراء زيد علے قراء تنا اليوم فغلظ له عمر فقال ابى اتكلم قال تكلم فقال لقد علمت انى كنت دخل علے النبیؐ ويقرئنى وانت بالباب فان اجبت ان اقراء الناس علے ماقرء نى قرآت والالم اقرئ حرفا ماحييت قال بل اقرئ الناس .

ابی بن کعب قرآن مجید (پ۲۶ رکوع ۱۱ سورہ فتح رکوع ۳) کی اس آیہ۔

اذجعل الذين كفروا فى قلوبهم الحميته حميته الجاهليته فانزل الله سكينة علے رسوله وعلے المومنين.

کواس طرح پڑھاتے تھے۔

اذجعل الذين كفروا فى قلوبهم الحمية حميته الجاهلية ولو حميتم كما حموا الفسد المسجد الحرام فانزل الله سكينة علے رسوله .

اس بات کی خبر حضرت عمر کو ہوگئی تو وہ ان پر نہایت غضب ناک ہوئے اور انہیں بلا بھیجا۔ جن میں زید بن ثابت بھی تھے۔ اب حضرت عمر نے لوگوں سے پوچھا تم میں سے سورہ فتح کون پڑھتا تھا؟ اس پر زید نے اس کو اسی طرح پڑھا۔ جس طرح ہم پڑھتے ہیں۔ حضرت عمر غضب ناک ہوئے۔ تب ابی نے کہا! اجازت ہے میں کچھ کہوں؟ حضرت عمر نے کہا۔ ہاں کہو۔ ابی نے کہا: آپ جانتے ہیں کہ میں حضرت رسولؐ خدا کی خدمت میں حاضر رہتا تھا اور حضرتؐ

مجھے قرآن مجید پڑھادیا کرتے تھے مگر آپ صرف حضرت کے دروازے پر حاضری دیا کرتے تھے، اب اگر آپ پسند کریں کہ جس طرح آنحضرتؐ نے مجھے پڑھایا تھا۔ اسی طرح لوگوں کو میں بھی پڑھایا کروں ورنہ چھوڑ دوں جس طرح حضرتؐ نے مجھے پڑھایا تھا۔ حضرت عمر نے کہا نہیں اسی طرح لوگوں کو پڑھاتے رہو۔ (تفسیر درمنثور جلد ۶، ص ۷۹)

(۲۲) امام ابن ماجہ نے لکھا ہے:

عن عمره عن عائشة انها قالت كان مما انزل الله من القرآن ثم سقط لا تحرمم لا عشر رضعات وخمس معلومات .

حضرت عائشہ فرماتی تھیں کہ قرآن میں جو احکام نازل ہوئے اور پھر ساقط ہوگئے ان میں یہ بھی تھا کہ بغیر دس رضاعت یا پانچ معلومات کے حرمت نہیں ہوتی دوسری روایت یہ ہے:

عن عائشة قالت لقد نزلت آية الرجم ورضاعة الكبير وكانت فى رقعة تحت سريرى فلمامات رسولؐ الله وتشاء غلنا بموته دخل داجن فاكلها .

"حضرت عائشہ کہتی تھیں کہ آیت رجم اور آیت رضاعت کبیر بھی یقیناً نازل ہوئی تھیں اور ایک رقعہ میں لکھی ہوئی میرے تخت کے نیچے رکھی تھیں۔ مگر جب حضرت رسولؐ خدا نے انتقال فرمایا اور ہم لوگ حضرتؐ کی موت کے امور میں مشغول ہوئے تو بکری کا بچہ گھس آیا اور ان آیتوں کو کھا گیا۔

(سنن ابن ماجہ ۱۴۱ ومحاضرات راغب اصفہانی)

علامہ زیلعی لکھتے ہیں:

قال الشافعى لا يحرم الا تجس رضعات يعنى مشبعات لما روى

عن عائشة انها قالت كان فی ما انزل من القرآن عشر رضعات معلومات ثم نسخن نجس معلومات فتوفے رسول ؐ اللہ وھی فی مایقرء من القرآن (رواہ مسلم)

"امام شافعی نے کہا کہ عورت کی حرمت ثابت نہیں ہوتی مگر پانچ دفعہ دودھ پلانے سے یعنی پیٹ اس سبب سے کہ حضرت عائشہ نے کہا کہ قرآن مجید میں دس ہی دفعہ دودھ پلانے کا ذکر تھا پھر یہ منسوخ ہوکر پانچ دفعہ رہ گیا۔ جب رسول ؐ خدا نے انتقال فرمایا تو یہ آیت بھی قرآن مجید میں پڑھی جاتی تھی۔" اس کی روایت مسلم نے کی۔ اس کے جواب میں لکھتے ہیں:

ولا حجة له فی خمس رضعات ایضاً لان عائشة احالتها علٰے انها قرآن وقالت ولقد کان فی صحیفة تحت سریری فلما مات رسول ؐ الله وتشاغلنا بموته دخلت دواجن فاکلتها .

"اس عبارت سے یہ بھی ثابت نہیں ہوسکتا کہ پانچ دفعہ دودھ پلانے سے حرمت ثابت ہوجائے گی، کیونکہ حضرت عائشہ نے اس کو اس بات پر محمول کیا ہے کہ یہ قرآن کی آیت ہے اور انہوں نے کہا یہ آیت ایک قرآن مجید میں تھی جو میرے تخت کے نیچے رکھا رہتا تھا۔ مگر جب حضرت رسول ؐ خدا کا انتقال ہوگیا تو ہم لوگ حضرت ؐ کی موت کے امور میں لگ گئے۔ اتنے میں کچھ بکریوں کے بچے داخل ہوگئے اور اس قرآن ہی کو کھا گئے۔

(شرح کنز الدقائق جلد ۱، ص ۱۳۶ مطبوعہ مصر)

(۲۳) عن بجالة قال مر عمر بن الخطاب بغلام وهو یقراء فی المصحف النبی ؐ اولٰے بالمومنین من انفسهم وازواجه امهاتهم وهواب لهم فقال یا غلام حکها. فقال هذا مصحف ابی فذهب

الیه فسأله فقال انه کان یلهینی القرآن ویلهیک الصفق بالا سواق.

بجالہ بیان کرتے تھے کہ حضرت عمر بن الخطاب ایک لڑکے کے پاس سے گزرے جو قرآن میں یہ آیت (پ ۲۱ سورہ احزاب رکوع ۱/۱۷) کی اس طرح پڑھتا تھا۔

اَلنَّبِیُّ اَوۡلٰی بِالۡمُؤۡمِنِیۡنَ مِنۡ اَنۡفُسِہِمۡ وَاَزۡوَاجُہٗۤ اُمَّہٰتُہُمۡ وَھواب لھم

اس پر حضرت عمر نے ڈانٹا کہ اے لڑکے اس آیت سے آخری جملہ " وھواب لھم " کو چھیل ڈال۔ اس نے کہا یہ ابی بن کعب کا قرآن ہے۔ اس وجہ سے میں اس طرح پڑھتا ہوں تب حضرت عمر جناب ابی کے پاس گئے اور اعتراض کیا انہوں نے کہا ہم لوگ قرآن مجید ہی حاصل کرنے میں لگے رہتے تھے اور آپ اس وقت (عہد رسالتؐ میں) بازاروں کے معاملات میں پھنسے رہتے تھے۔ (تو آپ کو کیا معلوم کہ کون سی آیت قرآن مجید کی ہے اور کون سی نہیں)

اس کے بعد مذکور نہیں کہ حضرت عمر نے کیا کہا (تفسیر درمنثور جلد ۵ ص ۱۸۳)

اور علامہ بزدوی لکھتے ہیں:

(۲۴) وقال الحسن رحمه الله ان النبیؐ اوتی قرآنا ثم نسیه فلم یکن شیئا اولم یبق منه شئی لما رفع الله عن قلبه ذلک

جناب حسنؓ بیان کرتے تھے کہ حضرت رسول خداؐ کو ایک قرآن دیا گیا تو حضرتؐ وہ پورا قرآن ہی بھول گئے۔ جس سے کچھ نہیں رہا یا اس سے کچھ بھی نہیں بچا اس سبب سے کہ خدا نے اس کو حضرتؐ کے قلب مبارک سے اٹھا دیا۔

(کشف الاسرار بزدوی مطبوعہ مصر جلد ۳ ص ۱۸۸)

مولوی صاحب: یہ مضمون بھی نسخ کا ہے جس سے ثابت ہوا کہ خدا نے قرآن پاک کو منسوخ کردیا تھا تو اعتراض کیا ہے؟

ہدایت خاتون: نسخ پر تفصیل سے گفتگو میں ذرا بعد میں کروں گی مگر ابھی تم اتنا بتا دو کہ جب حضرت کو وہ قرآن دیا گیا تو حضرتؑ نے اس کو اپنے پاس رکھا یا کسی مسلمان یا کافر کو اس کا حکم سنایا بھی تھا؟

مولوی صاحب: نہیں اس کو اپنے پاس کیوں رکھتے' ضرور لوگوں کو سنایا ہوگا اس لیے وہ نازل ہی ہوا تھا۔

ہدایت خاتون: تو جس طرح لوگوں نے اس قرآن کی آیتوں کو ہڈیوں چمڑوں تختیوں پر لکھ لیا تھا اسی طرح اس قرآن کی آیتوں کو بھی ضرور لکھ لیا ہوگا۔

مولوی صاحب: ہاں ضرور ہی لکھا ہوگا۔ وہ لوگ اللہ پاک کے کلام کی بڑی قدر کرتے تھے۔ فوراً لکھ لیتے تھے کہ وہ حفاظت سے موجود رہے۔

ہدایت خاتون: خدا تمہارا بھلا کرے اور تمہارے چہرہ کا نور بڑھائے اب یہ بتاؤ کہ وہ قرآن حضرت رسول خداؐ کے دل سے تو اٹھ گیا مگر دوسروں نے جو اسے لکھ لیا تھا' وہ کیا ہوا؟ کیا ہڈیوں پر سے حروف بھی اڑ گئے؟

مولوی صاحب: نہیں! وہ تو نہیں اُڑے ہوں گے اور نہ یہ معلوم کہ وہ قرآن جو حضورؐ بھول گئے۔ صحابہ کے پاس سے کیا ہوا۔ تمہارا یہ اعتراض بھی بڑا مشکل ہے۔ اس کا پتہ لگانا نہایت دشوار ہے مگر اب آیت کی کمی کا ذکر ختم کرو۔

ہدایت خاتون: کیوں اتنا جلد گھبرا گئے ابھی تو دفتر کا دفتر باقی ہے۔

مولوی صاحب: نہیں اب اس کی ضرورت نہیں ہے اور مجھے اس سے بڑی وحشت بھی ہو رہی ہے۔

ہدایت خاتون: خیر ایک کمی اور سن لو تا کہ ۲۵ کا عدد تو پورا ہو جائے۔

علامہ شعرانی لکھتے ہیں:

(۲۵) ولو لا یسبق للقلوب المضعیفة ووضع الحکمة فی غیر اھلھا لبینت جمیع ماسقط من مصحف عثمان رضی الله عنه وما استقر فی مصحف عثمان فلم ینازع احدفیه .

"اگر یہ خوف نہ ہوتا کہ کمزور دلوں میں گمراہی پیدا ہو جائے گی اور حکمت کی بات اپنے اہل کے سوائے میں پڑ جائے گی۔تو میں ان کل آیتوں کو بیان کر دیتا۔ جو حضرت عثمان کے قرآن سے ساقط ہو گئیں۔ البتہ جو کچھ اس وقت حضرت عثمان کے قرآن میں موجود ہے۔اس میں کسی نے کوئی نزاع نہیں کی۔"

(کبریت احمر برحاشیہ یواقیت وجواہر مطبوعہ مصر ص ۱۴۳)

مولوی صاحب: اف فوہ! انہوں نے تو سب بھانڈا ہی پھوڑ دیا۔اس عبارت کو اس کتاب سے کسی طرح نکال دینا چاہیے ورنہ آریوں اور عیسائیوں کو خبر ہو جائے گی تو وہ اودھم مچا دیں گے۔

کتاب اہل سنت سے قرآن کے الفاظ میں تغیّر

ہدایت خاتون: جب تک تم لوگوں کی کتابیں موجود ہیں جب تک تم لوگوں کا مذہب دنیا میں ہے۔ اس وقت تک تم لوگ عیسائیوں اور آریوں کے اعتراضات سے بچ نہیں سکتے ۔کتاب کبریت احمر کو چھپاڈالو تو تفسیر کی کتابوں کا کیا کرو گے جن میں یہ بھی ہے کہ قرآن مجید کی بکثرت آیتیں بدل کر کچھ کا کچھ ہوگئی ہیں۔

مولوی صاحب: نہیں ایسا نہیں ہوا ہوگا۔قرآن پاک جو موجود ہے ۔بالکل ویسا ہی ہے جو نازل ہوا تھا۔

ہدایت خاتون: اچھا اب اس کو بھی سنو! علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

(۱) **عن ابن عباس انه قراء اهدنا السراط بالسین** .جناب ابن عباس سورہ الحمد میں "**اهدنا السراط المستقیم** 'س' سے پڑھتے تھے " **ابن کثیر انه کان یقراء السراط بالسین** "،ابن کثیر بھی سراط س ہی سے پڑھتے تھے۔

" **حمزة الزر اه بالزائے** " حمزہ اس کو زراۃ ز سے پڑھتے تھے

(درمنثور جلد ا، ص ۱۴)

بتاؤ معنی میں کس قدر فرق ہوگیا۔؟

(۲) **عن الا عمش قال فی قراء تنا فی البقرة مکان فاذ لهما**

فوسوس اعمش " کہتے تھے کہ سورہ بقرہ (پ ا ع ۴)
فاز لهما الشيطان کے عوض فوسوس لهما الشيطان " ہے
(درمنثور جلد ا' ص ۵۳)

(۳) فی بعض القراة وثومها عن ابن مسعود انه قراء و ثومها عن ابن عباس قال قراء تی قرأة زید و انا اخذ و یضعته عشر حرفا من قرأة ابن مسعود هذا احد ها من بقلها وقثاء ها وثومها .(سورہ بقرہ پ ا ع ۷) میں اب " من بقلها وقثا ها و فومها" ہے مگر بعض قرأتوں میں "وثومها" ابن مسعود بھی "وثومها " پڑھتے تھے اور جناب ابن عباس کہتے تھے کہ میں اسی طرح پڑھتا ہوں جس طرح زید پڑھتے تھے اور میں بہت سے الفاظ ابن مسعود کے قول کے مطابق پڑھتا ہوں ان میں یہ بھی ہے " من بقلها وقثا ئها وثومها "

(۴) قال الاعمش نحن نقراء لا یعبدون الا الله بالیا ء الا انقراء آخر الاية ثم تولوا عنه وانتم لقراون ثم تولیتم فاقرؤها لاتعبدون
(درمنثور جلد ا' ص ۸۵)

اعمش کہتے تھے کہ (پارہ ا سورہ بقرہ رکوع ۱۰/۱۰) میں ہم لوگ اس طرح پڑھتے ہیں " لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ" اور اس کے آخر میں "ثم تو لوا عنه" پڑھتے ہیں مگر تم لوگ اس کے خلاف پڑھتے ہو کہ آخر میں " ثم تولیتم " کہتے ہو تو شروع میں " لاتعبدون " پڑھو۔

(۵) قال ابن عباس فلاادری امن القرآن هو ام لا جنابٌ"
جناب ابن عباس کہتے تھے کہ فلاں کلام معلوم نہیں قرآن کی آیت ہے یا نہیں؟
(درمنثور جلد ا' ص ۱۰۶)

عن عکرمه قال کان عمر بن الخطاب یقرؤها ولا یضارر کاتب ولا شهید یعنی بالبناء للمفعول۔

عکرمہ بیان کرتے تھے کہ حضرت عمر بن الخطاب (پ۳ سورہ بقرہ رکوع ۳۹/۷) میں "ولا یضار کاتب ولا شهید" کو اس طرح پڑھتے تھے۔ "

ولا یضارد کاتب ولا شهید عن ابن مسعود انه کانه قراء ولایضارد ابن مسعود بھی اس کو "لایضارد" پڑھتے تھے۔" عن مجاهد انه کان یقراء ولا یضارد کاتب ولا شهید "مجاہد بھی اس کو "ولا یضارد کاتب ولا" شہید پڑھتے تھے (جلد۱ ص۳۷۲)

(۷) عن ابن عباس انه قرأو لم تجدوا کتابا وقال قد یوجد الکاتب ولا یوجد القلم ولا الرواة ولا الصحیفة اوالکتاب یجمع ذلک کله قال و کذلک کانت قراءة ابی"

جناب ابن عباس (پ۳ سورہ بقرہ رکوع ۳۹) (ولم تجدوا کاتبا کے عوض (ولم تجدوا کتابا) پڑھتے تھے اور اس کی وجہ یہ بیان کرتے تھے کہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ کاتب تو ملتا ہے مگر قلم دوات کاغذ نہیں ملتا۔ اس وجہ سے خدا نے کتاب ہی کا لفظ استعمال کیا ہے جو سب چیزوں کا جامع ہے) ابی بھی کہتے تھے کہ خدا نے کتاب ہی کا لفظ نازل کیا ہے۔

(جلد۱ ص۳۷۳)

(۸)عن علی ابن ابی طالب انه قراء آمَنَ الرَّسُولُ بِمَا اُنْزِلَ اِلَیْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَ آمن الْمُومِنُونَ (پارہ۳ سورہ بقرہ رکوع ۴۰/۷)

اٰمَنَ الرَّسُولُ بِمَا اُنْزِلَ اِلَیْهِ مِنْ رَبِّهٖ وَالْمُوْمِنُوْنَ " کے عوض حضرت علیؑ اس طرح پڑھتے تھے۔ آمن الرسول بما انزل الیه من ربه وآمن

المومنون. (جلد۱، ۳۷۶)

(۹) عن ابن عباس انه کان یقرء قل آمن بالله وملائکة و کتابه .

جناب ابن عباس (پارہ ۳ سورہ بقرہ رکوع ۴۰/۸) میں۔

قل آمن باللّٰه وملائکة و کتبه کل آمن باللّٰه وملائکة و کتابه "

پڑھتے تھے۔(جلد۱، ۳۷۶)

(۱۰) عن ابی کعب انه قراء الحی القیوم .

ابی ابن کعب پارہ ۳ سورہ آل عمران رکوع ۹/۱) میں لا اله الا الحی القیوم،

پڑھتے تھے (درمنثور جلد۲، ۲)

(۱۱) عن ابن مسعود انه کان یقرؤها الحی القیام .

اور حضرت ابن مسعود اس کو الحی القیام "پڑھتے تھے" عن عمرانه صلے العشاء الاخرة فاستفتح سورة آل عمران نقراء الم الله لا اله الا هو الحی القیام " حضرت عمر نے عشاء کی نماز میں سورہ آل عمران پڑھی تو " هوالحی القیوم " کے عوض " الحیی القیام " پڑھا " فی قراة عبدالله الحی القیام " عبداللہ کی قرأت میں "الحیی القیام" ہے " عن علقم انه کان یقراالحیی الحیی القیام "پڑھتے تھے۔

(۱۲) عن ابی معمر قال قال سمعت علقمة یقراء الحیی القیم وکان اصحاب عبدالله یقرون الحیی القیام .

ابومعمر کہتے تھے کہ میں نے سنا" علقم الم لا اله الاهو الحیی " پڑھتے اور عبداللہ کیا اصحاب الحی القیام پڑھتے تھے۔(درمنثور جلد۲، ۲)

(۱۳) عن مجاهدانه قرابما کنتم تعلمون الکتاب خفیعة بنصب التاء قال ابن عنیة ماعملوه حتےٰ عملوه.

مجاہد کے بارے میں ہے کہ وہ (پارہ ۳، سورہ آل عمران رکوع ۸/۱۶،) میں "کونوا ربانیین بما کنتم تعلمون الکتاب " کے عوض

" بما کنتم تعلمون الکتاب " پڑھتے تھے یعنی ت کو زبر اور لام کو بھی زبر پڑھتے تھے اس کی وجہ ابن عینیہ بیان کرتے تھے کہ۔ جب تک وہ خود جان نہ لیتے اس وقت تک دوسروں کو کیا تعلیم کرتے ۔ (درمنثور جلد ۲ ص ۴۷)

(۱۴) عن الحسن البصری انه قراء اذ تصدون بفتح الیاء والعین" حسن بصری کے بارے میں ہے کہ وہ (پارہ ۴ سورہ آل عمران ۱۷/۷) میں " اذ تصعدون کے عوض اذ تعصدون" پڑھتے وہ ت اور ع دونوں کو زبر دیتے تھے۔

(۱۵) عن هارون قال فی قرأة ابی بن کعب اذ تصعدون فی الوادی.

ہارون بیان کرتے تھے کہ ابی بن کعب اسی آیت کو اس طرح پڑھتے " اذ تصعدون فی الوادی " (درمنثور جلد ۲ ' ۸۶)"اب فی الوادی" موجود قرآن مجید سے غائب ہے۔

(۱۶) فی بعض المصاحف بالیاء طیب لکم (پارہ ۴ سورہ نساء 'رکوع ۱/۱۲) اب (فانکحوا ماطاب لکم) مگر اس زمانہ کے بعض قرآنوں میں ماطیب لکم تھا یعنی الف کے بدلے "ی" تھی۔

(درمنثور جلد ۲ ' ۱۱۹)

(۱۷) عن السدی فی قوله وعاشروهن قال خالطوهن قال ابن جریر صحفه عض الرواة وانما هو خالقوهن (پاره ۴ سوره نساء رکوع ۳/۱۴) " وعاشروهن االمعروف هے اس کے

بارے میں جریر کہتے تھے کہ صحفه بعض الرواة وانما هو خالقوهن "اس کا ترجمہ میں نہیں کروں گی ۔تم بہت انکار کرتے اور دعویٰ کرتے تھے کہ تمہاری کتابوں سے تحریف ثابت نہیں ہوسکتی' اب اس جملہ کا ترجمہ خود ہی کرو۔دیکھوں کیونکر تمہاری بات صحیح نکلتی ہے۔پس تم نے اس کا ترجمہ کیا اور تحریف کے اعتقاد میں داخل ہوئے

مولوی صاحب: ہاں تم کو اچھا حیلہ تمہارے مطلب کا مل گیا، اس پر تم جس قدر چھکو اور بغلیں بجاؤ ٹھیک ہے۔تصحیف کا ذکر بڑا بے ڈھب ہو گیا۔

ہدایت خاتون: تم ترجمہ کرو، اس کے بعد اپنا حاشیہ بیان کرو، تم لوگوں کی کون سی بات بے ڈھب نہیں ہے۔

مولوی صاحب: ترجمہ تو یہ ہے کہ ابن جریر کہتے تھے: بعض راویوں نے اس آیت میں تصحیف کردی ہے یہ اصل میں " خالقوهن " تھا۔

ہدایت خاتون: اب تصحیف کا ترجمہ بھی کرو کہ بعض راویوں نے کیا کر دیا جس کو ابن جریر تصحیف کہتے تھے۔

مولوی صاحب: دیکھو مولانا وحید الزمان خان صاحب لکھتے ہیں کہ تصحیف پڑھنے میں یا روایت کرنے میں غلطی کرنا۔ (انوار اللغۃ پارہ ۱۴ ص ۲۴)

ہدایت خاتون: آداب عرض ہے، کہیے مزاج شریف؟ اسی کو کہتے ہیں۔

جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے

مولوی صاحب: اب تم چٹکیاں بھرنے لگیں۔ میں تو خود مانتا ہوں کہ اس عبارت سے تمہارا دعویٰ تحریف ثابت ہوتا ہے۔بے شک ابن جریر کے قول سے واضح ہو گیا کہ قرآن مجید میں

دراصل "وخالقوهن" تھا۔ مگر راویوں نے غلطی سے اس کے عوض "و عاشروهن" لکھ دیا اور یہ اب قرآن میں موجود ہے۔

ہدایت خاتون: بہت خوب اور سنو۔

(۱۸) عن ابن نضرة قال قرآت علے ابن عباس فما استمتعتم به منهن فاتوهن اجورهن فريضة قال ابن عباس فما استمتعتم به منهن الى اجل مسمى فقلت مانقرؤها كذالك فقال ابن عباس والله لا نزلها الله كذالک .

ابونضرۃ کہتے تھے کہ (پارہ ۵ سورہ نساء رکوع ۴/۱) "آية فما استمتعتم به منهن" کو میں نے جناب ابن عباس کے سامنے پڑھا تو انہوں نے فرمایا یہ آیت اس طرح ہے۔ "فما استمتعتم به منهن الى اجل مسمى" میں نے کہا ہم لوگ تو اس کو اس طرح نہیں پڑھتے۔ ممدوح نے فرمایا خدا! کی قسم اللہ نے اس آیت کو اسی طرح نازل کیا ہے۔ "فی قراء ة "ابی بن کعب" "فما استمتعتم به منهن الى اجل مسمى" ابی بن کعب بھی اس آیت کو اس طرح "الى اجل مسمى" کے ساتھ پڑھتے تھے (درمنثور جلد۲، ۱۴۰)

(۱۹) عن مجاهد قال فی بعض القراء ة فان اتوا او اتين بفاحشة

مجاہد کہتے تھے کہ (پارہ ۵، سورہ نساء رکوع ۴/۱) "فان اتين بفاحشته" کے عوض بعض لوگ "فان اتوا او اتين بفاحشة" پڑھتے تھے (درمنثور جلد۲، ۱۴۳)

(۲۰) قال اقد عاقدناهم فی الجاهلية فانزل الله والذين عاقدت ايمانكم فاتو هم نصيبهم .

لوگوں نے کہا: ہم نے جاہلیت میں ان سے معاہدہ کیا تھا۔ اس پر خدا نے یہ آیت نازل کی۔ "والذين عاقدت ايمانكم عن ابى مالک والذين عاقدت

ایمانکم' ابو مالک بھی کہتے تھے کہ خدا نے "والذین عاقدت ایمانکم "ہی نازل کیا ہے۔ (درمنثور جلد۲'ص۱۵۰)

مگر اب قرآن مجید (پارہ ۵ سورہ نساء رکوع ۵/۲) میں بجائے "عاقدت ایمانکم کے عقدت ایمانکم " ہے۔

(۲۱) عن مجاهد قال هے فی قراء ة ابی بن کعب وعبدالله بن مسعود ما اصا بک عن حسنة فمن الله وما اصابک من سیة فمن نفسک وانا کتبتها علیک .

مجاہد کہتے تھے کہ (پارہ ۵ سورہ نساء رکوع ۸ /۱۱ کی) آیت ابی بن کعب اور عبداللہ بن مسعود کی قرائت میں اس طرح تھی ۔" ما اصابک من "حسنة فمن سیئة فمن الله واصابک من سئة فمن نفسک وانا کتبتها علیک ابن عباس "کان یقراء و ما اصابک من سئةفمن نفسک وانا کتبتها علیک قال مجاهد وکذالک فی قرأة ابی و ابن مسعود " حضرت ابن عباس بھی اس طرح پڑھتے تھے ۔" وما اصابک من سئة فمن نفسک وانا کتبتها علیک " مجاہد کہتے تھے کہ ابی وابن مسعود کی قرأۃ میں بھی اسی طرح ہے (درمنثور جلد۲'۱۸۵) مگر اب قرآن مجید میں آخری جملہ" وانا کتبتها علیک " کہیں بھی نہیں ہے۔

(۲۲)عن قتاده انه قراء حصرة صدورهم اے کارهة صدورهم.
قتادہ کہتے تھے کہ (پارہ۵' سورہ نساء رکوع ۱۲/۹) میں "حصرت صدورهم " کے عوض " حصرة صدور هم "تھا (درمنثور جلد۲' ۱۹۲) یعنی "حصرة " کلمہ اسم تھا اب لوگوں نے اس کو حصرت لکھ کر کلمہ فعل بنا دیا ذرہ سی ۃ کو ت لکھ دینے سے کتنا بڑا فرق ہوگیا۔

(۲۳) عن ابی کعب ان کان یقراء فا قصروا من الصلاة ان یفتنکم الذین کفروا ولا یقراان خضتم وهی فی مصحف عثمان ان خفتم ان یفتنکم الذین کفروا .

جناب ابی بن کعب (پ ۵ سورہ نساء رکوع ۱۵/۱۲میں) اس طرح پڑھتے تھے "فا قصروا من الصلوة ان یفتنکم الذین کفروا اوران" خفتم" نہیں پڑھتے ۔اب حضرت عثمان کے قرآن میں اس طرح ہے۔

ان خفتم ان یفتنکم الذین کفروا. (درمنثور جلد۲، ۲۱۰)

(۲۴) عن ابراهیم النخعی انه قال فی قراء تنا وربما قال فی قراء ة عبدالله والسارقون والسارقات فاقطعوا ایمانهم .

ابراہیم نخعی کہتے تھے کہ ہماری قرأت میں اور اکثر کہتے کہ عبداللہ کی قراۃ میں (پارہ ۶ سورۃ مائدہ رکوع ۶/۱۰ کی آیۃ) اس طرح ہے۔

والسارقون والسارقات فاقطعوا ایمانهم (درمنثور جلد۲، ۲۸۰) مگر اب اس کے عوض" والسارق والسارقة فاقطعوا ایدیهما " ہے

(۲۵) عن بریدة انه کان یقراء ها وعابد الطاغوت بریده (قرآن مجید پارہ ۶ سورہ مائدہ رکوع ۹/۱۳) "عبدالطاغوت" کے عوض "عابد الطاغوت" پڑھتے تھے (درمنثور جلد۲، ۲۹۵)

(۲۶) عن ابی بن کعب انه کان یقراء ها فیصام ثلاثة ایام متتا بعات.

ابی بن کعب (پارہ ۷ سورہ مائدہ رکوع ۱۲/۲) " فصیام ثلاثة ایام" کے عوض فصیام ثلاثه ایام متتابعات پڑھتے تھے .عن ابن مسعود انه کان یقروها فصیام ثلاثه ایام متتابعات قال سفیان و نظرت فی

مصحف ربیع بن خیشم قرأت فیه فمن لم یجد من ذلک شئیا فصیام ثلاثة ایام متتابعات .

ابن مسعود بھی اس کو "ثلاثةایام متتابعات "ہی پڑھتے تھے۔ سفیان کہتے تھے کہ ربیع بن خیثم کے قرآن میں بھی " فصیام ثلاثة ایام متتابعات " ہے۔

(درمنثور جلد۲' ۳۱۴)

(۲۷)عن عاصم انه قرأتم لم تکن فتنتهم بالنصب الا ان قالوا والله ربنا بالخفض ' (پارہ ۷ سورۃ انعام رکوع ۳/۹ میں) "عاصم ثم لم تکن فتنتهم " (یعنی اس کی دوسری "ت" کو پیش کے عوض زیر پڑھتے تھے۔

(۲۸)الشعبی یقراء والله ربنا بالنصب "مذکورہ بالا آیت میں" والله ربنا کو شعبی واللّٰہ ربنا" (یعنی ب کو زیر کے عوض زبر) پڑھتے تھے۔

(۲۹)عن علقمه انه قراؤ الله ربناوالله یار بنا علقم اسی آیت میں" والله یا ربنا "پڑھتے تھے(درمنثور جلد۳' ۸)

(۳۰)اذا قال ابراهیم لابیه ....وهذا من تقدیم القران انما هو ابراهیم بن تیرح .

اور جب حضرت ابراہیم نے اپنے باپ سے کہا اور یہ قرآن مجید کی تقدیم سے ہے۔ کیونکہ حضرت ابراہیم تو تیرح کے بیٹے تھے

(تفسیر درمنثور جلد۳' ۲۳)

(۳۱)عن ابن عباس انه کان یقراء هذا الحرف دارست بالا لف مجزومة السین منتصبة التاء .

جناب ابن عباس (پارہ ۷ سورہ انعام رکوع ۱۳/۱۹)" ولیقولوا درست' کو

"دراست "(الف کے ساتھ پڑھتے ہیں)"عن مجاهد فی قوله والیقولوا دارست قال فاقهت " مجاہد کہتے تھے کہ اس آیت میں دارست کا معنی "فاقهت " ہے(درمنثور جلد ۳' ص ۳۸)

اور لطف کی بات بھی سنو گے:

مولوی صاحب: تم اپنے دعویٰ کے لیے تو سب لطف ہی کی باتیں کر رہی ہو مگر میرے مذہب کے لیے یہ سب زہر ہلاہل کے پیالے ہیں۔

ہدایت خاتون: نہیں مذہبی بحثوں میں اتنا اثر نہیں لینا چاہیے۔ فتح وشکست تو ہوتی ہی رہتی ہے۔ ٹھنڈے دل سے سب کو سنتے رہنا مناسب ہے۔

مولوی صاحب: میرے دل پر تمہاری باتوں سے جو گزر رہی ہے۔ میں ہی جانتا ہوں اب ایک تحریف قرآن کا مسئلہ باقی رہ گیا تھا۔ میں سمجھتا تھا کہ اس میں ضرور تم کو شکست فاش دوں گا اور سابق ناکامیوں کی تلافی اس کے ذریعہ سے ہو جائے گی، اب تک تو تم ہی اس مسئلہ میں بھی غالب ہوتی جا رہی ہو۔

ہدایت خاتون: کیا میں غالب ہو رہی ہوں؟ اگر میرا مذہب حق نہیں ہوتا تو ہرگز غالب نہیں ہوتی اور وہ بھی تمہارے ایسے محقق، زبردست' علامہ اور مناظر کے مقابلہ میں جس کے مقابلہ کی بڑے بڑے مناظرین کو بھی ہمت نہیں ہوتی ہے۔

مولوی صاحب: اف تمہاری یہ بات تو اور قیامت خیز ہے۔ مجھ سے برداشت نہیں ہوتی۔ بہتر ہے تم جلد ہی وہ لطف کی بات کہہ دو، میں اتنا بڑا مناظر ہو کر تم سے ہارتا جاتا ہوں کتنی شرم کی بات ہے۔

ہدایت خاتون: موجودہ قرآن میں دیکھو تو درست لکھا ہے مگر خود علامہ سیوطی نے اس کو دارست ہی لکھا ہے اور اس لفظ کو اسی طرح لکھ کر اس کی تفسیر کی ہے۔

مولوی صاحب: واہ! مجھے یہ کتاب دینا تو یہ انہوں نے بڑی مہمل حرکت کی، ان کو سمجھ کر لکھنا چاہیے تھا، اس سے تو اور تحریف کا دعویٰ مضبوط ہو جاتا ہے۔

ہدایت خاتون: لو دیکھو تفسیر درمنثور مطبوعہ مصر یہ تیسری جلد ہے اس کے صفحہ ۳۷ میں سطر ۳۳ پڑھو۔

مولوی صاحب: ہاں یہ تو بالکل واضح ہے۔ بریکٹ میں پورا جملہ اس طرح (ولیقولوا دارست) لکھ کر اس کے مطالب بیان کیے ہیں "لاحول ولا قوۃ"" کیسی مصیبت ناک صورتیں پیدا ہو گئیں۔

ہدایت خاتون: خیر اور سنو

(۳۲) عن علی ابن ابی طالب انه قرأها ان الذین فارقوا دینهم بالا لف
حضرت علیؑ کے بارے میں ہے کہ آپ (پارہ ۸ سورہ انعام رکوع ۱۰/۷) میں "ان **الذین فرقوا دینهم**" کو الف کے ساتھ " **ان الذین فارقو دینهم** "پڑھتے تھے (درمنثور جلد ۳' ۶۳)

(۳۳) ان ابن عباس ان کان یقراء لا تکونا ملیکن باسر اللام (پ ۸ سورہ اعراف رکوع ۲/۹ میں) "**الا ان تکونا ملیکن**" کو جناب ابن عباس ملکین پڑھتے تھے۔ (یعنی اب لام کو زبر سے وہ لام کو زیر پڑھتے تھے

(درمنثور جلد ۳' ص ۴۰ ۷)

(۳۴) الحجاج یقرأ قل هی للذین آمنوا فی الحیاۃ الدنیا خالصة بالرفع (پارہ ۸ سورہ اعراف رکوع ۴/۱۱) " **خالصة یوم القیامة** " کو حجاج "**خالصة**" (یعنی بجائے زبر کے پیش پڑھتا تھا)

درمنثور جلد ۳' ص ۸۱)

(۳۵)عن ابن مسعود انه قرانا لیوم ننجیک بند ائک و محمد ویزید قرآنا فالیوم ننحیک ببک نک بحا غیر معجمة.

(پارہ ۱۱ سورہ یونس رکوع ۹/۱۴)

"فالیوم ننجیک بید نک کو" ابن مسعود "فالیوم ننجیک بند ائک" پڑھتے تھے اور محمد و یزید" فالیوم ننحیک "ج سے نہیں بلکہ ح سے پڑھتے تھے) درمنثور جلد ۳ ص ۳۱۶)

اختلاف قرأت کی بحث

مولوی صاحب: اس میں شک نہیں کہ تم نے اب تک جس قدر عبارتیں پڑھیں ان سے بہت سے الفاظ کی کمی بلکہ آیات کی کمی بھی ثابت ہوئیں مگراس آخری بحث میں زیادہ تر اختلاف قرأت ہے اور یہ معلوم ہے کہ قرآن مجید سات حرفوں پر نازل ہوا۔ تو اب تم ان عبارتوں سے تحریف کیسے ثابت کرسکتی ہو؟ اختلاف قرأت اور چیز ہے اور تحریف شے دیگر۔ جو شخص جس کو چاہے جس طرح پڑھا کرے۔

ہدایت خاتون: سبحان اللہ! یہ کیسا اختلاف قرأت ہے کہ تحریف سے علیحدہ کہا جائے پھر تحریف کس کا نام ہے۔ اگر معنی میں زمین وآسمان کا فرق ہوگیا تو اختلاف قرأۃ کا انجام بھی وہی ہے جو تحریف کا ہوسکتا ہے۔ مولانا وحید الزمان خان صاحب حیدر آبادی نے لکھا ہے۔ "یحرفون" بدلتے ہیں تحریف کرتے ہیں (قرآن مجید ترجمہ ممدوح ۷۹۰) پس جب ایک شخص نے کسی لفظ کی ت کو زبر پڑھا اور دوسرے نے پیش کہا تو یہی تحریف ہوگئی۔ کیونکہ ایک نے دوسرے کی قرأۃ کو بدل دیا تم جانتے ہو سیدھا راستہ ہمیشہ ایک ہی ہوتا ہے۔ یہ حدیث ہے یا نہیں کہ امت اسلام تہتر فرقوں پر منقسم ہو جائے گی یا اس سے بھی کسی طرح انکار کرسکتے ہو؟

مولوی صاحب: کیوں نہیں۔ بہت مشہور حدیث ہے خود مشکوۃ شریف میں ہے۔

وتفترق امتی علے ثلث وسبعین ملة.

"حضور نے فرمایا کہ میری امت تہتر فرقوں پر منقسم ہو جائے گی"۔

(باب الاعتصام بالکتاب جلد ۱، ۵۰ مشکوٰۃ)

ہدایت خاتون: اللہ تمہارا بھلا کرے۔ اب بتاؤ کیا یہ کل فرقے صراط مستقیم پر ہو سکتے ہیں۔

مولوی صاحب: نہیں، اس کو رسول مقبولؐ نے بھی واضح کردیا ہے کہ " کلھم فی النار الا واحدۃ " ان تہتر فرقوں میں سے سب کے سب جہنم میں جائیں گے سوائے ایک فرقے کے، اور عقل سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ فرقہ حق ایک ہی ہوگا۔ کوئی حضرت ابوبکر صدیق کو اچھا کہتا اور کوئی برا کہتا ہے تو دونوں بہشت میں کیسے جا سکتے ہیں، کوئی ہاتھ باندھ کر نماز پڑھتا ہے کوئی ہاتھ کھول کر دونوں کا انجام ایک کیسے ہوگا؟

ہدایت خاتون: تو یہی بات قرآن مجید کے متعلق بھی ماننی پڑے گی کہ کوئی شخص "اھدنا الصراط المستقیم" کے صراط کو "ص" سے کوئی سراط "س" سے اور کوئی "زراط" ز سے پڑھتا ہے اس میں ایک ہی حق ہوگا اور باقی سب غلط۔ جو حق ہے وہی خدا کا کلام اور جو غلط ہے وہ آدمیوں کا کلام۔ بس یہی تحریف ہے کہ خدا کا کلام بدل کر وہاں آدمیوں کا کلام رکھ دیا گیا۔ ہاں یہ تو بتاؤ کہ خدا نے جس وقت قرآن مجید نازل کیا اس وقت ایک ہی حرف پر اتارا یا کئی حرفوں پر۔

مولوی صاحب: تم بھی بعض وقت کیسی مہمل باتیں پوچھنے لگتی ہو۔ تمہاری تحقیقات تو ایسی زبردست ہوتی ہیں۔ کہ عقلاً دنیا دنگ اور علماء عالم مبہوت ہو جائیں گے مگر ان سب کے ساتھ ایسی بے تکی باتیں کیوں کرنے لگ جاتی ہو۔

ہدایت خاتون: اس کا جواب دوں تو برا نہیں مانو گے۔ بڑے ہی مزے کا جوب ہوگا پھڑک جاؤ گے۔

مولوی صاحب: برا کیوں مانوں گا مگر تمہارے پاس جواب ہی کیا ہو سکتا ہے۔

ہدایت خاتون: نہیں جانے دو تم شرما جاؤ گے اور میں تم کو افسردہ کرنا پسند نہیں کرتی۔

مولوی صاحب: میں سمجھ گیا تم مجھ پر چوٹ کرنا اور شاید یہ مصرعہ پڑھنا چاہتی۔

عمرہ جمال ہم نشین درمن اثر کرد .

''یعنی میری مہمل باتیں سنتے سنتے تمہاری زبان سے بھی مہمل باتیں نکل جاتی ہیں''

ہدایت خاتون: (ہنس کر) لو تم آپ اپنے ہی منہ سے اپنی عقل کی سند پیش کرنے لگے۔

مولوی صاحب: اس کے سوا تمہارا اشارہ اور کسی چیز کی طرف ہو ہی نہیں سکتا۔

ہدایت خاتون: خیر اب ان باتوں کو جانے دو اور صرف یہ بتاؤ کہ میں نے تم سے جو پوچھا کہ ''خدا نے جس وقت قرآن مجید نازل کیا۔ اس وقت ایک ہی حرف پر اتارا یا کئی حرفوں پر' اس میں کون سی بات مہمل ہے جس پر تم اس قدر تیز ہو گئے۔

مولوی صاحب: یہی کہ تم پوچھتی ہو۔ خدا نے ایک حرف اتارا۔ یا کئی حرفوں پر اتارا خدا نے تو ایک ہی حرف پر اتارا وہ کیوں سات حرفوں پر اتارتا یہ کون سی پوچھنے کی بات ہے؟

ہدایت خاتون: پھر سات حرفوں پر کس نے کر دیا اور اس کو ایسا کرنے کا کیا حق تھا؟ ان سب باتوں کو بھی بتاتے چلو۔

مولوی صاحب: صحابہ کرام نے سات حرفوں پر کیا یا حضرت رسول مقبولؐ نے ہی سات حرفوں پر کرا دیا ہوگا۔

ہدایت خاتون: تو حضرت رسولؐ خدا نے ایسا کیوں کیا؟ کیا صحابہ کرام کو ایسا کرنے کا حق تھا اور کیا یہ تحریف نہیں ہے کہ خدا تو قرآن مجید کو ایک حرف پر اتارے اور صحابہ کرام اس کو سات حرفوں پر کر دیں، تحریف میں کیا دم لگی رہتی ہے۔

مولوی صاحب: اچھا ذرا دیکھو۔ مولانا وحید الزمان خان صاحب نے کیا لکھا ہے۔

ہدایت خاتون: (کتاب مذکورہ لا کر) سنو تحریر فرماتے ہیں:

"نزل القرآن علے سبعة احرف کلها کاف شا ف"

قرآن سات لغتوں کے اعراب پر اترا ہے جس لغت کو پڑھیے وہ کافی ہے اور شافی"

اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہر لفظ میں سات لغتیں ہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ ساتوں قبیلے کے محاورے کے موافق اترا ہے۔ کہیں قریش کا محاورا ہے۔ کہیں ہذیل کا' کہیں ہوازن کا' کہیں یمن کا' اور بعض لفظوں میں سات طرح کی قرأتیں بھی ہیں بلکہ دس طرح کی بھی' جیسے "مالک یوم الدین" (اور) عبدالطاغوت" میں بعضوں نے کہا سات حرفوں سے ساتوں مشہور قرأتیں مراد ہیں' مگر یہ قول صحیح نہیں ہے۔ ابن مسعود نے کہا سات حرفوں سے یہ مراد ہے کہ ایک لفظ کی جگہ اس کا مترادف دوسرا لفظ رکھے جیسے کوئی اقبل کہے یا ھلم یا تعال سب کے ایک معنی ہیں۔ (انوار اللغۃ پارہ ۶' ص ۵۳)

مولوی صاحب: مطلب واضح ہو گیا دیکھو مولانا نے کیسا صاف اس مسئلہ کو بیان کر دیا۔

ہدایت خاتون: تم خوش ہو رہے ہو حالانکہ اس سے تحریف قرآن کی اور زیادہ تائید ہوگی۔

مولوی صاحب: واہ تحریف قرآن کی خوب کہی۔ کیسے تائید ہوگی؟

ہدایت خاتون: تم ہی بتاؤ ممدوح کے اس جملے کا کیا مطلب ہے؟ کہ قرآن عرب کی سات لغتوں پر اترا ہے۔

مولوی صاحب: یہی کہ ساتوں قبیلے کے محاورے کے موافق اترا ہے کہیں قریش کا محاورہ ہے، کہیں ہذیل کا۔

ہدایت خاتون: تو پھر ایک ایک لفظ کے بارے میں کیسے اختلاف ہوا۔ مثلاً سورہ "الحمد" میں خدا نے صراط کا لفظ اتارا یا سراط کا یا زراط کا۔ جو کہو تحریف کا دعویٰ ثابت ہی ہو جائے گا۔

مولوی صاحب: اس کو تو میں نہیں کہہ سکتا۔ خدا نے ایک ہی لفظ اتارا ہوگا مگر وہ کیا تھا اس کا پتہ

نہیں۔

ہدایت خاتون: بس جس لفظ کو خدا نے اتارا وہ صحیح اور جو لفظ آدمی نے اس کی جگہ رکھ دیا وہ تحریف کی سند۔ چنانچہ یہی مولانا صاحب لکھتے ہیں۔ مجمع البحرین میں ہے کہ امامیہ نے یہ حدیث روایت کی ہے:

سئل انهم يقولون نزل القرآن علي سبعة احرف فقال كذب اعداء الله ولكنه نزل القرآن علي حرف واحد.

"یعنی آپ سے پوچھا گیا لوگ کہتے ہیں قرآن سات حرفوں پر اترا ہے فرمایا اللہ کے دشمن جھوٹ کہتے ہیں قرآن ایک ہی حرف پر اترا ہے دوسری میں اتنا زیادہ اختلاف راویوں کے سبب سے پیدا ہوتا ہے"

(انوار اللغۃ پ ٦ ؁ ٥٥)

مولوی صاحب: مگر مولانا ممدوح نے یہ تو لکھا ہی نہیں کہ کس شخص سے یہ سوال کیا گیا کس نے یہ جواب دیا کیونکہ جب امامیہ نے یہ حدیث روایت کی ہے تو غالباً رافضیوں ہی کے کسی امام کی حدیث ہوگی۔

ہدایت خاتون: دو ہی صورتیں ہو سکتی ہیں یا حضرت رسولؐ خدا سے دریافت کیا گیا ہو یا حضرتؐ کے کسی حقیقی جانشین یعنی امام سے۔

مولوی صاحب: واہ! یہ کس طرح؟ تم خواہ مخواہ ہر بات کو اپنے موافق بنانے کی کوشش کرنے لگتی ہو اچھی زبردستی ہے۔

ہدایت خاتون: اگر حضرت رسولؐ نے یہ ارشاد فرمایا تو معلوم ہوا کہ قرآن مجید ایک ہی حرف پر اترا اور تم لوگوں نے اس کے عوض چھ دوسرے حرف بنا دیئے۔ اس وجہ سے تم لوگوں نے قرآن مجید میں تحریف بھی کی اور تحریف کا اعتقاد بھی رکھتے ہو۔ اور اگر کسی امام کا قول ہے تو اس سے بھی

معلوم ہوا کہ حضرتؑ صرف ایک ہی حرف پر قرآن کے اترنے کا اعتقاد رکھتے ہیں جو عقل بھی بتاتی ہے اور باقی حروف راویوں کی ایجاد یا ان کی تحریف ہے اور وہ سب راوی تمہارے ہی مذہب کے تھے۔

مولوی صاحب: انصاف کی بات تو یہ ہے کہ جب سے میں پڑھنے لگا اس وقت سے میں بھی اس چکر میں پڑا ہوا ہوں کہ قرآن شریف سات حرفوں پر کیسے اتر سکتا ہے اور اس کا کیا مطلب ہے یہ تو بالکل عیسائیوں کے تثلیث فی التوحید اور توحید فی التثلیث (تین میں ایک اور ایک میں تین) کے مثل ہے کہ قرآن مجید ہے تو صرف ایک ہی مگر اعتقاد یہ ہے کہ سات حرفوں پر اترا ہے۔

ہدایت خاتون: خدا کا شکر ہے کہ اس مسئلہ میں بھی اب تمہاری زبان سے کلمہ حق نکلنے لگا۔ مگر ایسا نہ ہو کہ تمہارا یہ جملہ عیسائیوں کے کانوں تک پہنچ جائے اور وہ چہکنے لگیں کہ جس طرح عیسائی حضرت عیسیٰ کے خدا کے بیٹے ہونے کا اعتقاد رکھ کر پریشان ہیں۔ اسی طرح اہل سنت بھی قرآن مجید کے سات حرفوں پر ہونے کا اعتقاد رکھنے کی وجہ سے بھول بھلیوں میں پڑے ہوئے ہیں۔

مولوی صاحب: نہیں عیسائیوں کو کیسے خبر ہو جائے گی، کیا تم کہنے جاؤ گی یا میں ایسا کچا ہوں کہ ان کے سامنے ایسی بات کہوں۔

ہدایت خاتون: نہ تم کہنے جاؤ گے نہ میں ایسا کروں گی، لیکن مشہور ہے کہ دیوار ہم گوش دارد' اور تم نے جو کہا کہ سات حرفوں پر نازل ہونے کا مطلب سمجھ میں نہیں آتا تو سابق علماء بھی اس مصیبت کو حل نہ کر سکے۔ علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

وردحديث نزل القرآن علے سبعة احرف من رواية جمع من الصحابه .

یہ حدیث کہ قرآن سات حرفوں پر نازل ہوا۔ صحابہ کی ایک بڑی جماعت سے وارد ہوئی ہے۔

وقد نص ابو عبید علی تواترہ " جناب ابوعبید نے تو نص کردی ہے کہ یہ حدیث متواتر ہے۔" فاقول اختلف فی معنی هذاالحدیث علی نحواربعین قوله "اب میں (علامہ سیوطی) کہتا ہوں کہ اس حدیث کے مطلب میں اختلاف ہے چالیس مطلب لوگوں کے بیان کیے ہیں۔

احدھا انه من المشکل الذی لا یدری معناہ لا العرف یصدق لغة علی حرف الهجاء وعلی الکلمة وعلی المعنی علی الجهته قاله ابن سعد ان النحوی .

"ایک قول یہ ہے کہ یہ ایسی مشکل حدیث ہے جس کا مطلب سمجھ میں آ ہی نہیں سکتا، اس لیے کہ لغت میں حرف حروف تہجی کو بھی کہتے ہیں، کلمہ حرف کو بھی، معنی کو بھی اور بہت کو بھی۔ ابن سعد ان نحوی یہی کہتے ہیں" اس کے بعد علامہ سیوطی نے اتقان مطبوعہ مصر جلد اول کے ۴۶ سے ۵۱ تک ۳۵ قول اس حدیث کے مطلب کے متعلق لکھے ہیں ۔ اور ہر قول پر جو اعتراض ہوتا نیز اس سے جو خرابی پیدا ہوتی ہے اس کو بھی ذکر کیا ہے۔

مولوی صاحب: للہ رحم کرو۔ اب اس کو نہ پڑھنا شروع کردو، تم تو ان چیزوں کے بیان سے تھکتی ہی نہیں اور میرا دماغ خراب ہونے لگتا ہے۔

ہدایت خاتون: ہاں تم گھبراؤ گے کیوں نہیں۔ ان چیزوں میں پانی مرتا ہے تو کیسے سن سکتے ہو؟

قرآن میں زیادتی کا ثبوت

مولوی صاحب: خیر جانے دو۔ میں اپنی بات واپس لیتا ہوں اس میں شبہ نہیں کہ تم نے قرآن مجید سے کمی اور الفاظ کے تغیّر کی بڑی فہرست پیش کردی۔ تم کب سے اس کی تیاری میں مشغول تھیں؟

ہدایت خاتون: تم نے ابھی حرف کی کمی اور تغیّر کی دلیلیں سنیں تمہاری کتابیں تو کہتی ہیں کہ

قرآن مجید میں زیادتی بھی ہوئی ہے۔

مولوی صاحب: تمہارے کسی دعویٰ کو غلط کہنا تو اب بیکار ہے کیونکہ اب تک جو کہتی گئیں اس کا ثبوت دیتی گئیں مگر پھر یہ بھی کہے بغیر مجھ سے نہیں رہا جاتا کہ قرآن پاک میں زیادتی کی تو دلیل نہیں مل سکتی، یہ سب سے زیادہ مشکل ہے۔

ہدایت خاتون: اچھا اسے بھی سن لو۔ مختصر ہی بیان کروں گی:

(۱) علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

ابی بن کعب کان یکتب فاتحة الکتاب والمعوذتین واللھم ایاک نعبدو اللھم ایاک نستعین ولم یکتب ابن مسعود شیئا منھن و کتب عثمان فاتحته الکتاب والمعوذ تین .

ابی بن کعب سورہ فاتحہ اور سورہ قل:

اعوذ برب الفلق وقل آعوذ برب الناس اور اللھم ایاک نعبدو اللھم ایاک نستعین .

کو لکھتے تھے اور ابن مسعود نے ان چاروں میں سے کسی کو نہیں لکھا اور حضرت عثمان نے سورہ فاتحہ:

وقل آعوذ برب الفلق وقل آعوذ برب الناس "کولکھا" عن ابراھیم قال کان عبداللہ لا یکتب فاتحة الکتاب فی المصحف وقال لو کتبتھا الکتبت فی اول کل شئی .

ابراہیم بیان کرتے تھے کہ عبداللہ قرآن میں سورہ فاتحہ نہیں لکھتے تھے اور کہتے تھے کہ اگر میں اس کو لکھوں تو ہر چیز کے شروع میں لکھوں (درمنثور جلد ۱، ص ۲)

امام فخر الدین رازی لکھتے ہیں:

نقل فی الکتاب القدیمة ان ابن مسعود کان ینکر کون سورة

الفاتحة من القران و كان ينكر كون المعوذتين من القرآن.
پہلے کی کتابوں میں منقول ہے کہ ابن مسعود کہتے تھے سورۃ فاتحہ قرآن کا جزو نہیں ہے اور یہ بھی کہتے تھے کہ سورہ "قل آعوذ برب الناس (اور) قل آعوذ برب الفلق" بھی اب قرآن میں بڑھا دیا گیا اور دونوں قل آعوذ کے سورے بھی۔ (تفسیر کبیر جلد ا، ص ۱۶۹)

(۲) علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

عن ابن عباس وابن مسعود انه كان يحك المعوذتين من المصحف ويقول لا تخلطوا القرآن بما ليس منه انهما بيستا من كتاب الله انما امر النبیؐ ان يتعوذ بهما و كان ابن مسعود لا يقراء بهما . (درمنثور جلد ۶، ص ۴۱۶)

"حضرت ابن عباس، وابن مسعود کی یہ حالت تھی کہ جس قرآن میں سورۃ "قل آعوذ برب الفلق" اور" قل آعوذ برب الناس، دیکھ لیتے اس کو چھیل دیتے اور کہتے تھے قرآن مجید میں اس چیز کو نہ ملاؤ جو قرآن کی نہیں ہے یہ دونوں سورتیں قرآن مجید کی نہیں ہیں، حضرت رسولؐ خدا نے صرف تعویذ کے لیے ان دونوں کا حکم دیا تھا اور ابن مسعود ان دونوں سورتوں کو پڑھتے بھی نہیں تھے۔"

(۳) علامہ ممدوح ہی لکھتے ہیں:

وكل سورة افتتحت بهافهي مشتملة علے الامور الثلاثة وسورة الاعراف زيد فيها الصادعلے الم لما فيها من شرح القصص .
ہر سورہ جو حروف مقطعات سے شروع کی گئی ہے وہ امور ثلثہ پر مشتمل ہے اور سورۃ الاعراف الم کے پہلے حرف صاد زیادہ کردیا گیا ہے کیونکہ اس میں قصوں

کی شرح ہے۔

وزید فی الرعد راء لاجل قوله رفع السماوات ولاجل ذکر الرعد والبرق وغیرہ هما.

اور سورہ رعد میں حرف راء زیادہ کردی گئی کیونکہ اس میں خدا کا قول "رفع السماوات" اور ساتھ ہی رعد اور برق وغیرہ کا ذکر ہے۔

(اتقان مطبوعہ مصر جلد ۲، ص ۱۱۴)

مولوی صاحب: خیر اب زیادتی کی بحث کو بھی ختم کرو۔

قرآن مجید کی غلطیوں کا نقشہ مرتبہ نواب محسن الملک بہادر جس میں تحریف قرآن کا صاف اقرار ہے

ہدایت خاتون: ایک اور دلچسپ مضمون سنو! ہندوستان کے مشہور بزرگ نواب مولوی مہدی علی خان ملقب بہ محسن الملک بہادر کو تو جانتے ہو جو علی گڑھ کالج کے سیکرٹری بھی رہے ہیں اور شیعوں کے خلاف ایک مکمل کتاب آیات بینات بھی لکھی ہے انہوں نے قرآن مجید کی غلطیوں کا ایک نقشہ بنا کر شائع کیا تھا جس سے قرآن مجید کی تحریف پر مہر ثبت ہوگئی اور تم لوگوں کے اعتقاد تحریف کا ہر طرف اشتہار ہوگیا۔

مولوی صاحب: مولانا محسن الملک قبلہ کو میں خوب جانتا ہوں ان سے کون مسلمان ناواقف ہوگا، وہ سرسید احمد خان بہادر کے مخصوص شاگرد' خود بھی بڑے پایہ کے عالم دین اور محقق زمانہ تھے۔ ان پر مسلمانوں کو بڑا فخر و ناز ہے مگر وہ ایسی حرکت نہیں کرسکتے جس سے اسلام کو نقصان پہنچے اور قرآن کی توہین ہو، وہ جید اور زبردست پیشوا تھے۔

ہدایت خاتون: خیر وہ چاہے کیسے ہی ہوں میں تو کتاب دکھاتی ہوں' سرسید احمد خان مرحوم کے مشہور علمی رسالہ ''تہذیب الاخلاق'' میں تمہارے علماء کی دیانتداری' خوش اعتقادی اور حق پسندی کی داد دیتے ہوئے ممدوح حسب ذیل رقم طراز ہیں۔

مولوی صاحب: ہاں ایک بات تو میں بھول گیا کہ ہمارے زمانہ کے علماء قرآن مجید کے اس غلط نامہ کی نسبت نعوذ باللہ منہا کیا فرماتے تھے۔ جو بڑے بڑے عالموں نے مرتب کیا ہے اور جس سے تفسیریں اور بڑی بڑی کتابیں بھری پڑی ہیں کہ اس کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض مسلمان عالموں نے قرآن مجید کو کس قدر غلط اور محرف اور غیر صحیح ٹھہرایا ہے۔ نمونہ اس کا لکھتا ہوں

صحیح آیت جو قرآن سے رہ گئی	غلط آیت جو قرآن میں ہے	سند غلطی کی
فی قلوبهم الحمیه حمیة الجاهلیة کما حمو القسد المسجد الحرام فا نزل الله سکینة علی رسوله	''کما حموا'' سے آخیر تک قرآن میں لکھنے سے رہ گیا	مستدرک حاکم اور درمنثور سیوطی بروایت ابی بن کعب،
صلوا علیه وسلموا تسلیما وعلی الذین یصلون الصفوف الاول	وعلی الذین آخر تک قرآن سے ندارد ہو گیا	اتقان بروایت حمیدہ
وهو اب لهم وازواجه امهاتهم	وهو اب لهم قران مجید سے اڑ گیا	حاکم ابن مردویہ بیہقی عبدالرزاق سعید بن منصور وغیرہ بروایت ابن عباس
فامضوا الی ذکر الله	فاسعوا الی ذکر الله	موطا امام مالک بروایت عمر بن خطاب
انی انا الرزاق ذوا لقوة المتین	ان الله هو الرزاق	صحیح ترمذی بروایت عبداللہ بن مسعود
ووصی ربک	وقضی ربک	اتقان بروایت ابن عباس
والنهار اذا تجلی والذکر الانثی	والذکر والا نثی، قرآن مجید سے ندارد ہو گیا	صحیح مسلم و صحیح بخاری و ترمذی بروایت ابو داؤد
مثل نور الله عن مشکوٰة	مثل نوره کمشکوة	درمنثور بروایت ابن عباس

مولوی صاحب: ارے دیکھوں تو کہاں لکھا ہے یہ تو انہوں نے بڑا ہی غضب کیا نواب محسن الملک اور ایسا لکھیں کیسی قیامت کی بات ہے۔

ہدایت خاتون: (کتاب دے کر) یہ لو رسالہ تہذیب الاخلاق جلد دوم ۱۲۷ پڑھو۔

مولوی صاحب: نے کتاب مذکورہ پڑھی تو غصہ سے بھوت ہو گئے۔ دیر تک بہت کچھ بولتے

اور غیض وغضب کا اظہار کرتے رہے پھر کہا۔ مولانا محسن الملک نے بڑا ظلم کیا کہ یہ نقشہ بنا کر شائع کر دیا۔ اس میں صاف صاف اقرار بھی کیا کہ قرآن مجید کو ہمارے علمائے کرام نے غلط اور محفر ثابت کیا ہے۔ اب ہم لوگوں آریوں اور عیسائیوں کو کیا جواب دیں گے؟ توبہ! توبہ!

ہدایت خاتون: خیر وہ تمہارے عالم ہیں اور تم لوگوں کو ان پر فخر و ناز ہے جو چاہو کہو اب اگر سنو تو ایک اور بات کہوں ورنہ خاموش ہو جاؤں۔

مولوی صاحب: کیا کہوں؟ نہ کچھ بولا جاتا ہے نہ سوچا جاتا ہے خیر جو کہنا ہو کہتی جاؤ۔

شیطان کی تحریف قرآن

ہدایت خاتون: وہ یہ کہ تمہاری کتابوں سے ثابت ہے شیطان نے حضرت رسولؐ خدا کے زمانہ میں قرآن میں تحریف کردی تھی اور لطف یہ کہ خود حضرت رسول خدا صلعم کو اس تحریف۔ میں مبتلا کردیا

مولوی صاحب: میں دیکھتا ہوں تم ایسی ایسی باتیں نکالتی جاتی ہو۔ جن سے میں پاگل ہو جاؤں گا یا شاید مر جاؤں۔

ہدایت خاتون: خدا نہ کرے۔ کیسی منحوس باتیں منہ سے نکالتے ہو، اگر تم اس درجہ اثر لیتے ہو تو بہتر ہے یہ سلسلہ بند کردو...... تم پاگل ہو جاؤ گے تو میں کیسے زندہ رہ سکوں گی۔ تم ہی نے میرا مذہب شیعہ چھڑانے کے لیے یہ سلسلہ قائم کیا ہے۔

مولوی صاحب: نہیں تم بند نہ کرو، بیان کرو کیا کہنا چاہتی ہو۔ شیطان نے قرآن مجید میں کس طرح تحریف کردی۔

ہدایت خاتون: نہیں اب اس وقت نہیں کہوں گی۔ جب تمہارا مزاج درست ہوگا تب کہوں گی اس وقت کہنے سے تمہاری صحت بگڑنے کا خوف لاحق ہوگیا ہے۔

مولوی صاحب: نہیں کیا میں بچہ ہوں کہ جو ان باتوں کے صرف سننے سے علیل ہو جاؤں گا یا کوئی بڈھا ہوں جس کی قوت ختم ہو چکی ہے یا کوئی عورت ہوں کہ ذرا سی بات پر ہاتھ پاؤں پٹخنے لگوں گا۔ تم اسی وقت کہو کہ شیطان نے قرآن شریف میں کیسے تحریف کردی۔

ہدایت خاتون: سنو! علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

عن ابن عباس ان رسول الله قراء سورة النجم وهو بمكة فاتے علے هذه الاية افرأيتم اللات والعزے ومنات الثالثة الاخرے فالقے الشيطان علے لسانه انهن الغرا نيق العلے فانزل الله وما ارسلنا من قبلک الاية .

حضرت ابن عباس کہتے تھے کہ حضرت رسولؐ خدا (پ ۲۷ سورہ النجم) مکہ معظمہ میں پڑھتے تھے۔ جب اس کو پڑھتے ہوئے اس کی آیت (۱۹،۲۰) " افرایتم اللات والعزے و منات الثالثة الاخرے " تک پہنچے تو اس کے بعد شیطان نے قرآن میں تحریف کردی اور حضرتؐ کی زبان پر یہ جملہ جس کو حضرت نے مثل آیت کے پڑا جاری کردیا " انهن الغرانيق العلے " حضرت کی اس غلطی پر خدا نے یہ آیت نازل کی:

" وما ارسلنا من قبلک الاية ان رسول الله وهو بمكته قراء سورة النجم فلما بلغ افرائيتم اللات و العزے ومناة الثالثة الا خرے قال ان شفاء عتهن تر تجے وسها رسول الله ففرح المشركون بذلک فقال الا انما كان ذلک من الشيطان . فا نزل الله وما ارسلنا من قبلک من رسول ولا نبی الااذا تمنے القے الشيطان فی امنيته حتے بلغ عذاب يوم عقيم .

حضرت رسولؐ خدا جب مکہ میں تھے۔ تو سورہ والنجم پڑھی۔ اس میں جب آیت " افرائيتم اللات والعزے ومنات الثالثة الاخرے " تک پہنچے تو فرمایا ان بتوں کی شفاعت کی امید کی جاتی ہے مگر حضرت رسولؐ خدا نے بھولے سے یہ بات کہہ دی تھی۔ جس پر کفار مکہ خوشی سے پھول گئے۔ جب حضرت کو اس کی خبر ہوگئی تو فرمایا تو سن رکھو کہ یہ جملہ میری زبان پر شیطان نے جاری کرایا تھا اس پر خدا نے یہ آیت نازل کی:

وما ارسلنا من قبلک من رسول ولا نبی الا اذا تمنے القے الشیطان فی امنیة حتی بلغ عذاب یوم عقیم۔

"اے پیغمبرؐ! ہم نے تجھ سے پہلے کوئی رسول اور نبی ایسا نہیں بھیجا، مگر اس کو یہی بات پیش آئی، جب اس نے کوئی خیال باندھا یا کچھ پڑھنا شروع کیا تو شیطان نے اپنی طرف سے اس کے خیال یا تلاوت میں کچھ ملا دیا پھر جو شیطان ملا دیتا ہے اللہ اس کو منسوخ کر دیتا ہے۔" (پ ۱۷ سورہ حج رکوع ۱۴/۷)

اس طرح عذاب یوم عقیم تک خدا نے نازل کی۔ (تفسیر در منثور جلد ۲، ۳۶۷)

اور جناب مولانا وحید الزمان خان صاب نے لکھا ہے۔ کہتے ہیں آنحضرتؐ کے دل میں خیال آیا کہ اگر ایسی آیتیں نہ اتریں جن میں مشرکوں کے معبودوں کی برائی ہو تو بہتر ہے کیونکہ آپ کو اس کی بڑی غرض تھی کہ کسی طرح ان کا دل اسلام کی طرف مائل ہو جائے۔ ایک روز ایسا ہوا کہ آپ مشرکوں کی ایک مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے اس وقت سورہ والنجم اتری۔ آپ یہ سورہ لوگوں کو سنانے چلے۔ جب اس مقام پر پہنچے

" افرایتم اللات والعزے ومنات الثالثة الاخرے "

"تو شیطان نے آپ کی زبان سے بے اختیار نکلوا دیا"

"تلک الغرانیق العلے وان شفاعتھن لترتجے "

"یہ بڑے بڑے بت ہیں اور ان کی شفاعت قبول ہونے کی امید ہے"

یہ سنتے ہی قریش کے لوگ خوش ہو گئے اور جب آپ سجدے کی آیت پر پہنچے تو مسلمان اور مشرک سب نے ایک ساتھ سجدہ کیا اور قریش کے لوگوں نے کہنا شروع کیا کہ اب تو محمدؐ ہمارے معبودوں کی تعریف کرنے لگے ہیں اور حضرت جبرائیلؑ اترے اور پیغمبر علیہ السلام سے کہا: یہ تم نے کیا پڑھ دیا؟ میں تو اللہ تعالیٰ کے پاس سے یہ نہیں لایا۔ آنحضرت کمال رنجیدہ ہوئے اور بہت ڈرے اس وقت یہ آیت اتری قرآن مجید مترجم مولانا ممدوح اور زمانہ حال کے نامور

محقق اور مورخ شمس العلماء مولانا شبلی نعمانی صاحب نے لکھا ہے:

"تلک الغرانیق العلٰی" کی حدیث کو جس میں بین ہے کہ شیطان نے آنحضرت کی زبان سے وہ الفاظ نکلوا دیئے۔ جن میں بتوں کی تعریف ہے بعض محدثین نے ضعیف اور نا قابل اعتبار کہا تھا۔ اس کے باطل ہونے کی ایک عقلی دلیل یہ بیان کی تھی

لو وقع لارتد کثیر ممن اسلم ولم ینقل ذلک.

اگر ایسا ہوتا تو بہت سے مسلمان اسلام سے پھر جاتے، حالانکہ ایسا ہونا مذکور نہیں' حافظ ابن حجر فتح الباری میں، اس قول کو نقل کر کے لکھتے ہیں:

وجمیع ذلک لا یتمشٰی علٰی القواعد فان الطرق اذا کثرت وتباینت مخارجھا دل ذلک علٰی ان لھا اصلا.

(فتح الباری جلد ۸' ص ۳۳۳)

یہ تمام اعتراضات اصول کے موافق چل نہیں سکتے اس لیے کہ روایات کے طریقے جب متعدد ہوتے ہیں اور ان کے ماخذ مختلف ہوتے ہیں تو یہ اس بات کی دلیل ہوتی ہے کہ روایت کی کچھ اصل ہے (سیرۃ النبی جلد ۱' ۵۱) دوسرے موقع پر ممدوح لکھتے ہیں آنحضرتؐ نے حرم میں ایک دفعہ نماز ادا کی کفار بھی موجود تھے جب آپ نے یہ آیت پڑھی۔ "ومنات الثالثة الاخرٰی" تو شیطان نے آپ کی زبان سے یہ الفاظ نکلوا دے۔ "تلک الغرانیق العلٰی وان شفاعتھن لترتجٰی' یعنی یہ بہت معظم اور محترم ہیں اور ان کی شفاعت مقبول ہے۔ اس کے بعد آنحضرتؐ نے سجدہ کیا اور تمام کفار نے آپ کی متابعت کی۔ بہت سے محدثین نے اس روایت کو بہ سند نقل کیا ہے ان میں طبری' ابن ابی حاتم' ابن المنذر' ابن مردویہ' ابن اسحٰق' موسٰی بن عقبہ' ابو معشر شہرت عام رکھتے ہیں اس سے بڑھ کر تعجب یہ ہے کہ حافظ ابن حجر کو جن کے کمال فن حدیث پر زمانہ کا اتفاق ہے۔ اس رویات کی صحت پر اصرار ہے چنانچہ لکھتے ہیں:

"وقد ذکرنا ان ثلاثة اسانید منھا علٰی شرط الصحیح وھی

مراسیل یحتج بمثلها من تحتج بالمراسیل"

"ہم نے اوپر بیان کیا ہے کہ اس روایت کی تین سندیں صحیح کی شرط کے موافق ہیں اور یہ روایتیں مرسل ہیں اور ان سے وہ لوگ استدلال کرسکتے ہیں جو مرسل روایتوں کے قائل ہیں"۔

(سیرۃ النبی جلد ۱ ص ۱۷۶)

مولوی صاحب: مگر یہ تو حضرت رسول مقبولؐ کا فعل تھا کہ غلطی سے یا بھولے سے یا کسی عنوان سے اس جملہ کو اپنی زبان پر جاری کردیا۔ اس میں قرآن شریف کا کیا قصور رہا جو تم نے تحریف قرآن کی بحث میں اسے چھیڑ دیا۔

ہدایت خاتون: واہ! سب کچھ پڑھ گئے تحریف کا یہ بھی تو زبردست ہی مسئلہ ہوا کہ تم لوگ اب کہتے ہو کہ ہماری کتابوں میں قرآن مجید کی زیادتی یا تحریف کا کوئی ثبوت نہیں ہے حالانکہ یہ زبردست ثبوت موجود ہے کہ خود حضرت رسولؐ خدا نے قرآن مجید میں اس جملہ کو داخل کردیا۔ جسے خدا نے قرآن میں نازل نہیں کیا تھا یا شیطان نے اس میں زبردست تحریف کردی کہ حضرت رسولؐ خدا کی زبان پر اتنا بڑا جملہ قرآن میں داخل ہوگیا۔ تم لوگ بڑے زور وشور سے جو کہتے ہو کہ خدا کا قول" انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون" سے مراد یہ ہے کہ خدا قرآن مجید کی حفاظت کرے گا اور اس میں نہ کسی جملہ کو زیادہ ہونے دے گا، اور نہ اس سے کم ہونے دے گا، تو بتاؤ جس وقت شیطان نے قرآن میں یہ تحریف کی کہ اس جملہ کو اس میں داخل کردیا اور حضرت رسولؐ خدا نے سورہ والنجم کو اسی زیادتی کے ساتھ تلاوت فرمایا اس وقت خدا سو رہا تھا یا جاگتا تھا، بلکہ یوں پوچھوں کیا خدا مر گیا تھا یا جیتا تھا، دنیا میں موجود تھا یا کسی قبر میں دفن کردیا گیا تھا؟

مولوی صاحب: "لاحول ولا قوۃ" استغفر اللہ! کیا کفر کا کلمہ بکنے لگیں۔ معاذ اللہ خدا مر کیسے سکتا ہے۔ توبہ کرو، توبہ!!

ہدایت خاتون: لو توبہ کرتی ہوں توبہ! توبہ! توبہ! مگر میں نے کون سا گناہ کیا۔ جس سے توبہ کراتے ہو۔ خود تم لوگ ہی کہتے ہو کہ قرآن میں تحریف نہیں ہونے دے گا اور خود ہی کہتے ہو کہ

خدا نے تحریف ہونے دی؛ شیطان نے اس میں ایک جملہ بڑھا دیا اور آنحضرتؐ نے اس کو قرآن میں پڑھ دیا تو اس میں میری کیا خطا ہوئی۔ جس سے توبہ کا حکم دیتے ہو۔ تم ہی بتاؤ۔ خدا نے شیطان کو یا رسول اللہ صلعم کو اس تحریف سے کیا روکا۔ اگر وہ زندہ تھا تو اپنے ہی وعدہ کے مطابق اپنے ہی کلام پاک کی اس نے کیا حفاظت کی؟ اور کس طرح اس کو تحریف سے بچایا؟

مولوی صاحب: انصاف یہ ہے کہ تمہاری باتوں کا میرے پاس جواب نہیں ہے اور شاید کسی کے پاس نہیں۔

ہدایت خاتون: یہ بات نہیں ہے بلکہ تمہاری مذہبی کتابوں میں تمہارے مذہب کے خلاف اتنی باتیں بھری ہیں جن کا جواب کسی کے پاس نہیں ہے۔

قرآن مجید سے استہزاء

مولوی صاحب: مگر تم تو قرآن مجید سے استہزاء، مسخرہ پن کر رہی ہو۔ ایسی شوخی کی باتیں تو کسی طرح مناسب نہیں ہوسکتیں۔

ہدایت خاتون: معاذ اللہ! خدا کی پناہ! میں قرآن مجید کی استہزاء کر رہی ہوں؟ تو لو میری زبان مقراض سے کاٹ دو۔ ایسی چیز دنیا میں رہنے کا حق ہی نہیں رکھتی جو ایسی بے ادبی کرے میں تو تمہاری کتابوں میں جو چیزیں پڑھ چکی ہوں۔ انہی کو بیان کر رہی ہوں اور وہ بھی تمہارے کہنے پر، اب تم بحث سے گھبرا گئے تو ایسے پہلو بدلنے لگے کہ میں اپنے آپے میں نہ رہوں۔ صاف ہی کہہ دو کہ اب بحث کی ضرورت نہیں ہے۔

مولوی صاحب: (شرما کر) خیر میں اپنی بات واپس لیتا ہوں۔ تم کو جو کچھ کہنا ہو اطمینان سے بیان کرو۔ بحث کی ضرورت کیوں نہیں۔ تم کو راہ راست پر لانا ہے۔

ہدایت خاتون: تم مجھے الزام دیتے ہو کہ قرآن مجید سے استہزاء کرتی ہوں حالانکہ تمہارے بزرگوں ہی نے قرآن مجید سے مزاح و استہزاء بھی کیا ہے۔ اور اس کا ارمان کبھی باقی نہیں رکھا

تمہارے مذہب کی خوبیاں کہاں تک بیان کی جائیں۔

مولوی صاحب: تم پھر وہی چڑانے اور چھیڑنے کی باتیں کرنے لگیں۔ اب کہہ دو کہ تمہاری کتابوں میں اس کا ثبوت موجود ہے۔

ہدایت خاتون: بے شک کہتی ہوں اور ڈنکے کی چوٹ پر کہتی ہوں۔ کچھ چوری ہے جو دبی زبان سے کہوں۔ اگر ثبوت نہیں ہوتا تو میں دعویٰ ہی نہیں کرتی وہی کہتی ہوں جس کی صاف دلیل ہو۔

مولوی صاحب: خیر اب اس کی دلیل بھی بیان کرو تجربہ سے تو مجھ کو یقین ہو گیا ہے کہ تمہاری کسی بات کا جواب نہ ہے نہ ہوگا۔ بس کہتی جاؤ اور میں بت بن کر سنتا جاؤں۔

ہدایت خاتون: سنو علامہ سیوطی کہتے ہیں:

عن السدی فی قوله ومن اظلم ممن افترے علی الله کذبا اوقال اوحے الی ولم یوح الیه شئی قال نزلت فی عبدالله بن سعد بن ابی سرح القرشی اسلم وکان یکتب للنبیؐ فکان اذا املے علیه سمیعا علیما. کتب علیما حکیما واذا قال علیما حکیما کتب سمیعا علیما فشک وکفر قال ان کان محمدؐ یوحے الیه فقد اوحے الی،

(پارہ ۷ سورہ انعام رکوع ۱۱/۱۷)

سدی کہتے تھے کہ:

آیة ومن اظلم ممن افترے علےٰ الله کذ با اوقال اوحی الی ولم یوح الیه شئی .

ایک شخص عبداللہ بن سعد بن ابی سرح قرشی کے بارے میں نازل ہوئی مگر وہ جب مسلمان ہوا تو حضرت رسولؐ خدا اپنی وحیوں کو اسی سے لکھوانے لگے مگر اس کا یہ معمول ہو گیا کہ حضرت جو وحی لکھواتے اس میں خود اصلاح دے دیا کرتا

اور کچھ کا کچھ لکھ دیا کرتا۔ مثلاً اگر حضرت فرماتے کہ لکھو" سمیعا علیما " تو وہ لکھ دیتا "علیما حکیما" اور حضرت فرماتے کہ علیما حکیما لکھو تو وہاں سمیعا علیما لکھ دیتا۔ اس طرح کرتے رہنے سے اس کو حضرت کی نبوت میں شک ہوا تو وہ پھر کافر ہوگیا اور کہنے لگا اگر محمدؐ پر وحی نازل ہوتی ہے تو (نئی بات کیا ہے) مجھ پر بھی نازل ہوتی ہے۔

کان یکتب للنبیؐ فکان فی ما یملی عزیز حکیم فیکتب غفور رحیم فیغیرہ ثم یقراء علیه فرجع عن الا سلام ولحق بقریش .

وہ حضرت کی وحی لکھا کرتا اگر حضرت کسی سورہ میں فرماتے کہ "عزیز حکیم لکھو تو وہ غفور رحیم لکھ دیتا اس وجہ سے وہ اسلام سے پھر گیا اور قریش سے جا ملا۔

(درمنثور جلد ۳، ۳۰)

بتاؤ وہ کیوں کافر ہوگیا؟ اس وجہ سے کہ اس نے دیکھا کہ وہ جو چاہتا قرآن کو بدل کر لکھ دیتا ہے اور اس پر وہ سمجھا کہ اگر یہ خدا کا کلام ہوتا تو اس کے ہاتھ کو خدا ایسا کرنے سے روک دیتا مگر خدا نے ایسا کیا نہیں۔ اس سبب سے وہ کافر ہوگیا۔ پس اگر خدا نے قرآن مجید کو تحریف سے پاک رکھنے کا وعدہ کیا ہوتا تو عبداللہ وحی کو الٹ پھیر کر لکھنے میں کیوں کامیاب ہوگیا۔ اس نے تحریف ضرور کی تو اس کو اس تحریف پر قدرت کیوں کر ہوگئی۔ ایک اور سن لو:

لما فتح النبی الکعبة اخذ ابو برزة الا سلمی وهو سعید بن حرب عبدالله بن خطل وهو الذی کانت قریش تسمیه ذا لقلبین فا نزل الله ما جعل الله لر جل من قلبین فی جونه فقدمه ابو برزة فضرب عنقه وهو متعلق باستار الکعبة فانزل الله فی لا اقسم بهذا البلد وانت حل بهذا البلد انما کان ذالک لانه قال لقریش انا اعلم لکم علم محمدؐ فاتے النبی فقال یا رسول الله

انما احب ان تستكبني . قال فاكتب فان اذا املى عليه من القرآن وكان الله عليما حكيما كتب وكان الله حكيما عليما . واذا املى عليه غفورا رحيما كتب وكان الله رحيما غفورا. ثم يقول يارسول الله اقراء عليک ماکتبت فيقول نعم فاذا اقرا عليه وكان الله عليما حكيما او رحيما غفورا قال له النبی ماهكذا . امليت عليک وان الله لکذلک انه لغفور رحيم وانه لرحيم غفور فرج الى قريش فقال ليس امره بشئی کنت اخذبه فينصرف فلم يومنه فكان احدا لاربعة الذين لم يوم منهم النبیؐ.

حضرت رسولؐ خدا نے جب خانہ کعبہ کو فتح کیا تو ابو برزہ اسلمی نے جو سعید بن حرب تھے عبداللہ بن خطل کو گرفتار کرلیا۔ یہ وہ شخص تھا جس کو قریش کے لوگ ذوالقلبین (دودل والا) کہتے تھے تو خدا نے یہ آیت نازل کی۔ اللہ نے کسی آدمی کے سینے میں دو دل نہیں رکھے۔ (پ ۲۱ ع ۱۷) تو ابو برزہ نے آگے کھینچ کر اس کی گردن اڑا دی اس وقت وہ خانہ کعبہ کے پردے سے لپٹا ہوا تھا۔ تب خدا نے یہ آیت نازل کی۔ اے پیغمبرؐ میں اس شہر کی قسم کھاتا ہوں اور تو اس شہر میں آزاد ہوگا۔

(پارہ ۳۰ ع ۱۵)

اور یہ بات اس سبب سے ہوئی کہ اس عبداللہ بن خطل نے قریش سے کہا تھا کہ دیکھو میں تمہارے لیے محمدؐ کا حال جانتا ہوں یہ کہہ کر حضرت رسولؐ خدا کی خدمت میں پہنچا اور کہا اے رسولؐ خدا! میں چاہتا ہوں کہ آپؐ مجھ سے لکھوایا کریں۔ حضرتؐ نے فرمایا اچھا لکھا کرو، مگر وہ کیا کرتا کہ جب حضرتؐ قرآن مجید میں "وكان الله عليما حكيما" لکھنے کو کہتے تو وہ الٹ لکھ کر "حكيما عليما" لکھ دیتا اور جب حضرت فرماتے کہ لکھو "وكان الله غفور

رحیما "وہ لکھ دیتا "وکان اللہ رحیما غفورا" پھر کہتا اے رسولؐ خدا میں
نے جو لکھا ہے آپ کو سنا دوں۔ حضرتؐ فرماتے ہاں پھر جب وہ پڑھتا "وکان
اللہ علیما حکیما یا رحیما غفورا" تو اس سے حضرتؐ فرماتے۔ میں
نے تم سے اس طرح لکھنے کو تو نہیں کہا تھا۔

اگرچہ خدا ہے ایسا ہی کہ وہ غفور و رحیم ہے اور وہ رحیم وغفور ہے پھر وہ قریش کی طرف واپس گیا اور کہا ان کا دعویٰ کچھ نہیں، میں جدھر چاہتا ہوں ادھر یہ پھر جاتے ہیں تو حضرتؐ نے اس کو امن نہیں دیا اور وہ بھی انہی چار لوگوں میں رہا جو حضرت رسول خدا کے امن سے محروم رہے
(تفسیر درمنثور، جلد ۶، ص ۳۵۲)

مولوی صاحب: واقعاً بڑا بدمعاش اور پاجی تھا، اچھا ہوا حضرت رسول مقبولؐ نے اس کو قتل کرادیا۔ یہ زندہ رہتا تو نہ معلوم کتنا فساد پیدا کردیتا۔ قرآن مجید کو ایک کھلونا بنادیتا تو یہ پہلے زمانے میں کیسے کیسے بے ہودہ گزرے ہیں۔

ہدایت خاتون: پھر تم لوگ کس منہ سے کہتے ہو کہ قرآن مجید میں کوئی تغیر نہیں ہوسکتا۔ خدا نے اس کی حفاظت کا وعدہ کیا ہے۔ اگر قرآن مجید کی حفاظت کا وعدہ ہوتا تو خدا نے اس کو کیوں نہیں اس شرارت سے باز رکھا۔

مولوی صاحب: بات تو انصاف کی ہے اگر " انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون " قرآن شریف ہی کے متعلق وعدہ ہوتا ہے تو خدا کو ضرور اس کو اس قسم کی شرارتوں سے بچانا چاہیے تھا۔ مگر آنحضرتؐ کے بعد ممکن ہے خدا نے اس کی حفاظت کی ہو۔

ہدایت خاتون: تمہاری عقل کے قربان جاؤں۔ اتنی بحثیں ہوچکیں مگر اب تک تم مرغ کی وہی ایک ٹانگ کہے جاتے ہو۔ اگر آنحضرتؐ کے بعد خدا اس کی حفاظت کرتا تو اتنے الفاظ کی کمی کیوں ہوگئی؟ اتنی عبارتیں غائب کیسے ہوگئیں؟ الفاظ کیوں بدلے گئے؟ قرآن مجید کی ترتیب کیوں بدل گئی؟

قرآن مجید میں اور تغیّر ترتیب

مولوی صاحب: ترتیب کا تغیر تو پہلے ہی تم بیان کرچکی ہو۔ کی سوروں کے پہنے مدنی اور مدنی کے بعد مکی سورتیں ہیں ایک ہی بات کو دہرانے کی کیا ضرورت ہے؟

ہدایت خاتون: یہی کیوں؟ اور بھی بہت سی ترتیب بدل دی گئی ہے۔

مولوی صاحب: نہیں اور کوئی ترتیب نہیں بدلی ہوگی۔ تم حد سے نہ گزر جاؤ۔

ہدایت خاتون: اچھا سنو!

(۱) ان رسول الله قال له اخبرک باخبر سورة نزلت فی القرآن .قلت بلے یا رسول الله قال فاتحة الکتاب .

حضرت رسولؐ خدا نے عبداللہ بن جابر سے فرمایا: کیا میں تم کو نہ بتاؤں کہ قرآن مجید میں سب سے آخری کون کون سی سورہ نازل ہوئی؟ عبداللہ نے عرض کیا ہاں یا حضرت ضرور بتادیں۔ حضرتؐ نے فرمایا وہ سورہ فاتحہ ہے۔

(تفسیر درمنثور جلد ۱ ص ۴)

دیکھو خدا نے جس سورہ کو سب سے آخر میں نازل کیا۔ تمہارے صحابہ نے اس کو قرآن مجید میں سب سے پہلے کردیا۔ اور سنو!

قال رسول الله لاتقولو ا سورة البقروولا سورة آل عمران ولا سورة النساء وکذلک القران کله ولکن قوله السورة التی یذکرفیها البقرة والسورةالتی یذکر فیها آل عمران وکذلک القرآن کله .

حضرت رسولؐ خدا نے فرمایا یہ نہ کہا کرو۔ سورہ بقرہ سورہ آل عمران وغیرہ بلکہ اس طرح کہا کرو وہ سورہ جس میں بقرہ کا ذکر ہے وہ سورہ جس میں آل عمران کا

ذکر ہے اسی طرح پورے قرآن کو۔ (درمنثور جلد ۱، ص ۱۸)

مولوی صاحب: تو اس میں تغیر ترتیب کیونکر ہوا، جو تم نے اس بحث میں ذکر کیا۔؟

ہدایت خاتون: اب ہر شخص یہی کہتا ہے سورہ بقرہ اور سورہ آل عمران اور بولتا بھی یوں ہی ہے علماء اور ارکان دین سب اسی طرح لکھتے بولتے ہیں تو کیا یہ تغیر ترتیب نہیں ہوا۔ کہ ہر سورہ کے قبل اس طرح لکھا ہوا ہے جس طرح لکھنے کو نہ خدا نے کہا نہ رسولؐ نے اور نہ اس طرح قرآن مجید نازل ہوا۔ اب جو قرآن مجید میں ہر سورہ کے پہلے اس سورہ کا نام لکھا ہوا ہے کیا اسی طرح خدا نے نازل کیا تھا؟ یا مسلمان نے یہ تغیر دے دیا۔

مولوی صاحب: تم تو ایک رودے پر دوسرا پھر تیسرا ردا رکھتی چلی جاتی ہو۔ یہ بھی نئی بات معلوم ہوئی ہے کہ قرآن پاک میں ہر سورہ کے پہلے اس سورہ کا نام لکھا ہوا ہے۔ یہ انسانی کلام اس میں داخل کر دیا گیا ہے اور اب قرآن مجید خالص اللہ تعالیٰ کا کلام نہیں رہا۔ اسی وجہ سے اس کو لوگ لے کر جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں اور ان کا کچھ نہیں بگڑتا۔ اس کی ہر طرح بے حرمتی کرتے ہیں۔ نجس لوگوں سے لکھواتے رہیں بے موقع رکھتے ہیں بلکہ اس کے اوراق تک دکان پر بیچ دیتے ہیں اور پھر ان کی کوئی تنبیہ نہیں ہوتی۔

ہدایت خاتون: سنتے جاؤ:

(۳) عن ابن زید قال هذا الآية مقدمة و موخرة انما هي اذا عوابه الاقليلا منهم ولولا فضل الله عليكم ورحمة لم ينج قليل ولا كثير .

ابن زید کہتے تھے کہ (پ ۵، سورہ نساء، رکوع ۱۱/۸) آیت مقدم موخر آگے پیچھے ہوئی ہے وہ اس طرح تھی۔ " **اذا عوابه الا قليلا منهم ولولا فضل الله عليكم ورحمة لم ينج قليل ولا كثير** " مگر اب یہ آیت اس طرح ہے۔

اذا عوابه ولو ردوه الی الرسول اولی الام منهم لعلمه الذين يستنطبونه منهم ولولا فضل الله عليكمه ورحمته لا تبتعم الشيطان الا قليلا . (درمنثور جلد۲'۱۸٦)

مولوی صاحب: یہ بھی بالکل نیا مضمون ہے کیا تماشہ ہو رہا ہے توبہ۔

ہدایت خاتون: بولتے کیوں ہو سنتے جاؤ۔

حق کا سیدھا راستہ

(میاں اور بیوی کے درمیان مکالمہ)

ایک صحابی نے خدا کو اصلاح دی

ہدایت خاتون: ایک اور لطیفہ دیکھو کہ ایک صحابی نے خدا کو ایک بات یاد دلائی تو خدا نے ان کی رائے کے مطابق اپنے کلام میں اصلاح لے کر اس کو نازل کیا سنو۔

(۴) عن زید بن ثابت قال کنت الی جنب رسولؐ الله فغشیة السکینة فوقعت فخذ رسولؐ الله علی فخذی فما وجدت ثقل شئی اثقل من فخذ رسولؐ الله ثم سری عنه فقال الکتب فکتبت فی کتف لا یستوی القاعدون من المومنین والمجاهدون فی سبیل الله الی آخر الآیة فقال ابن ام مکتوم و کان رجلا اعمٰی لما سمع فضل المجاهدین . یا رسول الله فکیف بمن لا یستطیع الجهاد من المومنین فلما قضٰی کلا ما غشیت رسولؐ الله السکینة فوقعت فخذه علی فخذی فوجدت ثقلها فی المرة الثانیه کما وجدت فی المرة الاولٰی ثم سری عن رسولؐ الله فقال اقراء

یا زید فقرأت لا یستوی القاعدون من المومنین فقال رسولؐ الله
اکتب غیر اولی الفرر الا یۃ قال زید انزل الله وحد ھا فالحقتھا "
مختصر یہ کہ زید بن ثابت کا بیان ہے کہ حضرت رسولؐ خدا پروحی نازل ہوئی تو آپ نے فرمایا لکھو، میں نے ایک ہڈی پر لکھا:

"لا یستوی القاعدون من المومنین او المجاھدون فی سبیل الله"

تا آخر آیت جو مومنین جہاد کرتے ہیں اور جو گھر بیٹھے رہتے ہیں وہ برابر نہیں ہو سکتے۔(پ ۵، سورہ نساء، رکوع ۱۰ / ۱۳)

اس پر ابن ام مکتوم جو نابینا تھے بولے: یا حضرتؐ جو مجبور ہو؟ اس بات پر حضرتؐ پر پھر وحی نازل ہوئی۔ اس کے بعد حضرتؐ نے زید سے فرمایا ."لا یستوی القاعدون من المومنین " کے بعد" غیر اولی الضرر " کا جملہ بھی بڑھا دو۔چنانچہ یہ جملہ بڑھا دیا گیا۔اور آج تک قرآن مجید میں یہ موجود ہے۔(درمنثور جلد ۲ ص ۲۰۳)

(۵) عن ابن عباس کان یقراء ھذا الحرف ان یدعون من دونہ الا انثے ...... وعن مجاھد فی قولہ الا اناثا قال الا اوثانا ....عن عائشہ انھا کان تقراء ید عون من دونہ الا اوثانا ولفظ ابن جریر کان فی مصحف عائشہ ان یدعون من دونہ الا اوثانا ....قراء رسول الله ان یدعون من دونہ الا انثے .

(پارہ ۵، سورہ نساء، رکوع ۱۸/۱۵)

میں اب یہ آیت ہے " ان یدعون من دونہ الا اناثا "مگر عباسی کہتے تھے کہ یہ " ان یدعون من دونہ الا انثیٰ " ہے اور مجاہد کہتے تھے کہ یہ اناثا ہے نہ انثی ہے بلکہ اوثانا ہے۔ جناب عائشہ بھی اس کو " اوثانا " ہی پڑھتی تھیں۔اور حضرت رسولؐ خدا اس کو الا انثے پڑھتے تھے۔(درمنثور، جلد ۲' ۲۲۳)

(٦)لا یحب اللہ الجھر بالسوء من القول الا من ظلم قال کان الضحاک بن مزاحم یقول ھذا فی التقدیم والتا خیر یقول اللہ مایفعل اللہ بعذابکم ان شکرتم و آمنتم الا من ظلم وکان یقرؤھا کذلک ثم قال لا یحب اللہ الجھر بالسوء من القول ای علےٰ کل حال .

پانچ پارے کے آخر میں۔

مایفعل اللہ بعذابکم ان شکرتم وآمنتم و کان اللہ شاکرًا علیمًا

اور چھٹے پارے کے شروع میں " لا یحب اللہ الجھر بالسؤمن القول الامن ظلم " ہے۔ضحاک کہتے تھے کہ ان دونوں جملوں میں آگے پیچھے ہوگیا ہے اصل میں اس طرح تھا " مایفعل اللہ بعذا بکم ان شکرتم وآمنتم الا من ظلم " اوراسی طرح وہ اس کو پڑھتے تھے اس کے بعد" لا یحب اللہ الجھر بالسوء من القول " کہتے تھے یعنی ہر حال میں یہی ہے کہ خدا برائی کا زور سے بیان کرنا پسند نہیں کرتا۔(درمنثور، جلد۲ص ۲۴۷)

بولومزاج کیسا ہے۔دیکھتے ہو! پانچویں پارے کی آیت کا جملہ چھٹے پارے کی آیت میں رکھ دیا گیا۔

مولوی صاحب: کیا بولوں اور کیا جواب دوں تم نے مجھے بت بنا دیا ہے۔

ہدایت خاتون: خیراورسنو:

(۷) انما قالوا لواجھر ۃ ارنا اللہ قال ھو مقدم و موخر

پارہ ۶ رکوع ۲ شروع ہی میں فقالو ارنا اللہ جھر تہ "

جناب ابن عباس کہتے تھے کہ یہ جھرۃ ارنا اللہ "تھا مگر آگے پیچھے کردیا گیا (درمنثور جلد۲ص ۲۴۸)

(۸)عن جبیر بن نفیر قال حججت فدخلت علےٰ عائشۃ فقالت

لی یا جبیر تقراء المائدہ.فقلت نعم.فقالت اما انھاآخر سورۃ نزلت فماوجدتم فیھا من حلال فا ستحلوہ وما وجد تم من حرام فحرموہ .

جبیر ابن نفیر کہتے تھے کہ میں نے حج کیا تو حضرت عائشہ کے پاس بھی حاضر ہوا۔ جناب معظمہ نے مجھ سے فرمایا۔ اے جبیر! تم سورہ مائدہ کی تلاوت کرتے ہو؟ میں نے عرض کی: ہاں ۔ جناب معظمہ نے فرمایا دیکھو وہی سورہ ہے جو سب سے آخر میں نازل ہوئی۔ تم کو جو اس میں حلال ملے حلال سمجھو اور جو حرام ملے اس کو حرام سمجھو۔ (درمنثور جلد ۲' (۲۵۲)

(۹)عن البرأقال آخر آیت نزلت یستفتونک قل اللہ یفتیکم فی الکلالۃ آخر سورۃ نزلت تامۃ برأۃ

جناب براء بیان کرتے تھے کہ سب سے آخر میں جو آیت نازل ہوئی وہ براۃ ہے وہ یہ ہے۔

"لسفتونک قل اللہ یفتیکم فی الکلالۃ"

اور سب سے آخر میں جو سورہ نازل ہوئی وہ برأۃ ہے۔

(درمنثور جلد ۳'ص ۲۰۸)

بتاؤ تو اب یہ آیۃ "یستفتونک" کس پارہ اور کس سورہ میں ہے؟

مولوی صاحب: مجھ سے اس کو کیا پوچھتی ہو؟ پ ۶ سورہ نساء رکوع ۴ میں ہے۔

ہدیات خاتون: اور سورہ براۃ کس پارے میں ہے؟

مولوی صاحب: دسویں پارے میں' ان سب باتوں سے کیا فائدہ ؟ مہمل سوالات کرتی جاتی ہو۔

ہدایت خاتون: مہمل سوالات ہیں؟ تمہارا دل ہی جانتا ہوگا کہ ان سوالات سے تم پر کیا گزر رہی ہے' بتاؤ جو آیت سب سے آخر میں اترے اور وہ اب چھٹے پارے میں ہو اور جو سورہ سب سے پیچھے نازل ہو مگر اب دسویں پارے میں ہو۔ اسی قرآن مجید کے بارے میں تم لوگوں کا یہ دعویٰ رہتا ہے کہ کتب اہل سنت سے تحریف ثابت نہیں ہوتی؟

مولوی صاحب: تم نے تو اتنی پتے کی باتیں نکالیں کہ آج تک کسی شیعہ عالم نے بھی اتنی باتیں جمع نہیں کی ہوں گی۔

ہدایت خاتون: تم نے ابھی ہمارے علماء محققین کی کتابیں دیکھیں کہاں؟ ان حضرات کی تحقیقات تو دریائے بے پایاں ہیں۔ ان کی کتابیں دیکھو تب قدرت خدا نظر آئے اور یقین ہو کہ علم و یقین اس کو کہتے ہیں اور جب ان حضرات کی یہ معمولی لونڈی اپنے مذہب کی حقیقت اور تم لوگوں کے دعوؤں کے ابطال میں اتنی چیزیں جمع کر سکی تو پھر ان حضرات کی خدمات جلیلہ کی حد کو کون بیان کر سکتا ہے۔ ہر زمانہ میں ان بزرگان دین کے کارنامے عقلوں کے حیران کرنے والے ہی رہے۔ خیر اور سن لو۔

(۱۰) عن مجاهد فی قوله لقد نصر کم الله فی مواطن کثیره.

قال هي اول ماانزل الله من سورة براة .

مجاہدؒ کہتے ہیں کہ سورہ براۃ کی سب سے پہلی جو آیت اتری یہ ہے۔

لقد نصر کم الله فی مواطن کثیرة. اول مانزل من براة لقد نصر کم الله في مواطن کثیرة .

سب سے پہلی آیت جو سورہ براۃ کی نازل ہوئی "لقد نصر کم الله" ہے

(درمنثور جلد ۳' ۲۲۳)

اب دیکھو سورہ براۃ میں یہ آیت ۲۴ آیتوں کے بعد درج کی گئی اور بجائے اس کے کہ اس کا نمبر ۲۵ کر دیا گیا۔

(۱۱) فقال رسول الله لستم کذلک و کانت اول آیت نزلت فی التقال اذن للذین یقاتلون بانهم ظلموا حتٰے بلغ لقوی عزیز .

حضرت رسولؐ خدا نے اسما بنت عمیس سے کہا کہ عمر جو کہتے ہیں وہ بات نہیں ہے۔ اور قتال کے بارے میں جو آیت سب سے پہلے نازل ہوئی وہ یہ ہے'' اذن للذین یقاتلون بانهم ظلموا تاقوی ''عزیز

(درمنثور جلد ۴، ۲۴۵)

مگر اب یہ آیت پارہ ۱۷ سورہ حج رکوع ۶/۱۳ میں ہے) بتاؤ کہاں سے کہاں بات پہنچ گئی۔

مولوی صاحب: تو اس پر کیا اعتراض ہے؟ ہوسکتا ہے۔ جہاد کے بارے میں سب سے پہلے یہی آیت اتری ہو۔ اس کے قبل آیت نہ ہو۔

ہدایت خاتون: مگر اب قرآن مجید میں جہاد اور قتال کی بہت سی آیتیں اس آیت کے پہلے موجود ہیں۔ (پ ۲ سورہ بقرہ رکوع ۲۴/۸) میں دیکھو''وقاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم ولا تعتدوا'' پھر اسی پارہ کے رکوع ۳۲/۱۶ میں ہے۔''وقاتلوا فی سبیل اللہ'' جس سے معلوم ہوا کہ جہاد کے لیے جو آیت سب سے پہلے نازل ہوئی وہ اب سترہویں پارہ میں درج کردی گئی۔ دوسری آیتیں جو بعد کو نازل ہوئیں وہ اس سے بہت پہلے رکھ دی گئیں۔ پارہ ۴، ۵، ۹، ۱۰، ۱۱ سب ہی میں اس امر کی آیتیں ہیں سب کے پڑھنے اور سننے میں سوائے وقت ضائع ہونے کے کوئی فائدہ نہیں

مولوی صاحب: ہاں اس کی ضرورت نہیں ہے۔

ہدایت خاتون: اور سنو:

(۱۲) عن ابی لضحیؒ قال اول مانزل مائراة انفروا اخفافا وثقالاثم نزل اولها وآخرها .

ابوالضحیؒ بیان کرتے ہیں کہ سورہ براۃ کی سب سے پہلی آیت جو نازل ہوئی ہے یہ ہے

"انفرو احفافا وثقالا" اس کے بعد اس کے اول و آخر کا نزول ہوا۔

(درمنثور جلد ۳، ۲۴۲)

دیکھو جو آیت سورہ براۃ کی پہلی تھی وہ اب اکتالیسویں ہوگئی۔

(۱۳) عن ابی بن کعب قال آخر آیت انزلت علے النبیؐ وفی لفظ ان آخر مانزل من القرآن لقد جاء کم رسولٌ من انفسکم الی آخر الایة.

جناب ابن عباس اور ابی بن کعب کہتے تھے کہ حضرت رسولؐ خدا پر سب سے آخر میں جو آیت نازل ہوئی وہ یہ ہے۔

لقد جاء کم رسولٌ من انفسکم عزیز علیه ما انتم الایة.

(درمنثور جلد ۳، ۲۹۰)

مگر اب یہ آیت پارہ ۱۱، سورہ توبہ رکوع ۱۶/۵، میں ہے۔

(۱۴) عن ابی بن کعب کان یقول ان احدث القرآن عهدا بالله وفی لفظ بالسما هاتان الایتان لقد جاء کم رسول من انفسکم الی آخر السوزة.

ابی بن کعب کہتے تھے کہ اللہ کے ہاں سے یا آسمان سے قرآن مجید کی جو آیت سب سے آخر میں نازل ہوئی وہ یہ دو آیتیں ہیں۔ "لقد جاء کم رسولٌ من انفسکم" تا آخر سورہ۔ (درمنثور جلد ۲، ۲۹۵)

(۱۵) عن ابی بن کعب انهم جمعوا القرآن فی مصحف فی خلافة ابی بکر فکان رجال یکتبون ویملی علیهم ابی بن کعب حتے انتهوا الی هذاه الایة من سورة براة ثم انصر فواصرف الله قلوبهم بانهم وقوم لا یفقهون فظنوان هذا آخر مانزل من القران. فقال ابی بن کعب ان النبی قد قرانی بعد هذاآیتین

لقدجاء کم رسولٌ من انفسکم عزیز علیه ماعنتم حریص علیکم.بالمومنین رؤف رحیم فان تو لوا فقل حسبے اللہ لاالہ الا ھوعلیه تو کلت وھو رب العرش انعظیم فھذا آخرمانزل من القران. قال فختم الا مر بما فتح به بلا اله الا الله یقول الله وما ارسلنا من قبلک من رسول الا یوحی الیه انه لا اله الا انافا عبدون ۔

جناب ابی کعب بیان کرتے تھے کہ لوگوں نے قرآن مجید کی آیتوں کو حضرت ابوبکر کی خلافت میں ایک مصحف میں جمع کیا۔اس کی صورت یہ تھی کہ اور لوگ لکھتے جاتے اور ابی بن کعب بولتے جاتے تھے ۔ یہاں تک کہ وہ لوگ سورہ برات کی اس آیت تک پہنچے۔

ثم انصرفوا صرف الله قلوبهم بانهم قوم لا یفقهون

تو لوگوں نے گمان کیا کہ قرآن مجید کی جو آیت سب کے آخر میں نازل ہوئی یہی ہے۔اس پر ابی بن کعب نے کہا کہ حضرت رسولؐ خدا نے اس کے بعد مجھے اور دو آیتیں پڑھائی جو یہ ہیں۔

لقد جاء کم رسول من انفسکم عزیز علیه ما انتم حریص علیکم بالمومنین رؤف رحیم فان تولوا فقل حسبی الله لا الا ھو علیه توکلت وھو رب العرش العظیم .

یہی قرآن مجید کی وہ آیت ہے جو سب کے آخر میں نازل ہوئی۔پس اس امر کا خاتمہ اسی لا الہ الا اللہ پر ہوا جس لا الہ الا اللہ سے اس کی ابتدا ہوئی تھی۔خدا فرماتا ہے" وما ارسلنا من قبلک من رسول الا یوحے الیه انه لا اله الا انا فاعبدون" (درمنثور جلد ۳ ص ۲۹۶)

اب دیکھو کہ وہ آیت جو قرآن کی سب سے آخری سمجھی جاتی تھی پ ۱۱ سورہ توبہ کے رکوع ۱۶/۵ میں موجود ہے۔ ابھی سنتے جاؤ۔

(۱۶) اتی الحرث بن خزیمة بھا تین الا یتین من آخر براۃ لقد جاء کم رسول من انفسکم الی قولہ وھورب العرش العظیم الی عمر. فقال من معک علے ھذا. فقال لا ادری واللہ الا انی اشھد لسمعتھا من رسول اللہ ووعیتھا وحفظتھا . فقال عمر و انا اشھد لسمعتھا من رسول اللہ لو کانت ثلاث آیات لجعلتھا سورۃ علے حدۃ. فانظر واسورۃ من القران فالحقوھا فالحقت فی آخر براۃ . (سورۃ براۃ پ ۱۱)

کے آخر کی ان دونوں آیتوں "لقد جاء کم رسول من انفسکم ھو رب العرش العظیم" تک کو حرث بن خزیمہ حضرت عمر کے پاس لائے تو حضرت عمر نے پوچھا تمہارے ساتھ کون ہے جو اس کی گواہی دیتا ہے؟ حرث نے کہا خدا اور کسی کو تو میں نہیں جانتا۔ مگر میں خود گواہی دیتا ہوں کہ یقیناً میں نے اس کو حضرت رسولؐ خدا سے سنا اور اس کو یاد کیا اور اس کی حفاظت کی ہے اور حضرت عمر نے کہا میں بھی گواہی دیتا ہوں کہ اس آیت کو میں نے حضرت رسولؐ خدا سے سنا ہے اگر تین آیتیں بھی ہوتیں تو میں ان تینوں آیتوں کو اکھٹا کر کے ایک سورہ علیحدہ ہی بنوا دیتا۔ مگر خیر اب قرآن کی کسی سورہ کو دیکھو اور اسی میں دونوں کو بھی ڈال دو۔ اس پر میں نے یہ دونوں آیتیں سورہ براۃ کے آخر میں ڈال دیں۔ (درمنثور جلد ۳ ص ۲۹۶)

(۱۷) عن ابی مسعود انہ بلغہ ان علیا یقول تعتد احزا لا جلین. فقال من شاء لا عنة ان الا یة التی نزلت فی سورۃ النساء القصرے نزلت بعد سورۃ البقرۃ .

جناب ابن مسعود کو معلوم ہوا کہ حضرت علیؑ کہتے ہیں۔ وہ عورت دونوں مدتوں

سے آخری عدہ کو رکھے گی۔ پھر حضرتؑ نے کہا جو شخص چاہے۔ اس سے میں لعنت کا مباہلہ کرنے کو تیار ہوں کہ وہ آیت جو سورہ نساء میں نازل ہوئی ہو۔ وہ سورہ بقرہ کے بعد نازل ہوئی۔ (در منثور جلد ۶ ' ۲۳۵)

(۱۸) عن ابی عباس قال اول ماانزل من القران بمکة اقراء باسم ربک الذی خلق .

جناب ابن عباس فرماتے تھے کہ قرآن کی پہلی سورت جو مکہ میں نازل ہوئی سورہ اقراء ہے۔" عن ابی موسیٰ الاشعری قال کانت اقراء باسم ربک اول سورة نزلت علے محمدؐ " جناب ابو موسیٰؓ اشعری کہتے تھے کہ سورہ اقراء ہی سب سے پہلے حضرت محمدؐ پر نازل ہوئی۔

محمد بن عباد انه سمع بعض علمائهم یقول کان اول ماانزل الله علے نبیه اقراء باسم ربک الی مالم یعلم فقالوا هذا صدرها الذی انزل یوم حراء . ثم انزل الله آخر ها بعد ذلک ماشاء الله محمد بن عباد کہتے تھے کہ انہوں نے علماء سے سنا کہ خدا نے اپنے پیغمبرؐ پر سب سے پہلے قرآن کی جو سورہ نازل کی "اقراء باسم ربک مالم یعلم" تک تھی۔ لوگوں نے کہا کہ یہ اس سورت میں ابتدائی حصہ ہے جو حضرت پر حراء کے روز نازل ہوا تھا۔ پھر خدا نے اس کے بعد اس کے آخر کا حصہ جب چاہا نازل کیا۔ "عن عائشه قالت اول ما انزل من القران اقراء باسم ربک الذی خلق " حضرت عائشہ کہتی تھیں کہ قرآن کی سب سے پہلی سورہ اقراء ہی نازل ہوئی ہے۔۔

اہل سنت اب تک قرآن مجید میں تحریف کرتے رہتے ہیں

مولوی صاحب: اس بحث کو بھی بند کرو تم نے بہت انبار لگا دیا۔

ہدایت خاتون: اگر تم مذاق نہیں سمجھو تو میں ایک اور بات کہوں؟ مگر ہے وہ بڑے ہی مزے کی تم بھی کیا یاد کرو گے۔ شاید اس سے پہلے سنی بھی نہ ہو۔

مولوی صاحب: تم ہنس کر زہر میں بجھی ہوئی تلوار لگاتی جا رہی ہو۔ مذاق میں کیوں سمجھوں گا۔ تمہاری باتیں بس میٹھی چھری ہیں۔

ہدایت خاتون: اچھا ذرا محلے کے کسی گھر سے مجھے عم پارہ منگا دو تو اس بات کو کہوں گی کوئی گھبرانے کی بات نہیں مگر دلچسپ ضرور ہے۔

مولوی صاحب: لو اب پھر پاگل پنے کی باتیں کرنے لگیں۔ ابھی عم پارہ کیا کرو گی۔ جب اللہ کے فضل سے تمہاری گود آباد ہوگی۔ اور چاند سا بیٹا چار پانچ برس تک کھلا لو گی اس وقت بغدادی قاعدہ بھی منگوا دوں گا اور پارہ عم بھی۔ بلکہ میں خود ہی اس کو پڑھاؤں گا ابھی تم کو خود پڑھنا ہی نہیں ہے۔ اور نہ مجھے پڑھنا ہے پھر اس وقت عم پارہ کی کیا سوجھی؟

ہدایت خاتون: نہیں میں وہی اب تم کو پڑھاؤں گی۔ اور تم کو اسے ضرور پڑھنا ہوگا پھر سے پڑھو تو معرفت کے دروازے کھل جائیں گے۔

مولوی صاحب: اس بحث میں برابر ہارتے جانے کی یہ سزا تو تم نے میرے۔ لیے اچھی سوچی کہ اب تم مجھ کو شروع سے پڑھانا چاہتی ہو۔ تو قاعدہ بغدادی کیوں نہیں مانگتیں؟ تمہارے ایسی قابل فخر بیوی سے الف ب پڑھنے میں بھی مجھے شرم نہیں آئے گی۔ اور تمہاری خاطر تو مجھے ہر طرح منظور ہی ہے۔ اچھا آج کسی کو بھیج کر بغدادی قاعدہ منگا لیتا ہوں کل سے شروع کرا دینا۔ میں تم سے پڑھوں گا۔ مگر یہ بتا دو کہ شروع کرائی شیرینی کتنی لو گی؟

ہدایت خاتون: بس رہنے دو تم مجھے کیا شرینی کھلاؤ گے جو چیز مجھے شریں ہے اس کا تو کبھی نام بھی نہیں لیتے۔ تمہاری شیرینی سے میں باز آئی۔

مولوی صاحب: (گھبرا کر) ارے وہ کون سی شرینی ہے جو میں نے تمہیں نہیں کھلائی۔ حیدر

آباد میں رنگ برنگی شیرینیاں بنتی ہیں اور برابر میرے لیے بڑے بڑے لوگوں کے ہاں سے بطور تحفہ آتی رہتی ہیں۔ پھر وہ کون سی انوکھی شیرینی ہے جو اب تک تم نے یہاں کھائی ہی نہیں؟ جلد بتلاؤ میں ضرور کھلاؤں گا۔ اگر لکھنو یا دہلی میں بنتی ہوگی تو بھی وہیں سے منگا کر کھلادوں گا۔ یا ترکیب معلوم ہوگی تو یہیں بنوادوں گا۔ سنوں بھی تو!

ہدایت خاتون: یہ سب تمہاری باتیں ہیں۔ جب میں اس شرینی کا نام بتاؤں گی تو بھاگ نکلو گے۔ منگوانے اور بنانے کا کیا ذکر ہے۔

مولوی صاحب: واہ تم نے مجھے کیا سمجھا ہے' علمی باتوں میں تم نے اب تک مجھے دبا دیا اورر مذہبی بحث میں اب تک تم سے ہارتا رہا تو کیا تمہاری راحت رسانی میں بھی عاجز رہوں گا یا کسی شکایت کا موقع آج تک آنے دیا ہے۔

ہدایت خاتون: نہیں اس سے کون انکار کرتا ہے۔ عورت کی خوبی یہ ہے کہ شوہر چنا بھی کھلائے تو اس کو بہترین نعمت سمجھے۔ اور تین آنے گز کا کپڑا بھی پہنائے تو اسے ریشم واطلس سے زیادہ قیمتی جانے' کھانے میں اور پہننے کی کوئی حقیقت ہی نہیں سمجھتی۔ بلکہ شیرینی کھانے سے میری غرض اور ہی ہے۔

مولوی صاحب: سچ سچ بتاؤ کون سی شیرینی چاہتی ہو۔ میں کعبہ شریف کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ وہی تم کو کھلاؤں گا۔ اور قرآن شریف کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جس طرح اور جہاں سے بھی ہوگا میں انتظام کرلوں گا۔ تم کو میرے سر کی قسم جلد بتاؤ۔ اس وقت تم سے بہت ہی شرمندہ ہو رہا ہوں۔

ہدایت خاتون: میری شیرینی تو یہ ہے کہ جب اس وقت تک کی بحثوں سے تم کو خود مذہب شیعہ کا حق ہونا واضح ہوگیا تو اب دیر نہ کرو' جلد اس مذہب کو اختیار کرلو تاکہ جنت کا پروانہ ملنے میں دیر نہ ہو۔

مولوی صاحب: واہ! آپ اس فکر میں ہیں اور میں یہ کوشش کر رہا ہوں کہ تم کو ہی اپنے مذہب

میں کھینچ لاؤں۔ اگرچہ اب تک ہر مسئلہ میں تم ہی کو کامیابی ہوتی رہی۔ مگر ابھی بہت سے مسئلے باقی ہیں اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہوگی تو میں ضرور تم کو صراط مستقیم پر لاؤں گا۔ ہاں یہ تو بتاؤ کہ عم پارہ کس مطلب سے مانگتی ہو؟ اس وقت تم نے عجیب فرمائش کردی۔ جس سے میں پریشان بھی ہو رہا ہوں اور مجھے سخت حیرت بھی ہو رہی ہے۔ یہ دفعتاً کیا سوجھ گئی۔ خدا خیر کرے۔

ہدایت خاتون: بغل ہی میں تو سیٹھ صاحب کا مکان ہے۔ ان کے لڑکے عم پارہ پڑھتے ہیں۔ کریم کو بھیج کر چند منٹ کے لیے منگالیں۔ مطلب معلوم ہو جاتا ہے۔

مولوی صاحب: (نے کریم خدمت گار کو بلا کر پارہ عم منگالیا) اور لیے ہوئے اندر پہنچا اور پھر کہا۔ لیجیے مولوی صاحب! بلکہ میرے استاد معظم صاحب مجھے سبق پڑھا دیجیے۔ عم پارہ حاضر ہے۔

ہدایت خاتون: پہلے یہ بتاؤ یہ کون سی کتاب ہے؟ اور کس کی لکھی ہوئی ہے۔

مولوی صاحب: پھر وہی وقت ضائع کرنے والی باتیں۔ عم پارہ ہے خدا کا کلام ہے اور کیا ہے کیسی بھولی بنی جاتی ہو؟

ہدایت خاتون: تو کیا خدا نے اس زمانہ میں دو کتابیں نازل کیں۔ ایک قرآن مجید اور دوسری یہ عم پارہ۔

مولوی صاحب: "لاحول ولا قوۃ" ! کیا دماغ خراب کرنے لگتی ہو۔ (اس کو کتاب کون کہتا ہے اس قرآن شریف کا آخری پارہ کا نام عم ہے۔ اس کو علیحدہ چھاپ دیا کہ لڑکے اور لڑکیاں پڑھ سکیں۔

ہدایت خاتون: ہاں بہت خوب! اب ذرا قرآن مجید ہاتھ میں لے لو۔ اور بتاتے چلو۔ پارہ ۳۰ کو پہلی سورہ کا نام کیا ہے؟

مولوی صاحب: "عم یتسالون"

ہدایت خاتون: اب پارہ عم دیکھ کر بتلاؤ کہ اس میں پہلے کون سورہ لکھی ہے۔

مولوی صاحب: اس میں تو پہلے سورہ الحمد ہے۔

ہدایت خاتون: اور قرآن مجید میں سورہ الحمد کس پارہ میں ہے۔

مولوی صاحب: قرآن مجید میں تو سورہ الحمد پہلے پارے میں ہے۔ یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے۔

ہدایت خاتون: ابھی تم نے کہا ہے کہ پارہ عم قرآن مجید ہی کا تیسواں پارہ ہے۔ اس کو علیحدہ چھاپ دیا کہ لڑکے پڑھ سکیں تو اتنا فرق کیسے ہوگیا؟ کہ قرآن مجید کی وہ سورہ جو پہلے پارے کے شروع میں ہے وہ عم پارہ کے شروع میں آ گئی۔

مولوی صاحب: یہ تو تم نے عجیب سوال کیا۔ آج تک میرا دماغ اس طرف گیا ہی نہیں تھا۔ واقعتاً پہلے پارہ کی سورہ الحمد تیسویں پارے کے شروع میں لکھ دی جاتی ہے۔

ہدایت خاتون: اور آگے چلو عم پارہ میں سورۃ الحمد کے بعد کون سی صورت ہے۔

مولوی صاحب: "قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ" ہے بات یہ ہے کہ پارہ عم میں کل سورتوں کو الٹ کر لکھتے ہیں۔ اس طرح کہ قرآن مجید میں جو سورہ سب سے آخر میں ہے اس کو پارہ عم کے شروع میں لکھتے ہیں۔ پھر اس سے پہلے جو سورہ ہے۔ اس کو دوسرے نمبر پر لکھتے ہیں۔ پھر اس سے پہلے جو سورہ ہے۔ اس کو تیسرے نمبر پر لکھتے ہیں۔ یہاں تک کہ قرآن مجید کے پارہ عم میں جو سورۃ سب سے پہلے ہے وہ پارہ عم میں سب سے آخر میں لکھی جاتی ہے۔

ہدایت خاتون: یہ تو عجیب تماشہ ہے کہ وہی قرآن مجید جب پورا لکھا جاتا ہے تو اس کی سورہ عم تیسویں پارے کے شروع میں لکھی جاتی ہے اور اسی قرآن مجید کا صرف تیسواں پارہ لکھا جاتا ہے۔ تو اس کی سورہ عم سب کے آخر میں کر دی جاتی ہے۔ ایک ہی چیز کبھی سب سے اونچی رکھی جاتی ہے

اور کبھی سب سے نیچی۔ یہ کون سا اصول ہے؟ دنیا میں کسی اور کتاب میں بھی ایسی تحریف کبھی کی جاتی ہے۔ جیسے کہ تم لوگ قرآن مجید میں اس طرح ہر وقت کرتے رہتے ہو۔

مولوی صاحب: لڑکوں کو پڑھانے کے لیے یہ ترکیب نکال لی گئی ہے۔ اس پر کیوں زور دیتی ہو۔ یہ تو بالکل معمولی بات ہے۔ اس سے بگڑتا کیا ہے؟

ہدایت خاتون: تو یہ ترکیب تحریف کہی جائے گی یا نہیں؟ اگر مانتے ہو کہ تحریف ہے تو خیر نہیں مانتے تو بتلاؤ کیوں۔؟

مولوی صاحب: یہ تو لڑکوں کی سہولت کے لیے کی جاتی ہے کہ ان چھوٹی سورتوں کا پہلے پڑھنا آسان ہوگا۔

ہدایت خاتون: ہر کام کسی نہ کسی غرض سے ہی کیا جاتا ہے۔ یہ مانتی ہوں کہ اس فائدے کے لیے یہ تغیّر اختیار کیا گیا ہے۔ مگر سوال یہ ہے کہ تحریف ہے یا نہیں کہ وہی پارہ "عمّ" جب پورے قرآن مجید میں چھپتا یا لکھا جاتا ہے تو سیدھا رہتا ہے اور جب اس سے الگ کر کے لکھا جاتا ہے تو بالکل الٹا۔ سر کی جگہ پاؤں اور پاؤں کی جگہ سر کو رکھ دیا جاتا ہے۔ اگر خدا قرآن مجید کی حفاظت از تحریف کا وعدہ بھی کیے ہوتا تو آج تک ایسی نمایاں تحریف کیوں ہونے دیتا۔ دیکھنے میں یہ بات بالکل ہلکی ہے۔ مگر تم لوگوں کا دعویٰ باطل کرنے کے لیے بہت قوی ہے۔ کہ ایک ہی چیز دو لباسوں میں ہو جانے سے بالکل ایک دوسرے کی ضد ہوگئی۔

مولوی صاحب: انصاف یہ ہے کہ یہ نکتہ تم نے ہم لوگوں کے پریشان کرنے کے لیے زبردست نکالا اور لطف یہ ہے کہ آج تک ہم لوگوں کا ذہن اس طرف گیا ہی نہیں۔ بڑی خیریت ہے کہ مخالفین اسلام خصوصاً آریوں اور عیسائیوں کو اس بات کا خیال نہیں ہوا۔ ورنہ وہ لوگ اس درجہ اودھم مچاتے کہ ہم لوگوں کی زندگی ہی تلخ ہو جاتی۔

ہدایت خاتون: تم اس سے مطمئن نہ ہو کہ اس کے حملوں سے بچ گئے۔ تم لوگوں نے پرانے

شگون کے لیے اپنی ناک اچھی طرح کٹوا رکھی ہے۔ پھر کب تک عیسائی اور آریہ کو خبر نہیں ملے گی

مولوی صاحب: اس کا کیا مطلب؟ اب تم پہیلیاں بجھانے لگیں۔

ہدایت خاتون: مطلب یہ کہ جب تم لوگوں نے اپنے میں، مذہب شیعہ کا مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں پائی تو شیعوں کو بدنام کرنے کے لیے کبھی ان کے تقیہ پر اعتراض کیا کبھی تبرا پر اور کبھی تحریف قرآن پر۔ اس وجہ سے شیعوں نے بھی تمہاری کتابوں سے تحریف قرآن کا اتنا ذخیرہ جمع کر دیا کہ تم لوگوں کو آریوں اور عیسائیوں سے کہیں پناہ نہیں ملتی۔ نہ مل سکتی ہے، نہ ان کو چھیڑتے نہ تمہارے گھر کے راز فاش ہوتے۔ تم نے اپنے گھر میں خود اپنے ہی ہاتھوں آگ لگائی ہے۔

مولوی صاحب: یہ سچ ہے۔ اسلام کی خانہ جنگی سے اس مذہب کا بہت کچھ نقصان ہو چکا ہے۔ اور ابھی نہ معلوم کیا کیا ہوگا۔ خوب کہا ہے کہ

"خود کردہ را علاجے نیست"

❖❖❖

رسولؐ خدا کا قرآن بھول جانا

ہدایت خاتون: مجھے بڑا تعجب ہوتا ہے کہ تمہارے مذہب والوں نے وہ باتیں کیونکر کہیں اور کیسے لکھیں جن کے سننے سے آج تمام اہل اسلام شرمندہ ہوتے ہیں۔ میں پہلے بیان کر چکی ہوں کہ تم لوگ کہتے ہو۔

ان النبیؐ اوتی قرانا ثم نسیه فلم یکن شیئا اولم یبق منه شئی الارفع الله عن قلبه ذلک.

حضرت رسول خداؐ کو ایک قرآن دیا گیا تو حضرتؐ وہ پورا قرآن ہی بھول گئے۔ جس سے کچھ بھی نہیں بچا' اس سبب سے کہ خدا نے اس کو حضرتؐ کے قلب مبارک سے اٹھا دیا۔ (کشف الاسرار جلد ۳' ۱۸۸)

اور یہ بھی بیان کر چکی ہوں کہ حضرت عائشہ کے قرآن ہی کو بکری کھا گئی۔

(سنن ابن ماجہ ص ۱۴۱)

اور علامہ دمیری نے لکھا ہے۔

من عائشتهؓ قالت لقد نزلت اية الرجم ورضا عة الكبير عشر اولقد كانت فى صحيفته تحت سريرى فلمامات رسول الله و تشا غلنا بموته دخل واجن فاكلها. (حيوة الحيوان جلد ۱ (۲۸۲)

مولوی صاحب: اس کو تو سنن ابن ماجہ سے پہلے بیان کر چکی ہو۔ اب دہرانے کی کیا ضرورت

پڑی۔ کیا حیٰوۃ الحیوان سنن ابن ماجہ سے زیادہ معتبر ہے؟

ہدایت خاتون: اس خیال سے معلوم ہوا کہ یہ روایت اتنی مستند ہے کہ ادب کی کتابوں میں بھی درج کی گئی اور علامہ دمیری نے بھی جو نویں صدی میں گزرے ہیں۔ اس کو تسلیم کیا۔ اور اس کتاب میں اسے بھی لکھ دیا وہ پورا قرآن بکری بی بی کے پیٹ میں چلا گیا۔

مولوی صاحب: تم اپنی شوخیوں سے باز نہیں آتیں۔ یہ بکری کو بی بی کس نے بنا دیا؟

ہدایت خاتون: خیر جانے دو، حضرت رسولؐ کے قرآن بھولجانے کی دو ایک راویتیں اور سن لو:

ان النبیؐ قراء ذات لیلۃ حمسق فردو ھا مرا راحم عسق فی بیت میمونۃ امعک حمعسق. قالت نعم ' قال فاقراء یھا فلقد نسیت مابین اولھا و آخرھا .

حضرت رسولؐ خدا نے ایک رات کو جناب میمونہ کے گھر سورہ حمعسق پڑھنا چاہا تو اس کو بار بار حم عسق پڑھتے رہے۔ اس پر فرمایا اے میمونہ! تمہارے پاس حمعسق ہے؟ انہوں نے کہا ہاں، حضرت نے فرمایا تو مجھے پڑھا دو کیونکہ میں اس کے اول اور آخر کے درمیان بھول گیا ہوں اس روایت میں اس کا ذکر نہیں ہے۔ جناب میمونہ نے کیا کہا مگر دوسری روایت میں ہے کہ " **فقراتھا فقراھا رسول اللہ** " جناب میمونہ نے سورہ حمعسق پڑھ دی تو اسی طرح رسولؐ خدا نے بھی پڑھا۔ (تفسیر در منثور جلد ۶، ص ۲)

دوسری روایت سنو:

فان النبی ' نسے ایات من القرآن لیس بحلال ولا حرام ثم قال لہ جبریل انہ لم ینزل علے بنی قبلک الا نسے والا رفع بعضہ وذلک ان موسے اھبط اللہ علیہ ثلاثہ عشر سفرا . فلما القے

الالواح انکسرات و کانت من زمرد فذھب اربعۃ الاسفار وبقے تسعۃ.

"یقیناً حضرت رسولؐ خدا قرآن مجید کی بہت سی آیتیں بھول گئے۔ جو نہ حلال سے تھیں نہ حرام سے پھر حضرتؐ سے جبرائیل نے بطور تسکین کہا کہ آپؐ سے پہلے کسی نبی پر خدا کا کوئی کلام نازل نہیں ہوا۔ مگر یہ کہ وہ بھول گئے اس کو یا اس کا بعض حصہ رفع ہوگیا یہ اس طرح ہوا کہ حضرت موسٰی علیہ السلام پر ص ۱۳ کتابیں اتریں مگر جب حضرت موسٰی نے ان تختیوں کو پھینک دیا۔ حالانکہ وہ سب زمرد کی تھیں۔ تو وہ سب ٹوٹ گئیں۔ اس طرح چار کتابیں جاتی رہیں۔ اور نو باقی رہ گئیں" (درمنثور جلد ۶، ص ۳۳۹)

مولوی صاحب: جناب موسٰی علیہ السلام نے غصہ سے پھینک دی ہوں گی۔ یہ کون سی بات ہے ایسا ہوتا ہی رہتا ہے۔

ہدایت خاتون: بات یہ ہے کہ جس طرح تورات کی تحریف مسلم ہے اسی طرح تمہاری کتابوں اور روایتوں سے قرآن مجید کی تحریف بھی ثابت ہوگئی کیونکہ جناب جبرئیلؑ آنحضرتؐ سے یہی تو کہہ رہے تھے کہ حضرت موسٰی پر تیرہ کتابیں نازل ہوئیں۔ چار تو حضرت موسٰی نے غصہ سے زائل کر دیں۔ صرف نو رہ گئیں۔ اس طرح حضرت رسولؐ خدا کے بارے میں بھی کہتے ہیں کہ قرآن کا بہت کچھ حصہ جو حضرت رسولؐ پر نازل ہوا تھا زائل ہوگیا۔

مولوی صاحب: مگر قرآن شریف کا حصہ جو زائل ہوگیا۔ اس کی تو تصریح کر دی کہ نہ حلال سے تھا نہ حرام سے پھر تمہارا اعتراض کس بات پر ہے۔

ہدایت خاتون: تو کیا اب جس قدر قرآن مجید موجود ہے سب حلال ہے یا حرام ان دو کے سوائے اس میں کچھ نہیں ہے؟

مولوی صاحب: ہے کیوں نہیں۔ مکروہات بھی ہیں، مستحبات بھی، مباح بھی، تہذیب بھی، آداب

بھی، مکارم اخلاق بھی، مواعظ بھی، حکایات بھی، تاریخ بھی، یہی تو قرآن شریف کی خوبی ہے کہ اس میں سب ہی چیزیں موجود ہیں۔ ہر علم، ہر فن اور ہر کمال کا تذکرہ اس میں مل جاتا ہے اسی وجہ سے تو اللہ پاک نے اس کے بارے میں فرمایا ہے کہ۔

لَارَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتَابٍ مُّبِيْنٍ ۔ (پ ۷ رکوع ۱۴)

یعنی دنیا کی تر و خشک چیزیں سب ہی تو کتاب میں واضح موجود ہیں

ہدایت خاتون: اس آیت لارطب ولا یابس" کے متعلق میں پھر کبھی بحث کروں گی ابھی اس مسئلہ کو طے کرو کہ قرآن مجید میں اب بھی حلال و حرام کے سوائے چیزیں موجود ہیں تو حضرت رسولؐ خدا ان حصوں کو کیوں بھول گئے۔ اور اب حلال و حرام کے سواء جو موجود ہے۔ ان حصوں کو کیوں نہیں بھولے؟ ذرا دیکھوں تو اس دلدل سے تم کو کون سی طاقت باہر نکال کر کھڑا کرتی ہے۔ میرے خیال میں بری طرح دھنس گئے ہو۔

مولوی صاحب: ان چیزوں کی ضرورت نہیں تھی۔ اور ان چیزوں کی ضرورت ہے۔

ہدایت خاتون: تو پھر جناب جبرئیلؑ نے یہ کیوں کہا۔ کہ حضرتؐ ان آیات یا حصوں کو بھولے جو نہ حلال چیزیں تھیں نہ حرام۔ یہی کہتے ہیں کہ ان چیزوں کی اب ضرورت نہیں رہی۔ اس وجہ سے ان سب کو آنحضرتؐ فراموش کر گئے۔ اگر چہ اس سے بھی تم لوگ اعتراض سے بچ نہیں جاؤ گے۔

مولوی صاحب: ہاں تمہارا یہ اعتراض درست ہے۔ جبرئیلؑ نے غلطی کی ہوگی۔ نہیں توبہ توبہ میں بھی کیا کہنے لگا۔ اگر جناب جبرئیل کی غلطی کا شبہ کیا جائے تو پھر پورے قرآن مجید سے ہاتھ دھونا پڑے گا۔ بعض وقت میری زبان سے کیسی غلط باتیں نکل جاتی ہیں۔

ہدایت خاتون: تم بہت جلد سنبھل گئے۔ افسوس میرا ایک موقع تم نے کھو دیا۔ ورنہ میں تمہیں اس طرح سڑ سڑاتی کہ تم بھی یاد کرتے۔ خیر اب یہ بتاؤ کہ حدیث اور تفسیر کی کتابوں میں بہت سی

آیات کا ذکر ہے کہ اب یہ اٹھ گئیں ۔اس وجہ سے موجود قرآن مجید میں ان کا ذکر نہیں تو جس طرح ان آیات کو، جنہیں حضرتؑ حرام و حلال نہ ہونے کی وجہ سے اور بقول تمہارے ان کی ضرورت باقی نہ رہنے کی وجہ سے بھول گئے اسی طرح ان آیات کو بھی جن کا ذکر اب ،حدیث و تفسیر کی کتابوں میں ہے ۔کیوں نہیں بھول گئے ۔اور یہ سب کس طرح حضرتؑ کو یاد رہ گئیں کہ آنحضرتؐ نے صحابہ سے ذکر کیا اور انہوں نے تابعین سے اور انہوں نے دوسرے لوگوں سے یہاں تک کہ ہم سب تک وہ پہنچ گئیں ۔

مولوی صاحب:اس کا جواب سوچ کر دوں گا۔

دس لاکھ ۲۷ ہزار حرفوں والا قرآن مجید

ہدایت خاتون: بہت خوب جب چاہے جواب دینا۔ اب یہ بتاؤ اس وقت قرآن مجید میں کتنے حروف ہیں۔

مولوی صاحب: یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے۔ ہر قرآن شریف کے آخر میں حروف کی تعداد وغیرہ لکھی رہتی ہے۔ بعض قرآن شریف میں ہے کہ کل حروف (۲۶۷۰۵۲) ہیں۔ مگر علامہ سیوطی کتاب اتقان جلد ۲' ص ۱۹ میں لکھتے ہیں۔ "**جمیع حروف القرآن ثلاث مائة الف حرف وست مائة حرف واحد وسبعون حرفا** "یعنی قرآن مجید کے کل حروف تین لاکھ ۲۳ ہزار ۶ سو ۷۱ ہیں۔

ہدایت خاتون: آداب عرض ہے۔ ایک ہی منہ سے دو باتیں کہ علامہ سیوطی نے تین لاکھ حرف لکھے ہیں اور اب قرآن مجید میں دو لاکھ حرف موجود ہیں۔ بتاؤ تو کتنا فرق ہے؟ جوڑنا گھٹانا جانتے ہو یا نہیں۔

مولوی صاحب: اب تم زیادہ بڑھ بڑھ کر نہ بولو۔ علامہ سیوطی نے کل حروف کی تعداد (۳۲۳۶۷۱) بتائی ہے اور (۲۶۷۰۵۲) گننے میں آتی ہے اس طرح (۵۶۶۱۹) حروف کی کمی پڑتی ہے۔ یہ حساب کون سا مشکل ہے کہ تم اس طرح کی چوٹیں کرنے لگیں۔

ہدایت خاتون: تو وہ حروف کیا ہوئے۔ کسی اور قرآن مجید میں موجود ہیں یا پھر اس کو ڈھونڈا جائے

مولوی صاحب: نہیں اور کون سا قرآن مجید ہے۔ جو ہے یہی ہے۔

ہدایت خاتون: اچھا اب انہیں علامہ سیوطی کا یہ مضمون بھی سنو۔

عن عمر بن الخطاب مرفو عا القران الف الف حرف و سبعة و عشرون الف حرف فمن قراه صابرا محتسبا کان له بکل حرف زوجة من الحور العین.

حضرت عمر بن خطاب فرماتے تھے۔ قرآن مجید میں دس لاکھ ستائیس ہزار حرف ہیں جو شخص ان حروف کی تلاوت صبر سے اور خالص خدا کی رضامندی کے لیے کرے گا۔ اس کو ہر حرف کے عوض حور العین سے ایک بی بی بروز قیامت ملے گی

(اتقان جلد ۱ ص ۷۲)

مولوی صاحب: ارے دیکھوں تو کہاں لکھا ہے۔ عجیب مضمون ہے۔ بالکل نئی بات سنائی۔

ہدایت خاتون: لو کتاب موجود ہے اگر ایک حرف غلط ہو تو جو سزا چاہو حاضر ہوں۔

نسخ کی بحث

مولوی صاحب: (نے کتاب لے کر دیکھی تو بولے) واہ اس کے آخر میں تو صاف لکھا ہے۔

وقد حمل ذلک علی مانسخ رسمه من القرآن ایضا اذا لموجود الان لا یبلغ هذا لعدد.

یعنی حضرت عمر کی یہ روایت اس پر حمل کی گئی ہے کہ قرآن موجودہ کے جو حصے منسوخ ہو گئے ہیں وہ بھی اس میں شامل تھے کیونکہ اب جو کچھ موجود ہے اس کی تعداد اتنی نہیں پہنچی۔ اس سے تو صاف معلوم ہوا کہ قرآن مجید کی موجودہ آیتیں سب مل کر اس قدر تھیں۔

ہدایت خاتون: یہ تو بتاؤ کہ "وقد حمل ذلک" کا راقم کون ہے؟

مولوی صاحب: علامہ سیوطی لکھتے ہیں کہ لوگوں نے اس روایت کو اس پر حمل کیا ہے۔

ہدایت خاتون: تو وہ حمل کرنے والے کون ہیں؟

مولوی صاحب: علماء ہوں گے، محدثین ہوں گے، مفسرین ہوں گے۔

ہدایت خاتون: مگر یہ علماء ومحدثین ومفسرین حضرت عمر تو نہیں ہو سکتے؟ یا ہو سکتے ہیں؟

مولوی صاحب: یہ کیا؟ علماء ومفسرین حضرت عمر کیسے ہو جائیں گے۔

ہدایت خاتون: تو سوال یہ ہے کہ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ قرآن مجید کے دس لاکھ ستائیس ہزار حرف ہیں۔ پھر آپ کے اس کلام کو منسوخ آیات پر حمل کرنے کا حق کسی کو کس طرح ہو گیا؟ تم کوئی بات کہو۔ تو اس کو دوسرا شخص اس کے خلاف معنی پر کیوں حمل کرے گا؟

مولوی صاحب: مگر یہاں خلاف معنی تو نہیں ہے۔ منسوخ وغیر منسوخ کا ذکر ہے۔

ہدایت خاتون: خلاف معنی کیوں نہیں ہے حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ قرآن مجید میں اتنے حروف ہیں اگر ان میں منسوخ حروف بھی ہوتے۔ تو حضرت عمرؓ ہی یہ بھی فرما دیتے کہ ان میں وہ سب حروف ہیں جو منسوخ ہو گئے اور جو منسوخ نہیں ہوئے وہ تو قرآن مجید کے کل حروف کو بتلا رہے ہیں' اگر ان میں منسوخ حروف بھی ہوتے تو ان کو وہ قرآن کے حروف ہی نہیں کہتے۔ کیونکہ منسوخ ہونے کے بعد تو وہ قرآن ہی نہیں رہے۔

مولوی صاحب: مگر یہ تو کہہ سکتے تھے کہ پہلے یہ حروف قرآن شریف میں تھے۔

ہدایت خاتون: ہاں یہ تو ضرور کہہ سکتے تھے لیکن حضرت عمرؓ تو فرماتے ہیں کہ قرآن مجید میں اتنے حروف ہیں۔ انہوں نے اگر اپنے کلام میں اس کی تصریح کر دی ہوتی۔ کہ ان میں منسوخ بھی ہیں۔ تب یہ مطلب لیا جا سکتا تھا۔

مولوی صاحب: یہ تصریح تو انہوں نے نہیں کی ہے۔

ہدایت خاتون: اور میں کہتی ہوں کہ انہوں نے گویا اس بات کی تصریح کردی ہے کہ ان حروف میں کوئی حرف منسوخ نہیں ہے۔

مولوی صاحب: یہ تمہاری زبردستی ہے کہ ان کے کلام میں ہرگز اس کی تصریح نہیں بلکہ اشارہ کنایہ تک نہیں۔

ہدایت خاتون: تعجب ہے کہ تم ایسے عالم اور زبردست ادیب ہو کر ایسی بات کہتے ہو۔ اس روایت کا آخری مضمون پڑھو کیا لکھا ہے؟

مولوی صاحب: یہی تو ہے' وقد حمل ذلک

ہدایت خاتون: (بات کاٹ کر) اس کو میں نہیں کہتی یہ تو علامہ سیوطی کا قول ہے۔ حضرت عمر کا آخری قول پڑھو کہ فرمادیا ہے۔" فمن قراه صابرا محتسبا کان له بکل حرف زوجة من الحور العین "اس کا مطلب بتاؤ۔

مولوی صاحب: مطلب میں کیا رکھا ہوا ہے۔ یہی کہ جو شخص قرآن کے ان دس لاکھ ستائیس ہزار حرف کی قرأت کرے گا صبر سے اور خدا کی خوشی کے لیے اس کو دس لاکھ ستائیس ہزار حوریں ملیں گی۔

ہدایت خاتون: تو کیا یہ مطلب ہے کہ جو شخص منسوخ حرفوں کو پڑھے گا اس کو بھی ہر حرف کے عوض ایک حور ملے گی اور غیر منسوخ حرفوں کے عوض بھی۔

مولوی صاحب: ہاں روایت کا مطلب تو یہی معلوم ہوتا ہے۔

ہدایت خاتون: منسوخ آیتوں کے پڑھنے کا اتنا ثواب کیوں مقرر ہوا۔ جس قدر قرآن شریف کے حروف پڑھنے کا ہے؟

مولوی صاحب: اس کی وجہ تو میں نہیں بتا سکتا۔

ہدایت خاتون: ایسا خدا کیا انصاف والا کہا جاسکتا ہے جو قرآن مجید کی تلاوت اور قرآن منسوخ کی تلاوت کا ثواب برابر ہی دے۔ پہلے یہ بتلاؤ کہ نسخ اور منسوخ کس کو کہتے ہیں، اس کے بعد اطمینان سے بحث ہوگی۔

مولوی صاحب: مولانا وحید الزمان خان صاحب کی انوار اللغۃ میں دیکھو کیا لکھا ہے؟

ہدایت خاتون: (کتاب مذکورہ نکال کر) دیکھو فرماتے ہیں۔ نسخ دور کرنا بدل دینا' باطل کرنا اور دوسرا قائم کرنا' مسخ کرنا' نقل کرنا' کاپی کرنا۔

مولوی صاحب: اور آگے دیکھو۔ کہیں نسخ کے متعلق کوئی اور تحریر بھی ہے۔

ہدایت خاتون: ہاں لکھتے ہیں' علماء کا اس میں اختلاف ہے۔ کہ نسخ اخبار میں جائز ہے یا نہیں اور صحیح یہ ہے کہ نسخ اخبار میں نہیں ہو سکتا۔ البتہ اوامر اور نواہی میں ہوتا ہے۔ مجمع البحرین میں ہے کہ نسخ یعنی ایک حکم شرعی کا اٹھا دینا قرآن و حدیث میں باجماع امت جائز ہے۔ اور آیات قبلہ، عدت، وصیت، امساک و حبس، زانیات و صدقہ اس پر شاہد ہیں۔ میں کہتا ہوں۔ ہمارے زمانہ میں ایک نیا گمراہ فرقہ مسلمانوں میں پیدا ہوا ہے۔ جو نسخ کو جائز نہیں رکھتا اور کہتا ہے کہ قرآن میں کوئی آیت منسوخ نہیں ہے حالانکہ خود قرآن میں ہے "ماننسخ من آیت او ننسھا" اور آیت "صدقۃ حین النجوی" اور دس گنے کافروں سے مقابلہ کا نسخ خود قرآن میں موجود ہے وہ اپنے نزدیک یہ سمجھتا ہے کہ نسخ شان خداوندی کے برخلاف ہے۔ کیا پروردگار کو یہ معلوم نہ تھا کہ حکم مناسب حال اور وقت و مصلحت نہ ہوگا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ تم اب تک نسخ کا معنی نہیں سمجھتے۔ ورنہ ایسا بے ہودہ شبہہ نہ کرتے۔ بات یہ ہے کہ نسخ کا یہ بیان کر دینا ہے اگلا حکم اس وقت کے لیے تھا اور پروردگار کو سب معلوم تھا کہ فلاں وقت تک فلاں حکم رہے گا فلاں وقت تک فلاں حکم تو نسخ باعتبار ہمارے علم کے ہے نہ باعتبار علم الٰہی، اس کو تو تمام واقعات ازل سے لے کر ابد

تک ایک ہی آن میں مستحضر ہیں اور بندے کو ایسا علم کہاں ہے۔ دوسرے یہ کہ توراۃ شریف میں بھی کلام الٰہی ہے۔ اور اس کے متعدد احکام قرآن شریف سے منسوخ ہوتے ہیں، پھر اگر قرآن کے بھی بعض احکام قرآن یا حدیث سے منسوخ ہوں تو اس میں کون سا استبعاد ہے۔

شہر رمضان نسخ کل صوم

رمضان کے روزوں نے تمام دوسرے روزے منسوخ کر دیئے۔ یعنی رمضان کے سوا اور روزوں کی فرضیت جاتی رہی۔ جیسے عاشورہ کا روزہ پہلے فرض تھا۔ پھر رمضان سے اس کی فرضیت موقوف ہوگئی۔ "امر النبیؐ مثل القرآن ناسخ و منسوخ" آنحضرتؐ کے احکام یعنی احادیث سے بھی قرآن کی طرح ناسخ اور منسوخ ہیں مگر منسوخ آیتیں اسی طرح منسوخ حدیثیں بہت تھوڑی ہیں۔ جن کو ہم نے ہدیۃ المہدی میں بیان کر دیا ہے۔ ایک دن میں آدمی ان کو یاد کرسکتا ہے۔ اب مقلدوں نے ناسخ منسوخ کی معرفت کو ایک ہوا بنا دیا ہے۔ لوگوں کو ڈراتے ہیں کہ جب تک ناسخ اور منسوخ کی پہچان نہ ہو۔ حدیث شریف پر کسی عام شخص کو عمل کرنا جائز نہیں ہے۔ اے یارو! خدا سے ڈرو۔ ناسخ منسوخ ایک دن میں ہر ایک عامی معلوم کرسکتا ہے۔ باقی سب آیتیں اور حدیثیں محکم ہیں۔ ان پر بلاتکلف عمل ہوسکتا ہے۔ بالفرض اگر کسی عامی نے منسوخ حدیث پر بھی عمل کرلیا اس وجہ سے کہ اس کو نسخ کا علم نہیں ہوا تھا تو وہ گناہ گار نہ ہوگا۔ دیکھو مسجد قبلتین والوں نے قبلہ سابقہ کا نسخ معلوم نہ ہو کہ جتنی نماز پڑھی تھی اس کا اعادہ نہیں کیا۔ تو حدیث پر عمل کرنے والے کو ہر حال میں قاضی خان اور قہستانی اور کیدانی پر عمل کرنے کی نسبت ہزار چند زیادہ اجر اور ثواب ملے گا۔ (انوار اللغتہ پ ۲۸ ص ۵۴)

اس کے بعد تناسخ وغیرہ کا ذکر کیا ہے جس کی ضرورت نہیں۔

مولوی صاحب: مولانا صاحب کی کتاب ہدیۃ المہدی میرے کتب خانہ میں ہے یا نہیں۔

ہدایت خاتون: ہے کیوں نہیں۔ میں نے تو اسی کو پڑھا ہے اچھی کتاب ہے۔

مولوی صاحب: واہ پھر اس کو بھی جلد نکال لو۔ دیکھا جائے اس میں کیا تحریر فرمایا ہے خوب لکھتے ہیں۔ فرقہ اہل حدیث کو ان پر فخر و ناز کرنا چاہیے۔

ہدایت خاتون: مگر پہلے مولانا کی تفسیر وحیدی کی عبارت کو دیکھ لوں کہ "مانَنسخ" کی تفسیر میں کیا لکھا ہے۔ قرآن مجید کے نسخ کی بحث کو اسی میں دیکھنا زیادہ مناسب ہوگا۔

مولوی صاحب: واہ' واہ' تم کو بھی خوب ہی سوجھتی ہے۔ واقعتاً پہلے اسی کو پڑھو۔ اس کے بارے میں تو ضرور تفصیلی تحقیقات کی ہوں گی۔

ہدایت خاتون: (ایک قرآن مجید لا کر) دیکھو تحریر فرماتے ہیں۔

"مَانَنْسَخْ مِنْ آيَةٍ اَوْنُنْسِهَا نَاتِ بِخَيْرٍ مِنْهَا اَوْ مِثْلِهَا اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ"

"ہم جو آیت منسوخ کر دیتے ہیں یا بھلا دیتے ہیں تو اس سے بہتر یا ویسی ہی دوسری لے آتے ہیں کیا تجھ کو معلوم نہیں اللہ تعالیٰ سب کچھ کر سکتا ہے" (پ ۱ ع ۱۳) پر حاشیہ لکھتے ہیں۔

یہود کہتے تھے کہ حضرت محمدؐ ایک بات کا حکم کرتے ہیں۔ پھر اس کے خلاف حکم دیتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ قرآن شریف ان ہی کا بنایا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا کلام نہیں کیوں اللہ تعالیٰ کے کلام میں نسخ یعنی ایک حکم کا موقوف کر دینا نہیں ہو سکتا۔ تب یہ آیت اتری یعنی اللہ تعالیٰ کو اختیار ہے کہ ایک حکم کو اتارے پھر جب تک چاہے اس کو قائم رکھے اور جب چاہے اس کو منسوخ کر کے دوسرا حکم اس کے بدل لا دے ویسا ہی یا اس سے بہتر یعنی اس سے آسان اور زیادہ مفید۔

ابو عبیدہ سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ کے عہد میں ایک سورت اتری پھر اس کی تلاوت نہ کی جاتی نہ وہ لکھی جاتی اور حضرت عائشہ سے منقول ہے کہ سورہ احزاب سورہ بقرہ کے برابر تھی

اور تمام علماء سلف وخلف کا اس پر اتفاق ہے کہ نسخ جائز ہے۔ اللہ کے کلام میں اور حدیث شریف میں اور یہود مردود خود اپنے دین سے غافل تھے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کے لیے تمام جانور حلال کردیے تھے۔ پھر بنی اسرائیل پر بہت سے جانور حرام کردیئے اور تورات میں موجود ہے کہ حضرت آدمؑ بھائی کو بہن سے بیاہ دیتے تھے۔ حضرت موسیٰ کے دین میں یہ حرام ہوگیا۔ ابراہیمؑ کو حکم ہوا۔ اپنے فرزند کو ذبح کرنے کا پھر ممانعت ہوئی۔ گوسالہ پرستوں کے قتل کا حکم ہوا۔ اور قتل ہونے لگے پھر باقی لوگوں کو اللہ نے معاف کردیا۔ ''اوننسھا'' ایک قرات میں بفتح نون اور سین ہمزہ کے ساتھ ہے یعنی'' اوننسا ھا '' اس کا ترجمہ یہ ہوگا کہ یاد کرتے ہیں ہم اس کے تارنے میں یعنی لوح محفوظ میں رہنے دیتے ہیں۔ قرآن مجید کی ایسی بہت سی آیتیں ہیں جن کی تلاوت موقوف ہوگئی جیسے۔

بلغوا قومنا ان قدلقینا ربنا فرضیے عنا وارضانا اورلوکان لابن آدم ادیان من مال لا تبغ وادیا ثالثا ولا یملا جوفه الا التراب

اور آیت رجم بھی اسی میں سے ہے۔ یعنی اس کی تلاوت موقوف ہوگئی لیکن حکم تا قیامت باقی ہے۔

الشیخ والشیخة اذازینا فارجموھا نکالا من الله والله عزیز حکیم (قرآن مجید مع تفسیر وحیدی ص ۲۲)

مولوی صاحب: کیا تفسیر حاشیہ ختم ہوگیا آگے کچھ نہیں ہے۔

ہدایت خاتون: ہاں اب اس آیت کے متعلق تو کوئی عبارت نہیں ہے۔

مولوی صاحب: اچھا اب مولانا ممدوح کی کتاب ہدیت المہدی بھی نکالو۔ دیکھو اس میں کیا تحقیقات کی ہیں۔ غالباً اس میں زیادہ تفصیل سے بحث ہوگی۔ قرآن مجید کے حاشیہ پر انہیں کا مختصر لکھنا ہی تھا۔

ہدایت خاتون: اچھا اسے بھی نکال لیتی ہوں۔ مگر تفسیر کی اس عبارت کا مطلب تمہاری سمجھ میں آیا؟ اس کو بھی تو مجھے سمجھاتے چلو۔

مولوی صاحب: یہ کیا؟ اس عبارت کا مطلب! کیوں اس کی سمجھ میں نہیں آئے گا تمہارے اس سوال کا مطلب ہی میری سمجھ میں نہیں آیا۔ بعض وقت نرالا مذاق کرنے لگتی ہو۔

ہدایت خاتون: میری سمجھ میں تو کچھ نہیں آیا۔ سمجھا دو یہ مذاق کی بات نہیں ہے۔

مولوی صاحب: مگر کس بات کا مطلب نہیں سمجھیں۔ اتنی بڑی عبارت ہے اس کے کسی جملہ کو بتاؤ تو میں سمجھاؤں۔ اگر مذاق نہیں ہے تو بھاری اعتراض ہوگا۔

ہدایت خاتون: خدا تو فرماتا ہے کہ ہم جو آیت منسوخ کر دیتے ہیں یا بھلا دیتے ہیں تو اس سے بہتر یا ویسی ہی دوسری لے آتے ہیں۔ اس کی تفسیر میں مولانائے ممدوح نے لکھا عبارت تو نسخ کے بیان کی ہے۔

مولوی صاحب: مولانا ممدوح نے اس آیت کی توضیح کی ہے کہ خدا کسی آیت کو کیوں منسوخ کرتا اور کیوں بھلاتا ہے اور نسخ پر اعتراض کرنا لغو ہے۔ خدا برابر یہ کرتا رہا ہے

ہدایت خاتون: خدا کا مطلب قرآن مجید کی آیات کے نسخ کا ہے یا دوسرے ادیان کے احکام جو منسوخ ہوئے۔ ان کا مولانا ممدوح نے ان سب چیزوں کا تو ذکر بھی کیا ہے۔

مولوی صاحب: دونوں کا ہے کہ اگر سابق زمانہ میں کوئی حکم ضروری ہوا تو خدا نے اس کو بیان کیا پھر اس کے اٹھا لینے کی ضرورت ہوئی۔ تو منسوخ کر دیا اور دین اسلام میں بھی کسی حکم کی ضرورت ہوئی تو اس کو نازل کیا پھر ضرورت پوری ہونے کے بعد اسے منسوخ کر دیا۔ خدا اپنے اصول کبھی بدلتا نہیں ہے ہمیشہ ایک ہی رہا۔

ہدایت خاتون: مگر خدا تو فرماتا ہے کہ وہ جس آیت کو منسوخ کرتا ہے۔ اس لفظ آیت سے کیا

مراد ہے صرف قرآن مجید کی آیت یا سابق زمانہ کے انبیاء پر جو احکام خدا کے نازل ہوتے تھے وہ سب بھی مراد ہیں اور ان سب کے نسخ کا ذکر بھی ہے۔

مولوی صاحب: سابق انبیاء پر جو حکم نازل ہوئے تھے وہ سب بھی مراد ہیں۔

ہدایت خاتون: تو کیا قرآن مجید کے علاوہ بھی کسی کتاب کی عبارت یا کسی حکم کو آیت کے لفظ سے یاد کیا گیا ہے۔

مولوی صاحب: یہ تو مجھے معلوم نہیں لیکن سابق احکام کی بھی آیت لکھیں تو اس میں کیا مضائقہ ہے۔

ہدایت خاتون: نام رکھ دینے میں کیا مضائقہ ہو سکتا ہے۔ مگر حضرت رسول خدا صلعم کی حدیثوں کو آیات کہہ سکتے ہیں۔

مولوی صاحب: نہیں وہ تو آنحضرتؐ کے اقوال ہیں آیت تو صرف خدا کے قول کو کہیں گے۔

ہدایت خاتون: یعنی خدا کے ہر اس قول کو جو خواہ قرآن مجید میں ہو یا نہیں پہلے کا کلام ہو یا بعد کا۔

مولوی صاحب: یہ تو تم نے مشکل سوال کیا، میں کیا جواب دوں؟

ہدایت خاتون: مولانائے موصوف کی عبارت کو دیکھو آیت اصل میں "اویۃ" یا "آئیۃ" تھا آیات اور اوایا جمع اور آیاء جمع الجمع بمعنی شخص، جسم، نشانی، پند، عبرت اور قرآن کا ایک جملہ جس پر یہ نشانی بنی ہے۔ (انوار اللغۃ پ ۱ ص ۵۴)

اس سے معلوم ہوا کہ دوسری کتابوں کی عبارت یا خدا کے کل احکام کو آیت نہیں کہیں گے بلکہ صرف قرآن مجید کی عبارت کو جو ایک دوسرے سے الگ ہو آیت کہتے ہیں حدیث کو بھی یہ نہیں کہتے ہیں۔

مولوی صاحب: ہاں میں بھی جہاں تک جانتا ہوں صرف قرآن مجید کے جملوں کو آیت کہتے

ہیں کسی اور کتاب کے جملہ کو یہ شرف حاصل نہیں نہ آج تک میں نے کسی عالم سے ایسا سنا ہے۔

ہدایت خاتون: اچھا یہ بتاؤ توراتؑ انجیل، زبور کی عبارتوں کو بھی آیت کہیں گے یا نہیں ذرا سنبھل کر جواب دینا۔

مولوی صاحب: نہیں کسی نے ان کتابوں کے جملوں کو آیت نہیں کہا نہ مجھے کسی کتاب میں یاد پڑتا ہے۔

ہدایت خاتون: تو معلوم ہوا کہ خدا کے اس کلام "ماننسخ من آیت" سے صرف قرآن مجید کے جملے مراد ہیں۔ کسی اور کتاب کے نہیں۔

مولوی صاحب: ہاں ہونا تو یہی چاہیے اگر چہ میں ٹھیک نہیں کہہ سکتا ممکن ہے اس کے خلاف بھی ہو۔

ہدایت خاتون: تو جب تم ٹھیک نہیں کہہ سکتے تو بحث آگے کیونکر چلے؟

مولوی صاحب: اچھا قرآن مجید میں جس جس مقام پر لفظ آیت کا ذکر ہوا ہے اس کو دیکھو اگر صرف قرآن مجید کے جملے ہی مراد ہیں تو مان لینا پڑے گا کہ کسی اور کتاب کی عبارت پر یہ لفظ نہیں بول سکتے ہیں۔

ہدایت خاتون: تو اب پورا قرآن مجید تلاش کرو۔ یہ لفظ بکثرت مقامات میں وارد ہوا ہے اور کسی جگہ آیت سے نشان مراد ہے کسی جگہ قرآن مجید کا جملہ مثلاً پہلے پارہ ساتویں رکوع میں ہے "یَکْفُرُوْنَ بِاٰیَاتِ اللّٰهِ" اس کا ترجمہ ہے لوگ خدا کی نشانیوں سے انکار کرتے تھے۔ بارہویں رکوع میں ہے "وَلَقَدْ اَنْزَلْنَا اِلَیْکَ آیَاتٍ بَیِّنَاتٍ" اے رسولؐ! ہم نے تمؐ پر واضح اور روشن نشانیاں نازل کی ہیں۔ چودھویں رکوع میں ہے "قَدْبَیَّنَّاتِ الْآیَاتِ لِقَوْمٍ یُّوْقِنُوْنَ" جو لوگ یقین رکھتے ہیں ہم ان کو اپنی نشانیاں صاف طور پر دکھا چکے۔

مولوی صاحب: آیات صیغہ جمع سے جہاں جہاں ذکر کیا گیا ہے وہاں غالباً خدا کی نشانیاں ہی

مراد ہیں تم کہاں تک پڑھتی رہو گی۔ جس جگہ صرف لفظ آیات واحد ہو اسی مقام کو نکالو۔

ہدایت خاتون: (قہقہہ لگا کر) تمہاری عقل کی قدر کی جائے یا فضل و کمال کی واحد آیت ہو تو اس سے مراد کتاب کا جملہ ہوگا اور جمع آیت ہو تو اس سے مقصود خدا کی نشانیاں ہوں گی، اس کی کیا وجہ تم بتا سکتے ہو کہ وحدت میں دوسرا معنی مراد ہوگا، ار جمع میں دوسرا معنی۔

مولوی صاحب: ہوسکتا ہے خدا نے یہی عنوان اختیار کیا ہو، تم دیکھ تو لو۔

ہدایت خاتون: میں کیا دیکھوں؟ تم تو عجیب و غریب باتیں کرتے ہو۔ دوسرا ان کو کیسے مان لے۔

مولوی صاحب: اس میں عجیب و غریب بات کیا ہوگئی۔ تم نے بہت سی آیات پڑھیں۔ ان سب کا مطلب خدا کی نشانیاں تھیں۔ اس وجہ سے میں نے کہا کہ کہ اب صرف لفظ آیت دیکھو جو واحد ہے۔ شاید وہاں قرآن کا جملہ ہی مراد ہو۔ آیات جو بصیغہ جمع ہیں وہ تو نشانیوں ہی کے معنیٰ میں آیا ہے۔

ہدایت خاتون: اگر ایسا ہے تو اس عبارت کا ترجمہ تم خود کرو۔

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَاِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ.

(پ ۹، رکوع ۱۵)

مولوی صاحب: میں کیوں ترجمہ کروں، تمہارے پاس مولانا حافظ نذیر احمد صاحب دہلوی اور مولانا وحید الزمان خان صاحب حیدر آبادی کا مترجم قرآن شریف ہے انہی میں دیکھو۔

ہدایت خاتون: دیکھو مولانا دہلوی صاحب فرماتے ہیں۔ ''سچے مسلمان تو بس وہی ہیں کہ جب خدا کا نام لیا جاتا ہے تو ان کے دل دہل جاتے ہیں اور جب آیات الٰہی ان کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو ان کے ایمان کو اور بھی زیادہ تقویت ملتی ہے۔ وہ ہر حال میں اپنے پروردگار پر ہی بھروسہ رکھتے ہیں۔

مولوی صاحب: بس ٹھیک ہے۔

ہدایت خاتون: کیا ٹھیک ہے: آیت الٰہی سے کیا مراد ہے۔صرف قرآن مجید کی آیتیں یا توراۃ وانجیل وزبور کے کلام یا دنیا کی نشانیاں؟

مولوی صاحب: نہیں یہاں تو قرآن مجید ہی کی آیات مراد ہیں۔جس سے معلوم ہوتا ہے کہ لفظ آیات بصیغہ جمع تھی، قرآن کے جملوں کے متعلق مستعمل ہوا ہے اچھا مولانا حیدرآبادی نے کیا ترجمہ کیا؟ اس کو بھی ذرا پڑھ دو۔

ہدایت خاتون: فرماتے ہیں۔ایماندار تو وہی لوگ ہیں جب اللہ تعالیٰ کا نام لیا جائے تو ان کے دل دہل جاتے ہیں اور جب ان کو اس کی آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو ان کے ایمان کو اور بڑھا دیتی ہیں اور وہ ہر حال میں اپنے مالک پر بھروسہ کرتے ہیں۔

مولوی صاحب: اس سے بھی تو تمہاری جرح کا جواب نہیں نکلا۔

ہدایت خاتون: کسی نے یہ نہیں بتایا کہ آیات میں ضمیرہ' کس چیز کی طرف پھرتی ہے خدا کی طرف یا قرآن کی طرف۔

مولوی صاحب: نہیں یہ ضمیر اللہ کی طرف پھرتی ہے جو اس آیت میں اس کے قبل مذکور بھی ہے

ہدایت خاتون: ہاں یہ تو میں بھی دیکھ رہی ہوں مگر یہ نہیں بتایا کہ اللہ کی وہ آیات مراد ہیں جو عام طور پر اس کی نشانیاں کہلاتی ہیں یا وہ آیات (جملے) مراد ہیں جو اسی کے قرآن مجید میں ہیں۔

مولوی صاحب: ہاں یہ تو کسی نے صاف نہیں لکھا۔تفسیر کی بڑی کتابوں میں اس کا ذکر ملے گا۔

ہدایت خاتون: لیکن قرینہ اس کا ہے کہ یہاں آیات سے مراد قرآن مجید ہی کی آیت ہیں۔

مولوی صاحب: وہ کس طرح؟

ہدایت خاتون: آیت میں لفظ اذا تلیت ہے اور تلاوت کا لفظ پڑھنے ہی کے لیے بولا جاتا ہے۔ خدا کی نشانیاں تو دنیا میں بھری ہوئی ہیں مگر ان کے بارے میں عام طور پر تلاوت کا استعمال نہیں کیا جاتا۔

مولوی صاحب: (اچھل کر) واہ، واہ، واہ! کیسا اچھا نکتہ تم نے بیان کیا، تمہاری اس ذہانت پر بھی دل چاہتا ہے کہ میں تم پر قربان ہو جاؤں۔

ہدایت خاتون: خدا نہ کرے کیسی مہمل باتیں بولنے لگتے ہو۔ خدا وہ دن دکھائے کہ میں تمہارے سامنے دنیا سے اٹھوں اگر اس کے خلاف ہوا تو میں بھی زندہ نہ رہوں گی۔

مولوی صاحب: نہیں نہیں یہ نہ کہو میں بھی تو تمہارے بعد زندہ نہیں رہ سکتا۔ خیر اس لفظ تلیت سے تو واقعتاً یہی یقین ہوتا ہے کہ قرآن مجید کی آیت کا پڑھنا مقصود ہے۔

ہدایت خاتون: یقین سے تو نہیں کہہ سکتے کیونکہ قرآن مجید میں تلاوت کا لفظ ایسے موقع پر بھی استعمال کیا گیا ہے، جہاں شبہ ہوتا ہے کہ قرآن مجید کے جملوں کے علاوہ کسی چیز کا ارادہ کیا گیا۔

مولوی صاحب: نہیں تلاوت تو خاص پڑھنے کے لیے ہی بولا جاتا ہے اور آیت کی تلاوت کا مطلب صرف نہیں ہو سکتا ہے کہ قرآن مجید کے جملوں کو پڑھا جائے۔

ہدایت خاتون: پھر اس آیت کا ترجمہ کیا ہوگا۔

"رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُوْلاً مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ. وَيُزَكِّيهِمْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ" (پ ا ع ۱۵)

مولوی صاحب: اس کے ترجمہ میں کیا رکھا ہے۔ مکہ والوں میں ان سے ایک رسول بھیجا تاکہ ان کو تیری آیتیں پڑھ کر سنائے، اور ان کو کتاب اور عقل کی باتیں سکھائے، اور ان کے نفوس کی اصلاح کرے۔ بے شک وہ غالب اور حکمت والا ہے۔

ہدایت خاتون: یہاں "یتلوا" جو تلاوت کا صیغہ مضارع ہے کس چیز سے متعلق ہے اور آیت سے کیا مراد ہے؟

كَمَا اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلاً مِّنكُمْ يَتْلُوا عَلَيْكُمْ ايٰتِنَا وَيُزَكِّيْكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ. (پ۲ع۲)

"جس طرح ہم نے تم میں تم ہی میں کے ایک رسول بھیجے جو ہماری آیتیں تم کو پڑھ کر سناتے اور تمہاری اصلاح کرتے اور تم کو کتاب اور حکمت کی باتیں سکھاتے۔ دوسری جگہ فرماتے ہیں"

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْبَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلاً مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ.

"اللہ نے مسلمان پر بڑا ہی فضل کیا۔ ان میں ان ہی میں کا ایک رسول بھیجا جو ان کو خدا کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتا ہے اور ان کو کفر و شرک کی گندگی سے پاک کرتا اور کتاب الٰہی یعنی قرآن اور حکمت کی باتوں کی ان کو تعلیم دیتا ہے ورنہ اس سے پہلے تو یہ لوگ کھلی ہوئی گمراہی میں تھے" (پ۴ ع۸) ایسی آیت اور بھی ہے۔

ہدایت خاتون: ہاں اس مضمون کی تو متعدد آیتیں ہیں ان سے کون انکار کرتا ہے مگر تم کہنا کیا چاہتے ہو اس کو بھی تو سناؤ۔

مولوی صاحب: یہ کہ یتلوا جہاں ذکر کیا گیا ہے وہاں قرآن مجید کی آیات کا پڑھنا مقصود ہے

ہدایت خاتون: تو پھر اس کے بعد ہی "وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ" اور ان کو کتاب کی تعلیم دیتا ہے۔ کا کیا مطلب ہوا؟

مولوی صاحب: یہ کہ ان کا مطلب اس کو سمجھاتا ہے۔

ہدایت خاتون: یعنی قرآن مجید کی آیتوں کو صرف زبان سے ادا کرنے کے لیے "یتلوا علیھم ایاتہ" فرمایا اور ان آیتوں کا مطلب بتانے کے لیے وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ فرمایا؟

مولوی صاحب: ہاں یہ مطلب ہو تو کیا مضائقہ ہے۔

ہدایت خاتون: وہ آیات اس کتاب میں ہیں یا کسی اور کتاب میں؟

مولوی صاحب: نہیں اسی قرآن شریف کی آیات ہیں۔

ہدایت خاتون: جب خدا نے "یُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ" فرمایا تو اس سے علیحدہ "یَتْلُوا عَلَيْهِمْ آیاتہ" کیوں کہا، اس لیے کہ جب قرآن مجید کی آیات ہی کی تلاوت کا ذکر ہے اور انہیں آیات کے مطلب بتانے کا بھی بیان ہے تو صرف "یُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ" کہہ دینا کافی تھا کہ وہ رسولؐ ان لوگوں پر قرآن مجید کی آیت پڑھتا اور ان کا مطلب بتاتا ہے۔ پہلے یَتْلُوا عَلَيْهِمْ آیت کہتا، اس کے بعد وَیُزَكِّیهِمْ کہتا اور پھر یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ کہتا تو ظاہر کرتا ہے کہ تلاوت آیات سے کوئی اور امر مقصود ہے اور تعلیم کتاب سے مراد اسی قرآن مجید کی تعلیم، اس کے احکام کا سمجھانا، اس کے اوامر و نواہی بتانا، اس کے اخلاق و آداب کا سمجھانا۔

مولوی صاحب: ہوسکتا ہے یہی مطلب ہو۔ مگر وہ اور چیز کیا ہوسکتی ہے۔

ہدایت خاتون: لو! ہر چیز کو تم مجھ سے دریافت ہی کرتے رہو گے، یا مجھے کچھ بتاؤ گے بھی۔

مولوی صاحب: ہوسکتا ہے یہی ہو مگر وہ اور چیز کیا ہوسکتی ہے۔

ہدایت خاتون: مجھ سے کیوں پوچھتے ہو۔ تم بتاؤ۔

مولوی صاحب: تم سے دریافت نہ کروں تو کیا کروں؟ بتاؤں کیسے؟

ہدایت خاتون: یہ کیا تمہیں بتانے سے کون روکتا ہے، کیا زبان نہیں چلتی، پھر اتنے بڑے بڑے مناظرین سے بحث کیسے کرتے ہو؟

مولوی صاحب: ہاں آریہ عیسائی بلکہ مسلمانوں کے بعض فرقوں کے علماء سے مناظرہ کرنے میں تو میں شیر رہتا ہوں، لیکن تمہاری باتوں کا تو کوئی جواب مجھ سے بنتا ہی نہیں۔

ہدایت خاتون: اس کی وجہ اس کے سوا کچھ نہیں کہ میں جو بولتی ہوں وہ بالکل حق ہوتا ہے اور تم جو کہتے ہو وہ صرف اپنے مذہب کی حمایت کرتے ہو چاہے اس کو خدا بھی درست سمجھے یا نہیں اور عقل بھی قبول کرے یا انکار۔

مولوی صاحب: خیر اب اصل بحث شروع کرو کہ جو آیتیں اب قرآن شریف میں نہیں ہیں اور کتابوں میں موجود ہیں کہ وہ آیتیں اس میں تھیں۔ ان سب کو منسوخ کیوں نہیں مان سکتے۔

ہدایت خاتون: سنو تمہارے ایک بڑے عالم جناب مولانا عبدالرحیم صاحب نے اپنے ایک دوست (دوسرے عالم اہلسنت) کو اسی تحریف قرآن کے متعلق ایک زبردست خط لکھا تھا جب ان عالم صاحب سے اس خط کا جواب نہیں ہو سکا تو مولانا عبدالرحیم صاحب نے اس پوری تحریر کو رسالہ اسلام جالندھر میں شائع کرا دیا۔ اس میں لکھتے ہیں۔ اس کے متعلق ان دو نمبروں میں جو کچھ لکھا گیا ہے حق یہ ہے کہ بلحاظ مسلمات سنی و شیعہ وہ کافی سے زیادہ ہیں۔ لیکن میں پھر عرض کروں گا کہ یہ بھی کامیابی نسخ التلاوت کی معقولیت و ثبوت پر موقوف ہے اور اس کے متعلق مناظرہ کے حصہ دوئم میں جو کچھ تحریر کیا گیا ہے اس سے بوجہ ذیل اطمینان حاصل نہیں ہوتا " آیت ماننسخ من آیۃ او ننسھا الخ " اس مقصد پر قطعی الدلالہ نہیں ہے، بلکہ بقرینہ سیاق مضمون وہ نسخ شرائع سابقہ یہود و نصاریٰ سے متعلق ہے۔ کوئی قول آنحضرت کا بھی اس میں پیش نہیں کیا گیا نہ منسوخ تلاوت کی کوئی معقول وجہ بیان کی گئی ہے۔ آیات منسوخ التلاوت سے حیثیت کلام الٰہی ہونے کی کبھی سلب نہیں ہو سکتی۔ لہٰذا ان کی تلاوت پر ثواب کا مترتب ہونا ضروری ہے پھر کیا وجہ

ہوئی کہ ایک معتد بہ حصّہ قرآن کا منسوخ التلاوۃ کرکے ثواب سے محروم کرنے کے، علاوہ فتنہ میں ڈالا گیا۔ جس سے یہ بھی نقصان ہوا کہ چند سورہ و مجموعہ آیات کے اس طرح مرفوع التلاوت والکتابت ہو جانے کی وجہ سے اسی قدر معجزات نظم قرآن کے۔ فاتو بسورتہ من مثلہ.

ہمارے ہاتھ سے جاتے رہے۔ یہ کہیں نہیں بیان کیا جاتا کہ آنحضرتؐ نے اپنی وفات کے عین قبل منسوخ التلاوت حصّہ قرآن کو ممتاز طور پر صحابہ پر ظاہر کردیا تھا۔ اور بدیں وجہ۔ انہوں نے بروقت جمع قرآن اس تمام حصّہ کو جس میں سے کچھ کچھ متعدد صحابہ کو متفرق طور پر یاد بھی تھا داخل مصحف نہ کیا، اگر آیت مذکورہ بالا نسخ تلاوت ہی سے سمجھ لی جائے تب بھی یہ امر کہ کوئی خاص حصّہ کلام اللہ کا منسوخ شدہ کا بدل بھی ملے جو اس سے بہتر ہو یا اس کے مثل ہو' اس بدلیت کا کوئی پتہ کسی روایت میں نہیں ملتا۔ بجز عشر رضحات والی حدیث حضرت عائشہ کے' لیکن اس میں بھی یہ اشکال ہے کہ مصحف میں ناسخ کا وجود ہی نہیں ہے اور خود حضرت عائشہ یا کسی اور صحابی سے بہ سند آنحضرتؐ بدل ناسخ کا بھی منسوخ ہو جانا منقول نہیں ہے۔

اس طرح مناظرہ حصّہ دوئم کے صفحات ۲۰ تا ۲۲ میں جو روایات درج ہیں ان میں سے دوسری، تیسری، چوتھی، پانچویں، ساتویں، آٹھویں اور گیارہویں میں کوئی اشارہ کسی صحابی کا بھی منسوخیت کی نسبت آنحضرتؐ کی تصریح ابن عمرؓ سے منقول ہے لیکن یہ روایت مخرجہ طبرانی ہے لہذا قابل تمسک نہیں ہے۔ (عجالہ نافعہ)

پندرھویں روایت میں محض رائے حضرت انسؓ کی ہے جب تک اس رائے کی تائید میں کسی دوسرے صحابی کا قول نہ ہو اس وقت تک ایسے اہم معاملہ میں اس پر بھروسہ کر لینا غیر محفوظ ہے۔ نویں اور دسویں روایت کے بموجب دو مختلف سورتوں کے کچھ حصّے جو فی نفسہ مستقل کلام ہیں سب صحابہ کو یاد تھے، لہٰذا بموجب اس اصل موضوع کسی حصّہ کو وحی متلو کا صحابہ کے دلوں سے محو ہو جانا اس کے منسوخ التلاوت ہونے کی دلیل سمجھا جاتا تھا۔ یہ حصّے منسوخ التلاوۃ نہیں سمجھے جا سکتے، اسی طرح آیہ رجم تمام صحابہ کو یاد تھی اور یہ بھی معلوم تھا کہ وہ سورہ احزاب کی آخری آیت ہے اور کسی روایت میں اس کی منسوخیت کی طرف اشارہ نہیں ہے پھر کس دلیل سے منسوخ

التلاوت سمجھ لی گئی۔ تیرھویں روایت میں جو دو آیتیں منقول ہیں ان کا مضمون ان کی منسوخیت کے منافی ہے۔ بارہویں روایت ایک حیرت انگیز منظر پیش کرتی ہے حضرت عمر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف سے فرماتے ہیں کہ یہ آیت قرآن میں بھی ہے۔ مصحف میں کیوں نہیں ہے اور جواب ملتا ہے کہ قرآن میں بھی جس قدر حصّہ نکال ڈالا گیا ہے اس میں شامل یہ بھی نکال ڈالی گئی ہے۔

ان تمام روایات مندرجہ حصّہ اول حصّہ دوم مضامین مناظرہ سے جو نسخ تلاوت پر محمول کی جاتی ہیں یہ قیاس پیدا ہوتا ہے کہ یا تو ایسا ہوا ہے کہ جامعین کو جس قدر پوری پوری سورتیں ملیں ان سے مصحف مرتب کرلیا گیا اور جو معدودے چند سورتیں ان کو پوری طرح یاد نہ رہی تھیں اور جس قدر حصّہ ان کا یاد تھا وہ بالصراحت کسی عملی حکم پر مشتمل بھی نہ تھا جیسا کہ روایت منقولہ سے ظاہر ہوتا ہے۔ ان سب کو قصداً بالکل ترک کردیا گیا اور اس کے علاوہ جو نہایت ہی قلیل حصّہ قرآن کا ان صحابہ کو یاد تھا جن کو بوجہ عدم موجودگی بمقام مدینہ یا کسی اور وجہ سے جمع قرآن کی کاروائی کا علم بروقت نہ ہوسکا۔ اس قدر حصّہ اضطراراً مصحف میں درج ہونے سے رہ گیا اور یا ایسا ہوا ہے کہ یہ سب روایات جو قرآن مجید کی نسبت بے اعتباری پیدا کرچکی ہیں۔ اسلام کے اندرونی اور بیرونی دشمنوں نے وضع کیں اور غیر محتاط مصنفین نے بلا تحقیق و تنقید آنکھ بند کرکے سب کو قبول کرلیا' اس قیاس کی تائید۔

(۱) ایک تو ان مخرجین کی حیثیت سے ہوتی ہے جن سے ان روایات کا اکثر حصّہ منقول ہے۔ مثلاً ابوعبدالقاسم بن سلام جس کی نسبت " لم ارله فی الکتب حدیثا مسندا " استعمال کیا گیا ہے (تقریب التہذیب)

(۲) دوسری' ان روایات کی باہمی تخالف سے ہوتی ہے مثلاً یہ رجم کی بابت یہ تین روایتیں ہیں:

(۱)اذا زنی الشیخ والشیخة فارجموھما البتة نکالا من الله والله عزیز حکیم۔

(۳)الشیخ والشیخة اذا زینا فارجموھما البتة نکالا بما قضیه من اللہ .

(پانچویں روایت ملاحظہ ہو) اس قدر مختصر روایت اور یہ اختلافات! اور خوبی یہ کہ آخیر کی دونوں روایتوں کی سند ایک ہی ہے۔ مستند احادیث میں جو اختلاف قراۃ منقول ہے وہ اس حد تک نہیں پہنچتا۔

اسی طرح حدیث آدمؑ کی بابت بھی تین روایتیں ہیں ساتویں' آٹھویں' اور نویں' پہلی روایت میں قدر اشتراک" والوان الذین من تاب " سے کوئی مناسبت نہیں ہے دوسری روایت میں قدر مشترک کو"سورہ لم یکن " کا آخری حصہ ظاہر کیا گیا ہے اور آخر میں ایسے ہی بے تعلق دو مستقل جملے بڑھا دیے گئے ہیں۔ تیسری روایت میں قدر مشترک کو آخری حصہ ایک نا معلوم بڑی سی سورہ کا ظاہر کیا گیا ہے، اور درمیان میں ایک ویسا ہی بے تعلق اضافہ کیا گیا ہے۔ اس پر مستزاد یہ ہے کہ ہر ایک روایت میں قدر مشترک کے بھی بعض الفاظ اور نیز ان کی ترکیب مختلف ہے۔

(۳) بعض روایات کی اندرونی شہادت سے ہوتی ہے۔ مثلاً چھٹی روایت میں حضرت حمزہ سے منقول ہے کہ مصحف حضرت عائشہ میں آیت صلوٰۃ کے بعد یہ الفاظ " وعلے الذین یصلون الصفوف الاول " تھے لیکن حضرت عثمان نے جب مصاحف میں تغیر وتبدل کیا تو اس حصہ کو نکال دیا۔ کیا کوئی شخص یہ خیال کر سکتا ہے کہ یہ الفاظ آیت صلوٰۃ کے ساتھ آنحضرتؐ پر نازل ہوئے ہوں گے۔

یہ بیان کیا جاتا ہے کہ جب قرآن مجید کا کوئی حصہ نازل کیا جاتا تھا۔ تو آنحضرتؐ اسی وقت اسے لکھوا لیتے جس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ بوقت وفات آنحضرتؐ تمام قرآن مجید بشمول اجزا منسوختہ التلاوۃ آنحضرتؐ کے مکان میں مکتوب موجود تھا گو کتاب کی شکل میں نہ ہو کیونکہ یہ کسی معتبر روایت میں بیان نہیں کیا گیا۔ کہ جس قدر حصہ صحابہ بھول جاتے تھے اس قدر حصہ الواح وغیرہ میں موجودہ مکان آنحضرتؐ سے بھی محو ہو جاتا تھا۔

اب اس کے مقابلہ میں وہ روایات قابل ملاحظہ ہیں۔ جن میں یہ بیان ہے کہ بروقت جمع قرآن سورہ احزاب وسورہ براۃ وغیرہ صرف بقدر موجود ملیں اور بعض سورتیں بالکل نہ ملیں۔ ان کے نزول کے علم کا واحد ذریعہ یہی تھا کہ ان کا کچھ حصہ صحابہ کو یاد تھا یا ان کا کچھ خیال ان کے دماغ میں موجود تھا۔ واقعہ آیہ سورہ احزاب کے زمانہ کے بحث میں جو آپ نے تعلیق امام بخاری کو پیش فرمایا ہے۔ اس کی نسبت گزارش ہے کہ اس جگہ تین روایتیں زیر بحث ہیں ایک وہ روایت جس میں جنگ یمامہ کے بعد جمع قرآن بعہد حضرت صدیق کا ذکر ہے اور ساتھ ہی سورہ توبہ کی آخری دو آیتوں کا ذکر ہے یہ روایت بخاری میں ایک جگہ باب القرآن میں اور دوسری جگہ تفسیر سورہ توبہ میں درج ہے، اور دونوں جگہ پوری پوری درج ہے۔

دوسری روایت وہ ہے جس میں واقعہ قدوم حذیفہ کے بعد نسخ مصاحف بعہد حضرت عثمان کا ذکر ہے۔ تیسری روایت وہ ہے جس میں سورہ احزاب کی آیت کا ذکر ہے۔ بخاری باب جمع القرآن کتاب الجہاد تفسیر سورۃ احزاب دوسری روایت کے آخیر میں بخاری جمع القرآن میں ہے "قال الزھری" کے بعد تیسری روایت بھی درج ہے۔

اب تنقیح طلب امر یہ ہے کہ یہ الحاق امام بخاری کا فعل ہے یا امام زہری کا یا کسی اور راوی کا؟ امام زہری اور امام بخاری کے درمیان واسطہ دوسری روایت میں موسیٰ اور ابراہیم اور تیسری روایت میں ابو الیمان اور شعیب ہیں۔ پس یہ کیونکر قیاس کر لیا جائے کہ امام زہری تک ایک ہی سند ہونے کی وجہ سے امام بخاری نے ان دونوں روایتوں کو ملا دیا ہے؟ البتہ تیسری اور پہلی روایت میں یہ مماثلت ہے تاہم ان دونوں کو نہیں ملایا گیا حالانکہ اس کے لیے ایک مرجح یہ بھی تھا کہ ان دونوں کا ماخذ حضرت زید بن ثابت ہیں برخلاف اس کے دوسری روایت کے ماخذ حضرت انس ہیں مگر اس پر بھی امام بخاری کی طرح امام ترمذی نے بھی تیسری روایت کو دوسری کے ساتھ بیان کیا ہے پہلی کے ساتھ نہیں۔ معلوم یہ ہوتا ہے کہ خود امام زہری نے ان روایات کو شعیب اور ابراہیم سے بیان کرتے وقت پہلی روایت کو منفرداً دوسری اور تیسری کو متصلاً بیان کیا تھا اور اس کی وجہ سوائے اس کے اور کچھ بھی نہیں ہو سکتی کہ تیسری روایت عہد عثمانی کے متعلق ہے۔ یہی وجہ

ہے حضرت زید ابن ثابت نے اس کو پہلی کے ساتھ بیان نہیں کیا تھا بلکہ اس سے الگ بیان کیا تھا اور جب امام زہری کو عہد عثمانی کے واقعہ کے متعلق دوسری روایت حضرت انس سے پہنچی تو اس روایت کی تعلیم کے متعلق تیسری روایت کو بھی اس کے ساتھ ملا کر تعلیم کیا۔ مگر چونکہ اس کی سند مختلف تھی اسی وجہ سے دونوں کے درمیان اختلاف اسناد ظاہر کرنے کے لیے یہ الفاظ "وحد ثنی خارجة بن ثابت "یا یہ الفاظ "واخبرنی خارجة ابن ثابت" بڑھائے۔ ترمذی شریف میں اتنے پر ہی اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ تیسری روایت کے الحاق کرنے کے بعد چند اور روایات بھی امام زہری سے روایت کی گئیں۔ جو ما بعد کے واقعات سے متعلق ہیں اور یہ سلسلہ وقوع واقعات میں درج ہیں۔

تیسری روایت میں اس واقعہ کا وقت اس فقرہ " لما نسخنا الصحف فی المصاحف " میں ظاہر کیا گیا ہے۔ یہ فقرہ کارروائی عہد صدیقی پر صادق نہیں آتا بلکہ "تتبع القرآن من الرقاع والاکتاف والعسیب وصدور الرجال ثم جمع فی الصحف " الفاظ روایت کے بموجب صحف کا وجود پہلی کارروائی کے قبل نہیں تھا، بلکہ اس کے سبب سے ہوا تب دوسری کارروائی کے دوران ان صحف میں بذریعہ نسخ و نقل ایسی وحدت اتصالی پیدا کی گئی کہ اس مجموعہ پر مصحف کا اطلاق ہونے لگا۔ اس قیاس کی تردید کے لیے نہایت قوی روایت ہونی چاہیے نہ کہ ابراہیم کی روایت جس طرح وہ آپ کے مضمون میں منقول بلفظ "عن" ہے دوسرے ابراہیم ایک ضعیف راوی ہیں۔ (تقریب التہذیب)

اس جگہ یہ امر بھی قابل گزارش ہے کہ محولہ بالا دونوں واقعے نہایت ہی اہم کثیر التعلقات اور ممتد الزمان واقعات ہیں۔ بایں ہمہ پہلا صرف حضرت زید سے اور دوسرا صرف حضرت انس سے مروی ہے۔ ترتیب سورہ کے بارے میں یہ خیال کیا جاتا ہے سوائے براۃ وانفال کے ماسبقے کی ترتیب توقیفی ہے لیکن اس استثناء کی کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آنحضرتؐ ہر سال بماہ رمضان قرآن مجید کا مقابلہ حضرت جبرئیلؑ سے فرمایا کرتے تھے اور سال وفات میں دو مرتبہ ایسا کیا۔ ضروری ہے کہ آنحضرتؐ نے قرآن شریف کو کسی ترتیب خاص سے

پڑھا ہوگا۔ لہٰذا تمام سورہ و آیات مرتب ہوگئیں۔ اس لیے کہ بعد عرصہ اخیرہ کے نزول وحی نہیں ہوا، یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آخری عرصہ کے وقت حضرت زید بن ثابت بھی حضور نبویؐ میں حاضر تھے اور سنتے جاتے تھے اور انہوں نے اس ترتیب کے مطابق حضرت صدیق کے عہد میں مصحف مرتب فرمایا تھا۔ اس حالت میں سورہ انفال اور سورہ براۃ کی ترتیب کے متعلق جو روایت ترمذی ص ۲۷۴ وغیرہ میں حضرت ابن عباس سے مروی ہے وہ مشتبہ ہو جاتی ہے خصوصاً جب کہ اس کے ایک راوی عوف ابن ابی جمیلہ شیعہ ہیں۔ (تقریب التہذیب)

اس کے مقابلہ میں ابن عباس کی دوسری روایت میں حضرت علیؑ کا یہ قول موجود ہے کہ بسم اللہ امان ہے اور سورہ براۃ قتل کے لیے نازل ہوئی ہے (یعنی اس وجہ سے اس کے ساتھ بسم اللہ نازل ہی نہیں ہوئی) علاوہ اس کے امور مندرجہ ذیل کی بابت بھی آپ کی تحریرات فیض ساعت کی متوقع ہیں۔

(۱) جیسا رواج تراویح میں ختم قرآن کافی زمانہ سے ہے کیا ایسا ہی رواج بزمانہ خلافت حضرت عمرؓ میں بھی تھا؟ چند معتبر اسناد۔

(۲) عرصہ اخیر میں حضرت ابن مسعود موجود تھے اور اسی عرصہ اخیرہ کے مطابق حضرت زید بن ثابت نے مصحف صدیقی مرتب فرمایا تھا۔ پھر حضرت ابن مسعود نے فاتحہ اور معوذتین کے بارے میں اختلاف کیوں فرمایا ہے۔ اگر روایات مظہرہ اختلاف صحیح ہیں تو عاصم کی قراۃ میں جس کا سلسلہ اسناد حضرت ابن مسعود تک پہنچا ہے فاتحہ اور معوذ تین کیسے داخل ہیں۔؟ (رسالہ موئد القرآن از مولوی علی بخش مرحوم ۲۷)

مولوی صاحب: تم نے تو ایسی زبردست تقریر پیش کی کہ جس نے مسئلہ نسخ قرآن کی ہڈی پسلی توڑ کر رکھ دی ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اس وقت اس کا کیا جواب دوں۔ میں اپنے علماء کی کتابوں کو ایک بار پھر دیکھوں گا۔ شاید تمہارے جواب میں کوئی بات مل جائے۔

ہدایت خاتون: تم شوق سے دیکھو اور جواب پیش کرو مگر میری تو کوئی بات ہی نہیں ہے

اگر جواب نکالو گے تو اپنے ہی مذہب کے عالم مولانا عبدالرحیم صاحب کا۔

مولوی صاحب: تمہاری یہ چٹکی تو مجھے اور زیادہ تڑپانے والی ہے کہ میں دونوں طرف سے مصیبت میں گرفتار ہو گیا۔ اگر مسئلہ نسخ کو ثابت کرتا ہوں تو مولانا عبدالرحیم صاحب کا جواب ہو جاتا ہے اور اگر انکار کرتا ہوں تو دوسرے علماء کے خلاف ہو جاتا ہوں۔ تمہاری دونوں طرح جیت ہی جیت ہے۔ اچھا سب سے بڑے محقق علامہ امام فخر رازی کی تفسیر نکال کر دیکھو۔ ممدوح نے ضرور اس جگہ بھی تحقیقات کے دریا بہائے ہوں گے۔

ہدایت خاتون: (اٹھ کر گئیں اور ایک کتاب لا کر بولیں) دیکھو یہ تفسیر کبیر جلد اول ہے اس میں بڑی طویل بحث کی ہے مگر کئی مقامات پر تو ایسی عبارتیں ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ قرآن مجید میں نسخ ہوا ہی نہیں۔

مولوی صاحب: واہ واہ! کون سی عبارت ہے؟

ہدایت خاتون: سنو فرماتے ہیں:

واعلم اما بعد ان قررنا هذه الجملة فى كتاب المحصول فى اصول الفقه تمكسنا فى وقوع النسخ بقوله تعالى مانسخ من آية او ننسها نات بخير منها او مثلها . والاستدلال به ايضا ضعيف لان ما ههنا تفيد والشرط والجزاء . وكما ان قولک من جائک فاكرمه لا يدل على حصول المجئى بل على انه متے جاء وجب الاكرام فكذاهذه الاية لاتدل على حصول النسخ بل على انه متے حصل النسخ وجب ان ياتى بماهو خير منه فا لا قوى ان يقول فى الاثبات على قوله واذا بدلنا آية مكان آية وقوله يمحوا الله مايشاء ويثبت وعنده ام الكتاب والله اعلم .

""یعنی اس بات کو جاننا چاہیے کہ بعداس کے کہ ان سب مطالب کو ہم نے اصول فقہ کی کتاب محصول میں طے کردیا ہے۔ قرآن مجید میں نسخ کے واقع ہونے کی صرف یہ دلیل قرار دیتے ہیں کہ خدا نے قرآن مجید میں فرمایا ہے " **وما ننسخ من آیة اوننسها نات بخیر منها اومثلها** " مگراس آیت سے نسخ پر استدلال کرنا بھی ضعیف ہے اس لیے کہ اس آیت میں لفظ ما شرط کے لیے ہے جس کو جزاء لازم ہے تو اب اس آیت کا مطلب بھی وہی ہوا جو عام طور پر جملہ شرطیہ کا ہوتا ہے غرض جس طرح تمہارا قول جو شخص تمہارے پاس آئے اس کی تعظیم کرو اس بات پر دلالت نہیں کرتا کہ کسی کا آنا واقع بھی "ا یعنی واقعتاً کوئی آیا بھی بلکہ صرف یہ بتانا ہے کہ جب کوئی آئے گا تب اس کی تعظیم واجب ہوگی ۔اسی طرح اس آیت سے بھی یہ ثابت نہیں ہوسکتا کہ قرآن مجید میں نسخ واقع بھی ہوا (یعنی اس کی کوئی آیت منسوخ بھی ہوئی)انہیں صرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب خدا اس کی کسی آیت کو منسوخ کرے گا تب اس پر واجب ہوگا کہ پھر ایسی آیت لائے جو اس سے بہتر ہو۔ پس قوی امکان یہ ہے کہ قرآن مجید میں نسخ ہونے کے متعلق قرآن کی اس آیت سے استدلال کریں "**واذا بدلنا آیة مکان آیة** جب ہم کسی آیت کو دوسری آیت کی جگہ بدل دیں گے اور اس آیت سے کہ خدا جس چیز کو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور ثابت کردیتا ہے کہ اس کے پاس اصل کتاب ہے۔ (تفسیر کبیر جلد ۱ ۶۶)

مولوی صاحب: لو امام صاحب نے بھی تو نسخ کی بحث ہی کو اڑا دیا' اب کیا بولا جائے۔

ہدایت خاتون: قرآن مجید کی جو آیتیں غائب ہوگئیں ان کے بارے میں تم لوگ کہتے ہو کہ منسوخ ہوگئیں اور جب پوچھا جاتا ہے کہ کس دلیل سے تم ان کو منسوخ کہتے ہو؟ تو تم لوگ یہی آیت پیش کرتے ہو' مگر تمہارے امام صاحب کہتے ہیں کہ اس آیت سے نسخ ثابت نہیں ہوسکتا

بلکہ جس طرح خدا نے بطور شرط یہ کہا ہے کہ "لو کان فیھما الھۃ الا اللہ لفسد تا" اسی طرح بطور شرط یہ جملہ بھی فرمایا ہے کہ اگر ہم کسی آیت کو مسنوخ کریں گے تب اس سے بہتر لا دیں گے

مولوی صاحب: تم اپنی شوخیوں سے باز نہیں آتیں۔ کس مزے سے اس وقت چالاکی کر گئیں۔ امام رازی نے تو من جاء ک فاکرمہ کی مثال دی ہے اور تم نے اس کے عوض "لو کان فیھما الھۃ الا اللہ" کی مثال دے دی تا کہ تمہارے دعویٰ پر مہر تحقیق ثبت ہو جائے تا کہ کوئی بول ہی نہ سکے۔

ہدایت خاتون: یہ تو میں نے واضح کرنے کے لیے کہا کہ جس طرح وہاں شرط ہے یہاں بھی ہے اور جس طرح اس کے کہنے سے کہیں خدا کا واقع ہونا ثابت نہیں ہوسکتا اسی طرح اس کے کہنے سے بھی قرآن مجید میں نسخ نہیں ثابت ہوسکتا۔

مولوی صاحب: مگر امام صاحب نے خود بھی دو آیتوں سے نسخ ثابت کر دیا۔ ایک آیت "و اذا بدلنا آیۃ مکان آیۃ" اور دوسری آیت "یمحوا اللہ مایشاء"

ہدایت خاتون: کیا کہوں، اگر امام رازی صاحب ان دو آیتوں کو نہ پیش کرتے تو کہیں خوب ہوتا اس سے تو انہوں نے اپنے فضل و کمال کا بھانڈا ہی پھوڑ دیا۔

مولوی صاحب: لیجیے اب آپ امام رازی ایسے محقق سے بھی لڑنے کے لیے آمادہ ہوگئیں اللہ رے تیری شان۔

ہدایت خاتون: میں نہیں لڑتی ہوں تم بتاؤ "مانننسخ" کے بارے میں تو شاہ صاحب کہتے ہیں کہ فائدہ شرط ہے۔ تو یہ قول "و اذا بدلنا آیۃ مکان آیۃ" کیا شرط کا فائدہ نہیں دیتا ہے؟ البتہ دوسری آیت "یمحوا اللہ مایشاء" کو شرط سے لگاؤ نہیں مگر صیغہ مضارع ہے کہ کیا معلوم کہ خدا کسی چیز کو محو کرے گا اس کا نتیجہ بھی وہی ہوا، غرض ان دونوں آیتوں سے بھی یہ نہیں ثابت ہوسکتا کہ قرآن مجید کی کوئی آیت بدل بھی گئی یا اس کی کسی آیت کو خدا نے محو بھی کر دیا۔ علاوہ ازیں "

یمحوا اللہ مایشاء " عام ہے جو خدا کے تکوینی امور کو بتاتا ہے۔ قرآن مجید کی آیات سے اس کو خاص تعلق نہیں ہے۔

مولوی صاحب: ہاں قرآن شریف کے نسخ پر تو کوئی بھی اس آیت کو پیش نہیں کرتا۔ یہ بھی امام صاحب کی زبردستی معلوم ہوتی ہے کہ کھینچ تان کر اپنا مطلب نکالنا چاہتے ہیں۔

ہدایت خاتون: اور سنو! قرآن مجید میں نسخ ہونے پر اتفاق بھی نہیں ہے۔ علامہ مذکور لکھتے ہیں:

اتفقوا علے وقوع النسخ فی القرآن وقال ابو مسلم بن بحر انه لم یقع واحتج الجمهورعلے وقوعه فی القرآن بوجوه احد ها هذه الایة وهے قوله تعالی ما ننسخ من آیة او ننسها نات بخیر منها او مثلها .اجاب ابو مسلم عنه من وجوه . الاول ان المراد من الآیات المنسوخة هے الشرائع التی فی الکتب القدیمته من التوراة والا نجیل کالسبت والصلاة الی المشرق والمغرب القدیمة من التوراة والانجیل کالسبت والصلاة الی المشرق والمغرب مما وضعه الله تعالی عناوتعبدنا بغیره فان الیهود و النصارے کانوا یقولون لا تومنوا لا لمن تبع دینکم فابطل الله علیهم ذلک بهذه الآیة الوجه الثانی المراد من النسخ نقلة من اللوح المحفوظ وتحویله عندالی سائر الکتب وهو کما یقال نسخت الکتاب . الوجه الثالث انا بینا ان هذه الایة لاتدل علے وقوعه النسخ بل علے انه لو وقع النسخ لو قع الی خیر منه .

"لوگوں کا اتفاق ہے کہ قرآن مجید میں نسخ واقع ہوا مگر ابو مسلم بن بحر نے دعویٰ کیا کہ نسخ واقع نہیں ہوا۔ جو لوگ کہتے ہیں کہ واقع ہوا ان کی دلیل کیا ہے۔

ایک تو یہی آیت "ما ننسخ من آیة او ننسھانات بخیر منھا او ملثھا" مگر ابومسلم نے اس دلیل کا جواب کئی طرح سے دیا ہے۔ ایک یہ کہ آیات منسوخہ سے وہ شریعتیں مراد ہیں جو پہلی کتابوں میں تھیں۔ مثلاً تورات و انجیل کی جیسے سبت (شنبہ) کے دن کے احکام اور مشرق و مغرب کی طرف نماز جس کو خدا نے ہم لوگوں سے منسوخ کر دیا اور بغیر اس کے ہم لوگوں کی عبادت صحیح ہوتی ہے۔ کیونکہ یہود و نصاریٰ کہتے تھے کہ جو لوگ تمہارے دین کی پیروی نہ کریں ان کے لیے اطمینان کی زندگی نہیں ہو سکتی۔ پس خدا نے ان لوگوں پر ان احکام کو اسی آیت سے باطل کر دیا۔ دوسری طرح یہ کہ نسخ سے مراد حکم خدا کا لوح محفوظ سے نقل کرنا اور اس سے اتار کر باقی کتابوں میں درج کرنا ہے وہ ایسا ہی ہے جیسے کہا جاتا ہے کہ میں نے کتاب لکھی۔ تیسری طرح یہ کہ ہم بیان کر چکے ہیں کہ یہ آیت قرآن مجید میں نسخ واقع پر نہیں دلالت کرتی بلکہ واضح کرتی ہے کہ اگر نسخ واقع ہوگا تو اس سے بہتر حکم کی طرف واقع ہوگا۔"

ومن الناس من اجاب عن الاعتراض الاول بان الآیات اذا طلقت فالمراد بھا آیات القرآن لانه ھو المعھود عندنا وعن الثانی بان نقل القرآن من اللوح المحفوظ لا یختص ببعض القرآن وھذا النسخ مختص ببعضه ولقائل ان یقول علی الاول الا نسلم ان لفظ الایة مختصر بالقرآن بل ھو عام فی جمیع الد لائل. وعلی الثانی انا نسلم ان النسخ من اللوح المحفوظ فاناتی بعده بما ھو خیر منه.

"مگر ابومسلم کے پہلے اعتراض کا جواب علماء نے یہ دیا ہے کہ جس مقام پر لفظ آیات مطلق طور پر بولا جائے گا، وہاں قرآن مجید کی آیات ہی مراد ہوں گی

کیونکہ ہمارے ذہن میں بھی رہتی ہیں۔ یہ نسخ بعض قرآن سے مخصوص ہے۔ (علامہ رازی اس کے بعد لکھتے ہیں) لیکن ان جوابوں کی رد میں کہنے والا یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ پہلے جواب کے متعلق یہ ہے کہ ہم اس کو تسلیم نہیں کرتے کہ لفظ آیت قرآن مجید کے لیے مخصوص ہے بلکہ یہ لفظ کل دلیلوں کے لیے بولا جاتا اور سب کے لیے عام ہے اور دوسرے جواب کے متعلق یہ ہے کہ ہم اس کو تسلیم کرتے ہیں کہ لفظ آیت قرآن مجید کے لیے مخصوص ہے بلکہ اس کا مطلب واللہ اعلم یہ ہے کہ ہم لوح محفوظ سے جس چیز کو لکھتے ہیں تو اس کے بعد وہ چیز لاتے ہیں جو اس سے بہتر ہوتی ہے (تفسیر کبیر جلد ا (ص ۶۶۱)

اور سنو فرماتے ہیں۔

اختلف المفسرون فی قوله تعالی مانسخ من آیت اوننسها فمنهم من فسر النسخ بالا ذالة ومنهم من فسره بالنسخ بمعنی نسخت الکتاب وهو قول عطاء و سعید بن المسیب

اس آیت "مانسخ من آیة " کی تفسیر میں مفسروں نے اختلاف کیا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اس سے کسی آیت کا زائل کردینا مراد ہے اور بعض کہتے ہیں کہ نہیں بلکہ اس سے لکھنا مراد ہے جیسے بولتے ہیں۔ "نسخت الکتاب " میں نے کتاب لکھی اور اس بات کے قائل عطا سعید بن المسیب ہیں۔

فا مان قال بالقول الثانی ما ننسخ من آیة ای ننسخ من اللوح المحفوظ اوننساء ها نو خرها و اما قرأة ننسها فا لمعنی نترکها یعنی نترک نسخها فلا ننسخها.

عطاء سعید بن المسیب وغیرہ کہتے ہیں کہ "ما ننسخ من آیته " کا مطلب یہ ہے کہ جس حکم کو ہم لوح محفوظ سے لکھتے ہیں یا اس کو پیچھے کرتے ہیں اور جو اس کو

ننسھا پڑھتے ہیں بنا بریں مطلب یہ ہے کہ ہم اس کو چھوڑ دیتے ہیں یعنی اسے لکھنے کو ترک کرتے ہیں۔ (تفسیر کبیر جلد ۱' ص ۶۶۲)

مولوی صاحب: تم نے تو نسخ کے خلاف دلیلوں کا ڈھیر لگا دیا۔

ہدایت خاتون: مجھے کیوں کہتے ہو یہ سب چیزیں تو تمہارے علماء ہی کی ہیں جن کو میں نے تمہاری کتابوں سے لیا۔

مولوی صاحب: خیر اب مولانا وحید الزمان خان صاحب کی کتاب ہدیۃ المہدی کی عبارت نکالو کیونکہ مولانا ممدوح کی عبارت تم انوار اللغتہ سے پڑھ چکی ہو۔ اگر منسوخ آیتیں اسی طرح منسوخ حدیثیں بہت تھوڑی ہیں جن کو ہم نے ہدیۃ المہدی میں بیان کر دیا ہے۔ ایک دن میں آدمی ان کو یاد کر سکتا ہے۔

ہدایت خاتون: (کتاب مذکور لاکر) سنو فرماتے ہیں:

فصل زعم المقلد ته ان معرفته الناسخ والمنسوخ عويصة المشكلة جدا ولذا اوجبوا تقليد المجتهدين . وانا قول ان معرفة الناسخ والمنسوخ يسيرة جدا لان المنسوخ فى القرآن الثان وعشرون آية . واخرج الشيخ ولى الله منها سبع عشرآية فبقيت خمس آيات ونحن تذكر ههنا الآيات المنسوخة والاحاديث المنسوخة يتسيرا الاصحاب الحديث امالآ يات فهى :

(۱) اينما تولوا فثم وجه الله .

(۲) وكتب عليكم اذا حضر احدكم الموت

(۳) وكتب عليكم الصيام كما كتب علے الذين من قبلكم

(۴) وعلى الذين يطيقونه فدية طعام مسكين .

(۵) واتقوا الله حق تقاته

(۶) وقل قتال فيه كبير

(۷) والذين يتوفون منكم ويذرون ازواجا وصية لازواجهم متا عالى الحول غير اخراج .

(۸) وان تبدوا مافى انفسكم او تخفوه يحاسبكم به الله

(۹) واذا حضر القسمة اولوا القربى (الآية).

(۱۰) والذين اعقدت ايمانكم ناتوهم نصيبهم

(۱۱) واللاتى ياتين الفاحشة من نساء كم (الاية)

(۱۲) اواخران من غيركم .

(۱۳) آيات الصفح والاعراض عن المشركين وترك القتال معهم

(۱۴) ان يكن منكم عشرون صابرون (الاية)

(۱۵) انفروا اخفافا وثقالا

(۱۶) الزانى لاينكح الزانية اومشركة (الاية) .

(۱۷) لا يحل لك النساء من بعد

(۱۸) وان فاتكم شئى من ازواجكم الاية

(۱۹) ياايها الذين آمنو اذا ناجيتم الرسول (الاية)

(۲۰) قم الليل الاقليلا

(۲۱) وآهم مانفقوا

(۲۲) يا آيها الذين آمنوا ليتاذنكم الذين ملكت ايمانكم . فهذا اثنان وعشرون آية. وقد اختلف فى نسخ اكثرها .وبقيت خمسة آيات

فهی منسوخة بالاتفاق الاولے۔ والتی یاتین الفاحشة من نساء کم فا ستشهدوا علیهن اربعة منکم. الایة الثانیة کتب علیکم اذا حضر احدکم الموت الثالثة. والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجا وصیة لا زواجهم متا عا الی الحول غیر اخراج الرابعة ان یکن منکم عشرون صابرون. الخامسة: اذا نا جیتم الرسول. فمن حفظ هذه الخمس فقد حفظ منسوخات الکتاب.

مقلدین (فرقہ حنفیہ وغیرہ) کا خیال ہے کہ ناسخ ومنسوخ کی معرفت دشوار اور بہت مشکل ہے۔اسی وجہ سے وہ کہتے ہیں کہ ہر شخص کو مجتہد کی تقلید کرنا چاہیے۔مگر ہم کہتے ہیں کہ ناسخ و منسوخ کی معرفت بہت ہی آسان ہے اس لیے کہ قرآن مجید میں صرف ۲۲ آیتیں منسوخ ہیں اور مولانا شیخ شاولی اللہ صاحب دہلوی نے ان سے سترہ آیتوں کو خارج کردیا ہے تو پانچ آیتیں باقی رہیں اور ہم اس جگہ آیات واحادیث کو ذکر کرتے ہیں جو منسوخ ہیں تاکہ فرقہ اہل حدیث کو ان کے جاننے میں آسانی ہو۔آیات تو یہ ہیں۔

(۱) جس طرح تم منہ کرو اسی جانب خدا کا منہ ہوگا)(پ ۱ ع ۱۴)

مولوی صاحب: تم پھر شوخیاں بگھارنے لگیں، یہ ترجمہ تم نے اس لیے کیا ہے کہ اللہ کا جسم ثابت کرو۔

ہدایت خاتون: تو اس سے تم سیخ پا کیوں ہوتے ہو۔تم لوگوں نے تو خدا کے لیے ہاتھ پاؤں منہ سب تجویز کرلیا ہے۔

مولوی صاحب: خیر اس کی بحث گزر چکی ہے یہاں یہ ترجمہ کرو کہ جدھر تم منہ کرو ادھر ہی قبلہ ہے۔

ہدایت خاتون: خیر یونہی سہی ترجمہ تو ختم کرنے دو۔

(۲) دوسری آیت میں تم کو حکم دیا جاتا ہے کہ جب کوئی تم میں سے مرنے لگے اگر کچھ مال چھوڑنے والا ہو۔ (پ۲ ع۶)

(۳) تیسری آیت' مسلمانوں! جیسے اگلے لوگوں کو روزہ رکھنے کا حکم دیا گیا تھا اسی طرح تم کو بھی روزے رکھنے کا حکم دیا گیا ہے (پ۲ ع ۷) سنتے ہو یہ آیت منسوخ کہی جاتی ہے اس کا نتیجہ یہی تو ہوا کہ اس آیت سے روزے کے وجوب کا حکم اٹھ گیا

مولوی صاحب: خیر تم ترجمہ تو کر ڈالو اپنا اعتراض حق ابھی محفوظ رکھو۔

ہدایت خاتون: (۴) چوتھی آیت اور جن کو روزے کی طاقت نہیں ہے تو وہ ہر روزے کے بدل میں ایک محتاج کو کھانا دیں۔ (پ۲ ع ۷)

(۵) پانچویں آیت' مسلمانوں اللہ سے ڈرو جیسا حق ہے اس سے ڈرنے کا۔ (پ۴ ع ۱۱)

مولوی صاحب: لاحول ولا قوۃ! اس آیت میں کیا ہے جو اس کو بھی منسوخ کر ڈالا۔

ہدایت خاتون: مجھے تو ٹوکتے تھے کہ اعتراض کیوں کرتی جاتی ہو۔ ترجمہ پورا کر ڈالو۔ پھر خود کیوں بیچ بول پڑے۔

مولوی صاحب: کیا کروں رہا نہیں جاتا' اچھا دیکھو مولانا وحید الزمان خان صاحب نے اس آیت کی تفسیر میں کیا لکھا ہے؟

ہدایت خاتون: لکھتے ہیں۔ جیسا حق ہے ڈرنے کا یعنی جن کاموں کا اس نے حکم دیا ہے ان کو بجالاؤ اور جن کاموں سے منع کیا ہے ان سے باز رہو۔ جب یہ آیت اتری تو صحابہ بہت گھبرائے اور عرض کیا کہ یہ کس سے ہوسکتا ہے۔ اس وقت یہ آیت اتری۔ "فاتقوا اللہ ما استطعتم" یعنی جہاں تک ہوسکے اللہ سے ڈرو۔ پھر یہ آیت منسوخ ہوگئی۔ بعضوں نے کہا کہ منسوخ نہیں ہے اور جیسا حق ہے ڈرنے کا اس سے مراد یہ ہے کہ اس کی راہ میں جہاد کرے اور شریعت کی بات میں کسی کی بدگوئی کا خوف نہ کرے۔ (تفسیر وحیدی ۸۲) مولانا صاحب ممدوح نے کس طرح بات

بنانے کے لیے ہاتھ پاؤں مارا ہے۔

مولوی صاحب: ٹھیک ہے یہ آیت منسوخ نہیں ہوسکتی۔

ہدایت خاتون: (۶) چھٹی آیت یہ ہے کہ ماہ حرام میں لڑنا بڑا گناہ ہے (پ۲ع۱۱)

(۷) ساتویں آیت یہ ہے کہ جو لوگ تم سے مرجائیں اور بیبیاں چھوڑ جائیں، (یعنی مرنے لگیں۔) تو اپنی بیبیوں کے لیے ایک سال تک کو ان کو نہ نکالنے کی اور خرچ دینے کی وصیت کر جائیں۔ (پ۲ ع ۱۵)

(۸) آٹھویں آیت یہ ہے کہ تم اپنے دل کی بات کھولو یا اس کو چھپاؤ اللہ اس کا حساب تم سے لے گا۔ (پ۳ ع ۸)

(۹) نویں آیت یہ ہے کہ جب ترکہ بٹ رہا ہو اور وہ ناطے والے جن کو حصّہ نہیں پہنچتا اور یتیم اور محتاج آجائیں کچھ ملنے کی امید میں تو ان کو بھی اس سے کچھ دے دو یعنی ترکہ بانٹنے سے پہلے تھوڑا بہت ان کے ساتھ بھی سلوک کردو۔ (پ۴ ع ۱۲)

(۱۰) دسویں آیت یہ ہے اور جن لوگوں سے تم نے قسمیں کھا کر قول کیا ان کو اپنا بھائی بنایا ان کو ان کا حصّہ دو۔ (پ۵ رکوع ۲)

(۱۱) گیارہویں آیت یہ ہے کہ مسلمانو! تمہاری عورتوں میں سے جو بدکاری کریں تو چار مسلمان مردوں کی گواہی مانگو۔ (پ۴ ع ۱۴)

(۱۲) اگر تم سفر میں ہو اور وہاں موت کی مصیبت آنے لگے تو غیر ہی دو شخص سہی۔ (پ۷ ع ۴)

(۱۳) مشرکین سے بے توجہی کرنے اور ان کو معاف کردینے اور ان سے لڑائی چھوڑ دینے کی سب آیتیں بھی منسوخ ہوگئیں۔

(۱۴) چودہویں آیت یہ ہے کہ اگر تم مسلمان میں سے بیس صبر کرنے والے شخص ہوں۔ (پ۱۰ ع ۵)

(۱۵) پندرھویں آیت یہ ہے مسلمانو! ہلکے ہو یا بھاری نکل کھڑے ہو اور اللہ کی راہ میں اپنی جان اور مال سے جہاد کرو۔ (پ۱۰ ع ۱۲)

(۱۶) سولھویں آیت بدکار مرد بدکار یا مشرکہ عورت سے ہی نکاح کرے گا۔

(پ ۱۸ ع ۷)

(۱۷) سترہویں آیت اے پیغمبرؐ اب تجھ کو اور عورتیں حلال نہیں اور نہ یہ ہوسکتا ہے کہ ان کے بدل دوسری بیبیاں کرنے لگو گرچہ ان کی صورت تجھ کو بھلی لگے۔

(پ ۲۲ ع ۴)

(۱۸) اٹھارہویں آیت اور اگر کوئی تمہاری عورت اسلام سے پھر کر کافروں میں جا ملے الخ (پ ۲۸ ع ۸)

(۱۹) انیسویں یہ آیت مسلمانو! جب تم پیغمبرؐ کے کان میں کوئی بات کہنا چاہو تو کان میں بات کہنے سے پہلے کچھ خیرات سامنے دھر لیا کرو۔ (پ ۲۹ ع ۱۱)

(۲۰) بیسویں آیت اے کپڑا لپیٹنے والے ساری رات نماز میں کھڑا رہ مگر تھوڑی رات۔ (پ ۲۹ ع ۱۱)

(۲۱) اکیسویں آیت اور کافروں نے جو ان عورتوں پر خرچ کیا ہو (مہر) وہ ان کو دے دو۔ (پ ۲۸ ع ۸)

(۲۲) بائیسویں آیت مسلمانو! تمہارے غلام لونڈی اور جو لڑکے لڑکیاں تم میں سے ابھی جوان نہیں ہوئے وہ تین وقتوں میں تمہارے پاس آنے کی اجازت لیا کریں۔ (پ ۱۸ ع ۱۴)

یہ سب بائیس آیتیں منسوخ ہوئیں یا نہیں مگر ان سے اکثر کے متعلق اختلاف ہے کہ منسوخ ہوئیں اور پانچ باقی رہ گئیں جو باتفاق منسوخ ہیں۔

(۱) پہلی آیت یہ کہ تمہاری عورتوں سے جو بدکاری کریں تو چار مسلمان مردوں کی گواہی مانگو۔ (پ ۴ ع ۱۴)

(۲) دوسری آیت یہ کہ تم کو حکم دیا جاتا ہے تم میں سے اگر کوئی مرنے لگے اگر کچھ مال چھوڑنے والا ہو۔ (پ ۲ ع ۶)

(۳) تیسری یہ آیت اور جو لوگ تم میں سے مر جائیں اور بیبیاں چھوڑ جائیں یعنی مرنے لگیں

تو وہ اپنی بیویوں کے لیے ایک سال تک ان کو نہ نکالنے کی اور خرچ دینے کی وصیت کر جائیں۔ (پ۲ ع۱۵)

(۴) چوتھی یہ آیت اگر تم مسلمانوں میں سے بیس صبر کرنے والے شخص ہوں۔ (پ۱۰ ع۵)

(۵) پانچویں یہ آیت مسلمانو! جب تم پیغمبر کے کان میں کوئی بات کہنا چاہو تو پہلے کچھ خیرات سامنے دھر لیا کرو۔ (پ۲۸ ع۲)

غرض جو شخص ان پانچ آیتوں کو یاد کرلے گا اس کو قرآن مجید کی کل منسوخ آیتیں یاد ہو جائیں گی اور ان سب پر وہ ضرور حاوی ہو جائے گا۔

مولوی صاحب: مولانا ممدوح نے یہ بڑا احسان کیا کہ سب آیتوں کو ایک جگہ جمع کردیا اور تم نے بھی کمال کردیا کہ ہر آیت کا پتہ بتاتی گئیں کہ کس پارہ اور کس رکوع میں ہے۔

ہدایت خاتون: مگر اس سے فائدہ کیا حاصل ہوا؟ یہ بھی تو بتا دو اس کے بعد جس کی چاہو تعریف کرو۔

مولوی صاحب: واہ یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے' اس سے یقین ہوگیا کہ قرآن شریف کی صرف اس قدر آیتیں منسوخ ہوئیں اور باقی سب غیر منسوخ ہیں۔

ہدایت خاتون: اس سے تو تحریف قرآن کی اور زبردست تصدیق ہوگئی۔

مولوی صاحب: واہ! وہ کس طرح؟

ہدایت خاتون: مولوی صاحب نے بتا دیا کہ قرآن مجید میں منسوخ آیتیں موجود ہیں یعنی جو آیتیں منسوخ ہوگئی ہیں وہ منسوخ ہونے کی وجہ سے قرآن مجید سے نکال نہیں دی گئیں بلکہ اب تک اس میں لکھی اور پڑھی جاتی ہیں۔ اور قرآن مجید کا جزو سمجھی جاتی ہیں۔ ان میں اور قرآن مجید کی باقی غیر منسوخ آیات میں کوئی فرق نہیں ظاہر کیا جاتا ہے۔

مولوی صاحب: تو اس سے کون انکار کرتا ہے مگر اس سے تحریف کیسے ثابت ہوگی؟

ہدایت خاتون: اس طرح کہ قرآن مجید کی وہ آیتیں جو اب اس میں موجود نہیں ہیں اور تمہاری حدیث تفسیر وغیرہ کی کتابوں (مثلاً اتقان' درمنثور' کنزالاعمال وغیرہ) سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ قرآن مجید میں پہلے تھیں، ان کے بارے میں شیعہ کہتے ہیں کہ صحابہ نے نکال دیا، یا ان سے چھوٹ گئیں اور تم لوگ کہتے ہو کہ نہیں۔ نہ وہ نکال دی گئیں نہ صحابہ سے چھوٹ گئیں بلکہ وہ سب منسوخ ہوگئیں۔ اس سبب سے قرآن مجید میں نہیں لکھی گئیں گویا تم لوگوں کا دعویٰ یہ ہے کہ ان آیتوں کے منسوخ ہونے کی دلیل یہ ہے کہ وہ قرآن مجید میں نہیں لکھی گئیں۔ گویا تم لوگوں کا دعویٰ یہ ہے کہ ان آیتوں کا قرآن مجید میں نہ لکھا جانا اس کی دلیل ہے کہ وہ منسوخ ہوگئیں، یا یوں کہو کہ ان آیتوں کے منسوخ ہونے کی دلیل یہ ہے کہ وہ قرآن مجید میں نہیں لکھی گئیں۔

کتابوں کے بیان کے مطابق جو آیتیں قرآن مجید میں پہلے تھیں اور اب نہیں ہیں وہ بھی قرآن مجید میں رہ سکتی تھیں مگر صحابہ نے ان کو نکال دیا یا ان سے چھوٹ گئیں۔ غرض ان کا قرآن مجید میں درج نہ ہونا اس کی دلیل نہیں ہوسکتا کہ وہ ضرور منسوخ ہی ہوگئیں کیونکہ قرآن مجید میں تو اب بھی منسوخ آیتیں موجود ہیں اب بتاؤ! کہ تمہارے صحابہ کرام اور علماء اعلام کی تحقیق کے مطابق جو ہزاروں آیتیں پہلے قرآن مجید میں تھیں اور اب ان کا قرآن مجید میں پتہ نہیں ملتا وہ کیا ہوئیں؟ اگر کہو کہ منسوخ ہوگئیں تو جس طرح مذکورہ بالا بائیس آیتیں باوجود منسوخ ہو جانے کے اب بھی قرآن مجید میں موجود ہیں' برابر اس میں لکھی جاتی ہیں۔ سب لوگ انہیں پڑھتے ہیں حفاظ حضرات ان سب کو یاد کرتے ہیں۔ مفسرین ان کی تفسیر بھی اسی طرح لکھتے ہیں، اسی طرح وہ ہزاروں آیتیں بھی قرآن مجید میں کیوں نہیں لکھی گئیں؟

مولوی صاحب: یہ تو تم نے بڑا مشکل اعتراض کیا۔ واقعاً جب یہ ۲۲ آیتیں اب بھی موجود ہیں تو ان سب کو بھی رہنا چاہیے تھا۔

ہدایت خاتون: بس اب تو تمہیں بھی ماننا پڑے گا کہ وہ ہزاروں آیتیں جو اب قرآن مجید میں

نہیں ہیں، قرآن مجید سے بغیر منسوخ ہوئے ہی غائب ہوگئیں، ساقط ہوگئیں گم ہوگئیں، گم ہوگئیں، چھوٹ گئیں، غرض جو لفظ چاہو اختیار کرو مگر نتیجہ یہی ہے کہ ان کل آیات کے نہ ملنے سے تحریف قرآن کا ثبوت تمہارے ہاں مکمل موجود ہے جس سے تم لوگ کسی طرح بچ نہیں سکتے، نہ نسخ کا حیلہ کرنے سے تم لوگوں کو کوئی فائدہ ہوگا۔

مولوی صاحب: کیا کہوں؟ میں تو مبہوت ہو رہا ہوں، میں نے اس مسئلہ کو تمہارے مذہب کے بطلان کی سب سے زبردست دلیل سمجھا تھا، لیکن اس میں بھی تم نے مجھے عاجز کر دیا۔ اس بحث کا نتیجہ تو میں دیکھتا ہوں کہ میرے لیے بہت خراب نکلے گا یا مجھے اسلام ہی سے ہاتھ دھونا پڑے گا؟

ہدایت خاتون: خدا نہ کرے" ان الدین عند اللہ الاسلام " اسلام سے ہاتھ دھو کر کس دین کو اختیار کر سکتے ہو۔ ابھی تو شیعہ سنی کی بحث ہے اس کو طے کر لو تو خود ہی تم پر حقیقت کا نور چمکنے لگے گا۔

مولوی صاحب: ایک بات ذہن میں آتی ہے کہ ہو سکتا ہے وہ ہزاروں منسوخ ہوگئی ہوں اور ان کو بے ضرورت ہونے کی وجہ سے لوگوں نے درج نہیں کیا ہو۔

ہدایت خاتون: پھر ان ۲۲ آیتوں کو بھی درج نہ کرتے کیونکہ جب یہ بھی منسوخ ہوگئی ہیں تو یہ بھی بے ضرورت ہیں جو حکم اور انجام ان آیتوں کا مانو گے وہی ان سب کا بھی ماننا پڑے گا۔

مولوی صاحب: یہ چونکہ ۲۲ تھیں اس وجہ سے درج کر دی گئیں اور وہ چونکہ بہت زیادہ تھیں اس وجہ سے نہیں لکھی گئیں۔

ہدایت خاتون: مگر یہی ۲۲ کیوں لکھی گئیں انہی ہزاروں سے ۲۲ کیوں نہ لکھی گئیں۔ ترجیح بلا مرجح تو محال ہے۔

مولوی صاحب: تم تو کسی طرح میرا پیچھا ہی نہیں چھوڑتی یا کسی طرح مجھے بچنے ہی نہیں دیتیں۔

جو راہ چلتا ہوں اس میں کانٹے بچھا دیتی ہو۔ جب ۲۲ آیتوں کا لینا مقصود تھا تو انہیں کو لے لیا اس میں کیا مضائقہ ہے۔

ہدایت خاتون: تم کو یاد ہوگا کہ شروع بحث میں اتقان جلد ۲ ۷ سے حضرت عمرؓ کی یہ روایت بیان کر چکی ہوں کہ ممدوح فرماتے تھے قرآن مجید میں دس لاکھ ستائیس ہزار حروف ہیں۔

مولوی صاحب: ہاں! اس کو تو خود میں نے بھی اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔

ہدایت خاتون: تم لوگ نسخ کی دلیل یہ آیت پیش کرتے ہو" ما ننسخ من آیة او ننسها نات بخیر منها او مثلها " ہم جو آیت منسوخ کر دیتے یا بھلا دیتے ہیں تو اس سے بہتر یا ویسی ہی دوسری لے آتے ہیں۔ (پ ۱ ع ۱۴)

مولوی صاحب: ہاں اس میں عذر نہیں کہ نسخ کی زبردست دلیل یہی آیت ہے۔

ہدایت خاتون: تو اب بتاؤ کہ مذکورہ بالا روایت کے مطابق دس لاکھ ستائیس ہزار سے جو کئی لاکھ آیتیں غائب ہیں۔ جن کے بارے میں تم لوگ دعویٰ کرتے ہو کہ وہ سب منسوخ ہو گئیں۔ خدا نے اپنے وعدے کے مطابق ان آیتوں کے بارے میں کیا کیا۔

مولوی صاحب: کیا کیا؟ بس منسوخ کر دیا' نسخ کے بعد اور چاہیے کیا؟

ہدایت خاتون: مگر خدا نے اپنا یہ اصول واضح کر دیا ہے کہ جس آیت کو وہ منسوخ کرتا ہے اس سے بہتر یا اس کے مثل آیت لا دیتا ہے۔ اس کا فرض تھا کہ دس لاکھ ستائیس ہزار حرف سے جس قدر حرف اب تک غائب یا ساقط ہیں ان سب سے بہتر۔ (یعنی ان سے عدد میں زیادہ یا احکام میں زیادہ مناسب) لا دیتا یا ان کے مثل ہی لا دیتا۔ غرض پھر قرآن مجید کی آیتوں کو دس لاکھ ستائیس ہزار سے بھی زیادہ یا کم از کم اتنا ہی ہونا چاہیے تھا لیکن قرآن مجید میں ان منسوخ شدہ آیتوں سے بہتر یا ان کے مثل کا کہیں بھی پتہ نہیں ہے پس ماننا پڑے گا کہ یا تو خدا جھوٹ بولتا ہے یا وہ کئی لاکھ آیتیں جو اب قرآن میں بھی موجود نہیں ہیں منسوخ ہوئیں۔ بلکہ قرآن مجید کا جزو ہی

تھیں اور وہ سب اس سے نکل کر قرآن مجید کو ناقص یا تحریف شدہ بنا گئیں۔ اس وقت دنیا میں جس قدر قرآن مجید کے نسخے موجود ہیں سب کو اچھی طرح دیکھ جاؤ' ایک ایک حرف گن جاؤ مگر کسی میں بھی کسی طرح دس لاکھ ستائیس ہزار حروف نہیں ملیں گے۔ اس سے جس قدر کم بھی تم مانو گے اس پر میرا یہی سوال ہوگا کہ باقی آیتیں کیا ہوئیں؟ اگر منسوخ ہو گئیں تو الٰہی وعدہ کے مطابق ان سے بہتر یا ان کے مثل پھر آ جانا چاہیے تھا۔ جس کے بعد قرآن مجید کے حروف کی تعداد دس لاکھ ستائیس ہزار سے زیادہ یا کم از کم اسی قدر ہوتی۔ موجودہ قرآنوں میں کل (۲۶۷۰۵۲) حروف ہیں۔ اور حضرت عمرؓ کی روایت کے مطابق اس کے کل حروف (۱۰۲۷۰۰۰)۔ نتیجے اس طرح (۷۵۹۹۴۸) سات لاکھ انسٹھ ہزار نو سو اڑتالیس حروف قرآن مجید سے دنیا محروم ہو گئی۔

مولوی صاحب: جب قرآن مجید بھی تورات و انجیل کی طرح ناقص اور تحریف شدہ ہی ہے تو مسلمانوں کا اس دین پر باقی رہنا عبث ہے۔ ہم لوگوں کو عیسائی یا آریہ ہو جانا چاہیے۔

ہدایت خاتون: ہرگز نہیں! اگر مذہب شیعہ اختیار کر لو گے تو نہ اسلام سے نکلنے کی ضرورت ہوگی۔ نہ قرآن مجید سے علیحدہ ہونے کی، نہ عیسائی ہونے کی، نہ آریہ بننے کی

❁❁❁

تیرہواں باب (۱۳)

حافظ عبدالصمد صاحب کی خطرناک علالت

ابھی مذکورہ بالا بحث یہیں تک پہنچنے پائی تھی کہ دونوں کو ایک شدید تردد میں مبتلا ہو جانا پڑا۔ ہدایت خاتون کے نانا جناب حافظ عبدالصمد صاحب حج کرنے کے لیے گئے تھے، وہاں سے مشرف ہو کر پلٹے تو سخت بیمار ہو کر مکان پہنچے۔ اعزہ نے دیکھا تو گویا ان کو پہچان تک نہ سکے۔ بہت ضعیف و لاغر ہو گئے تھے۔ حیدرآباد پہنچنے کے بعد مختلف حکیموں اور ڈاکٹروں کا علاج ہونے لگا ۔مگر مرض بڑھتا ہی گیا اور کسی طرح افاقہ کی صورت نظر نہ آئی۔ علاج کے ساتھ دعا' تعویز' جھاڑ پھونک' نذر' منت کا سلسلہ بھی جاری رہا لیکن سب بیکار' تب دوسرے شہروں کے بڑے بڑے اولیاء اور پیر بلائے جانے لگے اور چونکہ گھر خوش حال تھا اس وجہ سے بے دریغ روپیہ خرچ کیا گیا۔ لیکن حالت روز بروز خراب ہوتی گئی۔ اب تو اعزہ سب کے سب بدحواس ہو گئے اور ان کو ممدوح کی زندگی سے مایوسی نظر آنے لگی۔ ہدایت خاتون بھی بہت پریشان تھیں۔ وہ ان کے نانا بھی تھے اور گویا باپ بھی کہ بے چاری انہیں کی گود میں پلی اور انہیں کے گھر ابتدائی زندگی بسر کی تھی، ان کے اضطراب کی حالت بیان کرنا دشوار ہے۔ دوسروں کے ساتھ یہ بھی دعا اور تضرع وزاری میں مشغول رہتی اور ہمہ وقت نانا کی خدمت میں ہی بسر کرتی تھی۔ اپنے طور پر دعائیں اور حاجت کی نمازیں بھی پڑھتی رہتیں۔ جب ہر شخص کی تدبیر ختم ہو چکی اور کسی طرح حافظ صاحب کو صحت نہیں ہوئی بلکہ اب وہ چند ہی دنوں کے مہمان معلوم ہونے لگے تو ایک شب کو ہدایت خاتون نے اپنے

ننھیال کے رشتہ داروں سے کہا: آپ مجھے رافضی مذہب کہتے ہیں اس لیے میں بغیر آپ لوگوں کی اجازت کے کچھ نہیں کرسکتی۔ میں دیکھتی ہوں کہ نانا جان کی حالت روز بروز بگڑتی جارہی ہے۔ کوئی علاج، کوئی دوا، کوئی تعویذ، کوئی عمل کارگر ثابت نہیں ہوتا پس اگر آپ لوگ کہیں تو میں اپنے مذہبی اعمال کے مطابق نانا جان کو کچھ چیزیں پلاؤں۔ اس پر بعض لوگوں نے پوچھا "مذہبی عمل کے مطابق کون سی چیز پلاؤ گی"؟

ہدایت خاتون: میرے مذہب میں ہے کہ قرآن مجید کی بعض سورتوں کو لکھ کر اگر مریض کو پلایا جائے تو خدا سے اس کی صحت حاصل ہونے کی قوی امید پیدا ہو جاتی ہے۔ اس پر ان لوگوں نے جواب دیا کیا مضائقہ ہے؟ قرآن شریف ہماری کتاب بھی ہے اور تمہاری بھی کچھ بٹی ہوئی تھوڑی ہے۔ تم شوق سے پلاؤ، کسی طرح ان کو صحت بھی تو ہو۔

دوسرے دن صبح کو ہدایت خاتون نے ایک چینی کی پلیٹ کو خوب پاک پانی سے دھوکر زعفران سے ایک سورہ اس پر لکھا۔ پھر اس لکھے ہوئے کو دھوکر حافظ صاحب کو پلا دیا۔ اسی طرح سات روز تک وہ یہی عمل کرتی رہیں۔ اب اس کا اثر کہو یا خدا کی قدرت کا کرشمہ کہ اب حافظ صاحب کی صحت ہونے لگی اور وہ کچھ دنوں میں بالکل اچھے ہوگئے۔ گھر بھر میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ تمام اعزہ وا قربا کو اطمینان ہوگیا۔ اور حافظ صاحب کو گویا نئی زندگی نصیب ہوئی۔ اس کے بعد حکیموں نے قوت کی دوائیں کھلانی شروع کیں جن سے رفتہ رفتہ ان کا ضعف بھی زائل ہوگیا اور باہر بھی نکلنے لگے۔ جب وہ غسل صحت کر چکے اور ان کی طرف سے سب کو پورا اطمینان ہوگیا تو ہدایت خاتون بھی اپنے گھر واپس آئیں۔

چودھواں باب (۱۴)

قرآن مجید کے ساتھ سنیوں اور شیعوں کا برتاؤ

جب کسی مسئلہ کا سلسلہ جاری رہتا ہے تو ذہن اسی طرف مصروف رہتا ہے۔ لیکن جب کسی غیر معمولی وجہ سے وہ سلسلہ رک جاتا ہے تو جلد اس طرف توجہ نہیں جاتی۔ مولوی صاحب اور ہدایت خاتون تحریف قرآن پر پوری قوت آزمائی کر رہے تھے کہ دفعتاً حافظ صاحب کی علالت کی صحت سے اسے چھوڑنا پڑا، اور جب اس کا ذکر رکا تو بہت دنوں تک موقوف رہا۔ حافظ صاحب کی صحت کے بعد جب ہدایت خاتون اپنے گھر آئیں تو یہاں بھی کافی مدت تک یہ علمی سلسلہ رکا ہی رہا، اور جب آپس میں باتیں ہوتیں بھی تو کبھی ڈاکٹری علاج، کبھی یونانی علاج کے بارے میں اور کبھی تعویذ دعا جھاڑ پھونک کے متعلق، انہیں باتوں میں ایک روز مولوی صاحب نے ہدایت خاتون کی اس دعا کا ذکر چھیڑا جسے لکھ کر انہوں نے حافظ صاحب کو پلایا تھا اور حسب ذیل باتیں ہونے لگیں۔

مولوی صاحب: مگر تم نے کونسا عمل کیا تھا کہ ایک چینی کی پلیٹ پر کچھ لکھ کر ان کو پلایا؟

ہدایت خاتون: کچھ نہیں سورۃ الحمد کو زعفران سے لکھ کر پھر اسے دھو کر نانا جان کو پلاتی رہی کوئی انوکھا نسخہ نہیں تھا۔

مولوی صاحب: تم کو یہ کس نے بتایا۔ معلوم ہوتا تھا کہ تمہاری اس تدبیر نے جادو کا کام کیا۔

ہدایت خاتون: جب میں چھ سات سال کی تھی تو میں بھی اسی طرح بیمار ہوگئی تھی۔ ابا جان نے خود بھی بہت علاج کیا اور دوسرے حکیموں ڈاکٹروں کا علاج بھی کرتے رہے۔ آخر میں دوا کے ساتھ انہوں نے یہ عمل بھی کیا تھا۔ تب میں بفضلہ تعالیٰ اچھی ہوگئی تو ابا جان مرحوم سے پوچھا تھا کہ یہ کیا تھا تو فرمایا تھا کہ سورہ الحمد کو زعفران سے لکھ لکھ کر پلاتے رہے جس کے بعد میری صحت کے آثار شروع ہوگئے۔ یوں رفتہ رفتہ میں اچھی ہوگئی۔

مولوی صاحب: تم تو میری حیرانی کے اسباب اور زیادہ کرتی جاتی ہو۔ میں تو بچپن سے سنتا رہا کہ تم لوگ اپنی ہر مصیبت ہر پریشانی ہر تردد میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہی کو پکارتی' اور انہیں کو مشکل کشا سمجھتی اور انہیں سے اپنی حاجتیں طلب کرتی ہو۔ بات بات پر یا علیؑ مدد کہنا تم لوگوں کا شیوہ اور ہر مشکل پر مشکل کشا مشکل حل کیجیے۔ کہنا تم لوگوں کا دستور ہے۔ تم لوگوں کو نہ اللہ سے واسطہ، نہ رسول سے، نہ قرآن شریف سے، کہنے کو قرآن شریف کو اپنی کتاب ضرور کہتی ہو اور نماز بھی پڑھ لیتی ہو مگر عملی طور پر تم لوگوں کو قرآن شریف سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔

ہدایت خاتون: خیر مشہور کر دینے کے لیے تو جو شخص جس کو چاہے جس طرح بدنام کرے لیکن اس سے اصلیت تو چھپ نہیں سکتی۔ قرآن مجید پر ہم لوگوں کا عمل ایسا ہے کہ تم لوگوں کے بزرگوں کا بھی ویسا نہیں رہا ہوگا' زیادہ زبان نہ کھلواؤ۔

مولوی صاحب: اچھا کوئی کتاب دکھا سکتی ہو جس میں قرآن مجید سے توسل اور اس سے دعا وغیرہ کا کام لینا تمہارے مذہب میں بھی مرقوم ہو۔

ہدایت خاتون: ایک دو کتابیں ہیں میرے مذہب کی عربی' فارسی' اردو زبان کی مذہبی کتابوں میں یہ باتیں بھری ہوئیں ہیں۔ بڑی بڑی کتابوں میں بھی علماء کے استعمال میں رہتی ہیں اور چھوٹی کتابوں میں بھی جو کم پڑھے لکھے مردوں' عورتوں اور زیادہ تر لڑکیوں کے استعمال میں رہتی ہیں۔

مولوی صاحب: اچھا تم کوئی چھوٹی کتاب ہی دکھا دو جو لڑکیوں کے پڑھنے لکھنے میں رہتی ہے۔

ہدایت خاتون: (اٹھ کر گئیں اور کتاب لا کر بولیں) دیکھو یہ زاد العابدین ہے جس میں دعائیں وظیفے اعمال وغیرہ درج ہیں۔ اس میں ایک مستقل بیان ہی اس مضمون کے متعلق ہے' اس میں مرقوم ہے۔ بیان خواص سورہائے قرآنی کتاب مجمع الحسنات میں مصباح کفعمی سے نقل کیا ہے کہ سورہ فاتحہ یعنی سورہ الحمد پڑھنے سے تمام بیماریوں سے شفاء ہوتی ہے۔ البتہ موت سے کوئی چیز نہیں بچا سکتی۔ اگر اس سورہ کو کوئی شخص پاک برتن پر لکھے اور بارش کے پانی سے اسے دھو دے اور مریض اس پانی سے اپنے منہ کو دھو دے تو اس کو انشا اللہ شفا ہوگی۔ اسی طرح سورہ بقرہ' سورہ آل عمران سے آخر قرآن مجید تک متعدد سوروں کے خواص بیان کیے ہیں۔ جو اس مختصر کتاب میں بھی ص ۳۶۹ سے شروع ہو کر ص ۳۹۲ میں ختم ہوئے ہیں۔ اس میں یہ امر خاص طور پر دیکھنے کے قابل ہے کہ ہم لوگ قرآن مجید کی اتنی عزت کرتے ہیں کہ اس کو ہدایت کا ذریعہ جانتے ہیں' اس کو پاک بدن سے چھوتے ہیں اس کے مس کرنے کے لیے وضو واجب جانتے ہیں' اس کے لکھنے کے لیے پاک پانی یا آب نیساں یا زعفران تجویز کرتے ہیں۔ چنانچہ اسی زاد العابدین میں دیکھو لکھا ہے "پاک برتن پر لکھے ص ۳۶۹ سورہ آل عمران کے بارے میں لکھا ہے "پاک اور نئے برتن پر لکھے اور بارش کے پانی سے اس کو دھو دے" ص ۳۷۱ سورہ اعراف کے بارے میں لکھا ہے" زعفران و گلاب سے لکھے ۳۷۱ سورہ یونس کے بارے میں لکھا ہے اسفال کے نئے برتن پر لکھے ص ۳۷۲ سورہ الحجر کے بارے میں لکھا ہے" زعفران سے لکھے ص ۳۷۳ سورہ مریم کے بارے میں لکھا ہے جو شخص شیشے کے پاک برتن پر لکھے اور گھر میں رکھے۔ ۳۷۴ سورہ احقاف کے بارے میں لکھا ہے۔ جو شخص کاغذ پر لکھے اور آب زمزم سے دھو کر پیے سورہ حشر کے بارے میں مرقوم ہے جو شخص شیشے کے جام پر لکھ کر اور بارش کے پانی سے دھو کر پیئے ۳۸۱ سورہ نساء کے بارے میں لکھا ہے۔ جو شخص پوست آہو پر زعفران و گلاب سے لکھ کر گلے میں لٹکائے' ۳۸۳ سورہ قدر کے بارے میں لکھا ہے زعفران سے لکھے ۳۸۷)

مولوی صاحب: بس کرو کہاں تک زعفران اور گلاب کا نام لیتی رہو گی۔ معلوم ہوا کہ تم لوگ

قرآن شریف کی بڑی عزت کرتے ہو۔

ہدایت خاتون: اس کے مقابلے میں تم لوگوں کا جو برتاؤ قرآن مجید کے ساتھ ہے اس کے بیان کرنے میں مجھے بھی شرم آتی ہے۔

مولوی صاحب: بہت خوب! میرے ہاں اس سے کون سا برا برتاؤ کیا گیا یا کیا جاتا ہے؟

ہدایت خاتون: یہ بتاؤ اگر تم کسی جگہ گئے ہو اور میں تم کو وہاں کوئی خط بھیجوں مگر اس خط کو تمہارا کوئی دوست جلا دے تو تم کیا کہو گے؟

مولوی صاحب: میں اس کے خون کا پیاسا ہو جاؤں گا۔ وہ میرا دوست کیوں ہوگا' میرا بدترین دشمن سمجھا جائے گا۔

ہدایت خاتون: اور اگر تمہارے مسودہ کی کتاب کو کوئی شخص جلا دے تب؟

مولوی صاحب: پھر تو دنیا میری آنکھوں میں اندھیر ہو جائے گی۔ اس سے برا میرے خیال میں کوئی بھی نہیں ہوگا۔

ہدایت خاتون: اگر قسم کھا کر کہو کہ انصاف کے مطابق جواب دو گے تو اب میں ایک سوال کروں۔

مولوی صاحب: قسم کھانے کی کیا ضرورت ہے جو پوچھنا ہے پوچھو' مجھے معلوم ہوگا تو ضرور جواب دوں گا۔

ہدایت خاتون: یہ بتاؤ کہ جو شخص بخاری شریف یا مشکوٰۃ شریف کو جلا دے اس کو کیا کہو گے؟

مولوی صاحب: اس کا دشمن اسلام ہونا یقینی ہو جائے گا۔ وہ یقیناً عیسائی ہوگا آریہ یا اور کوئی مخالف اسلام' مسلمان نہیں ہو سکتا۔

ہدایت خاتون: اگر کوئی شخص قرآن مجید ہی کو جلا دے جس کا درجہ مسلمانوں کے عقیدہ کے

مطابق تمام دنیا کی کتابوں سے بڑھا ہوا ہے تب؟

مولوی صاحب: چپ! بالکل خاموش ہو گئے۔

ہدایت خاتون: (کچھ دیر تک جواب کا انتظار کرنے کے بعد بولیں) جواب کیوں نہیں دیتے کہ جو شخص قرآن مجید کو جلا دے اسے کیا کہو گے یا کیا کہنا چاہیے؟

مولوی صاحب: (بہت دیر بعد) کیا کہوں تم نے مجھے کیسے موقع پر گرفتار کیا۔ پہلے مجھ سے بخاری شریف وغیرہ کے جلانے کا اقرار لینے کے بعد تم نے یہ رڈا رکھ دیا۔

ہدایت خاتون: اللہ اکبر! کہنے کو تو رسول اکرمؐ کے خلیفہ ثالث اور انہوں نے قرآن مجید کو جلا ڈالا اور وہ بھی ایک دو قرآن مجید نہیں بلکہ نہ معلوم کس کثرت سے قرآن مجید کے نسخوں کے ساتھ یہ برتاؤ کیا۔ (مشکوۃ شریف فصل ۳ ص ۱۹۳ فضائل قرآن) کوئی غیر مسلم شخص اگر آج قرآن کو جلائے تو سب مسلمان اس کی تکے بوٹیاں کر ڈالیں گے مگر حضرت عثمان کے اس فعل پر کوئی بھی نہیں بولتا۔

مولوی صاحب: مگر حضرت عثمان غنیؓ نے ان قرآنوں کو اس وجہ سے جلوا دیا کہ ان کے رہنے سے اختلاف رہتا۔ کچھ لوگ کوئی قرآن پڑھتے اور کچھ لوگ کوئی قرآن تو مذکور الیہ نے مسلمانوں پر یہ عظیم احسان کیا کہ ان سب کو تلف کر کے اختلاف کا دروازہ ہی بند کر دیا۔

ہدایت خاتون: مگر کیا جلانے کے سواء کوئی صورت نہیں تھی۔ جس سے ان قرآنوں کو غائب کر دیتے۔

مولوی صاحب: اور کون سی صورت ہو سکتی تھی۔ اس سے تمام اختلافی نسخے ختم ہو گئے۔

ہدایت خاتون: کیا زمین میں گڑھے کھود کر ان سب کو دفن نہیں کر سکتے تھے؟

مولوی صاحب: اس سے کیا فائدہ ہوتا۔ جلا دینا اور دفن کر دینا برابر ہی ہے۔

ہدایت خاتون: معاذ اللہ! کیا کہتے ہو؟ اگر دونوں برابر ہوتو ہم لوگوں کو اپنے مردہ عزیز کو بجائے دفن کرنے کے جلا ڈالنا بھی معقول ہوگا۔ انصاف سے بتاؤ اگر خدا کا حکم دفن کے لیے نہ ہوتا تو انسانوں کے دلی جذبات کے مطابق ہمارا اپنے کسی مردہ عزیز کا دفن کرنا بہتر ہوتا یا اس کا جلا ڈالنا۔

مولوی صاحب: نہیں! جلا ڈالنا تو بہت سخت ہے۔ اگر چہ ہمارے ہندو بھائی اپنے مردوں کو جلاتے ہیں۔ مگر وہ مذہبی حکم کے سبب سے ایسا کرتے ہیں۔ دل تو گوارہ نہیں کرتا کہ اپنے عزیز کے جسم میں آگ لگائی جائے اسی وجہ سے اسلام نے جو دین فطرت ہے مردوں کا جلانے کا نہیں بلکہ دفن کرنے کا حکم دیا ہے۔

ہدایت خاتون: اب سچ بتاؤ کہ جب کسی مسلمان کا دل اس کو پسند نہیں کرتا کہ وہ اپنے مردہ عزیز کو جلائے بلکہ اس کا دفن کرنا گوارا کرتا ہے تو حضرت عثمان کے دل نے کیسے اس کو گوارا کیا: کہ خدا کے کل کلاموں کو جلا ڈالیں اور دفن کر کے اس اختلاف کو نہیں مٹایا۔

مولوی صاحب: مگر ان کی غرض تو اچھی تھی اس سے اختلاف رفع ہو جائے گا۔ ایک ہی قرآن باقی رہے گا۔

ہدایت خاتون: اگر کسی مسلمان کے پاس چار پانچ عدد قرآن مجید پرانے ہو گئے ہوں کہ کسی طرح نہ ان کی جلد بندی ہو سکے نہ وہ پڑھے جا سکیں تو ان کا جلا ڈالنا بہتر ہوگا یا زمین میں دفن کر دینا یا دریا میں ڈال دینا۔

مولوی صاحب: انصاف تو یہی ہے کہ جلا ڈالنے کی اب کوئی اجازت نہیں دے سکتا کہ اس سے اس کی سخت توہین ثابت ہوگی۔

ہدایت خاتون: اگر اس وقت کوئی آریہ یا عیسائی قرآن مجید کے ایک یا چند نسخوں کو زمین میں دفن کر دے یا دریا میں ڈال دے تو تمہارے دل پر کیا اثر ہوگا۔ یا عام مسلمان اس کے فعل کو کیا

قرار دیں گے۔

مولوی صاحب: کچھ نہیں کہیں گے کہ جب اس کے ہاتھ میں تھا تو چاہے وہ اپنے مکان میں رکھے چاہے زمین میں گاڑ دے، چاہے دریا میں ڈال دے سب برابر ہے۔ ہاں اگر زمین پر پھینک دے یا نجس جگہ ڈال دے تو معلوم ہوگا کہ وہ اس کی توہین کر رہا ہے۔ اس وجہ سے مسلمانوں میں ضرور جوش پیدا ہوگا۔

ہدایت خاتون: اب اگر وہی آریہ یا عیسائی قرآن مجید کو جلائے تب تم یا دوسرے مسلمانوں کی کیا حالت ہوگی؟

مولوی صاحب: اف! تب تو خون کی ندیاں بہہ جائیں گی۔ اس جگہ فساد ہو جائے گا حکام بد حواس ہو جائیں گے۔

ہدایت خاتون: اللہ اکبر! اگر آج عیسائی یا آریہ قرآن مجید کو جلائیں تو اس پر مسلمانوں کے غیض وغضب کی یہ حالت ہو لیکن حضرت عثمان غنی نے اتنے قرآنوں کو جلا ڈالا تو مسلمانوں کے کانوں تک جوں تک نہ رینگی۔ لطف یہ کہ بعض صحابہ نے اپنا قرآن مجید ممدوح کو جلانے کے لیے نہیں دیا تو ان کو سخت سزائیں بھی دی گئیں۔

مولوی صاحب: اس سے تمہارا اشارہ کن صحابہ کرام کی طرف ہے۔

ہدایت خاتون: علامہ ابن واضح وغیرہ نے لکھا ہے کہ حضرت عثمان نے قرآن مجید کو جمع کیا اور اس کی ترتیب اس طرح رکھی کہ بڑی سورتوں کو بڑی ہی سورتوں کے ساتھ اور چھوٹی سورتوں کو چھوٹی کے ساتھ جمع کیا اور ہر مقام پر فرمان بھیج کر وہاں سے قرآن منگوا کر اکٹھا کیا۔ اس کے بعد گرم پانی اور سرکے سے ان سب کو دھلوا ڈالا اور بقول بعض ان سب کو جلا دیا۔ چنانچہ سوائے مصحف ابن مسعود کے جو ان کے پاس کوفہ میں تھا۔ اور کوئی مصحف باقی نہ رہا۔ عبداللہ بن عامر عامل کوفہ نے ابن مسعود سے ان کا مصحف طلب کیا تو انہوں نے دینے سے انکار کیا۔ یہ خبر سن کر

حضرت عثمان نے کوفہ کے عامل کو لکھا کہ ابن مسعود کو گرفتار کر کے میرے پاس بھیج دو، چنانچہ عامل نے ایسا ہی کیا۔ جب عبداللہ ابن مسعود مدینہ حاضر ہو کر مسجد میں پہنچے۔ تو حضرت عثمان خطبہ دینے میں مشغول تھے۔ ابن مسعود کو دیکھ کر کہنے لگے" انه قد قدمت عليكم وابة سوء" دیکھو یہ کم بخت جانور آ گیا۔ اس پر حضرت ابن مسعود نے بھی حضرت عثمان سے سخت کلامی کی تب حضرت عثمان کے حکم سے لوگوں نے ابن مسعود کی ٹانگ پکڑ کر ایسا گھسیٹا کہ ان کی دو پسلیاں ٹوٹ گئیں۔ (تاریخ یعقوبی)

مولوی صاحب: یہ بہت ہی نامناسب بات تھی۔ اگر انہوں نے اپنا قرآن شریف نہیں دیا تو اتنی سزا کوئی پسند نہیں کر سکتا۔

ہدایت خاتون: حضرت عثمان کے اس کارنامہ کی پیش گوئی بھی حضرت رسولؐ خدا نے فرمادی تھی۔ علامہ علی متقی وغیرہ نے لکھا ہے۔

"عن حذيفة قال لتعملن بعمل بنى اسرائيل فلايكون فيهم شئى الاكان فيكم مثله . فقال رجل يكون فينا قردة وخناز ير .قال وما بنريک من ذلک لا ام لک . قالو احد ثنا با ابا عبدالله .قال لوحد ثتكم لا فتر قتم علے ثلث فرق فرقة تقاتلنى . وفرقة لا تنصرنى وفرقة. تكذبنى . اما انى ساجد ثكم ولا اقول قال رسول الله اريتكم لوحد ثتكم ان كم تاخذون كتابكم فتحر قونه وتلقونه فى الحشوش صد قتمونى . قالو سبحان الله ويكون هذا . قال ارائيتكم لوحد ثتكم انكم تكسرون قبلتكم قالو سبحان الله ويكون هذا . قال ارائيتكم لوحدثتكم ان امكم تخرج فى فرقة من المسلمين وتقاتلكم صد قتمونى قالوا سبحان الله ويكون هذا"

"حضرت حذیفہ (صحابی رسولؐ) مسلمانوں سے کہتے تھے کہ یقیناً تم لوگ بھی

وہی عمل کرو گے جو تمہارے سے قبل بنی اسرائیل کا تھا کہ کوئی بات ایسی نہیں ہوگی جو ان لوگوں میں ہوئی ہو اور اس کو تم لوگ نہ کرو۔ ایک شخص بولا۔ جس طرح قوم بنی اسرائیل کے کچھ لوگ سور اور بندر کی صورت پر مسخ ہو گئے تھے۔ اسی طرح ہم لوگوں میں بھی سور اور بندر ہوں گے؟ حذیفہ نے کہا تمہاری ماں نہ رہے، وہ کیا ہے۔ جو تم کو اس سے بری کر سکتی ہے؟ لوگوں نے کہا اے حذیفہ ہم لوگوں سے کچھ حدیثیں بیان کیجیے۔ انہوں نے جواب دیا۔ اگر میں حدیثیں بیان کرنا شروع کردوں تو تم لوگ تین فرقے ہو جاؤ گے۔ ایک مجھ سے لڑنے لگے گا دوسرا میری مدد سے باز رہے گا اور تیسرا مجھے جھوٹا کہنے لگے گا۔ خبر میں تم سے حدیث بیان کرتا ہوں مگر یہ نہیں کہتا کہ حضرت رسولؐ خدا نے ارشاد فرمایا (اس لیے کہ اگر کوئی شخص اس کی تکذیب کرے گا تو کافر ہو جائے گا اور اس کا قتل واجب ہوگا) تم کیا سمجھتے ہو اگر میں تم سے حدیث بیان کروں تو تم اپنی کتاب (قرآن مجید) کو لو گے اور اس کو جلا ڈالو گے اور اس کو مزبلوں پر پھینک دو گے تو کیا تم لوگ میری تصدیق کرو گے؟ سب نے کہا سبحان اللہ کیا ایسا بھی ہوگا؟ پھر حذیفہ نے کہا تم کیا خیال کرتے ہو اگر میں تم کو خبر دوں کہ تم لوگ اپنے قبلہ کو توڑ دو گے؟ سب نے کہا سبحان اللہ! کیا ایسا بھی ہوگا۔ پھر حذیفہ نے کہا تمہاری کیا رائے ہے، اگر میں تم سے بیان کروں کہ تمہاری ماں مسلمانوں کی ایک جماعت کے ساتھ خروج کرے گی اور تم لوگوں سے لڑائی ٹھان لیں گی تو کیا تم لوگ میری تصدیق کرو گے؟ سب نے کہا، سبحان اللہ! کیا یہ بھی ہونے والا ہے"

(کنز الاعمال، جلد ۶، ۸۶)

مولوی صاحب: یہ روایت تو تمہارے بڑے مطلب کی ہاتھ آ گئی۔

ہدایت خاتون: وہ ماں کون تھیں جو مسلمانوں سے لڑیں۔

مولوی صاحب: اس طرح چٹکیاں بھرنے کی کیا ضرورت ہے۔ واضح ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے لڑی تھیں۔

ہدایت خاتون: یہ بھی عجائب دہر سے ہے کہ حضرت عثمان نے قرآن مجید کے نسخوں کو تو جلوا دیا لیکن تورات کی آپ نے اس قدر عزت کی کہ اس کا ترجمہ عربی زبان میں خود کیا۔ جیسا کہ علامہ ابن قتیبہ دینوری نے لکھا۔

"وانی لا جده فی التوراة التی انزل الله علی موسیٰ وکتب بیده عزوجل الیکم بالعبرانی وبالعربی خلیفتکم المظلوم الشہیدؓ"

"یعنی میں اس امر کو تورات میں پاتا ہوں جسے خدا نے حضرت موسیٰ پر عبرانی زبان میں نازل کیا اور جس کو تمہارے مظلوم شہید خلیفہ (عثمان) نے عربی زبان میں لکھا ہے" (کتاب الامامۃ والسیاسۃ ص ۱۷)

شاید اس وجہ سے حضرت رسولؐ خدا نے ان کے تابعین کے متعلق عجیب قسم کی پیش گوئی کر دی تھی۔" عن حذیفة انه قال قال رسولؐ الله اذا اخرج الدجال تبعه من کان یحب عثمان " جناب حذیفہ صحابی رسولؐ بیان کرتے تھے کہ جب دجال خروج کرے گا۔ تو اس کی پیروی وہ لوگ کریں گے جو عثمان کو دوست رکھتے ہوں گے۔ (ذہبی)

مولوی صاحب: خیر یہ زائد باتیں ہیں قرآن مجید کے ساتھ ہم لوگوں نے اور کیا کیا ہے۔ جس کو تم نے اس شدومد سے بیان کیا ہے۔

ہدایت خاتون: میں کہاں تک بیان کروں۔ تمہارے ایک اور خلیفہ رسولؐ و امیر المومنین کا برتاؤ پڑھتی ہوں۔ سنو! خاندان بنی امیہ کے مشہور خلیفہ ولید بن یزید بن عبدالملک نے قرآن کے ساتھ کیا کیا؟ علامہ دیار بکری وغیرہ نے لکھا ہے:

"دخل یوما فوجد ابنة جالسة مع دادتها فبرک علیها وازال

بکارتها فقالت الداوة هذا دین المجوس فانشدے من راقب الناس مات غما. وفاز باللذه الجسوز .واخذ یوما المصحف ففتحة فاول ماطلع واستفتحو'خاب کل جبار عنید فقال اتهدونی ثم اغلق المصحف لا زال یفربه بالنشاب. حتے خرقه و مزقه"

''ایک دن خلیفہ ولید بن یزید اپنے محل میں گیا تو دیکھا اس کی کنواری لڑکی اپنی دایہ کے پاس بیٹھی ہوئی ہے ولید اپنی اس بیٹی پر چڑھ بیٹھا اور اس سے بدکاری کی اور اس کی بکارت زائل کردی ۔ وہ دایہ بولی یہ مذہب مجوس کا ہے ۔ خلیفہ نے جواب میں ایک شعر پڑھ دیا جس کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص لوگوں کی ملامت کی پرواہ کرتا ہے وہ غم واندوہ میں مرجاتا ہے ۔ اور جو شخص دلیر ہوتا ہے ۔ لذت زندگانی حاصل کرتا ہے ۔ اس خلیفہ رسول نے ایک روز قرآن مجید لے کر کھولا ۔ تو پہلے ہی صفحہ پر سب سے پہلے یہ آیت نظر پڑی " واستفتحوا وخاب کل جبار عنید " اور انہوں نے فتح مانگی اور نتیجہ یہ ہوا کہ ہر ایک گھمنڈ والا ضدی تباہ ہوا ۔'' (پ۱۳ ع ۱۵)

یہ دیکھ کر ولید کو خدا اور قرآن پر ایسا غصہ آیا کہ اس نے کہا تو مجھ کو دھمکاتا ہے یہ کہہ کر قرآن مجید کو بند کردیا، اور اس پر تیروں کی بوچھاڑ شروع کردی ۔ یہاں تک کہ اس کو چھلنی اور ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا ۔ (تاریخ خمیس جلد ۲' ص ۳۵۷)

مولوی صاحب: معاذ اللہ! ایسے شخص کو کون صاحب عقل اور خلیفہ رسول کہہ سکتا ہے؟

ہدایت خاتون: تمہارے کل پیشوایان دین نے ان کو بھی اسی طرح خلیفہ رسول جانا ہے جس طرح حضرت عثمان ومعاویہ کو، جن کی اطاعت تم لوگ ضروری جانتے ہو ۔

مولوی صاحب: کیا کہوں، کچھ بولا نہیں جاتا' میں تو پاگل ہو رہا ہوں ۔

ہدایت خاتون: اور سنو! تم لوگوں نے قرآن مجید کے نسخوں کو نیزوں پر باندھا (تاریخ طبری جلد ۶، ص ۲۶) قرآن مجید کی تخت کے نیچے رکھ کر بکری کے بچے کو کھلا دیا

(درمنثور جلد ۲، ص ۱۳۵)

حضرت عثمان و عائشہ نے قرآن کو غلط بتایا (تفسیر کبیر جلد ۶، ص ۴۸) تمہارے مذہب میں جن کو امام اعظم کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ انہوں نے قرآن مجید کو سور کے خون سے لکھنے کا فتویٰ دیا ہے، تمہارے امام تلمسانی کا قول ہے کہ قرآن تو تمام تر شرک کی تعلیم دیتا ہے۔ تم لوگ قرآن مجید کو خون سے ہی نہیں بلکہ پیشاب سے بھی لکھنا جائز سمجھتے ہو اور سنو! قرآن مجید کو الٹ کر بھی شائع کر دیا گیا ہے۔ چنانچہ ایک اخبار میں یہ خبر شائع ہوئی ہے۔ دی قرآن، جی اے۔ اصغر اینڈ کمپنی پبلشرز الٰہ آباد نے دو ضخیم جلدوں میں قرآن مجید اصل عربی متن مع انگریزی ترجمہ کے شائع کیا ہے۔ جس کی جلد اول کے قریباً آٹھ سو صفحے ہیں اور جلد دوم کے قریباً گیارہ سو صفحے ہیں۔ ہر صفحہ میں اوپر پانچ سطریں عربی ٹائپ میں مع اعراب کے آیات قرآنی درج ہیں اور نیچے آیات کے نمبر دے کر ہر آیت کا ایک الگ انگریزی ترجمہ تحت الفظ دیا گیا۔ ایک بالکل نرالی بات اس اڈیشن میں کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ قرآن مجید کی مقررہ ترتیب کی بجائے سورتوں کو پہلے مکی اور مدنی کے لحاظ سے دو جلدوں میں اور پھر تاریخی اعتبار سے مقدم و موخر کر دیا گیا ہے۔ تاکہ پڑھنے والوں خصوصاً عیسائیوں وغیرہ کو یہ اعتراض پیدا نہ ہو کہ مضامین کیوں پس وپیش پائے جاتے ہیں۔ چونکہ قرآن مجید کی موجودہ ترتیب خلیفہ سوئم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں اور آپ کی منشاء کے مطابق ہوئی ہے۔ اس لیے ہمیں تسلیم کر لینا چاہیے کہ وہ ہم سے بہتر ترتیب قرآن کو سمجھتے تھے اس کے علاوہ ہم لوگ چونکہ شروع سے ایک ہی ترتیب دیکھنے کے عادی رہیں اس لیے ہر شخص قدرتاً اس ترتیب میں ترجمہ کو دیکھنا چاہتا ہے مگر خیر! یہ خفیف سی بات ہے کیونکہ دونوں جلدوں کے شروع میں سورتوں کی فہرستیں اصل ترتیب کے مطابق نمبر دے کر بھی دی گئی ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے سورہ فاتحہ یعنی پہلی سورہ ۱۵۴ پر درج ہے۔ (پیسہ اخبار لاہور مورخہ ۱۴ مارچ ۱۹۱۲ء)

مولوی صاحب: کیا کیا جدتیں کی جاتی ہیں۔ یہ بھی پیسہ کمانے کا ایک ڈھنگ ہے کہ نئی چیز سمجھ کر لوگ طلب کریں گے اور اس کی پرواہ نہیں کریں گے کہ اس سے مذہب میں کتنی خرابی پیدا ہوگی مگر تم نے پہلے جو کہا کہ امام اعظم صاحب نے قرآن مجید کو خون سے لکھنے کا فتویٰ دیا ہے بلکہ پیشاب سے لکھنا بھی جائز ہے۔ کس کتاب میں ہے۔ اور امام تلمسانی کا قول کس کتاب میں ہے

ہدایت خاتون: ایک دو کتاب میں ہے لکھا ہے کہ جس کی نکسیر اتنی بہے کہ خون بند نہ ہو تو اس خون سے پیشانی پر قرآن مجید لکھے تو جائز ہے' اگر پیشاب سے قرآن کو لکھے تو مضائقہ نہیں اور اگر مردار کی کھال پر قرآن مجید لکھے تو جائز ہے۔

دیکھو ردمختار شرح درمختار جلد اول ۱۴۰ مطبوعہ دہلی' فتاوئے عالمگیر چھاپہ دہلی جلد ۵' ۱۳۴ و فتاویٰ سراجیہ جلد ۳' ۱۳۴ و فتاوے قاضی خان مطبوعہ نول کشور ۸۰۷ وغیرہ اور امام تلمسانی کا قول منہاج السنۃ علامہ ابن تیمیہ میں موجود ہے۔

مولوی صاحب: تو اب اس کے سوائے چارہ کار نہیں کہ میں دین اسلام سے الگ ہو جاؤں۔

ہدایت خاتون: مذاق کرتے ہو یا غصہ میں یہ بات تمہارے منہ سے نکلتی ہے۔

مولوی صاحب: نہ مذاق ہے نہ غصہ' واقعہ یہ ہے کہ جب قرآن شریف ہی پایہ اعتبار سے ساقط ہو گیا تو اب اس دین پر قائم رہنا بے کار ہے۔

ہدایت خاتون: مگر تمہارے ہی مذہب کے مطابق تو یہ پایہ اعتبار سے ساقط ہوا اور معلوم ہوا کہ اسلام صرف تمہارے مذہب میں دائر نہیں ہے۔

پندرہواں باب (۱۵)

کیا شیعوں کے قول کے مطابق بھی قرآن مجید میں تحریف ہوئی

مولوی صاحب: اسلام صرف میرے مذہب میں دائر تو نہیں ہے۔ لیکن اسلام میں یہی دو بڑے مذہب ہیں سنی اور شیعہ، اور سنیوں کے ہاں سے اس میں تحریف ہونے کی اتنی دلیلیں تم نے پیش کر دیں جن کا نہ جواب ممکن ہے نہ کوئی قابل قبول تاویل۔ رہے شیعہ تو وہ کہتے ہی ہیں کہ قرآن شریف میں تحریف ہوئی ان کا تو اس پر اجماع ہے۔

ہدایت خاتون: واہ کس شیعہ نے کہا ہے کہ قرآن مجید میں تحریف ہونے پر اجماع ہے؟

مولوی صاحب: یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے تم لوگوں کا معتقد تحریف ہونا آسمان سے زیادہ روشن ہے۔ تمہارے پیشوایان دین سے ایک شخص بھی اس کا قائل نہیں ملے گا کہ قرآن مجید میں تحریف نہیں ہوئی۔

ہدایت خاتون: سبحان اللہ! کیسی زبردست بات کرتے ہو۔ تم لوگ تو ہماری کتابیں دیکھتے ہی نہیں۔ اپنے دل سے کوئی بات ایجاد کرتے ہو اور اسی کا ہر دم ڈھنڈوا پیٹنا شروع کر دیتے ہو۔ کسی عالم کسی محقق کو اس کی فکر نہیں ہوتی کہ ہم لوگوں کے متعلق وہ جو سنتا ہے اس کو کسی کتاب میں تلاش

واحدة ومن نسب الینا انا نقول انه اکثر من ذلک فهو کاذب .

ہم شیعوں کا اعتقاد یہ بھی ہے۔ کہ وہ قرآن جس کو خدا نے اپنے نبی حضرت محمد صلعم پر نازل کیا وہی ہے جو اس وقت دو دفتیوں کے درمیان موجود اور لوگوں میں رائج ہے۔ اس سے زائد نہیں ہے نہ اس سے زیادہ تھا۔ اور اس کے کل سورے لوگوں کے خیال میں ۱۱۴ ہیں اور ہمارے خیال میں سورۃ والضحٰی اور سورہ الم نشرح ایک ہی سورہ ہے۔ "لا یلاف والم تر کیف" بھی ایک ہی ہے اور جو لوگ ہم لوگوں کی طرف یہ نسبت دیں کہ ہم قرآن کے بارے میں کہتے ہیں کہ اس سے زیادہ تھا وہ جھوٹے ہیں (رسالہ اعتقادات صدوق علیہ الرحمہ مطبوعہ ایران ص ۲۸) علامہ طبرسی علیہ الرحمہ نے تحریر فرمایا ہے:

اما الزیادة فیه فجمع علے بطلانه واما النقصان فیه فقدروے جماعتا من اصحابنا و قوم من حشویة العامة ان فی القرآن تغیر او نقصانا والصیح من مذهب اصحابنا خلافه وهو الذی نصره المرتضے قدس الله روحه واستوفے الکلام فیه غایة الا ستیفاء ان العلم بصیحة نقل القرآن کا لعلم بالبدان واالحوادث الکبار والو قائع العظام والکتب المشهورة واشعار العرب... فکیف یجوذ ان یکون مغیرا او منقوصا.

قرآن مجید میں زیادتی کے بارے میں تو اجماع ہے کہ ہرگز نہیں ہوئی رہا کمی کا مسئلہ تو صرف بعض شخصوں اور فرقہ حشویہ کے عوام نے کچھ افراد سے روایت کی ہے کہ قرآن مجید میں کچھ تغیّر ہوگیا ہے۔ اور اس کی کچھ آیتیں کم ہوگئی ہیں۔ لیکن ہمارے مذہب (شیعہ) صحیح عقیدہ اس کے خلاف ہے۔ یعنی قرآن مجید میں کمی بھی واقع نہیں ہوئی چنانچہ حضرت سید مرتضےٰ علم الہدیٰ علیہ الرحمہ نے بھی

اسی اعتقاد کو درست کہا ہے اور اس بحث میں پورا کلام کمال تفصیل وشرح وبسط سے کیا ہے کیونکہ قرآن کی صحت نقل کا علم مثل اس علم کے ہے جو ہم لوگوں کو شہروں، بڑے حادثوں، عظیم الشان واقعات مشہور کتابوں اور عربی اشعار کا ہوتا ہے تو کیونکر ممکن ہے کہ اس میں تغیر وہ ناقص ہوگیا ہو۔

(تفسیر مجمع البیان جلد ا، ۵)

پھر لکھا ہے:

وذکر ایضا رضی الله عنه ان القرآن کان علی عهد رسول الله مجموعا مولفاء علی ماهو علیه الان واستد لال علی ذلک بان القرآن کان یدر س ویحیفظ جمیعه فی ذلک الزمان حقی عین علی جماعة من الصحابة فی حفظهم له وانا کان یعرض علی النبی ' ویتلی علیه وان جماعة من الصحابة مثل عبدالله بن مسعود و ابی بن کعب وغیره هما ختمو ا القرآن علی النبی صلعم عدة ختمات .وکل ذلک یدل باد نی تامل علی انه کان مجموعا مرتبا غیر مبتور ولا مبثوث وذکران من خالف فی ذلک من الا مامیة والحشویة لا یعتد بخلا فهم فان الخلاف فی ذلک مضاف الی قوم من اصحاب الحدیث نقلو اخبار ا ضعیفته ظنو ا صحتها لا یرجع بمثلها عن المعلوم المقطو ع علی حجة .

یعنی قرآن مجید تو حضرت رسولؐ خدا کے زمانہ میں ہی اس عنوان پر جمع کرلیا اور تالیف دے دیا گیا تھا۔ جس طرح وہ اب ہے اور اس دعویٰ پر اس بات سے استدلال کیا گیا ہے۔ کہ اس زمانہ میں قرآن مجید کا باقاعدہ درس ہوتا تھا اور پورا قرآن حفظ کیا جاتا تھا۔ اس وقت صحابہ کی ایک خاص جماعت قرآن مجید کے

یاد کرنے پر مقرر کی گئی تھی۔ پھر یہ قرآن حضرت رسولؐ پر پیش کیا جاتا اور حضرتؐ کے سامنے صحابہ اسے پڑھ کر سناتے تھے صحابہ کی ایک جماعت مثلاً عبداللہ بن مسعود اور ابی بن کعب وغیرہ نے تو حضرت رسولؐ خدا کے سامنے اس کو کئی بار ختم کیا تھا یہ کل تین ادنیٰ تامل سے اس بات کو ثابت کرتی ہیں کہ قرآں مجید مجموعہ اور مرتب تھا، نہ ناقص تھا نہ پراگندہ۔ اور ذکر کیا ہے کہ اس عقیدہ میں امامیہ اور حشویہ سے جو لوگ مخالف ہیں ان اختلافات کا لحاظ نہیں کیا جائے گا کیونکہ اس مسئلہ میں اختلاف اصحاب حدیث سے اس جماعت کی طرف منسوب ہے جنہوں نے ضعیف حدیثیں نقل کی ہیں اور ان کی صحت کا گمان کیا ہے حالانکہ ضعیف حدیثوں کی بنیاد پر کسی صحیح اور یقینی الثبوت امر کو بدلا نہیں جا سکتا۔

(تفسیر مجمع البیان، جلد ۱ ص ۵)

(۳) علامہ مرزا ابوالقاسم علیہ الرحمہ نے تحریر فرمایا ہے۔

اختلفوا فی وقوع التحریف والنقصان فی القرآن وعدمه فعن اکثر الاخباریین انه وقع فیه الحتریف والزیادة والنقصان وهو الظاهر من الکلینی وشیخه علی ابن ابراهیم القمی .وشیخ احمد بن ابی طالب الطبرسی صاحب الاحتجاج وعن السید والصدوق المحقق الطبرسی وجمهود المجتهدین .

یعنی اس میں اختلاف ہے کہ قرآن مجید میں تحریف یا نقصان واقع ہوا یا نہیں؟ اکثر اخبارات میں منقول ہے کہ اس میں تحریف و زیادتی و نقصان ہوا اور یہی رائے جناب شیخ کلینی اور ان کے شیخ علی ابن ابراہیم قمی اور شیخ احمد بن ابی طالب طبرسی صاحب احتجاج کی بھی ظاہر ہوئی ہے مگر جناب سید مرتضیٰ علم الہدےٰ جناب شیخ صدوق، جناب محقق طبرسی اور جمہود مجتہدین شیعہ کی تحقیق

ہے کہ قرآن مجید میں تحریف نہیں ہوئی ہے۔(قوانین الاصول مطبوعہ ایران جلد ا' باب ۶ بحث کتاب ص ۳۱۵)

(۴) اور جناب علامہ ملا فتح اللہ کاشانی طاب ثراہ نے لکھا ہے۔

قرآن مصئول است و محفوظ از زیادت و نقصان' اما عدم زیادت مجمع علیہ علماء امت است و اما عدم نقصان جمع از اصحاب و ما حشویہ عامہ برآنند کہ در قرآن تغیر و نقصان ہست و صحیح در مذہب ما خلاف ایں است و علم الہدے در مسائل طرابلسیات استیفاء این مبحث کردہ و تنقیح آن نمودہ و آن جملہ آوردہ کہ علم بصحت نقل قرآن ہمچو علم است ببلدان و حوادث کبار و وقائع عظیمیہ و کتب و اشعار مشہورہ معروفہ ہم چنیں خفائے نیست در آں کہ قرآن بہماں طریقست کہ از نزد خدا بسید انبیاء نازل گشتہ بدون شوب زیادت و نقص عنایاب و دواعی متوافراست بر نقل و حراست آں چہ قرآن معجزہ نبوی است و ماخذ علوم شریعتہ واحکام دینیہ۔

قرآن مجید زیادتی و کمی سے محفوظ و مصون ہے۔ زیادتی کے بارے میں تو علمائے شیعہ کا اجماع ہے کہ ہرگز نہیں ہوئی (یعنی اس میں کوئی حرف خدا کے سواء کسی کا نہیں ہے) کمی کے بارے میں البتہ بعض افراد اور فرقہ حشویہ کے عوام کا خیال ہے کہ واقع ہوئی یعنی قرآن مجید میں کچھ تغیر اور نقصان ہوا۔ مگر ہمارے مذہب میں صحیح قول اس کے خلاف ہے (کچھ کمی بھی نہیں ہوئی) چنانچہ جناب سید مرتضیٰ علم الہدےٰ علیہ الرحمہ نے اس بحث میں پوری تفصیل و تحقیق و تنقیح کر دی ہے جو دلیلیں اس دعویٰ پر پیش کی ہیں ان میں یہ بھی ہے کہ قرآن مجید کی صحت نقل کا علم ایسا ہی ہے جیسا شہروں، بڑے حادثوں، عظیم الشان واقعات، مشہور کتابوں اور دلچسپ اشعار کا علم و یقین ہے اسی طرح اس میں بھی کوئی شک نہیں ہے کہ قرآن مجید جس طرح خدا کے پاس ہے۔ حضرت سید انبیاء صلعم پر نازل ہوا تھا اسی طرح اب بھی موجود ہے اس میں ذرا برابر بھی زیادتی یا کمی کا شائبہ نہیں ہے۔ غرض قرآن کے محفوظ اور صحیح و کامل رہنے کی دلیلیں اور قرائن بہت کثرت سے ہیں اور کیوں نہ ہوں کہ قرآن مجید ہمارے پیغمبرؐ کا معجزہ اور علوم شریعتہ و احکام دینیہ کا ماخذ ہے (تفسیر منہج الصادقین جلد ا' مقدمہ کتاب ۵ مطبوعہ ایران)

(۵) اور علامہ شیخ الطائفہ محمد بن الحسن طوسی علیہ الرحمہ لکھے ہیں۔

اما الكلام في زيادة ونقصانه فمما لا يليق به لان الزيادة فيه مجمع على بطلانها والنقصان منه فالظاهر ايضاً من مذهب المسلمين خلافه.

یعنی قرآن مجید کی زیادتی اور کمی کے بارے میں گفتگو کرنا کسی طرح مناسب ہی نہیں ہے۔ کیونکہ قرآن مجید کی زیادتی کے باطل ہونے پر تو اجماع قائم ہے رہا کمی کا واقع ہونا تو اس میں بھی ظاہر یہ ہے کہ شیعوں کا مذہب قطعاً اس کے خلاف ہے۔

وهو الاليق بالصحيح من مذهبنا وهو الذى نصرة المرتضى وهو الظاهر في الروايات غير انه رويت روايات كثيرة من جهة الخاصة والعامة بنقصان كثير من اى من القرآن ونقل شئى منه من مرضع طريقها الاحاد التى لا يوجب علما فالاولى الاعراض عنها وترك التشاغل بها لانه يمكن تاويلها ولو صحت لما كان ذلك طعنا على ماهو موجود بين الدفتين فان ذلك معلوم صحته لا يعترضه احد من الامت ولا يدفعه وروايا تنا متناصرة بالحث على قراء ته والتمسك بمانيه ورد ما يرومن اختلاف الاخبار في الفروع اليه وعرضها عليه فما وافقه عمل عليه وماخالفه يجتنب ولم يلتفت اليه. وقدور دعن النبى صلى الله وآله رواية لا يد فعها احد انه قال انى مخلف فيكم الثقلين ماان تمسكتم بهما لن تضلو كتاب الله وعترتى اهلبيتى وانهما لن يفترقا حتى يرداعلى الحوض وهذا يدل على انه موجوده في

كل عصر لا نه لا يجوزان يامرنا بالتمسک بما لانقدر علے التمسک به كما ان اهل البيت ومن يجب اتباع قوله حاصل فی كل وقت واذا كان الموجود بيننا مجمعا علے صحة فينبغی ان متشاغل تبفسيره و بيان معانيه وترک ماسواه .

یعنی یہ بات کہ قرآن مجید میں کمی ہوئی نہ زیادتی) ہمارے مذہب صحیح کے مناسب بھی ہے اور اس عقیدہ کی تائید جناب سید مرتضٰی علم الہدے نے بھی فرمائی ہے اور حدیثوں میں بھی یہی بات ظاہر ہے۔ ہاں بعض روایتیں خاصہ و عامہ کے ہاں ایسی بھی ملتی ہیں۔ جن سے قرآن مجید میں کچھ آیتوں کی کمی یا ایک جگہ سے دوسرے مقام پر کسی آیت کا درج ہونا ثابت ہو جاتا ہے لیکن وہ روایتیں بطریق احاد مروی ہیں۔ جن کے ذریعہ سے علم قطعی حاصل نہیں ہوتا۔ پس انسب یہ ہے کہ ان روایتوں کی طرف توجہ نہ کی جائے ۔ اور ان کے ساتھ اشتغال ترک کر دیا جائے ۔ کیونکہ ایسی روایتوں کی تاویل بھی ممکن ہے لیکن اگر ہم ان کو صحیح بھی تسلیم کر لیں تو جو قرآن میں موجود ہے اس کا قرآن نہ ہونا لازم نہیں آتا کیونکہ جو قرآن اس وقت دونوں دفینوں کے درمیان موجود ہے ۔ اس کا صحیح ہونا اس درجہ یقینی ہے کہ اس پر امت رسولؐ سے کوئی شخص اعتراض نہیں کر سکتا۔ اور نہ اس سے انکار کر سکتا ہے۔ چنانچہ ہمارے مذہب کی روایتیں اس باب میں ایک دوسرے کی تائید کرتی ہیں کہ اس قرآن مجید کی تلاوت کی جائے اور جو کچھ اس میں ہے اس سے تمسک کیا جائے اور جو خبریں فروع میں وارد ہوئی ہیں ان کو قرآن کی طرف سے رد کیا جائے ۔ اور وہ سب قرآن مجید ہی پر منطبق کی جائیں ۔ اور ان سے اجتناب کیا جائے ۔ اور روایت مسلمہ بین الفریقین (سنی وشیعہ) میں جس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ یہ امر وارد ہوا ہے

کہ حضرت رسولؐ خدا نے بیان فرمایا۔ کہ اے مسلمانو! میں تم لوگوں میں اپنے بعد دو بڑی چیزیں چھوڑے جاتا ہوں۔ ایک خدا کی کتاب' دوسری میری عترت' جب تک تم ان دونوں سے تمسک کرتے رہو گے۔ ہرگز گمراہ نہ ہوں گے اور یہ دونوں بھی آپس میں ایک دوسرے سے جدا نہیں ہونگے جب تک کہ ہمارے پاس حوضِ کوثر پر وارد نہ ہوں۔ یہ مبارک اور معتم بالشان حدیث اس بات کو واضح کرتی ہے کہ قرآن مجید ہر زمانہ میں موجود ہے اور رہے گا کیونکہ یہ امر جائز نہیں ہے کہ ہم پر اس چیز سے تمسک کرنا واجب کیا جائے جس پر ہم قادر ہی نہ ہوں۔ اس لیے وہی قرآن واجب التمسک ہوگا جو موجود ہے اور ہمارے ہاتھوں میں رہ گیا ہے۔ جس طرح معصوم اور وہ شخص جس کے قول کا اتباع کیا جا سکے۔ ہر زمانہ میں موجود ہے اور جب وہ قرآن جو ہمارے پاس موجود ہے۔ اس کی صحت پر اجماع ہے تو ہمارے لیے یہی امر لائق و زیبا ہے کہ ہم اس کی تفسیر و بیان معانی میں مشغول ہوں۔ (کتاب البیان)

مولوی صاحب: یہ تو تم نے بڑی مفید اور دلچسپ عبارت پڑھی تمہارے ان مجتہد صاحب نے تو پوری توضیح سے کل باتوں کو حل کر دیا۔ اب کچھ بولنے کا موقعہ ہی نہیں۔ حدیث ثقلین سے تمسک کی دلیل تم لوگوں کے پاس بہت زبردست ہے۔ واقعاً اس کے ساتھ قرآن مجید کا ہونا ضروری ہے اور یہ بھی صحیح ہے کہ جب حدیثوں کے بارے میں یہ حکم دیا گیا کہ جو قرآن کے مطابق اس پر عمل کیا جائے، جو اس کے خلاف ہو وہ رد کر دی جائے تو معلوم ہوا کہ اسی قرآن پر تم لوگوں کے مذہب کا دارومدار ہے اس کے مقابلہ میں کسی چیز کو تم نہیں مانتے۔

ہدایت خاتون: ہمارے ایک اور بزرگ مجتہد مولانا سید دلدار علی صاحب قبلہ طاب ثراہ کا بیان بھی سن لو کہ تحریر فرماتے ہیں۔

ومنها الرواية المستفيفة بل المتواتره المعنى فا نها تبفاوت

يسير ماثورة فی اکثر کتب الا صول ففی الکتاب الکافی بسند موثوق عن ابی عبدالله قال قال رسولؐ الله ان علے کل حق حقیقة وعلے کل صواب نورا . فماد افق کتاب الله فخذوه وما خالف کتاب الله فدعوا وهکذه فی الامالی وفی الکافی و المحاسن عن ایوب بن الحارث قال سمعت ابا عبدالله .قول کل شئی معهود الی الکتاب والسنته وکل حدیث لا یوافق کتاب الله فهو ضرخرف. وایضا فیها عن ابن ابی یعفور قال سالت ابا عبداللهؑ اختلاف الحدیث یرویه من یوثق به ومنهم من لا ثیق به. فقال اذا ورد علیکم حدیث فوجد تم له شاهد امن کتاب الله عزوجل او من قول رسولؐ الله والا فالذی جاء کم به الوے به وهکذا وردت با سناد آخر یطول ذکر ه .

اور من جملہ ان کے ایک روایت مستفیض بلکہ متواتر المعنی ہے کیونکہ وہ حدیث کچھ خفیف فرق کے ساتھ کتب اصول میں مروی ہے۔ چنانچہ کتاب کافی میں بسند حضرت ابوعبداللہ سے مروی ہے کہ حضرت نے فرمایا حضرت رسولؐ خدا نے فرمایا ہے۔کہ ہر حق کے اوپر ایک حقیقت ہوتی ہے۔ اور ہر صواب پر ایک نور ہوتا ہے۔ پس جو حدیث کتاب اللہ کے موافق ہو اسے قبول کرو اور جو قرآن مجید کے خلاف ہو اسے چھوڑ دو ۔ اور ایسا ہی کتاب امالی میں ہے اور نیز کتاب کافی اور محاسن میں ایوب بن حارث سے مروی ہے۔ کہ انہوں نے کہا۔ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا! آپ فرماتے تھے کہ ہر چیز کتاب و سنت سے ملائی جائے پھر جو حدیث کتاب اللہ کے موافق نہ ہو وہ جھوٹی ہے ۔ اور پھر انہیں دونوں کتابوں میں ابن ابی یعفور سے مروی ہے کہ

انہوں نے کہا میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے اختلاف حدیث کے بارے میں دریافت کیا۔ کہ بعض حدیثوں کو معتبر لوگ روایت کرتے ہیں اور بعض کو نا معتبر لوگ تو حضرتؑ نے فرمایا کہ جب کوئی حدیث تم کو ملے اور تم قرآن مجید اور قول رسولؐ سے اس کی تائید پاؤ تو بہتر ورنہ جو شخص اس حدیث کو تمہارے پاس لایا ہے وہی اس کے ساتھ زیادہ سزا وار ہے۔ یہ حدیث اس طرح بہت سندوں سے مروی ہے جن کا ذکر کرنے میں بہت طول ہوگا۔

(أساس الاصول)

مولوی صاحب: تمہارے مذہب کے علماء نے بھی بڑے بڑے کام کیے ہیں قرآن شریف پر عمل کرنے کی تاکید کردی اور اس کے متعلق اعتقاد رکھنے پر کس قدر زور دیا ہے۔

ہدایت خاتون: کیا تمہارے مذہب میں بھی کسی عالم نے قرآن مجید کے متعلق اتنا اہتمام کیا اور اس کی تحریف سے اس تصریح کے ساتھ انکار کیا ہے جس تفصیل سے ہمارے علماء کرام نے تحریر فرمادیا ہے۔

مولوی صاحب: واہ! ہمارے علماء کے کارناموں کو کون بیان کرسکتا ہے۔ میں نے تمہارے علماء کی تعریف کردی تو اس پر تم شیر ہوگئیں اور سمجھنے لگیں کہ میں اپنے مذہب کے علماء سے بدظن ہوگیا ہوں۔

ہدایت خاتون: (مسکرا کر) نہیں تم اپنے علماء سے بدظن نہ ہو۔ بلکہ ان سے حسن ظن رکھو اسی پر فریفتہ رہو۔

مولوی صاحب: دیکھو اب تم شرارت کرنے لگیں۔ یہ باتیں اچھی نہیں ہیں۔

ہدایت خاتون: (ہنس کر) میں نے شرارت کیا کی۔ تم نے اپنے علماء سے بدظن ہونے کا انکار کیا۔ میں نے ان سے حسن ظن رکھنے کی تاکید کردی اور اس پر فریفتہ رہنے کی فرمائش کی تو کیا بے

جا کہا۔

مولوی صاحب: تم نے لفظی فائدہ اٹھا کر چوٹ کر دی۔ بول رہی ہو حسن ظن۔ مگر تمہارے تیور اور تمہارا لہجہ کہتا ہے کہ تمہارا مقصود حسن ظن نہیں بلکہ حسن ''زن'' ہے۔ بہت خوب! میں کیا تمہاری ان میٹھی میٹھی چٹکیوں کو سمجھتا نہیں ہوں۔

ہدایت خاتون: یہ تو تمہارے ذہن کا فعل ہے۔ اچھا اگر میں نے کوئی بے جا بات کی تو مجھے جو چاہو سزا دو۔ میں حاضر ہوں تمہاری خوشی میں میری انبساط زندگی ہے۔

مولوی صاحب: کیا کہوں! اگر کہیں زعفران و مشک کی چھڑی ملتی تب تمہیں سزا دینے کا لطف ملتا' اور تم بھی اس سزا کو یاد رکھتیں۔

ہدایت خاتون: بہتر ہے کشمیر کی کسی کمپنی میں فرمائش بھیج دو تا کہ تمہارے لیے ایسی چھڑی بنا کر بھیج دے' مجھے یہ سزا خوشی سے منظور ہے' خدا کرے چھڑی مل جائے۔

مولوی صاحب: جب کسی ایسی کمپنی کا پتہ معلوم ہو تب تو لکھا جائے۔

ہدایت خاتون: کوئی کمپنی نہ معلوم ہو تو اخباروں میں اشتہار دے دو کہ ایک ایسی چھڑی کی ضرورت ہے مگر اس میں یہ بھی لکھ دینا کہ مذہبی بحث میں ایک مولوی صاحب اپنی بی بی سے عاجز آ گئے ہیں۔ اس سے کھسیانے ہو کر اس کو سزا دینے کے لیے ایسی چھڑی تلاش کی جاتی ہے

مولوی صاحب: واہ! سونے پر سہاگہ' میں خود ہی اعلان کر دوں گا۔ کہ مناظرہ میں تم سے ہار گیا پھر اس اشتہار سے میری کتنی ذلت ہوگی یہ تو الٹا میری ہی سزا کا سامان تم بتانے لگیں۔ چاہتی ہو کہ اپنی شکست کا خود ہی ڈھنڈورا پیٹوں۔

ہدایت خاتون: تم اپنا نام نہ دینا' کسی ایرے غیرے کی طرف سے چھپوا دو۔

مولوی صاحب: معاف کرو' میں اس چھڑی سے باز آیا اور تمہیں سزا دینے کے خیال سے توبہ کر

لی۔ میں یہ کہتا ہوں کہ میرے علماء اعلام نے اسلام کی جو عظیم الشان خدمتیں کی ہیں ۔ان کو آسمان و زمین پکار کر کہتے اور آفتاب و ماہتاب ان کا اشتہار دے رہے ہیں۔ عقائد کے متعلق بھی انہوں نے بہت سی کتابیں لکھی ہیں ۔گویا اس وقت میرے پیش نظر خاص یہ مضمون نہیں ہے کہ انہوں نے تحریف قرآن سے انکار کرنے میں اس شدومد کی عبارت لکھی ہو جیسی تمہارے علماء نے لکھی ہیں۔ مگر ان لوگوں نے بھی ضرور لکھا ہوگا اور تم لوگوں سے زیادہ عظمت و اہتمام سے اس کو بیان کیا ہوگا۔

ہدایت خاتون: تم تو اپنی مذہبی معلومات کے بے پایاں سمندر ہو ہزاروں کتابیں دیکھ چکے اور دن رات انکے مطالعہ میں ڈوبے رہتے ہو۔ مجھے بتا دو کہ کن کتابوں میں تم لوگوں ۔کے اس عقیدہ کو تلاش کروں۔ ہوسکتا ہے تمہارے علماء نے اس سے زیادہ زور دیا ہو۔ان کا مقابلہ ہم غرباء و فقراء کیا کرسکتے ہیں ۔ دنیا میں ان کی تعداد زیادہ، ان کی حکومت ان کی بادشاہت رہی، دولت بے حساب پر قبضہ رہا۔ غرض پوری دنیا تم لوگوں کی ہی تھی۔ اور اب بھی ہے پھر تمہارے علماء کے کارناموں سے کوئی انکار کیسے کرسکتا ہے ۔مگر مجھے ان کتابوں کے نام بتاؤ تا کہ میں بھی دیکھ کر اطمینان کرلوں ۔

مولوی صاحب: بہت سی مثلاً شرح عقائد تفتازانی' شرح فقہ اکبر' شرح مقاصد' شرح مواقف۔

ہدایت خاتون: یہ کتابیں تو غالباً میرے پاس بھی ہیں ۔ اور شاید میں سب کو دیکھ چکی ہوں' اگرچہ ان کتابوں کو دیکھے ہوئے ایک زمانہ ہوگیا۔ ہوسکتا ہے ان میں اس عقیدہ کو بھی واضح طور پر لکھا ہوا اور میں بھول گئیں ہوں ۔ اچھا میں ان کو نکال لاؤں ۔ ہدایت خاتون اٹھ کر گئیں اور دیر تک چند الماریوں میں کچھ کتابیں تلاش کرتی رہیں پھر تین چار کتابیں لائیں تو اس طرح باتیں ہونے لگیں۔

ہدایت خاتون: دیکھو یہ شرح عقائد تفتازانی مطبوعہ استنبول ہے ۔اس میں صفحہ ۹۱ پر قرآن مجید کے متعلق عقائد کا ذکر شروع کیا ہے۔ لکھتے ہیں:

"والقرآن کلام اللہ غیر مخلوق"

"قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام غیر مخلوق ہے"

اس میں تو کسی مسلمان کو شبہہ نہیں کہ قرآن مجید اللہ کا کلام ہے مگر اس کے غیر مخلوق ہونے کا ذکر اس اشاعرہ کے عقیدہ کی تائید اور معتزلہ کی رد کے لیے کیا گیا ہے۔

مولوی صاحب: ہاں معتزلہ کو تو اس کا بڑا اہتمام ہے کہ قرآن مجید کو مخلوق کہا جائے۔ مگر تم آگے بھی تو دیکھو ضرور تحریف کے بارے میں بھی لکھا ہوگا کہ نہ اس میں کوئی کمی ہوئی نہ زیادتی نہ کسی قسم کا تغیر۔

ہدایت خاتون: اس جملہ کی شرح کرنے کے بعد متن کی یہ عبارت ہے:

"مکتوب فی مصاحفنامحفوظ فی قلوبنا ' مقرو بالسنتنا '

مسموع باذاننا غیر حال فیھا"

مولوی صاحب: (بات کاٹ کر) تم کیا پڑھنے لگیں۔ اس سے آگے دیکھو۔ ضرور تحریف کا مسئلہ بھی لکھا ہوگا۔

ہدایت خاتون: تمہارے ہاتھ میں کیا مہندی لگی ہے؟ خود ہی کیوں نہیں وہ مضمون نکال دیتے مجھے تو اس سے آگے ۱۷۴ میں شرح کی یہ عبارت ملتی ہے۔

کان الا فضل ھو القران ثم التوراۃ ثم الانجیل ثم الزبور کما ان

القرآن کلام اللہ تعالی واحدہ لا تیصور فیہ تفضیل

مولوی صاحب: نے کتاب لے لی اور دیر تک ورق ادھر ادھر لٹتے رہے کبھی شروع میں دیکھیں، کبھی آخر میں پہنچ جائیں، کبھی درمیان میں آنکھیں پھاڑ کر تلاش کرنے لگیں، غرض دیر تک کوشش کرتے رہے مگر ان کے مطلب کی کوئی عبارت نہیں ملی تو بولے بڑے تعجب کی بات ہے یہ تو عقائد اہل سنت کی مشہور اور نہایت مقبول کتاب ہے۔ جو علماء کے درس و تدریس میں برابر رہتی

ہے۔کم کوئی بڑا مدرسہ ہوگا جس میں یہ پڑھائی نہ جاتی ہوں پھر اس میں اس مسئلہ کا ذکر کیوں لکھا نہیں ہے؟

ہدایت خاتون: اس وجہ سے نہیں۔ کیوں کہ تم لوگ قرآن کے غیر محرف ہونے کا عقیدہ ہی نہیں رکھتے ہو اسی وجہ سے تحریف کی اتنی دلیلیں تمہاری کتابوں میں بھری ہیں۔ اگر یہ علماء عقائد کی کتابوں میں عدم تحریف قرآن کے مسئلہ کو لکھتے۔تو حدیث وتفسیر کی کتابوں میں تحریف قرآن کی جو ہزاروں دلیلیں بھری ہوئی ہیں ان کو یاد کیا کرتے؟

مولوی صاحب: تعجب تو یہ ہے۔ کہ توراتؑ انجیل ؑزبور سے قرآن کے افضل ہونے کا ذکر کیا۔ مگر یہ نہیں لکھا کہ جس کی طرح وہ کتابیں محرف ہوگئیں۔اس طرح قرآن شریف محرف نہیں ہوا۔ اور نہ کوئی شخص اس میں تحریف کرسکتا ہے۔

ہدایت خاتون: اب تم خود فیصلہ کرو کہ کیوں اس کتاب میں قرآن مجید کے غیر مخلوق اور تورات وانجیل وزبور سے افضل ہونے پر اس قدر زور دیا مگر اس کے غیر محرف ہونے کی طرف معمولی اشارہ تک نہیں کیا۔

مولوی صاحب: لطف تو یہ ہے کہ یہ لکھ دیا ہے۔" **ان الکتب قد نسخت بالقرآن تلاوتها وکتابتها وبعض احکامها** "(قرآن مجید کی وجہ سے سابق آسمانی کتابوں کی تلاوت کتابت اور ان کے بعض احکام منسوخ ہوگئے) مگر تحریف کے متعلق کچھ نہیں لکھا۔عجیب تماشہ ہے کہ اس کتاب میں فرقہ معتزلہ اور یہود ونصاریٰ کے جواب کا پورا دعویٰ کرسکتے ہیں ۔اہل سنت تحریف قرآن کے قائل نہیں ہیں اور شیعوں کا یہ اعتراض غلط۔حالانکہ قرآن مجید ایسی ضروری کتاب ہے اس کے متعلق تفصیل ہے اور ہر پہلو پر گفتگو کرنے کی شدید ضرورتھی۔

ہدایت خاتون: مجھے تمہارے تعجب پر حیرت ہورہی ہے۔ یہ بتاؤ کہ اگر وہ لوگ اس کے متعلق کچھ لکھتے۔تو ان روائیتوں کا کیا جواب دیتے۔جن میں لکھا ہے کہ قرآن مجید کا بڑا حصہ غائب ہوگیا۔فلاں

بڑی بڑی سورتیں اتنی چھوٹی ہوگئیں۔ اس کے حروف میں سے سات لاکھ حروف آج تک لاپتہ ہیں۔ کیا تمہارے علماء کی نظر میں تفسیر درمنثور و اتقان وغیرہ یا ان کے ماخذ پر نہیں پڑی ہوں گی پھر وہ ان مضامین سے اپنی آنکھیں کیسے بند کر لیتے۔

مولوی صاحب: خیر اس میں تو عدم تحریف کے عقیدہ کا کوئی ذکر نہیں ہے، ممکن ہے اور کتابوں میں ہو۔ تم شرح فقہ اکبر نکالو اس میں ضرور اس کو لکھا ہوگا۔ وہ عقائد کی بڑی زبردست اور جامع کتاب ہے اور ہم لوگوں کے مذہب کا جوہر اس میں کھینچ دیا گیا ہے۔

ہدایت خاتون: میں شرح فقہ اکبر بھی لیتی آئی ہوں۔ لو تم ہی اس میں وہ مضامین نکالو میرے دیکھنے میں دیر ہوگی اور تم گھبرانے لگو گے،

مولوی صاحب: خدا خیر کرے تمہارے ان جملوں سے تو کچھ تردد کی بو آرہی ہے کہیں اس مضمون سے یہ کتاب بھی تو خالی نہیں ہے۔

ہدایت خاتون: اس وقت تو میں نے ابھی یہ کتاب کھولی بھی نہیں ہے۔ پہلے ہی کیسے کہہ دوں گی۔ کہ اس میں وہ مسئلہ ہے یا نہیں؟ خیر اب تو کتاب ہی موجود ہے۔ اگر ہے تو ابھی مل جائے گا۔ لیکن اگر اس میں بھی نہیں ہے۔ تو خدا ہی حافظ ہے پڑھ کر بتا دو۔

مولوی صاحب: نہیں میں دن رات کتابیں دیکھتا اور پڑھتا ہی رہتا ہوں لیکن تمہاری زبان سے عربی مشکل کتابوں کی عبارتیں روانی کے ساتھ ساتھ صحیح صحیح سنتا ہوں تو میرا دل باغ باغ ہو جاتا ہے اور دماغ معطر ہو جاتا ہے۔ اور بے ساختہ میری زبان سے یہ شعر نکل جاتا ہے۔

اگر فردوس بروئے زمین است
ہمیں است و ہمیں است و ہمیں است

ہدایت خاتون: اب اتنے نخرے کی باتیں نہ کرو کہ لوگ کہیں کہ تم اپنی مولویت سے بھی گزر گئے

مولوی صاحب: لوگ کہیں تو کہا کریں میں اپنے دلی جذبات کیسے روک سکتا ہوں۔ انصاف

سے بتاؤ میری ایسی حور مثال، علامہ دہر بی بی، کسی کو بھی ملی ہے۔ ایسی نعمت ملنے کے بعد بھی کوئی بڑے سے بڑا مولانا اپنے زہد و تقدس پر باقی رہے تب جانوں اپنی بی بی کی سچی قدر کرنا بھی تو مولویت کے خلاف نہیں ہوسکتا۔

ہدایت خاتون: اُنہہ! اب مکھن نہ لگاؤ' صاف بتاؤ کہ شرح فقہ اکبر میں تم پڑھو گے یا نہیں یہ باتیں تمہارے منہ سے اچھی معلوم نہیں ہوتیں۔

مولوی صاحب: تمہارے سامنے تو نہیں پڑھوں گا بلکہ تم ہی پڑھو اور میں سننے کا لطف اٹھاتا رہوں۔ میری اس زیادتی کو معاف کرنا تمہارا احسان عظیم ہوگا۔

ہدایت خاتون: اچھا میں ہی پڑھتی ہوں۔ مہملات میں کیوں وقت ضائع ہونے دوں دیکھو یہ شرح فقہ اکبر علامہ علی القاری کی ہے جو مطبع حنفی میں چھپی ہے اس کے صفحہ ۱۹ میں یک عبارت یہ ہے۔ " **المسمی بالقرآن المرکب من الحروف** " یعنی وہ کتاب جس کا نام قرآن اور جو حروف سے مرکب ہے اس میں تو تحریف کے ذکر کا کوئی موقع ہی نہیں ہے۔ اس کے بعد صفحہ ۲۹ پر قرآن کے عقیدہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

> **والقرآن فی المصاحف مکتوب وفی القلوب محفوظ وعلے الالسن مقرّو وعلے النبیؐ منزل ولفظها بالقرآن مخلوق وکتابتنا له وقراء تناله مخلوق والقرآن غیر مخلوق .**
>
> قرآن مجید مصحفوں میں لکھا جاتا' دلوں میں یاد کیا جاتا' زبانوں سے پڑھا جاتا جو حضرت رسولؐ خدا پر نازل کیا گیا ہے اور ہم لوگ قرآن کا جو تلفظ کرتے ہیں یہ مخلوق ہے اور اس کو جو لکھتے ہیں، اس کو پڑھتے ہیں۔ یہ لکھنا، پڑھنا سب مخلوق ہے۔ لیکن خود قرآن غیر مخلوق ہے۔ پھر لکھتے ہیں۔ " **والقرآن کلام الله تعالیٰ** " اور قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہے (ص ۲۳)

مولوی صاحب: یہ سب تو وہی مشہور مسئلہ خلق وعدم خلق قرآن کی بحث ہے جو فرقہ اشاعرہ و فرقہ معتزلہ کا مشہور میدان جنگ ہے۔ ان چیزوں کو چھوڑو۔ اس کی تحریف یا عدم تحریف کے ذکر کو نکالو۔

ہدایت خاتون: جو چیز اس میں ہے۔ اس کو تو میں پڑھ سکتی ہوں۔ ابھی تحریف کی بحث ہی نہ ملے تو کیا کروں؟ اسی وجہ سے تو میں شروع سے ہی دیکھتی اور پڑھتی چلتی ہوں تا کہ وہ مسئلہ چھوٹنے نہ پائے اور دوبارہ کتاب کی اوراق گردانی نہ کرنا پڑے۔

مولوی صاحب: اچھا آگے دیکھو۔ غالباً وہ بحث بھی ضرور ہوگی۔

ہدایت خاتون: (بہت دیر تک اوراق کو الٹنے اور اس کے مضامین پر سرسری نظر ڈالنے کے بعد' یہ دیکھو قرآن مجید کے متعلق پورا بیان مل گیا ۱۲۵ پر لکھتے ہیں۔

القرآن منزل علی رسولؐ الله صلعم وهو فی المصحف مكتوب فيه ايماالی ان مابين الدفتين، كلام الله علی ماهو المشهور و آيات القرآن كلها فی معنی معنی الكلام مستوية فی الفضلية والعظمه.

(اور قرآن مجید حضرت رسولؐ خدا پر نازل کیا گیا اور وہ مصحف میں مکتوب ہے اور اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے؟ کہ دونوں دفینوں کے درمیان جو چیز ہے وہ بنابریں مشہور کے خدا کا کلام ہے اور قرآن مجید کی کل آیتیں معنی کلام میں فضیلت وعظمت کے لحاظ سے برابر ہیں)

مولوی صاحب: تم بھی خوب مذاق کرتی ہو ان باتوں کو کون جانتا ہے جو تم پڑھنے لگیں یہ مضمون نکالو کہ قرآن مجید کامل ہے یا ناقص' محرف ہے یا غیر محرف' اور مسلمانوں کو اس کے بارے میں کیا اعتقاد رکھنا چاہیے۔

ہدایت خاتون: اب تک جو باتیں ملتی گئیں میں پڑھتی گئی آگے دیکھتی ہوں اگر کچھ ہوگا تو مل ہی جائے گا۔ پھر دیر تک ورق الٹنے کے بعد بولیں لو صفحہ ۲۰۳ میں بھی قرآن مجید کا ذکر ملا لکھتے ہیں۔

من قرء القران علے ضرب الرف و القضيب .

اس کا ترجمہ میں نہیں کرسکتی۔

مولوی صاحب: جانے دو آگے دیکھو شاید تحریف کا مضمون بھی نکل آئے۔

ہدایت خاتون: (آخر تک اس کتاب کے اوراق الٹنے اور اچھی طرح مضمون مذکورہ تلاش کرنے کے بعد اب مجھے نہیں ملتا۔ بہتر ہے تم ہی تلاش کرو میں تو تھک گئی۔

مولوی صاحب: اچھا ذرا لاؤ۔ مجھے بھی دو اتنی مفصل کتاب میں بھی قرآن مجید کے کامل یا ناقص ہونے کا کچھ ذکر نہیں ہے۔ تو بڑی قیامت ہے۔

مولوی صاحب جب دیر تک اس کو دیکھتے اور قرآن مجید کے متعلّق عقیدہ تحریف یا عدم تحریف کو تلاش کرتے رہے مگر جب کچھ بھی نشان نہ ملا تو بولے اب کسی کتاب کے دیکھنے کی ضرورت نہیں۔ ایک ثالث محض تو یہی کہے گا کہ تمہارا مذہب میرے مذہب سے بہتر ہے کہ تم لوگوں نے قرآن شریف کے متعلّق اس اعتقاد کا اظہار کر دیا ہمارے علماء نے تو کچھ بھی نہیں کیا۔

ہدایت خاتون: پھر تم کو مذہب شیعہ قبول کر لینے میں کیا عذر ہے۔

❁❁❁

سولہواں باب (16)

کیا قرآن مجید پر شیعوں کا ایمان ممکن بھی ہے؟

مولوی صاحب: مگر ہمارے علماء کا دعویٰ تو یہ بھی ہے کہ قرآن مجید پر شیعوں کا ایمان ہو ہی نہیں سکتا۔ ممکن ہی نہیں ہے۔

ہدایت خاتون: ہاں ٹھیک ہے "اللھم صلے علیٰ محمدؐ و آل محمدؑ" ایسے دعوؤں پر تو ہزاروں مرتبہ درود پڑھنا چاہیے۔

مولوی صاحب: میں مذاق نہیں کرتا۔ خدا کی قسم اس زمانہ میں لکھنو وغیرہ کے بعض علماء اہل سنت نے جو مذہبی اخبار بھی نکالتے ہیں یہ دعویٰ کیا ہے کہ شیعوں کا ایمان قرآن مجید پر نہ ہے نہ اس کا ہونا ممکن ہے۔

ہدایت خاتون: تم اپنے علماء کی نہ کہو ایک صاحب نے تو حضرت امام حسینؑ کی شہادت ہی سے انکار کر دیا جو اسلام کا اختلافی مسئلہ بھی نہیں۔ بلکہ دنیا کا عظیم الشان تاریخی واقعہ ہے پنجاب میں ایک صاحب پیدا ہوئے۔ جو مدعی ہو گئے کہ حضرت رسولؐ پر نبوت و رسالت ختم نہیں ہوئی بلکہ وہ خود بھی پیغمبر بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ بہت سے لوگ اس خیال کے پیدا ہو گئے کہ کل حدیثیں آگ لگا دینے کے قابل ہیں۔ مسلمانوں کو صرف قرآن مجید رکھنا اور اس پر عمل کرنا چاہیے۔ غرض تم لوگوں کے کارنامے کہاں تک بیان کیے جائیں۔

مولوی صاحب: مگر لکھنوی ایڈیٹر صاحب کا دعویٰ کہ ''قرآن شریف پر شیعوں کا ایمان ممکن ہی نہیں'' بڑا زبردست ہے۔

ہدایت خاتون: خیر دعویٰ کر دینا تو آسان ہے۔ سوفسطائی فرقہ والے بھی تو دنیا میں ہوئے ہیں جن کی مختصر تعریف یہ ہے۔ سوفسطہ جھوٹا قیاس جو وہمی باتوں سے مرکب ہوا اور اس سے غرض احقاقِ حق نہ ہو بلکہ خصم کو خاموش کرنا اور دھوکہ دینا مقصود ہو۔ سوفسطی اور سوفسطائی وہ شخص جو اپنے قیاسات لگائے۔ سوفسطائیہ وہ فرقہ جو محسوسات اور بدیہیات کو نہیں مانتا۔ (از اراللغتہ پ۱۲ ص۸۳) اگر کوئی شخص یہ کہنے لگے کہ مسلمانوں کا ایمان نہ ایک خدا پر ہے اور نہ ہوسکتا ہے تو کوئی شخص اس کو روک سکتا ہے۔

مولوی صاحب: مگر ان ایڈیٹر صاحب کی دلیل تو جاندار ہے اس کو کیا کرو گی؟

ہدایت خاتون: ہر باطل مذہب والا۔ اپنے مذہب کی حقیقت کی دلیل کو جاندار ہی سمجھتا ہے یہ بتاؤ۔ جس وقت دنیا میں قرآن شریف آیا سنی شیعہ تھے یا نہیں۔

مولوی صاحب: اس وقت یہ لوگ کہاں تھے' کافروں کا زمانہ تھا' بت پرست یہود و نصاریٰ سے عرب بھرا پڑا تھا۔

ہدایت خاتون: تو خدا نے قرآن مجید کو کس کی ہدایت کے لیے نازل کیا؟

مولوی صاحب: دنیا بھر کے لوگوں کے لیے۔ خواہ وہ عرب کے ہوں یا عجم کے، یورپ کے ہوں یا ایشیا کے۔

ہدایت خاتون: اور صرف اسی زمانہ کے لوگوں کی ہدایات اس سے سے مقصود تھی یا قیامت تک جس قدر آدمی پیدا ہوں گے سب ہی کی ہدایت کے لیے نازل کیا گیا؟

مولوی صاحب: نہیں جب تک دنیا قائم ہے، جس قدر لوگ پیدا ہوتے جائیں گے سب کی

ہدایت کے لیے نازل کیا گیا ہے۔

ہدایت خاتون: اب بتاؤ شیعہ بھی اس دنیا میں رہتے ہیں یا نہیں۔ یہ پھر کافر ناس میں داخل ہیں یا خارج میں۔

مولوی صاحب: اس سے تو پاگل بھی انکار نہیں کرسکتا۔

ہدایت خاتون: پھر قرآن مجید پر شیعوں کا ایمان کیوں ممکن نہیں ہے۔ بت پرستوں کا ایمان ممکن، یہودیوں کا ایمان ممکن اور نصاریٰ کا ایمان ممکن۔ لیکن شیعوں کا ایمان غیر ممکن' شیعوں کا ایمان قرآن مجید پر ممکن نہیں تو میں دعویٰ سے کہتی ہوں کہ خدا کا سچ بولنا بھی ناممکن ہے۔

مولوی صاحب: ارے یہ کیا کہنے لگیں؟ کیا اب پھر لڑائی کا ارادہ ہے۔ بندوق منگادوں یا دشنہ تیر اور تلوار کی ضرورت ہے۔

ہدایت خاتون: میں لڑتی نہیں ہوں نہ بات غصہ میں کہتی ہوں' بلکہ عقل کا یہ فیصلہ ہے کہ اگر شیعوں کا ایمان قرآن مجید پر ممکن نہیں ہے تو خدا کا صادق القول ہونا بھی ممکن نہیں ہے' بلکہ اس کا قادر ہونا بھی محال ہو جائے گا۔ خدا نے فرمایا ہے "**ھذا بیان للناس**" یہ کتاب دنیا بھر کے لوگوں کے لیے بیان ہے (پ ۴ ع ۱۴) "**یا ایھا الناس قدجاء کم برھان من ربکم وانزلنا علیکم نورا مبینا**" لوگو تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے دلیل آ چکی ہے اور ہم نے تم پر ایک روشن نور بھیجا (پ ۶ ع ۲۴) "**قدجاء کم من اللہ نور و کتاب مبین**" اے آدمیو! یقیناً اللہ کی طرف سے تمہارے پاس نور آیا ہے اور قرآن جو بیان کرنے والا ہے (پ ۶ ع ۳)

" **وھذا کتاب انزلنا ہ مبارک مصدق الذی بین یدیہ ولتنذر ام القریٰ ومن حولھا**"

اور یہ کتاب ہم نے اتاری برکت والی اگلی کتابوں کو سچ بتانے والی اس لیے کہ تو مکہ اور اس کے گرد تمام جہان کے لوگوں کو ڈرائے (پ ۷ ع ۱۱) " **یا ایھا**

الناس قد جا تکم موعظة من ربکم وشفاء لمانی الصدور " لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نصیحت (یعنی کتاب مجید) آئی اور دلوں میں جو بیماریاں ہیں ان کی دوا۔(پ ١١ ع ٦)

قل یا ایھا الناس قد جاء کم الحق من ربکم فمن اھتدیٰ فانما یھتدی لنفسہ ومن ضل فانما یضل علیھا وما انا علیکم بوکیل.
اے پیغمبر کہہ دو کہ لوگو! تمہارے پاس رب کی طرف سے حق (قرآن مجید) آچکا پھر جو کوئی راہ پر لگ جائے تو وہ اپنے ہی فائدہ کے لیے راہ پر لگتا ہے اور جو گمراہ ہوتا ہے وہ اپنا ہی نقصان کرتا ہے اور میں تمہارا وکیل نہیں ہوں۔ (پ ١١ ع١١)

" انا انزلنا ہ قرآناً عربیاً لعلکم تعقلون " ہم نے عربی زبان میں قرآن اتارا تاکہ تم لوگ سمجھو (١٢ع١)

" کتاب انزلناہ الیک لتخرج الناس من الظلمات الی النور یہ کتاب ہم نے تم پر اس لیے اتاری کہ تم لوگوں کو اندھیروں سے نکال کر روشنی میں لاؤ۔ (پ ١٣ ع١)" ھذا بلاغ للناس ولینذر وابہ " یہ قرآن سب لوگوں کو نصیحت کے لیے ہے اور اس لیے کہ سب لوگ اس سے ڈرائے جائیں (پ ١٣ ع ٧)

مولوی صاحب: میرا دل گھبرانے لگا' تم اتنی آیتیں کیوں پڑھنے لگیں۔

ہدایت خاتون: ابھی چپکے سے سب سنتے جاؤ۔ میں آخر میں اپنی عرض بیان کروگی۔

" وقرآنا فرقناہ لتقراء علے الناس " اور قرآن کے ہم نے حصّے بخرے کر دیئے تاکہ تم اسے لوگوں کو سناؤ۔ (١٥ع١٢)'

ولقد صرفنا فی ھذا القرآن للناس من کل مثل " ہم نے اس قرآن میں

سب لوگوں کے لیے ہر طرح کی مثالیں بیان کی ہیں (پ۱۵ ع ۸)

" انا انزلنا علیک الکتاب للناس بالحق " اے رسولؐ ہم نے دنیا بھر کے لوگوں کے سمجھانے کے لیے تم پر یہ سچی کتاب اتاری (پ۲۳ ع ۴)

" ان هو الا ذکر للعالمین " قرآن مجید تو سارے جہان کے لیے نصیحت ہے " هذا ابصائر للناس " یہ قرآن دنیا بھر کے لوگوں کے لیے خزانے ہیں معرفت کے۔

"وما هوالا ذکر للعالمین "یہ قرآن تو دنیا بھر والوں کے لئے نصیحت ہے۔(پ۲۹ ع ۲)

" ان هوالا ذکر للعالمین "

یہ قرآن تو دنیا بھر کے لیے نصیحت ہے (پ۳۰ ع ۱)

مولوی صاحب: للہ ختم کرو' قرآن شریف تلاوت کرنے کا دوسرا وقت ہوتا ہے۔ خواہ مخواہ اتنی آیتیں پڑھنے کی کیا ضرورت تھی؟

ہدایت خاتون: اچھا میں ختم کرتی ہوں' ان کل آیتوں میں خدا نے فرمایا کہ اس نے قرآن مجید کو دنیا بھر کے لوگوں کے لیے ہدایت' ارشاد نصیحت' موعظہ' روشنی تعلیم اور نفع کے لیے نازل کیا ہے اگر اس میں تم کو کوئی عذر ہو تو ابھی کہہ دو۔

مولوی صاحب: نہیں ان باتوں میں کیا عذر ہو سکتا ہے۔ یقیناً قرآن شریف ہر شخص یعنی ہر بڑے' چھوٹے' مرد' عورت' مسلم' کافر' یہود' نصرانی' بت پرست' اور لا مذہب کی ہدایت کے لیے نازل کیا گیا ہے۔

ہدایت خاتون: خدا تمہارا بھلا کرے اب بتاؤ جب قرآن مجید کی اتنی آیتیں پکار کر کہتی ہیں۔ کہ یہ کتاب دنیا بھر کے لوگوں کی ہدایت و ارشاد و تعلیم و موعظہ کے لیے نازل کی گئی تو دنیا کی کس

جماعت کے بارے میں کوئی شخص کہہ سکتا ہے۔ کہ اس کا ایمان قرآن پر ممکن نہیں ہے پھر اس کا مطلب یہی تو ہوگا کہ خدا جھوٹ بولتا ہے اور سچ نہیں بول سکتا۔ وہ کہتا یہ ہے کہ اس کتاب پر دنیا بھر کے لوگ ایمان لا سکتے ہیں۔ ہر شخص اس سے ہدایات لے سکتا ہے' کل انسانوں کو اس سے نصیحت حاصل ہو سکتی ہے۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ ایک جماعت ایسی ہے۔ جو اس پر ایمان لا ہی نہیں سکتی اور اس پر اس کا ایمان لانا محال ہے گویا ان لوگوں کو قرآن مجید پر ایمان لانے کا حکم دینا تکلیف مالایطاق ہے' حالانکہ خدا نے بار بار اس مضمون کو ظاہر کر دیا ہے کہ وہ کسی کو اس کی طاقت سے زیادہ کی تکلیف نہیں دیتا۔

مولوی صاحب: یہ تو تمہاری زبردستی ہے کہ شیعوں کے الزام سے خدا پر الزام قائم کرنے لگیں۔ کہاں کی بات تھی۔ اس کو کہاں پہنچا دیا اور وہ بھی کس خوبصورتی سے۔

ہدایت خاتون: اگر میری زبردستی ہے تو تم میری تشفی کر دو' دیکھو یہ کہنا آسان ہے کہ قرآن مجید پر فلاں جماعت ایمان رکھتی ہے' فلاں نہیں رکھتی' فلاں نے اس سے ہدایت پائی فلاں نے نہیں لی' فلاں ملک والوں نے اس کو قبول کیا جیسے کہیں کہ اس پر اہل اسلام ایمان لائے یہود و نصاریٰ ایمان نہیں لائے۔ مسلمانوں نے اس سے ہدایت پائی بت پرستوں اور کافروں نے ہدایت اختیار نہیں کی۔ لیکن کس عقل سے کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ فلاں کا ایمان قرآن مجید پر ہو ہی نہیں سکتا۔ اس کا اس پر ایمان لانا محال ہوگا۔ اگر ایسا ہو تو خدا کو چاہیے تھا کہ عام قول کو مستثنیٰ کر کے کہتا کہ اس کتاب پر ہر جماعت ایمان لا سکتی ہے سوائے فلاں جماعت کے۔ تو کیا اس قسم کا استثناء کسی کتاب سے بتا سکتے ہو۔

مولوی صاحب: مگر شیعوں کے ایمان نہ لا سکنے کی جو دلیل ہے وہ بھی تو بہت زبردست ہے۔

ہدایت خاتون: ابھی تم نے جو دلیل بیان کی ہی نہیں کہ میں اس کو کیا سمجھوں' جب بتاؤ گے تو اس کا حال بھی معلوم ہو جائے گا۔ مگر ابھی تو عام گفتگو ہے کہ قرآن مجید اس لیے ہی نازل کیا گیا کہ ہر شخص اس پر ایمان لائے۔ ہر شخص اس سے ہدایت حاصل کرے۔ ہر شخص اس کے ذریعے

گمراہی سے نکل کر نور کی دنیا میں پہنچ جائے تو اب یہ کہنا کہ فلاں قوم اس پر ایمان نہیں لا سکتی فلاں جماعت کا اس پر ایمان لانا ناممکن ہے خود خدا کی تکذیب اور قرآن مجید کا جھٹلانا ہوگا یا نہیں؟ آج تمہارے علماء جو اس امر کا دعویٰ کرتے ہیں کہ شیعوں کا ایمان قرآن مجید پر ہو ہی نہیں سکتا وہ یہ نہیں خیال کرتے کہ اس قول سے ان کے ایمان کی کیا حالت ہوگی کیونکہ خدا کو انہوں نے جھٹلایا' قرآن مجید کو انہوں نے غلط گو بتایا۔ رسولؐ کی غرض بعثت کو انہوں نے مٹی میں ملا دیا۔ انہوں نے شیعوں کی عداوت میں اپنے دین و اسلام کو بھی برباد کر دیا۔ پرائے شگون کے لیے ناک کٹوانا اسی کو کہتے ہیں سچ ہے چاہ کن راچاہ در پیش۔ شیعوں کی مخالفت میں انہوں نے ایسی بات ایجاد کی۔ جس سے ان کو خدا سے بھی الگ ہونا پڑا۔ قرآن مجید بھی چھوڑنا ہوا اور رسولؐ سے بھی علیحدگی ہوگئی۔

مولوی صاحب: میں بہت دنوں سے اس اعتراض کو سنتا تھا اور سمجھتا تھا کہ رافضیوں کے شکست دینے کے لیے یہ بڑا زبردست آلہ ہے مگر تم نے ایسا گہرا مضمون بیان کیا جس نے آنکھوں پر سے پردے ہٹا دیئے۔ واقعاً یہ کہنا کہ فلاں جماعت قرآن مجید پر ایمان لا ہی نہیں سکتی یا اس کا ایمان قرآن پر ہو ہی نہیں سکتا خدا کو غلط گو اور قرآن شریف کو مجموعہ کذب و بطلان قرار دینا ہے' سچ ہے ۔ " من حضر بین الا خیه وقع فیه " جو شخص اپنے بھائی کے لیے کوئی گڑھا کھودتا ہے۔ اس میں خود ہی گر پڑتا ہے۔ خواہ مخواہ ایک بات ایجاد کر دی کہ شیعوں کا ایمان قرآن شریف پر ہو ہی نہیں سکتا۔ سبحان اللہ! وہ اذان دیں، نماز پڑھیں، اپنی نماز میں سورہ الحمد اور توحید پڑھیں۔ انزلنا وہ وغیرہ پڑھتے رہیں۔ قرآن مجید کی تفسیریں لکھیں، اس کے ترجمے شائع کریں، اپنی ہر مذہبی کتاب میں قرآن کے مطالب بھریں، اپنے ہر دینی مسئلہ پر قرآن مجید سے استدلال کریں اور پھر ہمارے علماء دین میں ایسے لوگ پیدا ہوں جو آنکھ بند کر کے کہنا شروع کر دیں کہ شیعوں کا ایمان نہ قرآن شریف پر ہے نہ ہو سکتا ہے۔ واقعاً یہ لوگ بھی انہی لوگوں کی طرح ہیں جو نیا مذہب ایجاد کرنے کے خبط میں مبتلا ہیں۔ جب دیکھا کہ دوسروں نے نبوت کا دعویٰ کر کے اپنا کاروبار پھیلا

دیا۔ اپنی دنیا الگ بنالی' اپنی شہرت حاصل کرلی حدیث سے انکار کر کے اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد علیحدہ بنالی تو یہ بے چارے بھی دنیوی جاہ جلال کا خواب دیکھنے لگے۔

ہدیات خاتون: پیٹ کا مسئلہ بہت مشکل اور خطرناک ہوتا ہے اس کے لیے انسان جب چوری کرنا' ڈاکہ ڈالنا' خون ریزی کرتا' فتنہ وفساد کرتا ہے تو مذہب ایجاد کرنے یا مذہبی مسئلہ تراشنے میں کس کی پرواہ کرسکتا ہے۔ مشہور ہے چندیں مشکل برائے اکل

مولوی صاحب: مگر علماء کرام کی شان میں ایسی باتیں نہیں کرنا چاہیں۔

ہدایت خاتون: کیا خوب جو لوگ محض دنیا کمانے کے لیے مذہب کی حجامت بنائیں ان کے بارے میں کچھ نہ کہا جائے خیر ذرا اب ان مولوی صاحب کی (جو لکھنو کے کسی مذہبی رسالہ کے ایڈیٹر بھی ہیں) دلیل تو سناؤ۔ جس سے انہوں نے یہ عقل حیران کرنے والا مسئلہ ایجاد کیا ہے کہ شیعوں کا ایمان نہ قرآن پر ہے اور نہ ہوسکتا ہے؟

مولوی صاحب: بہت دنوں سے انہوں نے اس کا شوروغل بلند کر رکھا ہے۔ شیعوں کے سینکڑوں اعتراضات ہمارے مذہب پر ہوتے رہتے ہیں۔ دن رات ان کے علماء و واعظین اپنے مذہب کی تبلیغ کرتے اور کبھی اصول اور کبھی فروع کے متعلق اپنے دلائل پیش کر کے لوگوں کو اپنا ہم خیال بنانے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں، مگر یہ لکھنوی مولوی صاحب نے ان سب کا جواب چھوڑ کر بس اسی ایک بات کو پکڑ رکھا ہے کہ شیعوں کا ایمان نہ قرآن پر ہے اور نہ ہوسکتا ہے۔

ہدایت خاتون: کیا خوب اس کو کہتے ہیں مارو گھٹنا پھوٹے آنکھ۔ خیر ذرا اب مجھے ان مولوی صاحب کی دلیل تو سناؤ۔

مولوی صاحب: سنو ان مولوی صاحب کا نام ہے مولوی عبدالشکور صاحب ایڈیٹر النجم انہوں نے لکھنو میں۔ کسی شیعہ طالب علم سے جون ۱۹۱۰ء میں ایک مناظرہ کیا تھا اس کاروائی کو انہوں نے ایک الگ رسالہ کی صورت میں شائع کیا۔ جس کا نام ہے "کاروائی مباحثہ شیعہ وسنی" اس

میں لکھتے ہیں۔

"میں آپ کو یہ بتلانا چاہتا ہوں کہ شیعہ اور سنی کے درمیان کیا اختلاف ہے' اصل اختلاف دو باتوں میں ہے۔

اول یہ کہ اہل سنت قرآن مجید کو مانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ محمدؐ نے جو قرآن اپنی امت کو دیا تھا وہ یہی ہے' ان کے بعد اس قرآن میں نہ کمی ہوئی نہ بیشی نہ تغیر' تبدل' نہ ترتیب کی الٹ پلٹ' اور قرآن مجید پر حضرات شیعہ ایمان نہیں رکھتے اور کہتے ہیں کہ یہ سب برائیاں قرآن شریف میں رسولؐ اللہ کے بعد ہوئیں۔ میں اپنے اس دعویٰ کی بابت مختصر اور قطعی دلیل پیش کرتا ہوں کہ یہ قرآن شریف جمع کیا ہوا خلفاء ثلثہ کا ہے اور اس امت کو انہیں کے ہاتھوں سے ملا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ حضرات شیعہ خلفا ثلثہ کو منافق، کافر، بے دین اور خدا جانے کیا کیا سمجھتے ہیں ۔جس کی بابت تقریر کا پہلا سلسلہ چل بھی رہا ہے' ان دونوں باتوں سے صاف ظاہر ہے کہ جو لوگ ایسے ہوں ان کی دی ہوئی اور ان کی جمع کی ہوئی کتاب پر ہرگز اعتبار نہیں ہوسکتا۔ پھر گویا اس کی توضیح اس طرح کرتے ہیں۔

اول دلیل، جو نہایت مختصر ہے۔جمع کیا ہوا خلفا ثلثہ یعنی حضرت ابوبکر، عمر و عثمانؓ کا ہے اور امت محمدیہ میں یہ دولت جسے نصیب ہوئی ہے انہیں کی بدولت اور انہی کے ہاتھ سے ملی ہے حضرات شیعہ ان حضرات خلفاء کو دشمن دین اسلام اور کافر و منافق اور مرتد فرماتے ہیں۔ ان دونوں باتوں کے ملانے سے یہ نتیجہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ قرآن موجودہ پر حضرات شیعہ کا ایمان نہیں ہوسکتا۔ جو شخص ان برائیوں کے ساتھ موصوف ہو۔جس کا ذکر اوپر کیا گیا اس کی دی ہوئی اور جمع کی ہوئی کتاب بلکہ اس کے کسی کام پر جو متعلق اس دین کے ہو۔جس کا وہ دشمن ہے ہرگز کسی طرح اعتبار نہیں ہوسکتا۔ یہ بات محتاج دلیل نہیں ہے مگر تبرکا مالک عرش و کرسی کے کلام سے ستیاناس اس امر کا کیا جاتا ہے۔

قولہ تعالےٰ یا ایھا الذین آمنو اذا جاء کم فاسق بنباء فتبینوا

اے ایمان والو اگر تمہارے پاس کوئی فاسق (یعنی خلاف شرع کام کرنے والا)

کسی خبر کو لائے تو تحقیق کرو۔ یعنی بغیر تحقیق نہ مانو۔ معلوم ہوا کہ جب فاسق کی خبر کا یہ حکم ہے کہ بغیر تحقیق نہ مانی جائے خواہ کسی درجہ میں اس کا فسق ہو تو جو کافر ہو اور دشمن دین ہو اس کی لائی ہوئی خبر جمع کی ہوئی کتاب پر یقین لانے کی ممانعت بدرجہ اولیٰ ہوگی۔ (ص ۱۲۴۱)

ہدایت خاتون: بس یہی دلیل ہے یا اور بھی کچھ:

بڑا شور سنتے تھے پہلو میں دل کا
جو چیرا تو اک قطرۂ خوں نہ نکلا

مولوی صاحب: نہیں بس اسی قدر ہے اسی کو مختلف لباس پہنا کر ادا کرتے رہتے ہیں۔

ہدایت خاتون: دونوں تقریریں ایک نہیں ہیں۔ پہلی میں انہوں نے اپنے متعلق یہ دعویٰ کیا ہے کہ اہل سنت قرآن مجید کو مانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ محمد رسولؐ نے جو قرآن اپنی امت کو دیا تھا وہ یہی ہے انؐ کے بعد اس قرآن میں نہ کمی ہوئی نہ بیشی نہ تغیر نہ تبدل نہ ترتیب کی الٹ پلٹ" تو سوال یہ ہے کہ یہ سب محض دعویٰ ہی ہے یا اس کا کوئی ثبوت بھی ہے؟ ابھی شرح عقائد تفتازانی، شرح فقہ اکبر وغیرہ کتابیں نکالی گئیں اور اس عقیدہ کو تلاش کیا گیا مگر ایک حرف بھی اس کے متعلق نہ ملا تو مولوی صاحب ممدوح سے سوال کرنا چاہیے کہ آپ کس دلیل سے یہ بیان کرتے ہیں کہ اہل سنت قرآن مجید کو مانتے ہیں۔ اور نہ اس میں کمی ہوئی نہ بیشی۔ یہ دعویٰ تو بالکل شیعوں کا ہے کہ "ہم قرآن مجید کو مانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حضرت رسولؐ نے جو قرآن اپنی امت کو دیا تھا وہ یہی ہے" چنانچہ اپنے علماء کرام اور جلیل القدر کتابوں کی عبارتیں بھی پہلے میں نے سنا دی ہیں۔ لیکن تمہارے علماء نے بھی اگر قرآن مجید کے متعلق یہ عقیدہ رکھا ہو تو بتاؤ۔ اس کے بعد تمہارے مولوی صاحب کہتے ہیں۔ کہ ان کے بعد اس قرآن میں نہ کمی ہوئی نہ بیشی نہ تغیر نہ تبدل نہ ترتیب کی الٹ پلٹ" تو میری گزشتہ تقریروں میں اس کے ہر حرف کا جواب موجود ہے' کمی کے متعلق پوری بحث کر چکی ہوں۔ تمہارے مولوی عبدالشکور صاحب تو یہ دعویٰ کر رہے ہیں۔ مگر تمہارے مقدس پیشوا حضرت

رسولؐ خدا کے محترم صحابی اور حضرت عمر خلیفہ دوم کے فرزند رشید حضرت عبداللہ ابن عمر تاکید فرماتے تھے کہ:

لا یقولن احد کم قد اخذت القرآن کله ' مایدریه ما کله قد ذهب منه قرآن کثیر ولکن لیقل قد اخذت ما ظهر منه .

خبر دار کوئی یہ نہ کہے کہ مجھے پورا قرآن مل گیا ہے۔ کسی کو کیا معلوم کہ پورا قرآن کس قدر تھا۔ اس سے قرآن کا بڑا حصہ جاتا رہا البتہ یہ کہو کہ قرآن کا جس قدر ظاہر ہے وہی میں نے لیا۔

(تفسیر درمنثور جلد۲' ص۱۰۲ و اتقان جلد۲' ۲۵ وغیرہ)

مولوی صاحب: اس روایت کو تو تم پہلے بھی بیان کر چکی ہو۔

ہدایت خاتون: اس کو کیا؟ میں تو بیسوں روایتیں بیان کر چکی ہوں۔ اب بتاؤ کہ مولوی عبدالشکور صاحب کا دعویٰ مانو گے یا حضرت عمر کے فرزند کا کیا عبداللہ بن عمر مسلمان نہیں تھے؟ کیا وہ صحابی رسولؐ نہیں تھے؟ کیا وہ اہل سنت سے نہیں تھے؟ کس قول کو اختیار کرتے ہو؟

مولوی صاحب: حضرت عبداللہ بن عمر تو اسلام اور اہل سنت کے اتنے زبردست رکن تھے کہ ہزاروں علماء بھی ان کی جوتیوں کی خاک کے درجہ تک نہیں پہنچ سکتے۔ ان کا قول سند اور حجت ہے۔ دنیائے اہل سنت میں کون ایسا شخص ہے کہ اس کا قول حضرت ممدوح کے مقابلہ میں تسلیم کیا جائے۔ لوگ بکتے ہیں تو بکا کریں۔ یا تو ان کتابوں کو جھٹلایا جائے۔ یا حضرت ابن عمر کی تکذیب کی جائے یا اس زمانے کے پیشہ ور مولویوں کو دشمن اسلام و اہل سنت کہا جائے اس کے سوائے تو کوئی چارہ نہیں ہے۔

ہدایت خاتون: دوسرا دعویٰ ان کا یہ ہے کہ "ان میں بیشی بھی نہیں ہوئی" تو میں بیشی کے متعلق بھی پہلے تقریر کر چکی ہوں۔ تغیر و تبدل اور ترتیب کی الٹ پلٹ سے انکار کرنا تو کمال درجہ اپنی عقل

کی داد دینا ہے۔قرآن مجید میں کی سورتوں کے پہلے مدنی سورتوں کا اور مدنی سورتوں کے بعد کی سورتوں کا ہونا کوئی چھپی ہوئی بات ہے؟ اور میں نے بھی پہلے پوری تفصیل سے بیان کر دیا ہے۔ اگر تم سے ممکن ہو تو جواب دو یا انہیں لکھنوی مولوی صاحب سے سب کا جواب منگا دو۔

مولوی صاحب: لاحول ولا قوۃ! وہ کیا چیز ہیں جب ان دلیلوں کا مجھ سے جواب نہ ہوسکا تو وہ کیا جواب دے سکیں گے یوں بات بنانے اور خواہ مخواہ انکار کرنے کا تو کسی کے پاس علاج نہیں ہے۔قادیانی فرقہ والوں کا جواب سینکڑوں علماء دیتے رہتے ہیں مگر وہ نہیں مانتے تو کیا، کیا جائے ۔بت پرستوں کو اہل اسلام ہر طرح سمجھاتے ہیں اور بت پرستی کی مذمت دکھاتے ہیں لیکن وہ نہیں مانتے تو کوئی کیا کرسکتا ہے۔عیسائیوں آریوں کے اعتراضات کس درجہ لچر اور مضحکہ خیز ہوتے ہیں اور ان سب کا جواب ہماری طرف سے برابر دیا جاتا ہے اب وہ نہیں مانتے تو کسی کا کیا زور چلتا ہے۔اسی طرح تم نے تحریف قرآن کے کل اعتراضات کا پورا اور تشفی بخش جواب دے دیا ہے اگر کوئی نہ مانے تو کیا علاج ہے۔خیر یہ تو اہل سنت سے قرآن مجید کی تحریف یقیناً ثابت ہے البتہ تمہارے اوپر انہوں نے جو اعتراض کیا ہے کہ" قرآن مجید خلفاء ثلثہ کا جمع کیا ہوا ہے۔جن کو شیعہ منافق، کافر، بے دین اور خدا جانے کیا کیا سمجھتے ہیں جو لوگ ایسے ہوں۔ان کی دی ہوئی اور ان کی جمع کی ہوئی کتاب پر ہرگز اعتبار نہیں ہوسکتا۔اس کا جواب دو مگر جواب ایسا ہو کہ جلد بات ختم ہو جائے زیادہ وقت صرف نہ ہو۔

ہدایت خاتون: یہ اعتراض تو ایسا ہے کہ ہر شخص جو جاہل بھی ہو آسانی سے رد کر دے گا اور صرف جواب ہی نہیں دے گا بلکہ اور پرزور قہقہہ بھی لگائے گا۔کوئی صاحب عقل تو یہ اعتراض نہیں کرسکتا۔

مولوی صاحب: اس سے کام نہیں چلے گا۔تم مفصل جواب بیان کرو۔

ہدایت خاتون: اگر تمہاری عقل اس اعتراض کو واقعاً اعتراض سمجھے تو میری رائے یہ ہے کہ تم حضرت اعلیٰ سے کہو کہ سرکار کے کتب خانہ میں جس قدر علوم وفنون کی کتابیں یورپ بیروت وغیرہ

کی چھپی ہوئی ہیں۔ان سب کو آگ لگوادیں یا دریا میں ڈلوادیں۔

مولوی صاحب: یہ کیا؟ اس سے کیا شیعوں کا ایمان قرآن پر ثابت ہو جائے گا۔

ہدایت خاتون: ثابت ہو یا نہ ہو مگر تمہارے لیے بہتر یہی ہے کہ ان کتابوں کو جلد از جلد کتب خانہ سے نکلوا کر پھنکوادو۔

مولوی صاحب: تمہارا دماغ صحیح ہے؟ آپ کیسی باتیں کرنے لگیں اس کا مطلب کیا ہوا؟

ہدایت خاتون: اس کا مطلب یہی کہ تاریخ طبری' طبقات ابن سعد' تاریخ یعقوبی کتاب الملل و النحل وغیرہ جو ہزاروں کتابیں علماء اسلام کی لکھی ہوئی ہیں۔ چونکہ ان سب کو یورپ کے عیسائی لوگوں نے چھاپ کر شائع کیا۔کسی مسلمان کا ہاتھ ان میں نہیں لگا۔لہٰذا غیروں کی چھاپی اور شائع کی ہوئی کتابوں پر اعتبار نہیں ہو سکتا بلکہ نولشکور پریس لکھنو میں بھی فارسی کی جس قدر کتابیں علماء اسلام کی چھپی اور برابر چھپتی رہتی ہیں۔ان سب کے بارے میں اشتہار دلوادو کہ کل مسلمان اپنے مکانوں سے نکال کر پھینک دیں۔ کیونکہ ہندوؤں پر کیسے اعتبار ہو سکتا ہے کہ وہ صحیح کتاب چھاپیں گے۔ بلکہ یہ بھی اعلان کردو کہ اب کوئی ریل پر سوار نہ ہوا کرے۔

مولوی صاحب: ارے ریل نے کیا قصور کیا کہ اس کی سواری سے روک دوں۔

ہدایت خاتون: اس لیے کہ ریل کا ٹکٹ بھی تو غیر مسلموں ہی کا چھپوایا ہوا ہوتا ہے اور تمہارے اصول کے مطابق جو لوگ ایسے ہوں۔ان کے دیئے ہوئے ٹکٹ پر اعتبار نہیں ہونا چاہیے پھر اس کا گارڈ اگر غیر مسلم ہے تو معلوم نہیں وہ کہاں لے جائے دہلی کا ٹکٹ ہو اور بمبئی پہنچادے کیونکہ اس اصول کے مطابق اس پر ایمان نہیں ہو سکتا۔کسی ٹیکسی پر۔جس کا ڈرائیور غیر مسلم ہو سوار نہ ہوں کیونکہ اس اصول کے مطابق اعتبار نہیں ہو سکتا۔کسی بینک سے کوئی انگریز یا ہندو نوٹ دے تو وہ بھی نہ لینا چاہیے کیونکہ وہ سب غیر مسلم ہیں۔ان کے دیئے ہوئے نوٹ پر کیسے اعتبار ہوگا۔کسی ہندو یا سکھ یا پارسی یا انگریز ڈاکٹر کے ہاں سے دوا بھی نہیں لینی چاہیے کیونکہ اس اصول کے مطابق

اس دوا پر ہرگز اعتبار نہیں ہوسکتا۔ یہ اشتہار بھی دے دینا چاہیے کہ اب کوئی شخص حج کو نہیں جایا کرے گا کیونکہ انگریز کپتان پر کیسے اعتبار ہوگا؟ کہ یہ اسی جگہ پہنچا دیں گے؟ کسی بنئے سے کپڑا بھی نہیں لینا چاہیے کیونکہ اس اصول کے مطابق کیسے اعتبار ہوگا کہ اس سے مارکین مانگی جائے گی تو مارکین ہی دے گا۔

مولوی صاحب: یہ کیا مہملات تم بکنے لگیں۔ مارکین آدمی اپنی آنکھوں سے دیکھ لیتا ہے یا بزاز کے کہنے سے۔

ہدایت خاتون: پھر قرآن مجید کو بھی مسلمانوں نے ان خلفاء سے دیکھ کر خود پہچان کر اور خدا کا کلام سمجھ کر لیا تھا یا ان کے کہنے سے۔

مولوی صاحب: اس مثال کو تم نہیں پیش کرسکتیں یہ اس پر چسپاں نہیں ہوتی۔

ہدایت خاتون: اور یہ دلیل چسپاں ہوتی ہے کہ چونکہ خلفاء بقول شیعہ بے دین تھے۔ لہٰذا ان کے جمع کیے ہوئے قرآن مجید پر شیعوں کا ایمان نہیں ہوسکتا۔

مولوی صاحب: کیا کہوں میری سمجھ میں نہ یہ آتا ہے کہ نہ وہ لیکن تم ذرا تفصیل سے گفتگو کرو۔

ہدایت خاتون: ایسی واضح بات کی تفصیل کی کیا ضرورت ہے۔ اچھا اس مناظرہ کی کاروائی میں دیکھو شیعہ مناظر نے کیا جواب دیا ہے۔

مولوی صاحب: وہ تو اس طرح لکھا ہے۔ میں اپنے کلام میں اس آیت سے ابتداء کرتا ہوں جس کو مولوی صاحب نے پیش کیا ہے کہ فاسق کی خبر بدون تحقیق قابل قبول نہیں ہے یہیں سے یہ معلوم ہوگیا کہ بعد از تحقیق خبر فاسق قابل اعتبار ہوسکتی ہے۔ معلوم ہوا کہ آیۂ کلام مجید اس بات پر دالالت کرتی ہے کہ ہم بعد از تحقیق خبر فاسق پر اعتماد کریں نفس قرآن میں کہ جس پر ہم ایمان رکھتے ہیں، جس کو خدا کی کتاب جانتے ہیں اور نزول اس کا رسول اللہ پر تسلیم کرتے ہیں، اس کے جمع کرنے سے ان حضرات ثلثہ کے کوئی خرابی لازم نہیں آتی۔ اس لیے کہ یہ جمع کرنا کتاب اللہ کو

ان کی ذات کی طرف نہیں منسوب کرتا۔ یعنی یہ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ قرآن مجید جو اس وقت ہمارے ہاتھوں میں ہے یہ ان حضرات کا قرآن ہے اور جمع کرنے میں جو تغیرات جمع کرنے والے کی وجہ سے پیدا ہو جاتے ہیں۔ اس تغیر سے وہ کتاب یا وہ کلام اپنے متکلم یا اپنے مصنف سے نہیں خارج ہوتی ہے لہٰذا ان تمام دلیلوں سے یہ بات واضح و روشن ہو گئی ہے کہ یہ کلام مجید جو خدا کی کتاب ہے۔ اس پر حضرات شیعہ کا ایمان ہے۔ اور جمع کرنے سے ان حضرات کے کوئی خرابی لازم نہیں آتی ہے۔ تاکہ کلام ہمارا قابل رد و قدح قرار پائے۔ میں مختصر سی تمثیل اس مقام پر پیش کرتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ میں مثلاً کسی کتاب کی تصنیف کروں اور اس کو متعدد ورقوں میں بدون ترتیب متفرق طریقے سے چھوڑ جاؤں۔ اور بعد میرے کوئی جامع اس کو جمع کرے تو یہ بات ظاہر و واضح ہے کہ وہ کتاب اس جمع کرنے والے کی کتاب جب اہل تحقیق کے سامنے پیش کی جائے گی جو حالات متکلم و مصنف سے واقف ہیں۔ تو وہ ہرگز اس کے جواب میں نہ کہیں گے کہ یہ تمہاری جمع کی ہوئی کتاب ہے۔ لہٰذا قابل تسلیم نہیں پس معلوم ہو گیا کہ جامع کے جمع کرنے سے نفس شے میں کوئی خرابی نہیں ہو سکتی' اور نہ یہ خبر بعد اس تحقیق کے قابل رد قرار پا سکے گی۔

ہدایت خاتون: بس یا کچھ اور بھی لکھا ہے۔

مولوی صاحب: اس تقریر میں تو اور کچھ نہیں ہے۔ مگر اس رسالہ کے جواب میں شیعوں کی طرف سے بھی جو ایک رسالہ شیعہ وسنی کے مناظرے پر تحقیقی نظر چھپا ہے اس میں کچھ تفصیل سے بحث کی ہے لکھتے ہیں۔

تنقیح اول: یہ بات کہ قرآن جمع کیا ہوا خلفاء ثلثہ کا ہے۔ اور انہیں کے ہاتھوں سے امت محمدؐیہ کو ملا ہے۔ اور خلفاء ثلثہ شیعوں کے نزدیک کافر اور دشمن اسلام تھے۔ پس شیعوں نے کس دلیل سے اس بات کا یقین کر لیا۔ کہ خلفاء ثلثہ نے خیانت نہیں کی۔

جواب: اس کے تفصیلی جواب کے قبل، میں مولوی عبدالشکور صاحب سے استفادتاً اتنا پوچھنا چاہتا ہوں گی کہ امت محمدؐیہ وہ ہے کہ جو قرآن کے جمع ہونے کے بعد پیدا ہوئی یا وہ بھی' امت محمدؐیہ میں

سے تھے جو جمع قرآن سے پہلے موجود تھے؟ اگر وہ لوگ جو جمع قرآن سے پہلے موجود تھے امت محمدیہ میں نہ تھے تو درست ہے کہ انہیں کے ہاتھوں سے امت محمدیہ کو ملا ہے۔ مگر آپ یہ فرمائیں کہ جمع کرنے کے پہلے قرآن منزل قرآن نہ تھا۔ اور امت محمدیہ امت محمدیہ نہ تھی۔ اور اگر وہ بھی امت محمدیہ میں سے تھے تو کسی طرح بھی یہ قول صحیح نہیں ہے کہ امت محمدیہ کو انہیں کے ہاتھوں ملا۔ دوسری یہ بات کہ قرآن مجید جمع کیا ہوا خلفاء ثلثہ کا ہے اس میں اتنی اصلاح اور کر دیجیے کہ یہ قرآن جو ہمارے ہاتھوں میں ہے اس قرآن کے جامع وہ بھی تھے۔ جن کا قرآن آپ کے خلفاء کو ناپسند ہوا اور نہ لیا گیا۔ کیوں حضرت آپ نے کچھ تحقیق کی ہے۔ کہ کیوں نہ لیا گیا۔ کیا کچھ اس میں تحریف آپ کے ہاں ثابت ہوئی تھی۔ یا فقط علیؑ کی دشمنی کی وجہ سے؟ اگر تحریف تھی تو بھلا ایسے شخص کو مرتبہ رابع پر خلیفہ تسلیم کرنا ایک عجیب بات ہے۔ باوصفے کہ تحریف تو جب ثابت ہوتی۔ جب اسے لینے سے پہلے دیکھتے تو سہی کہ اس میں ہے کیا تو یوں ہی واپس کر دیا گیا۔

ہم نے مانا کہ قرآن مجید خلفاء ثلثہ کا جمع کیا ہوا ہے مگر آپکو معلوم تو ضرور ہی ہوگا کہ کیونکر جمع ہوا۔ یہ نسبت ان کی طرف ویسی ہے۔ جیسے کوئی کہے کہ خلفائے عباسین نے معقولات و حکمت یونان کا ترجمہ عربی میں کیا۔ کیا آپ اس نسبت کو صحیح سمجھیں گے فقط اتنی بات تسلیم کرنے کے قابل ہوگی۔ کہ خلفاء عباسین نے حکم دیا۔ علماء نے اس کی تعمیل کی۔ علم سے علماء نے کام لیا۔ خلفاء عباسین نے حکم دیا۔ اسی طرح آپ کے خلفاء ثلثہ کی بھی حالت ہے۔ وہ فقط اس بات کا حکم مرحمت فرمائے تھے کہ مسجد کے دروازے پر بیٹھو اور جو شخص گزرے اس سے دریافت کر کے قرآن لکھ لو۔ یا حکم دیا کہ فلاں شخص کا مصحف چھینو' عبداللہ ابن مسعود کو مارو۔ حفصہ سے ان کا مصحف چھین لو، قرآن کو جلا دو۔ از یں قبیل احکام صادر فرمایا کرتے تھے۔ فقط جمع کرنے میں ان خلفاء کو اتنی ہی مدخلیت تسلیم کی جاتی ہے۔ آپ فخر سے فرماتے ہیں کہ قرآن جمع کیا ہوا انہیں خلفاء ثلثہ کا ہے اس وجہ سے چونکہ جمع کرنے سے مراد یہ ہے کہ جمع کرنے کا حکم دیتے تھے۔ اتقان میں فصل ثانی عشر میں روایت ابن ابی داؤد میں فقرہ " فکان اول من جمع " یعنی حضرت عمر نے پہلے قرآن جمع کیا۔ تفسیر میں سیوطی نے لکھا ہے " والمراد بقوله فکان اول ومن جمع اے اشار

جمع "یعنی اول جامع ہونے سے مراد یہ ہے کہ انہوں نے پہلی مرتبہ اس کے جمع کرنے کا حکم دیا۔ اس روایت سے یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ حضرت ابوبکر کا اس جمع میں کوئی حصّہ نہ تھا۔ ورنہ حضرت عمر کے لیے اولیت ثابت نہ ہوگی۔ حالانکہ بریدہ نے بیان کیا ہے

"اول من جمع القرآن فی مصحف سالم مولےٰ ابی حنیف"

پہلا وہ شخص جس نے اپنے مصحف میں قرآن کو جمع کیا وہ سالم بن حنیف تھا"

اس روایت نے حضرت عمر سے بھی وہ اولیت سلب کرلی۔ ہم مان لیتے ہیں کہ ہم نے خلفاء ثلثہ کے ہاتھوں قرآن پایا تو آپ اس سے کیا چاہتے ہیں۔ کیا ہم ان کے لیے سر نیاز جھکائیں؟ اگر حضرت رسولؐ خدا نے فتح مکہ کے بعد کفار سے کعبہ کو لے کے ان کے احسان کا اعتراف کیا ہوتا تو ہم بھی ممنون ہوتے۔ مگر اب تو کوئی وجہ نہیں کہ ہم ممنون ہوں یا یہ لوگ البتہ شکر گزاری کے قابل ہیں جنہوں نے اس کو اپنے سینہ میں محفوظ رکھا یہاں تک کہ وہ جمع ہوگیا۔ ورنہ جمع کرنے والے تو بالکل ...... تھے لیکن ان بزرگوں نے اپنے سینہ سے جمع نہیں کرایا۔ بلکہ یہ دوسروں کے سینوں کا مال تھا جو ان کے حکم سے زبردستی اور بری طرح نکالا گیا۔ نہ معلوم وہ لوگ انہیں کیا سمجھتے تھے جو دینے میں عذر کرتے تھے۔ یہاں تک کہ ان سے بجبر و قہر زدوکوب حاصل کیا گیا۔ جماعت والو! میں تم سے یہ نئی بات چاہتا ہوں۔ کہ اس بات پر تم ثابت کرو کہ علی ابن ابی طالب نے جو قرآن جمع کیا تھا۔ جس کا ثبوت تمہاری دینی کتابوں سے مثل تاریخ الخلفاء وصواعق محرقہ وغیرہ کے قطعی طور پر ملتا ہے۔ اس کو کتنے حافظوں سے پوچھ پوچھ کر لکھا تھا؟ وہ تو گھر سے نکلنے کی قسم کھائے ہوئے تھے جس پر اہل بیت کے لیے گھر سے نکالنے پر اصرار ہوا۔ تکرار ہوئی۔ تو وہ اور کس سے پوچھنے جاتے؟ یہ تھا علم سینہ۔ اگر اس طرح کی جمع و ترتیب آپ اپنے خلفاء کے لیے بھی ثابت کر دکھایئے تو ہم ان کی حالت پر دوبارہ نظر ڈالیں۔

آمدم برسر مطلب یہ بالکل سچ ہے۔ کہ ہم خلفاء ثلثہ کو انہیں اوصاف سے متصف جانتے ہیں جو آپ فرمارہے ہیں اور ہمیں کوئی ضرورت نہیں کہ آپ کی خوشامد کی غرض سے کہیں کہ وہ بڑے مومن تھے لیکن ہم اس بات کا یقین کرتے ہیں کہ قرآن موجود بلاشبہ کلام خدا ہے اور یہ قرآن وہی

ہے جو رسولؐ خدا پر نازل ہوا تھا۔ اس میں کوئی کلام بشر مخلوط نہیں ہوا۔ اور نہ کلام بشری سے اس میں کوئی تصرف ہوا ہے۔ آپ یہ نہ سمجھیے گا کہ ہم ان کے مومن ہونے کی جہت سے ان کی طرف ایسا خیال کرتے ہیں۔ کہ انہوں نے ایسا تصرف نہیں کیا۔ بلکہ وہ اس لیے اس تصرف نہ کرنے پر مجبور تھے کہ اولاً تو تصرف مذکور اس امر پر موقوف ہے۔ کہ موقع محل سمجھ کر عمل میں لایا جائے یا پھر قرآن ایسی چیز میں تصرف کرتے تو کیونکر۔ دوسری بات یہ ہے کہ جمع کرنا تو لوگوں کا کام تھا۔ یہ تو فقط حکم دیتے تھے اور اگر ان سے ایسی فرمائش کی جاتی تو راز پھیل جاتا۔ اور بے حد رسوائی ہوتی۔ تیسری بات یہ ہے کہ قرآن تو وہ چیز تھی۔ جس کی شناخت کافروں تک کو ہوگئی تھی۔ وہ ہزار ہا مسلمین کے زبان زد عام تھا۔ سینوں میں محفوظ تھا۔ خزانہ رسالت مآب کے یہ موتی شناخت اور پہچانے ہوتے تھے۔ اگر ان موتیوں میں یہ جھوٹا موتی کوئی اپنی طرف سے ملاتے۔ تو ان کی یہ حرکت بلا تکلف آشکار ہو جاتی۔ ان کا خوف کب ان کو اس بات کی اجازت دے سکتا تھا۔ کہ وہ کوئی ایسی بات عمل میں لائیں جس سے تمام مسلمین میں ایک قسم کی نفرت پھیل جائے اور نظام سلطنت میں خلل آجائے خصوصاً جب وہ بنی ہاشم جو ان سے ہر بات میں اعلم تھے موجود تھے۔ کہ ان کے لیے ایسا کھلا ہوا موقع اعتراض کا وہ کیوں دیتے؟ رہ گئی ہماری دلیل عمل وہ وہی اجماع فرقہ حقہ شیعہ اور آئمہ معصومینؑ کا ارشاد وہ خود بھی اس پر عمل فرماتے تھے اور ہم کو بھی اس پر عمل کرنے کی ہدایت کر گئے ہیں۔

(رسالہ شیعہ وسنی کے مناظرہ پر تحقیقی نظر ۵۹)

ہدایت خاتون: بس یا اور کچھ بھی لکھا ہے خوب رسالہ ہے۔

مولوی صاحب: آگے بھی لکھا ہے۔

تنقیح دوم: قرآن کی ترتیب آیتوں اور سوروں کے بدل جانے کا شیعوں کو اقرار ہے لہٰذا شیعوں نے کس دلیل سے یقین کرلیا۔ کہ قرآن کے اصلی مقصد میں فرق نہیں آیا۔ اور فصاحت و بلاغت میں کوئی خرابی نہیں ہوئی۔

ہدایت خاتون: یہ تمہارے مولوی صاحب کا شیعوں پر اعتراض ہے؟

مولوی صاحب: ہاں اور تمہارے مولوی صاحب کی طرف سے اس کا یہ جواب دیا گیا ہے۔

جواب: سابق میں یہ امر کلام جناب شیخ الطائفہ میں گزر چکا ہے۔ کہ ترتیب بھی نہیں بدلی۔ کس شیعہ نے آپ کے سامنے ترتیب کے تبدل کا اقرار کیا۔ کہ آپ نے اس اعتقاد کو اساس قرار دے کر اسپر فروع مرتب کرنا شروع کیے؟ اگر بالفرض ہم تھوڑی دیر کے لیے تسلیم کر لیں۔ کہ ترتیب الٹ پلٹ ہے۔ تو آپ ہم پر یہ اعتراض کر ہی نہیں سکتے۔ کہ شیعوں نے کیونکر یقین کر لیا۔ کہ قرآن کے اصلی مقصود میں فرق نہیں آیا۔ کیونکہ شیعہ نہ قیاس کے قائل ہیں نہ رائے کے بلکہ وہ جب تک معصوم سے اپنے علم کو متصل نہیں کر لیتے جب تک عمل نہیں کرتے۔ الٹ پلٹ اگر ہو بھی گئی تو ثواب تلاوت تو کچھ کم نہیں ہوا۔ رہ گی استفادہ احکام اس کو بضمیمہ روایات آئمہ علیہم السلام سمجھ لیتے ہیں یہی ہے وہ تمسک جس کی طرف ہمیں حدیث ثقلین دعوت دے رہی ہے آپ جواب دیں اس لیے کہ روایات تغیر و تبدل آپ کے یہاں موجود ہیں اور اگر الٹ پلٹ ہوئی تو آپ کی رائے ہے۔ رائے تو ہاتھ میں ہے غالباً اسی وجہ سے سوائے امام محمد و ابو یوسف و ابو حنیفہ کی رائے و قیاس کہ قرآن کا استدلال کے وقت نام نہیں لیا جاتا۔ آپ اس صورت میں مقصود قرآن کیونکر سمجھئے گا؟ سمجھنے کا طریقہ تو آپ سن چکے کہ معصوم کی تفسیر ہمارے سمجھانے کے لیے بہت ہے اور حجۃ بھی ہے۔ رہ گئی یہ بات کہ اصلی مقصد میں فرق آیا یا نہیں۔ اس سوال کے مستحق یا تو وہ لوگ ہیں۔ جنہوں نے اس کو اس طریقہ پر جمع کیا یا وہ حضرات ہیں جنہوں نے اس قسم کی روایتیں کیں۔

اتقان میں بہت سی روایتیں ایسی مندرج ہیں جو تغیر و تبدل و ترتیب کو بیان کرتی ہے۔ آپ ان کا جواب اپنے مذہب کے موافق تیار کیجیے۔ ہم سے تو آپ نے سن لیا کہ ہم قرآن پر ایمان رکھتے ہیں۔ اس کے مطالب سمجھنے کے ذریعہ بھی ہمارے پاس موجود ہیں۔ رہ گئی فصاحت و بلاغت اس کا سوال بھی ہم پر عائد نہیں۔ کیونکہ ہم الٹ پلٹ کے قائل نہیں۔ اگر ہو بھی جایئے تو

قرآن مجید کی ہر آیت بلیغ ہے چاہے آپ الٹ پلٹ کے قائل ہو جایئے۔ کیونکہ یہ مسئلہ آپ کے نزدیک بھی مسلم ہوگا کہ قرآن کی ترتیب کو کسی نے معجز نہیں کہا۔ آیات قرآنی البتہ معجز ہیں۔(رسالہ مذکور ۷۰)

ہدایت خاتون: کیا ختم ہو گیا اور بھی کچھ ہے۔

مولوی صاحب: چند صفحوں کے بعد یہ عبارت بھی ہے۔

تنقیح سوم: اگر قرآن میں کمی بیشی ہوئی تو شیعوں نے کس دلیل سے یقین کر لیا۔ کہ آیتوں کے نکل جانے یا بڑھ جانے سے موجودہ آیتوں کے معنوں میں کوئی فرق نہیں ہوا اور قرآن حالت موجودہ میں بھی قابل ایمان ہے۔ اس کا جواب شیعہ عالم نے یہ دیا ہے۔

جواب: تنقیح اول کے جواب کے بعد تقریر بالکل ساقط ہے۔ کیونکہ جب ہم نے کمی بیشی کی نفی کردی۔ تو وہ سوال خود بخود ساقط ہو جائے گا۔ جو کمی یا بیشی پر متفرع ہو رہا ہے۔ آپ کو صرف دو تنقیح قائم کرنی چاہیں۔ اول وثانی' اگر اول میں اہل تشیع کی جانب سے اقرار خیانت کیا جاتا۔ تو آپ سوال فرماتے کہ نقصان کی حیثیت سے خیانت ہوئی یا زیادتی کی حیثیت سے اور اس مقام پر مضمون تنقیح سوئم سے کام لیا جاتا۔ لیکن جب آپ کے پاس اس بات کا احتمال موجود تھا۔ کہ "خصم" اس مقام پر خیانت سے انکار کردے جس طرح آپ باوصف وجود روایات تحریف سے انکار کرتے ہیں۔ تو پھر تنقیح سوم لغو ہو جائے گی۔ جب تک یہ بات طے نہ ہو جائے کہ ہم منکر تحریف ہیں، یا تحریف کا اقرار کرتے ہیں۔ جب تک یہ تنقیح ہماری طرف متوجہ نہیں ہو سکتی۔ اور یہ مطلب بالکل حق ہے۔(رسالہ مذکور ۷۶)

ہدایت خاتون: یہ بہت تشفی بخش تقریر ہے۔ اس کی کسی بات کا جواب تم لوگوں سے نہیں ہوسکتا

مولوی صاحب: اسی سے تو میں بھی اس مسئلہ تحریف قرآن میں اب اس پر انداختہ ہو رہا ہوں۔ اور دیکھتا ہوں کہ اسلام ہی کی طرف سے میں بگڑ جاؤں گا۔

ہدایت خاتون: نہیں ایسی بات زبان نہ نکالو۔ اچھا اس رسالہ میں کچھ اور بھی ہو تو پڑھو۔

مولوی صاحب: شیعوں کے عالم صاحب نے آخر رسالہ میں ایسی زبردست تقریر لکھی ہے جس سے شیعوں کی پوری حفاظت ہوگئی اور سنیوں ہی کو الٹے مصیبت میں گرفتار ہونا پڑا۔

ہدات خاتون: اسے بھی پڑھ ہی ڈالو ان چیزوں کا تمہاری ہی زبان سے ادا ہونا مزیدار ہے۔

مولوی صاحب: شیعہ عالم لکھتے ہیں۔

ایک دوسرا مسلک:

جو کچھ اب تک لکھا گیا وہ اپنے اعتقاد حیثیت سے لکھا گیا۔ لیکن مولوی صاحب کو یہ دکھانے کے لیے کہ آپ کے موافق اگر ہم تنقیحات کا اقرار کرلیں جب بھی ہم کو آپ دلیل سے ذرا برابر بھی الزام نہیں دے سکتے۔ اور جب بھی آپ کو منصف کے نزدیک یونہی ناکامیابی رہے گی۔ جیسی کہ اب ہوئی۔

اچھا ہم تسلیم کرتے ہیں کہ خلفاء دشمن اسلام وغیرہ وغیرہ تھے اور قرآن بھی انہوں نے جمع کیا اور احتمال خیانت بھی ہے بلکہ اور ترقی کر لیجیے۔ یقین خیانت بھی ہے اور ہمارے یہاں کی روایات بھی فرض کر لیجیے! کہ خیانت ہی کو ثابت کرتی ہیں تو پھر ہم کو آپ اس صورت میں کیا الزام دیں گے؟ یہی ناں کہ تم ترتیب عثمانی پر ایمان نہیں رکھتے ہو اچھا نہ سہی۔ مگر قرآن پر تو ایمان رکھتے ہیں۔ ترتیب عثمانی پر ایمان لانے کا حکم نہیں۔ قرآن پر ایمان لانے کا حکم ہے وہ بحمد اللہ موجود ہے ۔اگر یہ ارشاد ہوگا کہ قرآن پر ایمان کہاں ہے۔ قرآن تو یہی ہے۔ جو حضرت عثمان نے جمع کیا ہے۔ تو ہم آپ سے پوچھیں گے۔ کہ معاذ اللہ کیا شہداء بدر واحد وخیبر وخندق وغزوات رسول کافر مرے؟ کیونکہ آپ تو قرآن وہی جانتے ہیں۔ جس کو عثمان نے جمع کیا ہے۔ اور ان بدر احد و خندق وخیبر میں شہید ہونے والے صحابہ کرام کے وقت میں عثمانؓ کی جمع وترتیب کہاں تھی؟ تاکہ وہ لوگ آپ کے جمع کردہ قرآن پر ایمان لاتے۔ پس جس حیثیت سے ان بزرگواروں کا ایمان

قرآن پر تصور کرتے ہو ویسے ہی ہمارا ایمان بھی قرآن پر تصور کرتے رہو۔ تم فرض کرلو۔ کہ ترتیب عثمانی نہ ان کے پاس تھی نہ ہمارے پاس بلکہ ہمارے لیے یہ بھی کہہ دو کہ خدا تمہیں. نہیں کے ساتھ محشور کرے۔ ہم بھی خوش ہمارا خدا بھی خوش۔ اور ممکن ہے کہ ہم کہیں کہ کمی ہوئی مگر زیادتی نہیں ہوئی اور اگر زیادتی بھی ہوئی ہوتی تو مجموع ثانی قرآن کہنا چاہیے کیونکہ قرآن ان چیزوں میں سے ہیں جو جزو پر بھی صادق آتی ہیں اور کل پر بھی۔ جس طرح سے پانی کا اگر دریا بھرا ہوا جب بھی پانی ہے اور اگر چلو میں ہو۔ جب بھی پانی ہے۔ یوں ہی قرآن ہے کہ اگر بقدر موجود یا زیادہ ہو جب بھی قرآن ہے۔ اگر ایک سورہ ہو۔ جب بھی قرآن ہے۔ اگر ایک آیت قرآن کی ہو۔ جب بھی قرآن ہے۔ قرآن کا صدق برابر ہونا۔ تو قرآن موجود پر بھی صادق آئے گا۔ لہٰذا اقرار نقصان قرآن موجودہ بھی اس بات کو نہیں چاہتا کہ ہم قرآن پر ایمان لانے والوں میں سے نہ ہوں آپ یہ فرمائیے کہ بنابر اقرار نقصان اتنے ہی پر ایمان ہوگا جو مجموع عثمانی میں موجود ہے۔ جو گرا دیا گیا ہے اس پر ایمان نہ ہوگا۔ تو ہم جواب میں کہیں گے کہ نہیں اس پر بھی ایمان ہوگا۔ مگر موجود پر ایمان تفصیلی حیثیت سے ہوگا اور غیر موجود پر ایمان اجمالی حیثیت سے ہوگا جس طرح انبیاء پر ایمان لانے میں بعینہ یہی بات موجود ہے جن کے نام ہمیں قرآن نے بتائے ہیں ان پر ایمان تفصیلی ہے۔ اور جن کے نام نہیں بتائے ان پر ہمارا ایمان اجمالی ہے۔ یعنی جس کو خدا نے اپنا نبی بنا کر بھیجا۔ ہم اس کی نبوت پر ایمان لاتے ہیں اسی طرح اس کلام پر ایمان لاتے ہیں۔ جس کو خدا نے اپنے رسولؐ پر اعجازی حیثیت سے نازل فرمایا۔ جس کو قرآن کہتے ہیں چاہے وہ ہم کو معلوم ہو یا نہ معلوم ہو ذرا یہ فرمائیے کہ پورے قرآن پر ایمان تفصیلی حیثیت سے واجب ہے تو صدہا بلکہ لاکھوں اہل سنت کی بیخ و بنیاد کا پتہ نہ رہے گا۔

لائق ناظرین! اب تم فیصلہ کرلو۔ کہ کون قرآن مجید پر ایمان رکھتا ہے اور کون نہیں رکھتا۔ وہ حضرات اہل سنت والجماعت جو حضرات خلفاء ثلثہ کی تعریف کرتے ہیں وہ بے جا ہے یا نہیں۔ تم سچ کہو اگر تم قرآن پر ایمان لائے ہو تو کیا تم قرآن کا جلانا منظور کرو گے؟ اگر ہم قرآن سے محبت کرتے ہیں تو کبھی قرآن کے جلانے والوں سے محبت نہ کریں گے۔ کبھی ہم

حافظان قرآن کی پسلیاں تڑوانے کے حکم سے خوش نہ ہوں گے۔ ہمیں قرآن ہی کی محبت اس بات پر مجبور کرتی ہے۔ ہم قرآن مجید کے جلانے والوں کی مدح نہ سنیں۔ ہم اس کے دشمنوں کو دوست نہ رکھیں۔ ہمارے حضرات اہل سنت قرآن سے اگر کسی قسم کی محبت رکھتے ہیں۔ تو صرف اس وجہ سے کہ وہ خلفاء ثلثہ کا جمع کیا ہوا ہے ورنہ وہ قرآن کو کوئی چیز نہیں سمجھتے۔ اگر سمجھتے ہوتے تو کاہے کو ان لوگوں کی مدح نہ کرتے۔ جنہوں نے سینکڑوں مصحف اور قرآن جلا ڈالے۔ ابھی کوئی ہندو معاذ اللہ قرآن پاک کو جلائے تو دیکھئے کیا ہوتا ہے۔ ابھی کوئی مسلمان ادنیٰ درجہ کا یہ حرکت کرے تو جتنے اہل سنت کے عالم ہیں۔ چاہے وہ حنفی ہوں یا مالکی شافعی ہوں یا حنبلی اسے کافر کہنے کو موجود ہیں۔ مگر ان خلفاء ثلثہ کی مدحیں کرنے کو تیار ہیں وہ کافر کیسا جو ان کو کافر کہے یہ اسے کو کافر کہہ دیں گے۔

غیر مذہب والو! ذرا ان سے پوچھو کہ یہ نکتہ ہمیں بھی سمجھا دو کہ ان قرآن کے جلانے والو سے تم کیوں خوش ہوئے ؟ یہی ناں کہ ان کی مدح کر کے اوروں کو ان کے افعال کی جانب راغب کرتے ہو۔

❁❁❁

بنا بر رائے مولوی عبدالشکور صاحب

خلفاء ثلثہ کا ایمان قرآن پر نہ تھا

ناظرین! ہم نے یہ سرخی اپنے تعصب سے نہیں دی بلکہ ناراضگی سے قطع نظر کر کے اگر دیکھو گے تو ایسا ہی معلوم ہوگا۔ جیسا کہ ہم نے سرخی دی ہے۔ اگر یہ سوال کریں کہ خلفاء ثلثہ کس قرآن پر ایمان رکھتے تھے آیا اس قرآن پر جو حضرت عثمان نے جمع کیا تھا یا اس قرآن پر ایمان لانے کی یہی شکلیں ہو سکتی ہیں۔ ان کا جمع کرنا تو یہ اس بات کی دلیل ہے۔ کہ ان کے پاس کوئی قرآن موجود نہ تھا۔ رہ گئیں دو شقیں کہ وہ قرآن جو اصحاب کے پاس موجود تھا۔ اس پر ایمان ہو یا وہ قرآن جو حضرت عثمان نے جمع کیا اس پر ایمان ہو۔ پہلی شق اس لیے باطل ہے۔ کہ اگر وہی قرآن قابل ایمان ہوتا تو نئے سرے سے جمع کرنے کی کیا ضرورت تھی یا اس کے جلانے کی کیا وجہ تھی لہٰذا وہ تو ناقابل قبول ٹھہرا۔ اب رہ گیا حضرت عثمان کا جمع کیا ہوا قرآن وہ عہد اول ثانی میں جمع نہیں ہوا تھا۔ وہ بے چارے ایمان کاہے پر لاتے اور ثالث کا ایمان قرآن جمع کرنے کے بعد متحقق ہوگا کیونکہ پہلے تو یہ تھا ہی نہیں جب خود بنا چکے تب ایمان لائے۔ اب علماء حضرات اہل سنت بیان کریں۔ کہ ان کا ایمان کس قرآن پر تھا۔ جب یہ تینوں شقیں باطل ہو گئیں تو ثابت ہوا کہ حضرات خلفاء کسی قرآن پر ایمان نہیں رکھتے تھے۔ اور جب قرآن پر ایمان نہ ہوا۔ تو معجزہ کی تکذیب ہوئی پس تکذیب معجزہ کرنے والا جس حکم کا مستحق ہے وہ ہی ان کے لیے ثابت ہے (رسالہ مذکور ۷۹)

ہدایت خاتون: یہ تو بڑی دلچسپ بحث ہے۔ سچ بتاؤ حضرت عثمان کے جمع کرنے سے پہلے یعنی حضرت رسولؐ خدا کی بعثت سے ۳۰ھ ہجری تک جو ۴۳ سال کا وسیع زمانہ تھا تمام مسلمان بلکہ کل صحابہ کا ایمان کس چیز پر تھا؟

مولوی صاحب: میں کیا کہوں؟ میں تو تم سے مناظرہ چھیڑ کر عجیب مصیبت، میں مبتلا ہو گیا ہوں۔

ہدایت خاتون: امروہا میں بھی تو تمہارے ان مولوی صاحب اور ہمارے علماء کرام کا زبردست مناظرہ ہوا تھا۔ اس میں بھی بحث تھی کہ شیعوں کا ایمان نہ قرآن پر ہے نہ ہو سکتا ہے اس کی کاروائی میں بھی شیعوں کا جواب تقریباً اس مضمون کا چھپا ہے۔

مولوی صاحب: ہاں سچ تو ہے مگر اس کی کاروائی میرے پاس نہیں ہے یہ پہلی کاروائی کا رسالہ تو مجھے ایک دوست سے مل گیا تھا۔

ہدایت خاتون: دوسری کاروائی میرے پاس ہے۔ دیکھو میں ابھی لاتی ہوں (یہ کہہ کر ہدایت خاتون اٹھیں اور ایک الماری سے پتلا سا رسالہ لا کر بولیں) دیکھو اس میں ہمارے مولانا کا جواب اس طرح مرقوم ہے۔

" جو عالم ہوگا وہ اسے سمجھتا ہوگا کہ ایمان کا تعلق دل سے ہے اور امور قلبی پر غیر از خدا کوئی مطلع نہیں ہو سکتا۔ خداوند عالم ہی خطرات قلب کو خوب جانتا ہے' اس پر واقعی نہایت تعجب کی بات ہے کہ کوئی شخص یہ دعویٰ کرے۔ کہ کسی فرقہ کا یا فرقہ شیعہ کا ایمان قرآن پہ نہیں ہے۔ ہمارا اقرار ایمان کے متعلق کافی ہے۔ اس لیے کہ سلف صالحین نے بھی زبان ہی سے اقرار کیا ہے اور زبان ہی کے اقرار کو معتبر سمجھا گیا ہے مجھے یہ بتلا کر مطمئن کیا جائے گا کہ ۷۳ فرقوں میں ہمارے فرقہ کا بھی شمار ہے یا نہیں (یہاں رسولؐ خدا کی مشہور ۷۳ فرقہ والی حدیث پڑھی) اگر وہ شمار میں رکھیں تو ظاہر ہے کہ ہم پر مسلم کا اطلاق ہوتا ہے اور جو مسلم ہے وہ مومن بالقرآن ہے۔ اس لیے

کہ قرآن کے ایک حصّہ کا انکار بھی کفر ہے۔ قرآن جو معجزہ رسولؐ ہے اور فصحا عرب کو جس نے اپنی قوت قاہرہ سے مقہور و مغلوب کر دیا تھا۔ اس پر ایمان نہ ہونا کیا معنی؟ اگر ہمارا فرقہ اس سے خارج ہے تو اسلام سے خارج اور اگر نہیں۔ تو آپ نے ہمیں اسلام میں شامل رکھا۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ یہ بات جو بیان کی گئی ہے کہ شیعوں کا ایمان قرآن پر ہے یا ہو سکتا ہے تو یہ یوں ہونا چاہیے تھا کہ شیعوں کا ایمان قرآن پر ہو سکتا ہے یا اب ہو سکتا ہے۔ یہ بتلانا ہے کہ قرآن پر ایمان لانا محال ہے یا ممکن۔ اگر محال ہے تو خدا نے محال کی تکلیف دی۔ حالانکہ وہ خود فرماتا ہے۔ " لا يكلف الله نفسا الا وسعها " اور اگر ممکن ہے تو دونوں کے لیے اور اگر نہیں تو دونوں کے لیے اور اگر نہیں تو دونوں کے لیے محال پر تکلیف نہیں ہے اگر معاذاللہ قرآن پر ایمان لانا ناممکن ہے تو وہ ایسی تکلیف نہیں دے سکتا اور اگر ایمان کے لیے اقرار کافی ہے تو ہمارا یہ کہنا کافی ہے کہ ہم مومن ہیں اور اگر ممکن نہیں تو ان کے بڑے لوگ جو زبان ہی سے ایمان لائے ہیں ان کا ایمان بھی ویسا ہی رہا ورنہ وہ نشانی اور علامت دکھائی جائے جس سے ان کا ایمان ثابت ہوتا ہو۔ اور ہمارا ثابت نہ ہوتا ہو ہم کھلا اقرار کرتے ہیں کہ اس قرآن مجید پر ہم ایمان لائے ہیں۔ جس حیثیت سے کہا جاتا ہے کہ تمہارا ایمان قرآن پر نہیں ہے تو آیا یہ مطلب ہے کہ جو قرآن حضرت عثمان نے جمع کیا اس پر ہمارا ایمان نہیں ہے تو یہ بے معنی بات ہے اس لیے کہ ہمارا ایمان تو اس قرآن پر ہے۔ جس پر رسولؐ خدا کا ایمان تھا جس پر شہداء بدر کا ایمان تھا۔ جس پر شہداء احد کا ایمان اور جس پر ان کل شہداء کا ایمان تھا۔ جو زمانہ حضرت رسولؐ خدا میں شہید ہو گئے۔ نیز اس قرآن پر ہمارا ایمان ہے۔ جس پر بقول آپ کے حضرت ابوبکر کا ایمان تھا اور حضرت عمر کا ایمان تھا۔ اب آپ ہی بتلا دیجیے کہ جن حضرات کا میں نے ذکر کیا آیا یہ حضرات حضرت عثمان کے مرتبہ قرآن پر ایمان رکھتے تھے یا وہ قرآن کوئی دوسرا قرآن تھا۔ اگر ہم سے پوچھیے تو یہ قرآن وہی قرآن ہے۔ صرف ترتیب کا فرق ضرور ہے۔

اگر بحیثیت جمع کرنے کے یہ قرآن۔ حضرت عثمان کا قرآن قرار دیا جاتا ہے تو صریحاً غلط ہے قرآن مجید خدا کا قرآن ہے جس کو حضرت عثمان نے بہت سے دوسروں کے قلوب سے

لے کر جمع کیا ہے۔ اس سے بھی معلوم ہوا۔ کہ قرآن مجید پہلے سے تھا۔ اور اس پر ہمارا ایمان ہے یہ کتاب وہ ہے جو جمع سے پہلے تھی اور بعد میں بھی وہی رہی گو ترتیب کا فرق ہے۔ ہم اس قرآن کو اسی طرح قرآن مانتے ہیں جس طرح نولکشور کے مطبع میں چھپے ہوئے قرآن کو قرآن مانیں گے۔ جیسے نولکشور کا قرآن چھاپنا قرآن ہونے سے خارج نہیں کرتا۔ اسی طرح حضرت عثمان کے جمع کرنے نے قرآن کے قرآن ہونے پر کوئی اثر نہیں ڈالا۔

رہی یہ بات کہ ہم حضرت عثمان کو اچھا نہیں جانتے یا خائن سمجھتے ہیں تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ قرآن ان کا قرآن ہوگا۔ قرآن مجید اللہ کا کلام ہے جس کو انہوں اس شان سے جمع کیا ہے کہ بہت سے اصحاب جمع کرنے کے کام پر بٹھا دیے۔ جنہوں نے حافظوں کے قلوب سے اور اصحاب کی یادداشت سے اور دوسرے قرآنوں سے اخذ کر کے قرآن مرتب کیا۔ قرآن مجید جو موجود ہے اس کی اصل پہلے ہی سے تھی کیونکہ جناب رسالتمآب نے ہم کو حکم دیا جو ہماری کتاب اصول کافی میں موجود ہے کہ۔

انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ وعترتی اھل بیتی ماان تمسکتم بھما لن تضلو ابعدی

کہ میں تم میں دو بزرگ چیزیں چھوڑتا ہوں اللہ کی کتاب اور میری عترت میرے اہلبیت جب تک تم ان دونوں سے متمسک رہو گے میرے بعد کبھی گمراہ نہ ہوگے۔

اگر کتاب خدا پہلے سے نہ تھی تو حضرتؐ نے وہ کیا چیز چھوڑی جو اہل بیتؑ کے ساتھ تھی؟ ہم اس حکم کے تابع ہیں اور قرآن مجید و عترت رسولؐ سے یکساں تمسک رکھتے ہیں۔ عترت کا ہم کو حکم ہے کہ ہم اسی قرآن سے متمسک رہیں خود معصومؑ نے فرمایا ہے۔ کہ ہم اسی قرآن کو قرآن سمجھتے ہیں اسی سے تم بھی احکام اخذ کرو، اسی کو تم یاد کرو، اسی کو تم سیکھو اور جس طرح تم کو سکھایا گیا ہے۔ اسی طرح مانو خواہ اس کا راوی کاذب ہی کیوں نہ ہو۔ اس حکم کے ہم پابند ہیں پھر ہم ایمان

بالقرآن سے کیونکر خارج ہوئے؟ شرح مواقف کی عبارت پڑھی گئی۔ جس کا ترجمہ یہ ہے۔ دوسرا فرقہ فرقہ ہائے اسلامیہ میں سے شیعہ ہے اور یہ شیعہ اس لیے کہلاتے ہیں کہ انہوں نے بعد جناب رسولؐ خدا حضرت علی مرتضیٰ کا اتباع کیا اور ان کو رسولؐ خدا کا خلیفہ تسلیم کیا۔ بروئے نص خواہ وہ نص جلی ہو یا مخفی اور یہ بھی اعتقاد کیا۔ کہ امامت انؑ کی اولاد سے کبھی خارج نہیں ہو سکتی۔ اہل سنت کے عقائد کی مسلم کتاب ہے۔ جس کے مصنف سید شریف جرجانی ہیں۔ جو نویں صدی میں بڑے پایہ کے عالم اور محقق اہل سنت گزرے ہیں۔ اس کے بعد ملل ونحل عبدالکریم شہرستانی کی عبارت پڑھ کر سنائی جس کا ترجمہ قریب قریب انہیں مطالب پر حاوی تھا جو شرح مواقف کے ترجمہ میں بیان ہو چکا ہے۔

مولوی صاحب: سبحان اللہ! کیسی واضح دلیل بیان کی ہے تمہارے ان مولانا صاحب کا نام کیا ہے۔

ہدایت خاتون: جناب مولانا سید سبط حسن صاحب قبلہ جو مشہور واعظ ہیں۔ آپ کی قابلیت و کمال کا سکہ ہر طرف بیٹھا ہوا ہے۔ خود گورنمنٹ نے شمس العلماء کا خطاب بھی دے دیا ہے

مولوی صاحب: بے شک آپ اسی کے مستحق ہیں' ایسے ہی بزرگوں کو یہ خطاب ملنا چاہیے۔

ہدایت خاتون: پھر (مولائے ممدوح نے فرمایا) فرمایا کہ حضرات اہل سنت کے ان جلیل القدر فضلائے نے جو فضیلت کے گل سر سبد کہلانے کے مستحق ہیں ہمارے فرقہ کو مسلمانوں میں شمار کیا ہے اور ایک آپ ہیں۔ کہ محض اپنی ذاتی رائے کی بنا پر ہم کو دائرہ اسلام و ایمان سے خارج کر رہے ہیں۔ اگر ہمارا کفر یا عدم ایمان قرآن کے ساتھ واضح ہوتا تو یہ علماء و مجتہدین ہم کو اسلام میں شامل نہ کرتے۔ جب ہم کو انہوں نے فرقہ اسلام میں شامل کرلیا تو معلوم ہو گیا کہ ان کو ہمارے ایمان بالقرآن میں کوئی شک نہ تھا۔ ان کے نزدیک ہمارے امور اسلامیہ مسلم تھے۔ (دیکھو شرح مواقف مطبوعہ نولکشور ۵۲ و ملل ونحل طبع مصر ۹)

مولوی صاحب: ہاں ان کتابوں میں بلکہ اور بہت سی کتابوں میں یہ مضامین موجود ہیں۔

ہدایت خاتون: ہمارے مولانا صاحب نے تمہارے مولوی صاحب سے بار بار کہا کہ آپ ایسی تحریر دکھایئے کہ جو لائق تحریف ہیں وہ اسلام میں داخل نہیں بلکہ خارج از اسلام ہیں، مگر وہ آج تک نہیں دکھا سکے اور سنو تمہارے علامہ بحر العلوم فرنگی محلی نے اپنی کتاب شرح سلم الثبوت میں لکھا ہے کہ جناب رسولؐ خدا نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص ہمارے قبلہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھے اور ہمارا ذبیحہ کھائے میں تم کو اس بات سے منع کرتا ہوں کہ اس کو کافر کہیں ۔ بحر العلوم صاحب اس حدیث کو نقل کر کے لکھتے ہیں کہ روافض اہل قبلہ ضرور ہیں لہٰذا ہم ان کی تکفیر نہیں کر سکتے ۔ مولانائے موصوف نے پھر آگے چل کر فرمایا ہے " جو چیز بطریق روایت ملے اس میں راوی کی جانچ ہوتی ہے کہ آیا وہ صادق الہجہ ہے یا کاذب الہجہ عادل ہے یا غیر عادل، مومن ہے یا کافر اور اسی قسم کے اوصاف جن کی جانچ راویوں میں کی جاتی ہے۔ لیکن جو چیز بطریق قطع و یقین اور بذریعہ تواتر قطعی کہ جو مفید قطع و یقین ہو۔ اس میں یہ بھی نہیں پوچھا جاتا کہ کس نے خبر دی جیسے وجود مکہ و مصر و افریقہ وغیرہ۔ اس چیزوں کا وجود تواتر کے ذریعہ سے ہم کو معلوم ہو گیا ہے۔ لہٰذا ہم نے اور کس عاقل نے کبھی اس بات پر بحث نہیں کی کہ کس کس کی خبر سے ہم کو مکہ کا وجود معلوم ہوا ہے ۔ قرآن مجید کسی ایک راوی یا دو اور تین راویوں کے بیان سے ہم تک نہیں پہنچا کہ ہم ان کی توثیق چاہیں ۔ بلکہ وہ بذریعہ تواتر پہنچا ہے ۔ جن میں اگر کفار بھی شامل ہوں تو تواتر میں کوئی قدح نہیں ہوسکتی ۔ اس لیے کہ قرآن پر ایمان لانا اور جماعت اول کا قدح کرنا منافات نہیں رکھتا ۔

مولوی صاحب: بس اب جانے دو تم نے کافی دلیلیں جمع کر دیں کوئی صاحب نے دعویٰ کر بیٹھیں تو بغیر وکیل وہ کیونکر مانا جا سکتا ہے۔ شیعہ حضرات خدا کو ایک اور حضرت محمدؐ کو پیغمبر مانئیں، قرآن مجید پڑھیں پڑھائیں، نمازیں پڑھیں، روزہ رکھیں، حج و زیارت کریں فرشتوں اور بہشت و دوزخ کا اعتقاد رکھیں ۔ جو سب بدیہیات سے ہے۔ باوجود اس کے کوئی صاحب کہنے لگیں ۔ کہ ان کا ایمان قرآن مجید پر نہیں ہوسکتا ۔ تو ان کے بارے میں بس یہی چاہیے کہ سب مسلمان دعا کریں خدا ان پر رحم کرے اور جلد ان کو صحت بخشے ۔ جس طرح انہوں نے یہ آواز اٹھائی حنفی بھی دعویٰ

کر سکتے ہیں کہ اہل حدیث کا ایمان نہ قرآن پر ہے یا نہ ہوسکتا ہے اور اہل حدیث بھی دعویٰ کر سکتے ہیں کہ حنفیوں کا ایمان نہ حضرت رسولؐ خدا پر ہے نہ ہو سکتا ہے بلکہ عیسائی یہودی آریہ سب اس طرح دعویٰ کر سکتے ہیں۔ کہ مسلمانوں کا اعتقاد نہ اللہ پر ہے اور نہ ہو سکتا ہے۔ یہ عجیب دعویٰ ہے چونکہ قرآن شریف کو اہل سنت کے بزرگان دین نے جمع کیا۔ جن کو شیعہ نہیں ۔ نتے اس سبب سے ان کی جمع کردہ کتاب قرآن شریف پر ان کا ایمان نہیں ہوسکتا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ اگر چاند کے دیکھنے والے پچاس ہندو ہو جاتے ہیں تو سب اس کو تسلیم کر لیتے ہیں اور یہ جواب نہیں دیتے کہ چونکہ ہندوؤں نے دیکھا۔ جن کو ہم نہیں مانتے اسی وجہ سے ہم چاند کو بھی نہیں مانیں گے بلکہ کسی ایک انگریزی اخبار میں ترکی یا مکہ شریف کی کوئی خبر ملتی ہے۔ تب بھی ہم لوگ فوراً مان لیتے ہیں اور یہ عذر نہیں کرتے کہ چونکہ یہ غیر مسلم جماعت کا اخبار ہے۔ جن کو ہم نہیں مانتے لہٰذا اس کی خبر کو بھی نہیں مانیں گے بلکہ اس زمانہ میں تو اسلامی ملکوں کے حالات معلوم ہونے کا ذریعہ زیادہ تر غیر مسلم خبر رساں ایجنسیاں اور اخبارات ہی ہیں۔ اگر یہ اصول صحیح ہو تو پھر ان کی کوئی خبر صحیح نہ سمجھی جائے۔ لاحول ولاقوۃ! کیسے کیسے دماغ والے پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ اب اس سے زیادہ گفتگو بے کار ہے ایسے مولویوں کو ان کے حال پر چھوڑ کر ان کے لیے صرف دعا کرنی چاہیے۔

سترہواں باب (17)

مولوی صاحب کا اسلام سے متنفر ہو جانا۔ تحریف قرآن مان لینے پر سنی وشیعہ مذہب کا انجام

ہدایت خاتون: خدا کا شکر ہے کہ اس نے اس بحث کو بھی تمہاری تشفی کے مطابق ختم کرادیا۔

مولوی صاحب: میری تشفی کے مطابق کیا ختم کرایا۔ میں تو دیکھتا ہوں۔ کہ گئے تھے روزہ بخشوانے گلے پڑی نماز' میں نے تم کو سنی بنانا چاہا نتیجہ یہ ہوا کہ میں ہی اسلام چھوڑنے پر آمادہ ہو گیا۔ مسئلہ تحریف قرآن کی بحث سے مجھے اسلام ہی سے نفرت ہو گئی۔

ہدایت خاتون: خدا نہ کرے یہ تم کیا بولنے لگتے ہو۔

ان الدین عند اللہ الاسلام ومن یتبغ غیر الا سلام دینا فلن یقبل منہ .

مولوی صاحب: یہ آیتیں تو اسی قرآن کی نہ ہیں۔ جس کے محرف ہونے کی دلیلوں کا ڈھیر سنیوں نے بھی جمع کیا اور شیعوں نے بھی۔ تم لوگ کہتے ہو کہ سنیوں کی کتابوں میں تحریف قرآن کی دلیلیں بھری ہوئی ہیں۔ چنانچہ تم نے کس کثرت سے بیان بھی کر دیں اور ہماری کتابوں میں یہ دکھا بھی دیں۔ اور ہمارے علماء کہتے ہیں کہ شیعوں کی کتابوں میں تحریف قرآن کے ادلہ کا انبار لگا ہوا ہے ۔ نتیجہ یہ ہے کہ سنیوں کے دعویٰ کے مطابق شیعوں کا ایمان قرآن پر نہیں ہے اور شیعوں کے دعویٰ

کے مطابق سنیوں کا ایمان قرآن پر نہیں ہے ان باتوں سے میرا تو ایمان متزلزل گیا۔ کہ جب اسلام کے کل فرقے تحریف قرآن کی دلیل پیش کرتے ہیں تو اب کس مذہب کو اختیار اور کس کو ترک کیا جائے بغیر قرآن مجید کے ہم لوگوں کا دستور العمل کیا ہوسکتا ہے اور اس کی یہ حالت ظاہر ہوگی

ہدایت خاتون: ہم لوگوں کا دستور العمل تو خدائے کریم نے واضح کر دیا ہے۔ کیا اس کے علاوہ دستور العمل کی ضرورت ہے؟ اس پر عمل کرنے سے کوئی گمراہ نہیں ہوسکتا۔

مولوی صاحب: کیا دستور العمل کو خدا نے واضح کر دیا ہے۔ کیا اپنے مذہب شیعہ کو کہتی ہو؟

ہدایت خاتون: پہلے یہ بتاؤ کہ قرآن مجید کو خدا نے حضرت رسولؐ خدا کے ذریعے سے ہم لوگوں تک صرف بھیج دیا ہے یا حضرتؐ کے ذمہ اس کا کوئی اور کام بھی کیا ہے اور اس وجہ سے مسلمانوں کو حضرت کا محتاج بھی کر دیا ہے۔

مولوی صاحب: نہیں اس کی تعلیم کی ضروری خدمت بھی ناگزیر کردی ہے فرمادیا ہے۔

"ھوالذی بعث فی الا میین رسولا منھم یتلو علیھم آیاته ویز کیھم ویعلمھم الکتاب والحکمة"

"کہ اس خدا نے جاہلوں میں ایک رسول بھیجا جو ان پر آیات خدا کی تلاوت کرتے' ان کے اخلاق سنوارتے اور اور ان کو کتاب و حکمت کی تعلیم کرتے ہیں"۔

اس سے معلوم ہوا کہ خدا نے حضرت رسولؐ مقبول کے ذمہ قرآن مجید کی صرف تبلیغ نہیں تھی ۔ بلکہ انہوں نے اس کی تعلیم کی خدمت بھی کی ہے اور آنحضرتؐ مسلمانوں کو اس کے مطالب و مقاصد تعلیم بھی کیا کرتے تھے۔

ہدایت خاتون: تو واضح ہوا بغیر تعلیم رسولؐ ہم لوگ تنہا قرآن مجید کے مطالب و رموز کو نہیں سمجھ سکتے بلکہ آنحضرت سے تعلیم حاصل کرنے کے محتاج ہیں۔

مولوی صاحب: یہی بات تو ہم لوگ جدید فرقہ اہل قرآن کے مقابلہ میں کہتے ہیں کہ صرف قرآن مجید ہماری ہدایت کے لیے کافی نہیں ہے بلکہ تعلیم رسولؐ کو بھی دیکھنا ہوگا۔ کہ قرآن کا کیا مطلب حضرتؐ نے بتایا۔ اس کے احکام کی عملی تعلیم کس طرح دی۔ اس کے متشابہات کا کیا حل کیا ہے اس کے اجمال کی کس طرح تفصیل کی غرض اس کی کس طرح تفسیر کی کہ اس کی پابندی ضروری ہے ہم لوگ خود ہی اس کی ہر آیت کے مقصود و معنی کا فیصلہ کسی طرح نہیں کر سکتے۔

ہدایت خاتون: خدا تمہارا بھلا کرے۔ اب قوی امید ہے کہ تم اسلام سے نفرت نہیں کرو گے مگر آنحضرتؐ نے زندگی بھر ہی تو قرآن مجید کی تعلیم دی ہوگی کیا خدا نے یہ نہیں بتایا کہ حضرت رسولؐ کے بعد قرآن مجید کی تعلیم کس طرح حاصل کی جائے کیونکر اس کا مطلب دریافت کیا جائے؟

مولوی صاحب: اس کو تو نہیں بتایا ہے یا مجھے ہی معلوم نہیں ہوگا۔

ہدایت خاتون: اگر خدا نے حضرت رسولؐ خدا کی زندگی تک ہی تعلیم قرآن کا انتظام کیا تو اس پر بڑا الزام عائد ہوتا ہے کہ اس نے آنحضرتؐ کے بعد قرآن مجید کا صحیح مطلب سمجھنے کا انتظام کیوں نہیں کیا اور مسلمانوں کو جہالت میں چھوڑ دینا کیسے پسند کیا۔

مولوی صاحب: تم صاف صاف بتاؤ کیا کہنا چاہتی ہو۔

ہدایت خاتون: یہ کہ خدا ظالم نہیں ہے۔ اگر وہ آنحضرتؐ کے بعد تعلیم قرآن کا انتظام نہیں کرتا۔ تو اس کا ظلم ہوتا۔ کیونکہ آنحضرتؐ کو اس نے جس غرض کے لیے بھیجا۔ اس غرض کو اس نے آنحضرتؐ کی زندگی تک محدود کر دیا اور آنحضرتؐ کے بعد دنیا کو اسی تاریکی و جہالت میں چھوڑ دیا جس سے نکالنے کے لیے آنحضرتؐ کو بھیجا تھا یہ امر اس کی شان ارشاد و ہدایت کے بالکل منافی ہے۔

مولوی صاحب: ہاں اس میں تو کسی کو کوئی عذر نہیں ہو سکتا۔ مگر یہ بھی بتاؤ۔ کہ اس نے اس تعلیم کا کون سا سامان کیا۔ جس پر تم اس قدر زور دے رہی ہو جس سے مجھے بھی طمع پیدا ہوگی۔

ہدایت خاتون: اس نے مسلمانوں پر تاکید کردی ہے کہ:

" ما آتا کم الرسولؐ فخذوہ وما نھا کم عنہ فانتھوا "

مسلمانو! رسولؐ تم کو جس جس امر کا حکم دیں اس کو مانو اور جس چیز۔۔ منع کریں۔ اس سے باز رہو۔ (پ ۲۸ ع ۴)

اس حکم نے واضح کردیا کہ ہم لوگوں کے لیے صرف قرآن مجید ہی کافی نہیں ہے بلکہ حضورؐ کی کل حدیثوں پر بھی عمل پیرا ہونا ضروری ہے۔ دونوں ہی واجب العمل ہیں اس لیے کسی ایک سے ہرگز کام نہیں چل سکتا۔

مولوی صاحب: یہ تو ٹھیک ہے جو لوگ حدیث کے خلاف ہیں۔ ان کا جواب ہم لوگ اسی آیت سے دیتے ہیں۔ مگر اس آیت سے قرآن کی تعلیم بعد رسولؐ کا کیا انتظام ثابت ہوا؟ ذرا تفصیل سے بیان کرو، تم دیر کررہی ہو جس سے مجھے استعجاب ہو رہا ہے۔

ہدایت خاتون: یہ تو مان لیا کہ حضرت رسولؐ نے جو احکام مسلمانوں کے پاس لائیے سب پر عمل کرنا ضروری ہے۔ قرآن لائے تو اس پر عمل کرنا بھی ضروری، حدیثیں بیان فرمائیں۔ تو ان کی پیروی کرنا بھی لازمی، نہ صرف قرآن مجید کافی ہے اور نہ ہی صرف حدیثیں

مولوی صاحب: ہاں اس میں تو کسی کو شک نہیں۔ اہل قرآن البتہ اس کے خلاف پیدا ہو گئے ہیں۔

ہدایت خاتون: قرآن مجید کا صحیح مطلب سمجھنے کا نتیجہ یہی ہوگا۔ کہ ہم گمراہی سے بچیں پس اگر آنحضرتؐ نے کوئی عنوان ایسا قرار دیا ہو جس سے ہم آنحضرت صلعم کے بعد گمراہی سے بچیں تو وہی اس کا مطلب بیان کرنے والا اور وہی اس کے مقاصد بیان کرنے والا بھی قرار رہے گا۔ اس طرح دونوں لازم ملزوم قرار پائیں گے۔

مولوی صاحب: اچھا پھر تم پہیلیاں بگھارنے لگیں۔ صاف صاف کیوں نہیں کہتیں۔

ہدایت خاتون: پہیلیاں تو نہیں ہیں۔ مشہور حدیث ثقلین کو جانتے ہو کہ آنحضرتؐ نے فرمایا ہے۔

انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ و عترتی ماان تمسکتم بھما لن تضلوا بعدی وانھما لن یفترقا حتے یردا اعلے الحوضؐ

''میں تم لوگوں کے درمیان دو چیزیں چھوڑے جاتا ہوں جو قرآن مجید اور میری عترت ہیں۔ جب تک تم ان دونوں کی پیروی کرتے رہو گے گمراہ نہیں ہو گے اور یہ دونوں بھی ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گے۔ یہاں تک کہ دونوں میرے پاس حوض کوثر پر پہنچ جائیں''

تمہارے شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی نے جو لکھا ہے۔ اسے سنو۔ باید انست کہ بالتفاق شیعہ وسنی ایں حدیث ثابت است کہ پیغمبر فرمود

" انی تارک فیکم الثقلین ما ان تمسکتم بھما لن تضلوا بعدی احد ھما اعظم من آلا خر کتاب اللہ وعترتی اھل بیتی .

پس معلوم شد کہ در مقدمات دینی واحکام شرعی مارا پیغمبر حوالہ بایں دو چیز عظیم القدر فرمودہ است۔ پس مذہبے کہ مخالف ایں دو باشد در امور شرعیہ عقیدتاً وعملاً باطل و نامعتبر است۔ دہر کہ افکار ایں دو بزرگ نماید گمرہ خارج از دین۔

جاننا چاہیے کہ شیعہ وسنی کا اتفاق اس امر پر ہے کہ حضرت رسولؐ خدا نے اس حدیث کو ارشاد فرمایا تھا۔ کہ میں تم لوگوں میں دو بڑی چیزیں چھوڑے جاتا ہوں جب تک تم ان دونوں کی پیروی کرتے رہو گے۔ گمراہ نہ ہو گے میرے بعد ہرگز ان میں ہر چیز دوسری سے عظیم الشان ہے۔ وہ دونوں قرآن مجید اور میری عترت میرے اہل بیت ہیں پس معلوم ہوا کہ دینی باتوں اور شرعی احکام میں حضرت رسولؐ خدا نے ہم لوگوں کو ان دو عظیم القدر چیزوں کے حوالہ کر دیا۔ اب جو مذہب کو امور شرعیہ میں عقیدہ نیز عمل کے اعتبار سے ان دونوں کے مخالف ہو۔ وہ باطل اور غیر معتبر

ہے اور جو شخص ان دونوں سے انکار کرے وہ گمراہ اور بے دین ہے (تحفہ اثنا عشریہ ص ۲۰۱) یہ حدیث سینکڑوں کتابوں میں ہے۔

مولوی صاحب: یہ تو مشہور حدیث ہے۔ اس سے کسی کو انکار نہیں ہے مگر تم اس سے کیا ثابت کرنا چاہتی ہو۔ واقعی اس حدیث سے اہل بیت رسولؐ خدا کی بڑی عظمت فضیلت و جلالت ثابت ہوتی ہے۔

ہدایت خاتون: یہ کہ خدا نے ہمیں حکم دیا ہے۔ کہ رسولؐ جو کہیں اس کی پیروی کریں اور رسولؐ نے حکم دیا ہے کہ قرآن و اہل بیت کی پیروی کریں تو گمراہ نہ ہوں گے لہٰذا اگر قرآن مجید میں تحریف ہوئی بھی تو قول رسولؐ کے مطابق جو دونوں ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گے۔ (اہل بیت کو ان تمام تغیرات کا علم ہوگا) وہ اپنے بیان سے ہم لوگوں کو وہ راہ بتا دیں گے۔ جو قرآن مجید کے خلاف نہیں ہوگی اور اس طرح ہم اس ہدایت پر قائم رہیں گے۔ جس طرح آج کوئی قرآن پڑھتا پڑھتا بھول جائے اور کوئی حافظ صاحب اس کو بتا دیں۔ اسی طرح حضرات اہل بیت قرآن مجید کے کل احکام اپنے شیعوں کو بتا دیں گے۔

مولوی صاحب: یہ تو ٹھیک ہے مگر جب قرآن کو تحریف شدہ مانا۔ تو اس حدیث پر عمل کیسے ہو سکتا ہے۔ جب قرآن کامل رہتا تب دونوں پر عمل ممکن تھا۔

ہدایت خاتون: دیکھو ہم مسلمانوں کا درجہ دوسرا ہے اور حضرات اہل بیت کا مرتبہ علیحدہ ہم دونوں کو ایک دوسرے پر قیاس نہیں کر سکتے ہیں۔ اگر قرآن مجید میں تحریف ہوتی : جو چیزیں اس میں بدل گئیں۔ اس کا علم ہم کو نہیں ہو سکتا مگر اہل بیت کو تو ضرور ہوگا کیونکہ مشہور ہے" اھل بیت ادارے بما فی البیت " گھر میں جو ہوتا ہے اس سے گھر والے خوب باخبر رہتے ہیں اس طرح اسلام ایمان، قرآن، حدیث شریعت کی ہر کلی و جزوی بات سے اہل بیت پوری طرح واقف ہیں اور قیامت تک باخبر رہیں گے۔ ان کے لیے قرآن میں تغیر کسی طرح مضر نہیں ہو سکتا۔ ان کو اچھی طرح خبر ہے کہ فلاں آیت فلاں مقام پر تھی اور اب فلاں مقام پر ہے، فلاں حکم اس میں تھا۔

جواب نہیں ہے فلاں امور اس سے غائب ہیں فلاں سورہ جو چھوٹی ہوگئی۔ تو اس میں حسب ذیل چیزیں تھیں۔ اس وجہ سے حضرت رسول کریم نے فرمایا کہ '' انھما لن یفترقا'' وہ دونوں آپس میں جدا نہیں ہوسکتے۔ اس کا مطلب اس کے سوا کیا ہوسکتا ہے کہ اہل بیت بھی قیامت تک دنیا میں موجود رہیں گے۔ اور قرآن مجید بھی رہے گا اور قرآن مجید کی کوئی بات اہل بیت کی باتوں کے خلاف نہیں ہوگی۔ دونوں ایک دوسرے کی تائید کرتے رہیں گے دونوں ایک دوسرے کی تصدیق ایک دوسرے کی حمایت کریے گا۔ غرض انکا چولی دامن کا ساتھ رہے گا۔ ہر جگہ اور ہر حالت میں ایک دوسرے سے متحد و متفق رہیں گے جس طرح حضرت رسولؐ خدا پر قرآن مجید کی کوئی چیز مخفی نہیں تھی۔ اسی طرح اہل بیت سے بھی مخفی نہیں ہوگی۔ لہٰذا قرآن مجید میں جو ضروری باتیں ایسی ہوں گی جو اب ساقط ہوگئیں اور امت اسلام کا ان کو اب پتہ نہیں۔ ان سے وہ حضرات جس چیز کا بتانا ضروری سمجھیں گے اپنی امت کو باخبر کردیں گے۔ لہٰذا ان کے ماننے والوں کو تحریف شدہ قرآن کے ہونے پر بھی کوئی ضرر نہیں ہوسکتا۔

مولوی صاحب: یہ تو بتاؤ تمہارے اماموں نے قرآن مجید کی کس کس آیت کو بتایا ہے کہ قرآن مجید میں تھی اور اب نہیں ہے کون سی آیت پہلے کہاں تھی اور اب کہاں کردی گئی ہے؟

ہدایت خاتون: یہ تو تم جب پوچھتے۔ کہ ہم لوگ قرآن مجید میں تحریف کا دعویٰ کرتے ایسا تو نہیں ہے بلکہ تم کہتے ہو کہ دونوں جماعتوں کے ہاں تحریف اور قرآن کی روایتیں موجود ہیں۔ اس وجہ سے ان کا قرآن غیر معتبر ہوگیا۔ لہٰذا اسلام ہی ترک کردینا چاہیے۔ اس پر میں نے کہا کہ اگر قرآن مجید میں تحریف ہوئی بھی ہوگی۔ تو شیعوں کو اس کی کوئی پرواہ نہیں ہوسکتی کیونکہ یہ اہل بیت کے پیرو کار ہیں جن کو قرآن کی کل باتوں کی خبر ہے۔ اگر کوئی ضروری حکم قرآن سے ساقط بھی کردیا گیا ہوگا۔ تو وہ حضرات اپنے شیعوں کو مطلع کردیں گئے کہ فلاں حکم پر بھی عمل کرو۔ اس کی مثال یوں سمجھو کہ اگر عہد رسولؐ میں کچھ صحابہ کے پاس ناقص یا تحریف شدہ قرآن ہوتا۔ تو ان کا کچھ نہ بگڑتا کیونکہ آنحضرت رسولؐ خدا کو کامل قرآن کا علم تھا۔ حضرتؐ ان صحابہ سے فرما دیتے کہ

تم لوگوں کے پاس جو قرآن ہے اس میں فلاں فلاں احکام نہیں ہیں۔ان احکام پر بھی عمل کرو اسی طرح حضرات اہل بیت کے زمانہ میں اگر شیعوں کے پاس ناقص نامکمل یا تحریف شدہ قرآن ہوگا تو ان کا کچھ بھی نہیں بگڑے گا اس لیے کہ حضرات اہل بیتؑ کو کامل قرآن کا علم ہے۔ان کو اس کی صحیح ترتیب کا بھی علم ہے، اس کے مقدم و موخر کی بھی، اس کے موجود حصّہ کی بھی، غائب شدہ حصّہ کی بھی، ان حضرات کے کوئی نہ کوئی بزرگ ہر زمانہ میں موجود رہتے ہی ہیں وہی حضرت اپنے شیعوں کو بتا دیں گے کہ قرآن مجید کے فلاں احکام اس میں لکھنے سے رہ گئے ہیں۔ یا اس میں درج نہیں کیے گئے۔ یا اس سے ساقط ہو گئے یا آگے پیچھے ہو گئے۔تم لوگ ان احکام پر بھی ضرور عمل کرنا ان کو ترک نہ کرنا۔اس کے خلاف نہ کرنا۔اس کو ایک مثل سے سمجھو کہ آج جناب میر انیس صاحب اور مرزا دبیر صاحب کے بہت سے مرثیہ چھپ کر ہر جگہ پہنچ گئے ہیں۔مگر ان دونوں بزرگوں کے جانشین کہتے ہیں کہ فلاں فلاں مرثیہ فلاں فلاں غلط مقام پر چھپ گیا ہے اور فلاں فلاں بند کم اور فلاں فلاں موخر ہو گئے ہیں۔یہ اسی وجہ سے تو کہتے ہیں۔کہ ان جانشینوں کے پاس میر صاحب اور مرزا صاحب کے اصل مرثیے محفوظ ہیں۔ان میں کوئی تغیّر نہیں ہوا۔ان سے کوئی بند غائب نہیں ہوئے۔ان کی ترتیب نہیں بدلی۔اب چھپے ہوئے مرثیے جن لوگوں کے پاس ہیں اگر وہ ان دونوں صاحبوں کے جانشینوں سے بھی ملتے رہیں گے۔اور ان سے تعلقات خلوص کے ساتھ قائم رکھیں گے اور ان سے ان مرثیوں کا حال دریافت کرتے جائیں گے۔تو وہ جانشین حضرات سب کو بتاتے جائیں گے کہ فلاں مرثیہ فلاں بند میں نہیں ہے۔فلاں مرثیہ میں فلاں بند پہلے ہونا چاہیے اور فلاں بند بعد فلاں مرثیہ کا یہ بند دوسرے مرثیہ کا ہے اور اس کا وہ بند اس مرثیہ کا ہے۔چنانچہ اکثر ایسا ہوتا بھی ہے۔کہ جب کسی مرثیہ کے کسی حصّہ یا کسی بند یا کسی شعر یا مصرع کے متعلق کوئی اعتراض ہوتا ہے۔تو لوگ اس خاندان کے موجود حضرات سے دریافت کرتے ہیں کہ اس مرثیہ پر یہ اعتراض ہوتا ہے آپ کیا جواب دیتے ہیں؟ وہ حضرات بتا دیتے ہیں کہ نقل کرنے والوں یا چھاپنے والوں سے غلطی ہو گئی۔میر صاحب یا مرزا صاحب کے اصل مرثیہ میں یہ اس طرح ہے بتاؤ تم نے اس کو سنا ہے یا نہیں۔

مولوی صاحب: میں تم لوگوں کی مجلسوں میں تو بہت کم جاتا ہوں۔ مگر ادبی پرچوں میں کبھی کبھی یہ مضمون نظر سے گزر جاتا ہے کہ فلاں مرثیہ پر یہ اعتراض کیا گیا تو اس کا جواب ان کے خاندان والوں نے یہ دیا۔ جس کے بعد یہ اعتراض جاتا رہتا اور ہر شخص کی تشفی ہو جاتی ہے۔

ہدایت خاتون: بس اسی طرح بلکہ اس سے بڑھ کر سمجھو کہ قرآن مجید کا اصلی علم حضرت رسولؐ کو ہوا۔ اور حضرتؐ کے بعد حضرتؐ کے بارہ جانشینوں کو' اگر قرآن مجید کی ترتیب یا کمال یا تقدم و تاخر میں کوئی فرق ہوا بھی ہوگا۔ تو وہ حضرات اپنے شیعوں کو بتادیں گے کہ فلاں حکم پر بھی عمل کرو یہ نہیں کہیں گے۔ کہ قرآن مجید میں اس بات کو بڑھا لو کیونکہ اس سے اہل اسلام میں اختلاف پیدا ہو جائے گا۔ دنیا میں دو قرآن ہو جائیں گئے ایک وہ جو مسلمانوں کے پاس ہے۔ دوسرا یہ جس میں امام زمانہ سے تعلیم حاصل کر کے بڑھا لیں گے۔ ان حضرات کو مسلمانوں کا یہ اختلاف پسند نہیں جس طرح مسلمانوں کا دو قبلہ کی طرف نماز پڑھنا یہ حضرات پسند نہیں کر سکتے۔ اسی طرح دو قرآن رکھنا بھی گوارہ نہیں کر سکتے۔ لیکن اس کے ساقط شدہ ضروری احکام بتادیں گے کہ ان کو اپنی حدیث یا فقہ یا عقائد کی کتابوں میں بھی لکھ ڈالو۔ اور ان پر عمل کرتے رہو۔ تاکہ قرآن مجید کا کوئی ضروری حکم عمل کرنے سے نہ رہ جائے۔ تمہارے اعمال ناقص نہ قرار پائیں۔ تمہارے عقائد و عبادات احکام خدا کے خلاف نہ انجام پائیں۔ غرض قرآن پوری طرح حاصل ہوتی رہے۔ ہدایت کا دروازہ بند نہ ہونے پائے اور تعلیم قرآن کا سلسلہ جاری رہے۔

مولوی صاحب: تمہاری یہ تقریر تو بہت تشفی بخش ہے مگر تم نے یہ کیوں کہا کہ اس طرح بلکہ اس سے بڑھ کر سمجھو۔ میر انیس صاحب و میرزا دبیر صاحب کے خاندان والوں سے بڑھ کر اہل بیت رسولؐ کو سمجھنے کی فرمائش کیوں کی۔ مثال تو حرف بحرف ایک دوسرے کے مطابق قرار پاتی ہے۔

ہدایت خاتون: یہ تو تمہارے پوچھنے کی بات نہیں ہے۔ جانتے ہو میر انیس صاحب یا مرزا دبیر صاحب خود ہی معصوم نہیں تھے۔ تو ان کے خاندان والے کیسے معصوم ہو سکتے ہیں۔ برخلاف اہل بیتؑ رسولؐ کے کہ وہ کل حضرات معصوم تھے۔ لہٰذا ان سے غلطی نہیں ہو سکتی۔ وہ جو کچھ بتائیں

گے۔حق ہی ہوگا اور جس امر کی تعلیم دیں گے اس کی صحت میں کوئی شک وشبہ نہیں ہوسکتا۔

مولوی صاحب: مگر یہی تقریر تو اہل سنت بھی کر سکتے ہیں۔اگر ہماری روایتوں کے مطابق قرآن مجید میں تحریف ہوتی تو ہمیں بھی پروانہیں۔ ہمارے خلفاء وصحابہ ہم لوگوں کو بتا دیتے ہوں گے۔کہ فلاں حکم رہ گیا ہے اس پر بھی تم عمل کر لینا۔فلاں سورہ پہلے اور فلاں بعد ہو گیا ہے۔

ہدایت خاتون: یہی تو زبردست گھاٹا ہے۔کہ تم لوگ یہ تقریر نہیں کر سکتے اس لیے کہ حضرت رسولؐ خدا نے جس طرح حدیث ثقلین ارشاد فرمائی۔اپنے اصحاب یا تمہارے خلفاء کرام کے بارے میں کوئی قول نہیں فرمایا۔جس میں قرآن مجید کے ساتھ ان کے وجود کی بھی پیش گوئی فرمائی ہو۔اور یہ بھی مسلمانوں کو وصیت کی ہو کہ میں تم لوگوں میں اپنے اصحاب اور قرآن چھوڑے جاتا ہوں۔جو ان دونوں کی پیروی کرے گا گمراہ نہیں ہوگا۔اور وہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گے۔

مولوی صاحب: ہاں ایسی تو کوئی حدیث رسول مقبولؐ کی نہیں ہے۔اگرچہ دوسری حدیثیں ہیں۔

ہدایت خاتون: اسی وجہ سے وہ لوگ خود قرآن مجید کے بارے میں دوسروں کے محتاج تھے۔دوسرے صحابہ سے کہا کہ قرآن مجید کو جمع کر ڈالو۔خود بھی کسی مقام پر شبہہ ہوتا تھا تو صحابہ ہی سے دریافت کرتے کہ تم کو کچھ معلوم ہے فلاں آیت نازل ہوئی تھی یا نہیں؟ اس حکم کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی تھی یا نہیں، فلاں آیت فلاں سورہ کی تھی یا کسی اور سورہ کی، فلاں سورہ پہلے تھا یا بعد میں، اسی طرح قرآن مجید کے اکثر الفاظ وآیات کے معنی بھی ان لوگوں کو معلوم نہیں تھے۔اور آخر وقت تک وہ حضرات اپنی لاعلمی پر افسوس کرتے رہے تو دوسروں کو قرآن مجید کے متعلق کیا بتاتے۔علاوہ ازیں خلفاء یا صحابہ معصوم نہیں تھے۔وہ کچھ بتاتے بھی تو اس پر اطمینان نہیں ہوتا کہ صحیح ہی ہوگا۔برخلاف حضرات اہل بیت کے کہ وہ معصوم تھے۔وہ کوئی غلط بات بتا نہیں سکتے تھے۔ان کو قرآن مجید بلکہ احکام شرعیہ کا ذرا ذرا تک معلوم تھا۔تمہارے شمس العلماء مولوی شبلی صاحب

نے ایک بڑا قابل قدر جملہ لکھا ہے۔ فرماتے ہیں امام (ابوحنیفہ) صاحب نے ان (امام محمد باقر ؑ) کے فرزند رشید امام جعفر صادق علیہ السلام کی فیض صحبت سے بھی بہت کچھ فائدہ اٹھایا۔ جس کا ذکر عموماً تاریخوں میں پایا جاتا ہے۔ ابن تیمیہ نے اس سے انکار کیا۔ اس کی وجہ یہ خیال کی جاتی ہے کہ امام ابوحنیفہ امام جعفر صادق کے ہم عصر تھے۔ اس لیے ان کی شاگردی کیونکر اختیار کرتے۔ لیکن یہ ابن تیمیہ کی گستاخی اور خیرہ چشمی ہے۔ امام ابوحنیفہ لاکھ مجتہد اور فقیہہ ہوں لیکن فضل وکمال میں ان کو حضرت جعفر صادق سے کیا نسبت؟ حدیث وفقہ بلکہ تمام علوم اہل بیت کے گھر سے نکلے

وصاحب البیت ادرے بما فیھا

(سیرۃ النعمان ۴۵)

بس اسی اصول پر شیعوں کو پورا یقین ہے۔ کہ ان کو اسلام کی سچی تعلیم ملتی رہتی ہے۔ مختصر یہ کہ حضرات اہل بیت کو قرآن کے کل مطالب اور دین اسلام کے کل احکام اچھی طرح اور صحیح معلوم تھے۔ کوئی آیت یا کوئی لفظ تک ان کے دائرہ علم سے خارج نہیں تھا۔ اگر قرآن مجید میں تحریف ہوئی بھی تو وہ حضرات موجود تھے۔ جن کے دل ودماغ سے کوئی شخص ان احکام قرآن کو نکال نہیں سکتا تھا۔ ان حضرات نے اپنے شیعوں کو بتا دیا ہوگا۔ اور ان شیعوں نے ان حضرات کے دوسرے بیانات دوسرے ارشادات اور دوسرے احکام کے ساتھ ان قرآنی احکام وارشادات کو بھی لکھ لیا ہوگا۔ اور وہ ان کے ذریعہ سے ان کے شاگردوں کو اور پھر ان شاگردوں سے ان کے شاگردوں کو ملتا ہوگا۔ اسی طرح نقل درنقل ہوتے ہوئے ہم لوگوں تک بھی وہ سب چیزیں آ گئی ہوں گی اور کوئی واجب العمل حکم ہم لوگوں سے رہ نہیں گیا ہوگا۔ غرض شیعہ پورے مطمئن ہیں کہ جب حدیث ثقلین کی تعمیل میں وہ حضرات اہل بیت سے بھی متمسک ہیں تو وہ غلط راہ پر چل سکتے ہی نہیں۔ قرآن مجید میں جو چیزیں حضرت رسول خدا کے زمانہ میں تھیں وہ سب ان حضرات نے اپنے شیعوں کو بتادی ہوں گی۔ البتہ مسلمانوں کو اختلاف سے بچانے کے لیے یہ ضروری نہیں ہے۔ کہ ان حضرات نے ہر قول یا ارشاد یا حکم کے بارے میں یہ فرمایا ہو کہ یہ قرآن میں تھا، جواب نہیں ہے اور اس کی ضرورت بھی نہیں تھی جس طرح قرآن مجید پر عمل کرنے والا بھی اس کا عامل ہے اسی طرح

اس کے فارسی یا اردو ترجمہ پر عمل کرنے والا بھی قرآن کا عامل ہے۔ اسی طرح قرآن مجید کے ان احکام پر بھی جن کو حضرات اہل بیت نے اپنے الفاظ یا اپنی عبارتوں میں ادا کیا ہوگا۔ عمل کرنے والا قرآن ہی کا عامل کہلائے گا۔ کیونکہ وہ حضرات تو اس کے پابند تھے کہ جو کچھ مذہبی احکام خدا اور رسولؐ نے اپنے بندوں کے لیے مقرر کیے ہیں۔ وہ سب لوگوں تک پہنچاتے رہیں و ہکسی حکم خدا کے بارے میں دنیا والوں کو کہنے کا موقع نہ دیں۔ کہ اس کو کسی نے بتایا ہی نہیں تو ہم عمل کیسے کرتے۔ وہ حضرات اپنے دل میں اپنے اجتہاد' اپنی رائے سے کوئی بات نہیں کہتے تھے بلکہ جو کچھ حکم خدا اور حکم رسولؐ ہوتا تھا وہی لوگوں تک پہنچاتے اور انہی باتوں کی اہل اسلام کو تعلیم دیتے تھے۔ ان میں قرآنی احکام بھی تھے اور احادیث رسولؐ کے ارشادات و ہدایات بھی اور چونکہ احادیث رسول بھی احکام قرآنی کے خلاف نہیں ہوتی تھیں۔ اس وجہ سے ماننا پڑے گا کہ حضرات اہل بیت سے جو مسائل و علوم ملے وہ سب درحقیقت خدا ہی کے احکام و اقوال ہیں کسی قسم کا کہیں بھی فرق نہیں مل سکتا۔

مولوی صاحب: مگر یہ تو تم لوگوں کی زبردستی ہے کہ اہل بیتؑ کو بھی معصوم کہتی ہو، معصوم تو انبیاء اور ملائکہ تھے اور تو کوئی شخص نہ معصوم ہوا نہ ہوگا۔ تم لوگ اپنے اماموں کا درجہ ہمیشہ بڑھاتے رہتے ہو۔ یہ عادت اچھی نہیں ہے۔ حد کے اندر رہنا ہمیشہ مناسب ہوتا ہے۔

اٹھارہواں باب (18)

نبوت کی بحث

ہدایت خاتون: ہاں اسے ہم لوگوں کی زبردستی کیوں نہ کہو گے۔ تم لوگ تو انبیاء تک کی کوئی عزت نہیں کرتے ۔ان تک کو معصوم نہیں مانتے ان تک کو گناہ گار و خطا کار کہتے ہو۔ تو اہل بیتؑ کو کس طرح معصوم مانو گے؟ اہل بیت حضرات رسولؐ خدا ہی کی شاخ تو ہیں۔

مولوی صاحب: واہ! ہم لوگ بھی حضرات انبیاء کرام کو معصوم کہتے ہیں ان سے خطا کیسے سرزد ہو سکتی ہے۔

ہدایت خاتون: مگر تمہارے علماء کرام تو اس کے خلاف ہیں۔ سنو علامہ تفتازانی لکھتے ہیں:

الا نبياء كلهم كانوا مخبرين مبلغين عن الله تعالى صادقين ناصحين لئلايبطل فائدة البعثة والرسالة وفى هذا اشارة الى ان الانبياء معصومين عن الكذب خصوصا في مايتعلق بامر الشرائع و تبليغ الاحكام وارشاد الا مة اما عمدا فبا لا جماع واما سهوا فعند الاكثيرين وفى عصمتهم عن سائر الذنوب تفصيل وهو انهم معصومون عن الكفر قبل الوحي وبعده بالاجماع وكذامن تعمد الكبائر عند الجهور خلافا للحشوية وانما الخلاف في ان امن نا عه

بدلیل السمع او العقل. واما سهوا) فجوزه الاکثرون . واما الصغائر فیجوز عمدا عند الجمهور خلافا للجبائی واتباعه ویجوز سهوا بالاتفاق الامایدل علی الحسنة کسرقة لقمة والتطفیف بجة لکن المحققین اشترطوا ان ینبهوا علیه فینتبهوا عنه. هذ کله بعد الوحی واما قبله فلادلیل علی امتناع صدور الکبیره .

''اعتقاد رکھنا چاہیے کہ انبیاء سب اللہ کے احکام کی خبر دینے والے ان کے پہچانے والے' سچے اور بہی خواہ تھے ۔ تاکہ بعثت و رسالت کا فائدہ باطل نہ ہو جائے اور اس میں اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ انبیاء جھوٹ بولنے سے معصوم تھے ۔ خاص کر ان باتوں میں جو امر شرائع و تبلیغ احکام اور ارشادات امت سے متعلق تھیں اور یہ کہ جان بوجھ کر وہ جھوٹ بولتے تھے یا نہیں ۔ تو اس پر اجماع ہے کہ نہیں بولتے تھے ۔ رہا یہ کہ بھولے سے بھی وہ لوگ احکام خدا میں جھوٹ بولتے تھے یا نہیں تو اکثر لوگوں کی رائے ہے کہ نہیں اور جھوٹ کے علاوہ گناہوں سے بھی وہ معصوم تھے یا نہیں ۔ اس میں تفصیل ہے وہ یہ کہ اس پر تو اجماع ہے کہ وحی کے قبل اور بعد بھی معصوم تھے جمہور کے خیال میں جان بوجھ کر گناہان کبیرہ کرنے سے بھی معصوم ہی تھے ۔ برخلاف فرقہ حشویہ کے اور اختلاف اس میں ہے کہ ان کی یہ عصمت منقولی دلیلوں سے ثابت ہے یا معقولی دلیلوں سے البتہ' بھولے سے گناہان کبیرہ کو اکثر علماء نے جائز رکھا ہے ۔ کہ انبیاء بھولے سے گناہان کبیرہ کرتے تھے ۔ رہے گناہان صغیرہ تو جمہور کا اعتقاد ہے کہ انبیاء جان بوجھ کر ان گناہوں کو کرتے تھے ۔ برخلاف جبائی اور ان کے پیروؤں کے اور سب علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ انبیاء بھولے' سے گناہان صغیرہ کرتے تھے سوائے ان گناہوں کے جن سے ان کی خست ثابت

ہو جیسے ایک لقمہ کا چرا لینا یا ایک دانے کو بے ایمانی سے کم کر دینا لیکن محققین نے شرط عائد کردی ہے کہ وہ حضرات اس پر متنبہ کر دیئے جائیں وہ متنبہ بھی ہو جائیں۔ یہ سب باتیں بعد وحی کے متعلق ہیں۔قبل کے بارے میں نہیں۔ کیونکہ اس پر کوئی دلیل نہیں ہے کہ وہ حضرات وحی نازل ہونے کے پہلے بھی گناہان کبیرہ سے معصوم تھے۔(شرح عقائد نسفی '۱۷۱)

مولوی صاحب: یہ عبارت تو ہم لوگوں کے موافق ہی ہے تم کو اس سے کیا ملا لڈو یا پیڑا۔

ہدایت خاتون: بہت ٹھیک! تم لوگوں نے نبوت کو تو مٹی میں ملا دیا۔انبیاء کی ہڈیاں پسلیاں تک توڑ ڈالیں اور کہتے ہو کہ ہمیں کیا ملا۔سنو! اور اپنے مذہب کو بھی اب پہچانو۔

(۱) پہلی بات تو یہ ہے کہ تم لوگوں نے انبیاء کو صرف جھوٹ بولنے سے معصوم مانا' دوسرے گناہوں چوری وغیرہ سے نہیں۔

(۲) اور جھوٹ سے بھی ہر قسم کے نہیں بلکہ صرف اس جھوٹ سے جو امر شرائع و تبلیغ احکام و ارشادات امت سے متعلق ہوں نتیجہ یہ کہ دوسرے جس قدر جھوٹ ہوئے یا ہو سکتے ہیں ان سب میں کل انبیاء اور کل چور ڈاکو برابر کر دیئے گئے کہ جس طرح یہ سب بدمعاش ہر طرح کے جھوٹ بولتے ہیں انبیاء بھی بولتے ہیں صرف مذہبی امور میں وہ جھوٹ نہیں بولتے۔

(۳) اور مذہبی احکام کے متعلق بھی جھوٹ سے معصوم ہونا صرف عمداً ہے سہواً نہیں مطلب یہ کہ وہ حضرات مذہبی احکام میں بھولے سے جھوٹ بولتے اور غلط بیانی سے کام لیتے تھے۔اب بتاؤ اس کا فیصلہ کون کرے گا کہ فلاں مسئلہ میں وہ بھولے سے جھوٹ نہیں بولے اور فلاں میں بھولے سے جھوٹ بولے۔

(۴) باقی گناہوں کے متعلق تفصیل ہے کہ وہ کافر تو نہیں تھے اور جان بوجھ کر گناہان کبیرہ بھی نہیں کرتے تھے مگر بھولے سے ان سب کو کر بھی جاتے تھے۔

(۵) رہے گناہان صغیرہ تو مان لیا گیا کہ وہ حضرات جان بوجھ کر چھوٹے گناہ کیا کرتے تھے

(۶) قبل وحی وہ حضرات گناہان کبیرہ بھی کرتے تھے بتاؤ ایسے معصوم سے کیا فائدہ؟ ہر زانی ٗ ہر شرابی ٗ ہر چور اس طرح معصوم ہی ثابت ہوگا۔

مولوی صاحب: خوامخواہ ایسے لوگ اور انبیاء برابر ہو جائیں گے۔

ہدایت خاتون: تو بتاؤ کیا فرق ہوا وہ چوری کریں گے کہہ دیں گے بھولے سے کی ہے ٗ شراب پئیں گے کہہ دیں گے بھولے سے پی گئے۔ زنا کریں گے کہہ دیں گے سہواً یہ حرکت ہوگئی ہے اور چور ڈاکو شرابی بھی ہر وقت یہ گناہ نہیں کرتے کبھی کبھار کرتے ہیں کبھی بچے رہتے ہیں اسی طرح تم لوگوں نے انبیاء کو کہا کہ قبل وحی وہ یہ سب گناہ کرتے تھے۔ بعد وحی جان بوجھ کر نہیں تو بھولے سے کرلیا کرتے تھے۔ اس طرح چور ٗ ڈاکو ٗ قاتل ٗ زانی ٗ بھی معصوم ہی ہونے کا دعویٰ کر بیٹھے گا۔

مولوی صاحب: کیا کہوں میرے علماء نے تمہارے لیے کافی سامان مہیا کر دیا ہے۔ بس کہاں تک لڑتا رہوں زیادہ بحث میں تو اور ہی نکتے تم میرے خلاف ہی نکالتی جاتی ہو۔

ہدایت خاتون: تمہارے دوسرے عالم ملا علی قاری بھی حقیقت میں انبیاء کو غیر معصوم و خاطی ہی کہتے ہیں فرق صرف اس قدر ہے کہ جس طرح ایک نادار آدمی چوری پر اس کو بے تکلف چور کہہ دیتے ہیں اور مالدار کو مہذب انداز میں اس کا مرتکب قرار دیتے ہیں۔ اسی طرح وہ تہذیب کے ساتھ انبیاء کو گناہ گار لکھتے ہیں۔ فرماتے ہیں

"وقد کانت منھم زلات وخطیات"

"یعنی انبیاء سے لغزشیں بھی ہوتی تھیں اور غلطیاں بھی"

(شرح فقہ اکبر ۶۹)

آگے چل کر ممدوح کھل گئے لکھتے ہیں۔

والحاصل ان احدا من اھل السنۃ لم یجوز ارتکاب المنھی منھم

عن قصد ولکن بطریق السمُود والنسیان ویسمے ذلک ذلة .

''حاصل یہ ہے کہ اہل سنت سے کوئی شخص یہ نہیں کہتا۔ کہ انبیاء جان بوجھ کر گناہ کا کام کرتے رہتے تھے۔ ہاں بطریق سہو ونسیان گناہ کرتے تھے اور اسی کا نام زلہ رکھ دیا گیا ہے (۷۲) اور اپنی تیسری معتبر کتاب کا بیان سنو فرماتے ہیں''

" المذهب عندنا منع الکبائر بعد البعثة مطلقا و الصغائر عمدا لا سهوا لکن لا یصرون ولا یقرون بل ینبهون فینتبهون ."

''ہم اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ مبعوث ہونے کے بعد انبیاء گناہان کبیرہ سے عمداً محفوظ رہتے تھے اور سہواً بھی گناہان صغیرہ سے صرف عمداً بچتے تھے سہواً نہیں۔ لیکن ان گناہوں پر اصرار نہیں کرتے اور نہ ان کا اقرار کرتے تھے بلکہ دوسرے لوگ ان کو ٹوک دیتے تھے۔ تو وہ متنبہ ہو جاتے تھے'' (شرح مقاصد مطبوعہ استنبول جلد ۲، ۱۹۳)

بتاؤ تم لوگوں نے انبیاء کی کیسی حجامت بنا رکھی ہے۔ نتیجہ تو یہی نکلا کہ انبیاء بھی نبی ہونے کے پہلے چور، ڈاکو، قاتل، زانی، شرابی ایسے ہوتے اور ہر گناہ کرتے تھے اور بعد نبی ہونے کے بھی وہ گناہ کرتے رہے مگر اس کا اقرار نہیں کرتے تھے گویا ایک گناہ کے ساتھ اس سے انکار کر کے جھوٹ بولنے کا اضافہ بھی کر لیتے تھے اور ضرورت ہوتی تھی کہ دوسرے لوگ ان کو متنبہ کیا کریں، جس پر ان کو متنبہ ہو جاتا تھا۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ اور سنو تمہارے بڑے محقق امام سید شریف جرجانی لکھتے ہیں۔

المقصد الخامس فی عصمة الانبیاء اجمع اهل الملل والشرائع کلها علی وجوب عصمتهم عن تعمد الکذب فی دل العجز القاطع علی صدقهم فیه کدعوی الرسالة وما یبلغونه من الله الی الخلائق اذ لو جاز علیهم التقول والا فتراء فی ذلک عقلا لا

دے الی ابطال دلالة المعجزة وهو محال وفی جواز صدوره ام صدور الکذب عنهم فی ماذکر علے سبیل السهو والنسیان خلاف فمنعه الا ستا دا بوا سحق وجوزه القاضی ابوبکر...... واما سائر الذنوب یعنی ماسوے الکذب فی التبیغ فهی اما کفرا وغیره. اما الکفر فاجمعت الامة علے عصمتهم من قبل النبوة وبعدها واما غیر الکفر فا ما کبائر اوصغائر وکل منها اماان یصدر عمدا او سهوا فالا قسام اربعة وکل واحد منهما اما قبل البعثة او بعدها اما الکبائر اے صدورها عتهم عمدً فمنعه الجمهور . واما هاصدور عنهم سهوا فجوزه الاکثرون ....واما الصغائر عمدا فجوز الجمهور...... واما صدور الصغائر سهوا فهو جائز اتفاقا..... هذا کله بعد الوحی الاتصاف بعد النبوة واما قبله فقالوا لا یمتنع ان یصدر عنهم کبیرة اذلا دلالة للمعجزة علیهم اے علے امتناع الکبیرة قبل البعثة ولا حکم العقل با متنا عها ولا دلالة سمعیة علیه ایضًا.

”پانچواں مقصد عصمت انبیاء کے بیان میں کل ملتوں اور شریعتوں والوں نے اس بات پر اجماع کیا ہے کہ جس امر میں معجزہ قاطع ان کی سچائی پر دلالت کرتا ہے اس میں جان بوجھ کر جھوٹ بولنے سے انبیاء معصوم تھے ۔ جیسے دعویٰ رسالت اور وہ چیزیں جن کو وہ اللہ کی طرف سے خلائق کی طرف پہنچا۔نے تھے ۔ اس لیے کہ اگر ان امور میں ان کا جھوٹ بولنا، بات بنانا اور افتراء کرنا عقلی حیثیت سے جائز ہوگا تو یہ بات ان کے معجزہ کے باطل کرنے تک پہنچ جائے گی۔ جو محال ہے ہاں ان لوگوں سے بطور سہو ونسیان، جھوٹ صادر ہو۔نے میں

اختلاف ہے۔ استاد ابو اسحٰق اس کو جائز نہیں سمجھتے لیکن قاضی ابو بکر جائز کہتے ہیں۔ باقی سب گناہ یعنی اسلام کی تبلیغ میں جھوٹ بولنے کے علاوہ جس قدر گناہ ہیں ان کی دو صورتیں ہیں یا کفر ہوگا یا کفر کے علاوہ گناہان کفر کے بارے میں تو امت کا اجماع ہے کہ وہ حضرات قبل نبوت بھی اس سے معصوم تھے اور بعد نبوت بھی رہے کفر کے علاوہ گناہان تو وہ سب گناہان کبیرہ ہوں گے یا صغیرہ ان میں سے ہر ایک یا عمداً صادر ہوں گے یا سہواً تو چار قسمیں ہوئیں اور ہر ایک ان میں سے یا رسالت کے پہلے ہوں گے یا اس کے بعد، پس گناہان کبیرہ کے بارے میں تو یہ ہے کہ ان لوگوں سے جان بوجھ کر ان کا صادر ہونا محال ہے رہا بھول چوک سے صادر ہونا تو اس کو اکثر علماء نے جائز رکھا ہے رہے گناہان صغیرہ تو جمہور نے تجویز کیا ہے کہ انبیاء جان بوجھ کر گناہان صغیرہ کرتے تھے اور سہواً کے بارے میں تو سب کا اتفاق ہے کہ انبیاء سے گناہان صغیرہ بھی صادر ہوتے تھے۔ یہ باتیں تو اس زمانہ کے متعلق ہیں جب وہ حضرات نبوت سے متصف ہو جاتے اور ان پر وحی نازل ہونے لگتی تھی۔ رہا اس کے قبل زمانہ تو لوگوں کا بیان ہے کہ اس کی کوئی دلیل نہیں ہے کہ اس زمانہ میں گناہان کبیرہ ان لوگوں سے صادر نہ ہوں نہ تو عقل ہی اس کو ناجائز کہتی ہے اور نہ کوئی آیت یا حدیث ہی ایسی ہے جس سے یہ واضح ہو سکے کہ انبیاء نبوت کے پہلے گناہان کبیرہ نہیں کرتے تھے۔

مولوی صاحب: اب ہم لوگوں کی کتابوں سے اس مسئلہ کے متعلق کوئی عبارت پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ البتہ ان لوگوں نے انبیاء کو غیر معصوم ہی سمجھا۔ عمداً، سہواً، صغیرہ، کبیرہ، قبل نبوت و بعد رسالت وغیرہ بات بنانے کی صورتیں ہیں۔ جن کو کوئی عقل تسلیم نہیں کر سکتی اب تم بتاؤ کہ تم لوگ انبیاء کو کس قسم کا معصوم سمجھتی ہو اور اس کی کیا دلیل ہے۔

ہدایت خاتون: ہم لوگوں کا کیا کہنا ہے جیسے انبیاء خدا نے بھیجے۔ ویسا ہی اعتقاد ہم لوگوں کا ان حضرات کے متعلق ہے۔ رہی دلیل تو خود تمہاری کتابیں کافی دلیل ہیں۔ شرح عقائد نسفی سے تم اپنا اعتقاد تو سن چکے ہو۔ اب ہم لوگوں کا اعتقاد بھی اسی سے سنو تحریر فرماتے ہیں۔

"وضع الشیعته صدور الصغیرة والکبیرة قبل الوحی وبعده"

شیعہ کہتے ہیں کہ انبیاء سے ان کے نبی مقرر ہونے کے قبل اور بعد ہر قسم کا گناہ خواہ کبیرہ ہو یا صغیرہ محال ہے (شرح تفتازانی ۱۷۱)

یہی عبارت شرح فقہ اکبر ۷ میں بھی ہے اور تمہارے علامہ دہر بحر العلوم میں لکھتے ہیں۔

ولا تصغ الی قول من یقول ان الانبیاء کیف یخطئون فی احکام اللہ تعالی فان ھذا القول قد صدر عن شیاطین اھل البدع کالروافض وغیرھم الم تر اھل الحق من السنة والجماعته القامعین للبدعة کثرھم اللہ تعالیٰ یجوزون علی الانبیاء الخطاء

جو شخص یہ دعویٰ کرے۔ کہ بھلا انبیاء سے احکام خدا میں کیونکر خطا ہو سکتی ہے تم اس کی بات نہ سنو۔ کیونکہ یہ قول شیاطین اہل بدعت کا ہے۔ جیسے روافض وغیرہ کیا تم نہیں دیکھتے کہ اہل سنت والجماعت کا وہ گروہ اہل حق جو بدعت کو مٹانے والا ہے۔ اللہ تعالی اس کی تعداد زیادہ کرتا رہے کہ تمام انبیاء خطا ہونے کو جائز سمجھتا ہے۔ (شرح مسلم الثبوت ۳۵۹)

مولوی صاحب: اف فوہ! تمہارے کاٹے کا تو کوئی منتر ہی نہیں ہے۔ تمہارا ہر وار بسمل کر دینے والا ہر جملہ ضرب کاری ہے۔

ہدایت خاتون: کیوں کیا ہوا؟ یہ جملے تم نے کس بات پر بولے۔ میں نے کیا کوئی نئی بات کہی؟

مولوی صاحب: تمہاری اسی عبارت پر کہ تم نے ایسی چیز پڑھی۔ جس سے تمہارے اعتقاد کا

ثبوت بھی ہوگیا اور اہل سنت کا عقیدہ بھی واضح ہوگیا کہ وہ باعلان انبیاء سے خطا ہونے کا اقرار کرتے اور گول مول بھی اس کو نہیں رکھتے تا کہ دوسروں کو تاویل کرنے یا کچھ بات بنانے کا موقع تو رہے۔

ہدایت خاتون: اب تمہارے علماء ہی ایسی عبارتیں لکھیں۔ جن سے تمہارے مذہب کا پردہ بھی فاش ہو جائے اور میرے مذہب کی حقیقت بھی ثابت ہوئے تو میں کیا کرسکتی ہوں! اور تم کیا کر سکتے ہو۔ یہی تو حق و باطل میں تمیز کرنے کے اسباب ہیں۔

مولوی صاحب: یہ بتاؤ کہ قرآن مجید سے نبوت کے متعلق تمہارے مذہب کی تائید ہوتی ہے یا میرے مذہب کی کیونکہ ہم لوگوں کی بحث کا معیار تو قرآن شریف ہے۔

ہدایت خاتون: اپنے مذہب کی تائید تم خود پیش کرو البتہ میں اپنے عقائد کی تائید وتصدیق میں بہت کچھ آیتیں پیش کرسکتی ہوں۔

مولوی صاحب: میرا دماغ تو کام نہیں کرتا تم اپنی دلیلیں بیان کرو اگر وہ درست ہوں گی تو وہی فیصلہ کردیں گی کہ میرے مذہب کے موافق اس میں کوئی آیت نہیں ہے کیونکہ قرآن مجید میں تناقض تو ہو ہی نہیں سکتا۔

ہدایت خاتون: اچھا سنو اور غور بھی کرو:

(۱) قل انی لن یجیرنی من الله احد ولن اجد من دونه ملتحدا الابلاغا من الله و رسالاته و من یعص الله و رسوله فان له نار جهنم خالدین فیها ابدا.

"اے رسول کہہ دو کہ مجھے خدا کے عذاب سے کوئی بھی پناہ نہیں دے سکتا اور نہ میں اس کے سوائے پناہ کی کوئی جگہ دیکھتا ہوں۔ خدا کی طرف سے احکام کے پہنچا دینے اور اس کے پیغاموں کے سوائے کچھ نہیں کرسکتا اور جس دن خدا اور

اس کے رسول کی نافرمانی کی تو اس کے لیے یقیناً جہنّم کی آگ ہے۔ جس میں وہ ہمیشہ رہے گا۔ (پ ۲۹ ع ۱۲)

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت رسول خدا صلعم اپنا فرض صرف خدا کے احکام کا پہنچانا قرار دیتے ہیں اور اس کے مقابلہ میں اللہ و رسول کی نافرمانی کرنے والوں کا عذاب بیان فرماتے ہیں جن کا لازمی نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ حضرت خود اللہ کی نافرمانی سے علیحدہ تھے اور یہی عصمت ہے۔

(۲) "اذکر اسماعیل والیسع وذا الکفل وکل من الاخیار"

اے رسول اور اسمٰعیل ویسع وذوالکفل کو بھی یاد کرو اور یہ سب نیک بندوں میں سے ہیں (پ ۲۳ ع ۱۳)

معلوم ہوا کہ انبیاء نیک بندے ہوتے ہیں۔ عام بندوں کی ایسی حالت نہیں ہے اور جو شخص خدا کا گناہ کرتا ہوگا خدا کی شان سے بعید ہے کہ اس کو نیک بندوں سے قرار دے۔

(۳) وما کان لہ علیھم من سلطان"

اور شیطان کا ان لوگوں پر کچھ قابو نہیں تھا (پ ۲۲ ع ۸)

ظاہر ہے کہ یہ عصمت کی قطعی دلیل ہے کیونکہ کوئی شخص بغیر شیطان کے گناہ کر نہیں سکتا اور خدا ان کے بارے میں فرماتا ہے کہ ان پر شیطان کا غلبہ نہیں۔ پس ان سے کوئی گناہ بھی نہیں ہوسکتا اور یہی دلیل عصمت ہے۔

(۴) "وادخلنا ھم فی رحمتنا انھم من الصالحین"

ہم نے ان سب کو اپنی رحمت میں داخل کرلیا بے شک یہ لوگ نیک بندے تھے (پ ۱۷ ع ۶)

اگر ان حضرات سے گناہ ہوتا تو خدا کبھی ان کو نیک بندے نہ کہتا۔

(۵) "ووھبنا لہ اسحاق ویعقوب نافلۃ وکلا جعلنا صالحین"

اور ہم نے ابراہیمؑ کو انعام میں اسحاقؑ اور یعقوبؑ کو عنایت کیا اور ہم نے سب کو نیک بنایا (پ۷اع۵)

ظاہر ہے کہ خدا جس کو نیک بنائے گا وہ بد نہیں ہو سکتا بلکہ وہ معصوم ہی رہے گا۔

(۶)" وجعلنا هم آئمة يهدون بامرنا و اوحينا اليهم فعل الخيرات واقام الصلوٰة وايتاء الزكوة وكانوا لنا عابدين

اور ہم نے ان سب لوگوں کو پیشوا بنایا، کہ ہمارے حکم سے ہدایت کریں اور ہم نے ان کے پاس نیک کام کرنے اور نماز پڑھنے اور زکوۃ دینے کی وحی بھیجی تھی اور یہ سب کے سب ہماری عبادت کرتے تھے۔(پ۷اع۵)

ظاہر ہے کہ برے اور گناہ گار لوگوں کے یہ اوصاف نہیں ہو سکتے۔

(۷) خدا شیطان سے فرماتا ہے:

واستفزز من استطعت منهم بصوتک واجلب عليهم بخيلک ورجلک وشارکهم في الاموال والاولاد وعدهم وما يعدهم الشيطان الا غرورا . ان عبادي ليس لک عليهم سلطان وكفى بربک وكيلا.

اور ان میں سے جن پر اپنی بات پر قابو پا سکے تو بہکا اور اپنے چیلوں کے سوار اور پیادوں سے چڑھائی کر اور مال و اولاد میں ان کے ساتھ شرکت کر لے، اور ان سے وعدے کر لے اور شیطان تو ان سے جو وعدے کرتا ہے دھوکے کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ ہاں! جو میرے خاص بندے ہیں۔ ان پر تیرا زور نہیں چل سکتا اور کارسازی میں تیرا پروردگار کافی ہے۔ (پ۱۵ع۷)

اگر غور کرو تو یہ آیت انبیاء کے معصوم ہونے کی کھلی ہوئی دلیل ہے کیونکہ جو شخص گناہ گار ہوتا ہے وہ غیر معصوم ہی ہوتا ہے اور گناہ گار شیطان کے غلبہ سے ہی گناہ گار ہوتا ہے۔ اب خدا

سے گناہ کے جو بندے ایسے ہیں۔ جن پر شیطان کا غلبہ نہیں ہوتا یا ان سے اس کا زور نہیں چلتا ان سے گناہ بھی نہیں ہوسکتا۔ بس وہی معصوم ہیں۔

(۸) قال رب بما اغویتنی لا زینن لهم فی الارض ولا غوینهم اجمعین الا عبادک منهم المخلصین. قال هذا صراط علی مستقیم. ان عبادی لیس لک علیهم سلطان الا من اتبعک من الغادین.

شیطان نے خدا سے کہا۔ میں ان کے لیے دنیا میں عمدہ سامان کر دکھاؤں گا اور ان سب کو ضرور بہکاؤں گا' خدا نے فرمایا کہ یہی سیدھی راہ ہے جو میرے مخلص بندے ہیں۔ ان پر تجھے کسی طرح غلبہ نہیں ہوسکتا' ہاں گمراہوں سے جو تیری پیروی کرے اس پر تیرا زور چل جائے گا۔ (پ ۱۴ ع ۳)

یہ آیت صاف طور پہ معصوم اور غیر معصوم کا پتہ بتا دیتی ہے اس کے بعد تو کسی آیت کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔

مولوی صاحب: بس کرو۔ تم تو پورا قرآن شریف ہی ختم کر ڈالو گی۔ زبان چلتی ہے تو رکتی ہی نہیں۔ واقعاً آخری آیت تو بہت واضح اور قطعی الدلالت ہے۔

ہدایت خاتون: خیر اب ختم کرتی ہوں مگر آخر میں ایک اور آیت ضرور سنا دوں گی:

و اذا ابتلی ابرهیم ربه بکلمات فاتمهن. قال انی جا علک للناس اماما. قال و من ذریتی قال لا ینال عهدی الظالمین.

"جب ابراہیمؑ کو ان کے پروردگار نے چند باتوں میں آزمایا اور انہوں نے پورا کر دیا اور خدا نے فرمایا۔ میں تم لوگوں کا پیشوا بنانے والا ہوں' حضرت ابراہیمؑ نے عرض کی اور میری اولاد میں سے بھی؟ خدا نے فرمایا ہاں مگر میرے اس عہدہ پر ظالموں میں سے کوئی شخص فائز نہیں ہوسکتا۔ (پ ۱ ع ۱۵)

بتاؤ ظلم کیا تعریف ہے؟

مولوی صاحب: مشہور ہے " اظلم وضع الشئی فی غیر محله " کسی چیز کا اس کی جگہ کے علاوہ کسی جگہ پر کر دینے کا نام ظلم ہے۔

ہدایت خاتون: اور گناہ بھی ظلم ہے یا نہیں ہر گناہ کبیرہ ہو یا صغیرہ۔

مولوی صاحب: بے شک ہر گناہ بھی ظلم ہی ہے۔ اس میں کس کو شبہ ہو سکتا ہے۔

ہدایت خاتون: اور خدا فرماتا ہے کہ جو ظالم ہیں۔ یعنی جن سے کبیرہ یا صغیرہ گناہ سرزد ہوتا ہے وہ لوگوں کی پیشوائی کا عہدہ نہیں پا سکتے۔ تو کیا نتیجہ نکلا؟ یہی تو لوگ غیر معصوم ہوتے ہیں۔ وہ کبھی خدا کی طرف سے لوگوں کے پیشوا مقرر نہیں ہو سکتے۔ پس جو پیشوا مقرر کئے گئے ان کا معصوم ہونا ضروری ہے۔ اس آیت میں خدا نے دو باتوں کا فیصلہ واضح طور پر فرما دیا ہے ایک تو یہ کہ کوئی شخص بغیر خدا کے مقرر کئے ہوئے کسی کا پیشوا ہو ہی نہیں سکتا۔ دوسرے یہ کہ پیشوا ہر شخص نہیں ہو سکتا بلکہ وہی ہوگا جو معصوم ہو اور کوئی گناہ عمر بھر اس سے سرزد نہ ہوا ہو۔ کیونکہ اگر اس نے ایک گناہ بھی کیا تو اس نے اپنے اوپر ظلم کیا اور ظالم ہو گیا اس کے علاوہ یہ حکم خدا قطعی نہ رہے گا۔

مولوی صاحب: ہاں آیت کے مفہوم سے تو یہی ثابت ہوتا ہے لو اس بحث نبوت میں بھی قرآن مجید تم لوگوں کا ہی مذہب حق بتا رہا ہے۔

ہدایت خاتون: اور تم لوگوں نے تو انبیاء کو چور، زانی، ڈاکو سے بھی بدتر دکھایا ہے۔ ایسی ایسی باتیں ان کے بارے میں لکھ دیں۔ کہ اسلام آریوں اور عیسائیوں کے اعتراضات کا پورا نشانہ بن گیا ہے۔ سابق انبیاء پر بھی ہاتھ صاف کیا۔ اور اپنے خاص رسول سید المرسلینؐ پر بھی وہ الزامات قائم کیے۔ کہ الامان والحفیظ! مگر خدا کا شکر ہے کہ ہمارا فرقہ حقہ شیعہ اثنا عشریہ قدیم الایام سے اس کا معتقد ہے کہ نبی اور امام کو من المهد الی للحد (پیدائش سے وفات تک) ہر طرح معصوم ہونا چاہیے کہ وہ نہ کفر کا مرتکب ہو سکتے ہیں نہ گناہان صغیرہ اور کبیرہ کا۔ مگر تم لوگ اس کے مخالف

ہو اور ایسے مخالف کہ ایسا عقیدہ رکھنے والوں کو لفظ بہ لفظ شیطان اور اہل بدعت خطاب کرتے ہو۔
یہ مسئلہ بدیہی ہے جس پر کسی دلیل کی چنداں ضرورت نہیں ہے جو شخص جس قدر خطاؤں اور عیوب سے مبرا ہوگا۔ اسی قدر معزز و موقر ہوگا اور جس قدر اس کے اعزاز و وقار کو ترقی ہوگی اسی قدر اس کی بات کا اثر زیادہ ہوگا اور جس قدر اثر زیادہ ہوگا اسی قدر کامیابی زیادہ ہوگی۔ جب تمام انسانوں کا یہ حال ہے تو جو شخص منجانب اللہ نبیؑ ہونے والا ہے یا امام اس کے لیے تو اس کی اور بھی ضرورت ہے کہ خدا اس کو وہ باتیں کرامت فرمائے جن سے اس کا اعتبار ایسا ہو کہ اس کا قول موثر ہو سکے۔ کیونکہ نبیؑ کی ضرورت یا بعثت تو اصلاح خلائق کے لیے ہوتی ہے جس کے وجود کو تقدم فساد لازم ہے کہ عالم پر از شر ہو جس کی اصلاح نبی کرے اور یہ بھی معلوم ہے کہ اس کی نبوت و رسالت ایک ایسے وجود مقدس کی طرف سے ہوتی ہے جو غیر مرئی اور غیر محسوس ہے۔ جس سے ہم نہ کچھ دریافت کر سکتے ہیں اور نہ اس کے پاس مثل سلاطین وغیرہ پہنچ کر پوچھ سکتے ہیں کہ آپ نے فلاں شخص کو ہم پر حاکم بنایا ہے یا اس کو افسر مقرر کیا ہے؟ لہٰذا ضروری ہوا کہ جو شخص نبیؑ ہونے والا ہے ابتدائے عمر میں اس سے ایسے اوصاف جمع ہوں کہ بلا خیال نبوت و امامت کے اس کی طرف قلبی میلان ہو۔ اس کی طرف نفس رجوع کرے اس کی ہر بات کا وزن ہو کیونکہ وہ آخر خدا کی طرف سے ہادی مقرر ہونے والا ہے۔ پس جب وہ مبعوث ہو اور دعویٰ کرے۔ تو لوگوں پر اس کا اثر پڑے اور باوجود مخالفت کے دل کو اس پر اعتماد ہو نہ یہ کہ ابتدائی عمر سے تو اس کے حرکات و سکنات ایسے ہوں کہ وہ موجب نفرت خلائق ہو۔ ایک وقت میں وہ دعویٰ نبوت کر بیٹھے ایسی حالت میں نفس کو کیونکر اس شخص پر اعتماد ہو سکتا ہے۔ ہم اپنے روزمرہ کے مشاہدہ میں دیکھتے ہیں کہ اکثر وہ اشخاص جو آئندہ چل کر کسی اعزازی درجہ پر فائز ہونے والے ہوتے ہیں ابتداء عمر ہی سے ایسے ہوتے ہیں کہ جب وہ کسی اعلیٰ عہدے پر فائز ہوتے ہیں تو لوگ کہنے لگتے ہیں ہم تو اس کی ابتدائی حالت ہی سے اس کے معترف تھے۔ ”می تافت ستارہ بلندی“ برخلاف اس کے اگر کوئی ابتدائی خراب چال چلن والا آدمی کامیاب ہو جاتا ہے تو سب کو نہایت حیرت ہوتی ہے اور مدتوں اس پر اعتبار نہیں ہوتا۔ وہ ہمیشہ مشکوک نظروں سے دیکھا جاتا ہے کیونکہ پہلے تو اس کے یہ

اوصاف واطوار تھے کیونکر یہ اس درجہ پر پہنچ گیا۔ ادعا علم یا ریاست کے متعلق تو ہم کچھ امتحان اور مشاہدہ سے فیصلہ کر سکتے ہیں کہ فلاں شخص عالم ہے یا نہیں۔ صاحب ریاست ہے یا نہیں، مگر نبوت ایک بہت مخفی امر ہے کیونکہ اس کا علم کسی معمولی علم کا تابع نہیں ہے جو معمولی امتحان سے فیصل ہو سکے۔ اس لیے کہ جو مدعی نبوت ہے اس کا علم بطور مکاشفہ یا حقیقت ہوتا ہے۔ پس اگر کوئی چالاک شخص مدعی نبوت ہو جائے۔ بوقت امتحان ایسا جواب دے سکتا ہے جو درحقیقت جواب نہ ہو۔ لیکن وہ اپنی چالاکی وعیاری سے اسی کو علم واقعی بتائے۔ اور اگر چہ ہم یا جو لوگ صاحب علم ہیں اس کو جاہل سمجھیں۔ مگر وہ اپنی چالاکی وزور تقریر سے عوام پر اپنا علم اور اعتبار قائم کر سکتا ہے۔ اس وجہ سے ضروری ہے کہ اس کے حالات وعادات ابتدائی عمر سے ایسے ہوں کہ اس پر دھوکہ وفریب کا احتمال کم ہو یہ واضح امور سے ہے کہ جس کے چال چلن ابتداء سے اچھے ہوتے ہیں۔ اس کا وزن ہوتا ہے اور ہر نفس اس کا ہر دعویٰ قبول کرنے پر تیار رہتا ہے۔ اور جو ابتداء سے بدچلن و آوارہ رہتا ہے مشکل سے اس کا وقار قائم ہو سکتا ہے۔ الا اینکہ کوئی گہری سازش کی جائے میں اور انبیاء کا ذکر اس وقت نہیں کرتی حضرت رسول مقبول صلعم ہی کو دیکھو تم نے سیرت و تاریخ کی کتابوں میں دیکھا ہے کہ آنحضرتؐ کی ابتدائی حالت فطرتاً ایسی تھی کہ ہر شخص ایک عمدہ خیال سے آپ کو دیکھتا اور آنحضرتؐ نے جب اظہار نبوت کیا ہے تو پہلے ان کفار سے خود ہی یہ سوال کیا کہ تم لوگ مجھ کو ابتدائی عمر سے کیسا جانتے ہو۔ اس پر سب نے متفق اللفظ کہا صادق، امین، جن کفار نے حضرت کے متعلق ان دو صفتوں کا اقرار کیا وہ اس وقت کافر تھے، بلکہ بعض تو ہمیشہ کافر ہی رہے۔ اور سب سے زیادہ وہی دشمن بھی رہے وہ نہ عصمت کو جانتے تھے، نہ نبوت کو مانتے تھے، نہ آپ نے بھی اظہار نبوت کیا تھا مگر یہی دو لفظ ایسے وزنی اور پر معنی ہیں۔ کہ جو کچھ مفہوم عصمت ہے وہ سب اس کے اندر موجود ہے۔ کسی طرح اس سے خارج نہیں۔ جس سے معلوم ہوا کہ حضرتؐ کی عصمت مسلم تھی اور ابتدائی عمر سے آپ معصوم سمجھے جاتے مگر یہ مسئلہ جس درجہ واضح اور ضروری تھا اسی قدر عیان اسلام کے ہاتھوں ایسا تباہ و برباد ہوا۔ کہ اس کے ذکر کرنے سے بھی شرم آتی ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ خود آنحضرتؐ کی عصمت بلکہ سارے انبیاء کی عصمت مشکوک مغموم

قرار پا گئی۔ دیکھ تمہارے علامہ دہر مولوی عبدالعلے صاحب جو بحر العلوم کہے جاتے ہیں اور علم اصول فقہ اہل سنت کا ان کی مشہور کتاب شرح مسلم الثبوت پر گویا خاتمہ ہے۔ اپنی اسی کتاب میں تحریر فرماتے ہیں:

فالاکثر من المسلمین علے انه لا یمتنع عقلا ذنب منهم مطلقا اے ذنب کان صغیرة اوکبیرة کفرا او وقوعه خلافا للشیعة فانهم لا یجوزون عقلا ذنبا علیهم مطلقا ای ذنب کان صغیرة اوکبیرة.

یعنی اکثر مسلمانوں کا مذہب یہ ہے کہ انبیاء سے گناہوں کا سرزد ہونا خواہ گناہان کبیرہ ہوں یا صغیرہ یا کفر عقلاً محال نہیں ہے (یعنی عقل اس کو محال نہیں کہتی) بر خلاف شیعوں کے۔ کہ وہ لوگ ان حضرات پر کسی قسم کا گناہ جائز نہیں سمجھتے۔ کسی قسم کا گناہ صغیرہ ہو یا کبیرہ (شرح مسلم الثبوت ۲۸۷)

اس عبارت سے یہ تو یقینی ثابت ہوا کہ مسلمانوں میں عصمت انبیاء کا قائل صرف فرقہ حقہ شیعہ ہے اور تم لوگ۔ (اہل سنت حضرات) انبیاء پر ہر طرح کا گناہ تجویز کرتے ہو خواہ صغیرہ ہو یا کبیرہ خواہ کفر۔ اور سنو زمانہ قریب ہے تمہارے مشہور عالم مولانا نواب صدیق حسن خان صاحب بھوپالی گزرے ہیں تحریر فرماتے ہیں۔ در عصمت از سائر ذنوب تفصیل است یعنی معصوم اند از کفر قبل وحی و بعد آں اجماعا و صغائر عمدا جائز است نزد جمہور و سہواً خود بالا تفاق روایت مگر آنچہ موجب نفرت و دال بر خست باشد مثل وز دیدن لقمہ و کم کردن دانہ دروزن و الیق بعظمت منصب وعلوے منزلت ایشاں عصمت از صغائر و کبائر ہر دو است عمداً و سہواً و بایں رفتہ اند جمہور۔ و اگر لغزشے از ایشاں بوجودمی آید زود برآں متنبہ کردہ می شوند و ایں ہمہ بعد وحی است و قبل آں دلیلے بر امتناع صدور کبیرہ از ایشاں قائم نیست و معتزلہ با متناع رفتہ اند و شیعہ صدور صغیرہ و کبیرہ را پیش از وحی می کنند اسی مسئلہ میں کہ باقی کل گناہوں سے انبیاء معصوم ہوتے ہیں یا نہیں تفصیل ہے

اس طرح کہ وہ حضرات نبی ہونے کے پہلے اور بعد کفر سے تو ضرور معصوم ہوتے ہیں جس پر اجماع قائم ہے۔ اور گناہان کبیرہ کا تو جان بوجھ کر ان سے صادر ہونا جائز ہے اور بھولے سے صادر ہونا تو خود ہی باتفاق جائز ہے سوائے ان باتوں کے جو نفرت کا باعث ہوں یا ان کی خست ثابت کریں۔ مثلاً لقمہ چرانے اور وزن میں دانہ کم کرنے کی حرکت ان سے نہیں ہوگی۔ اور ان حضرات کے منصب کی عظمت اور ان کی منزلت کی بلندی کے لائق یہ امر ہے کہ ان کو گناہان کبیرہ و صغیرہ دونوں سے معصوم ہونا چاہیے۔ جان بوجھ کر بھی اور بھولے چوکے سے بھی چنانچہ جمہور اسی مسلک کی طرف گئے ہیں۔ اور اگر ان سے کوئی لغزش ہو جاتی تھی تو فوراً اس پر متنبہ کر دیئے جاتے تھے اور سب باتیں وحی (نبیؐ ہونے) کے بعد کے متعلق ہیں۔ رہا نبیؐ ہونے سے پہلے کا زمانہ تو اس کے بارے میں کوئی دلیل نہیں ہے۔ کہ ان سے گناہان کبیرہ اس زمانہ میں بھی نہیں ہوتے تھے اور شیعہ تو کہتے ہیں کہ انبیاء سے قبل نبوت بھی نہ گناہان کبیرہ صادر ہوتے تھے نہ گناہان صغیرہ"

(بغتیہ الرائد، ۷۹)

ان عبارتوں سے جہاں اس کی وجہ معلوم ہوئی کہ انبیاء کا گناہان کبیرہ و صغیرہ سے معصوم ہونا بہتر ہے وہاں یہ بھی واضح ہوا کہ ان حضرات کا گناہوں سے قبل نبوت معصوم ہونا بھی بہتر ہے اور جہاں یہ بات معلوم ہوئی کہ تم لوگ (اہل سنت) انبیاء کے لیے قبل نبوت ہر طرح کے گناہوں کو تجویز کرتے ہو اور بعد نبوت بھی گناہان صغیرہ کو تجویز کرتے ہو۔ وہاں یہ بھی معلوم ہوا کہ ہم شیعہ انبیاء کے لیے قبل نبوت و بعد نبوت گناہان کبیرہ و صغیرہ غرض سب کو عمداً بھی محال جانتے ہیں اور سہواً بھی، اس جرم پر ہم لوگوں کو تمہارے بحر علوم رافضی، اہل بدعة اور شیطان کا خطاب دیتے ہیں۔ یہ بھی جانتے ہو کہ تم لوگوں نے انبیاء سے عصمت کا درجہ کیوں چھینا؟ کیوں اس کا اعتقاد ضروری سمجھا گیا کہ وہ معصوم نہیں ہوتے ہیں۔

مولوی صاحب: میں کیا جانوں؟ میں تو یہی جانتا ہوں کہ میرے مذہب والے بھی ان حضرات کو معصوم ہی کہتے ہیں۔

ہدایت خاتون: یہ سب اصول و قواعد اس زمانہ کے بنائے گئے تھے جب نبیؐ معصوم کا وصی کا جانشین

جو خود بھی معصوم تھا۔ خلافت کا اہل موجود تھا' اور اس کی نسل ۲۵۶ھ تک درجہ امامت پر فائز رہی۔ اور اپنی عصمت سے تمام عالم کو خبردار کر رہی تھی۔ اس شرف و فضیلت آئمہ طاہرینؑ کو مٹانے کے لیے یہ اعتقادات ایجاد کیے گئے کہ جب خود نبیؐ ہی معصوم نہیں تھے اور انبیاء خود ہی گمراہی میں مبتلا رہتے۔ گناہ کرتے رہتے تو ان کے جانشینوں اور ان کے خلفاء کو عصمت کی کیا ضرورت ہے آخر وہ لوگ اپنے اغراض و مقاصد میں کامیاب ہوئے اور حضرات آئمہ طاہرین کی پیروی سے اکثر اہل اسلام محروم ہی رہے۔ ان کے مقابلے میں معاویہ بلکہ یزید تک خلیفہ مسلم ہو گیا۔ مگر اب تم لوگوں کو کیا پڑی ہے جب کل سلطنت اور خلافت ہاتھ سے نکل گئی اور سب سے کمزور جماعت قرار پا چکے تو اب کیوں اپنے ایمان کے درست کرنے کی فکر نہیں کرتے ہو۔ اس زمانہ میں تو نہ کوئی صاحب خلیفۃ الرسولؐ بن سکتے ہیں نہ امیر المومنین کا شرف پا سکتے ہیں۔ پھر ان کے کرتوتوں پر پردہ ڈالے رہنے کے لیے کیوں اپنے مذہب کا ستیاناس کرتے ہو۔ اب بھی غور و فکر سے کام لو کہ اگر انبیاء کرام بھی عامتہ الناس کی طرح گناہوں کی آلائش میں مبتلا رہتے تو ان کے دعویٰ نبوت میں کیا وزن باقی رہتا۔ ان کی تعلیم کا کیا اثر ہوتا۔ ان کے ارشادات کی طرف کون توجہ کرتا؟ اور ان سے ہدایت حاصل کرنے کے لیے کوئی کیونکر آمادہ ہوتا۔ اس سے تو سب کہتے اوخویشتن گم است کو رہبری کند"

طیب ولادت

غرض نبوت و رسالت کا مبعث بھی تم لوگوں کی وجہ سے نہایت شرم ناک ہو گیا۔ تم لوگ زبان سے بات بات میں رسولؐ اللہ کا دم بھرتے اور قدم قدم پر حضرت نے فرمایا" رسول مقبولؐ کا ارشاد ہے" کہتے ہو مگر کتابوں میں ان حضرات سے نفرت کے ایسے ذخیرے جمع کر دیئے ہیں کہ اگر غیر مسلم قوموں کو اطلاع ہو جائے تو تم لوگ ان کو منہ تک نہ دکھا سکو گے۔ ہم شیعوں کا اعتقاد یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے لیے طیب ولادت ضروری ہے' ان کو نسبی اور نسلی خرابیوں سے پاک و پاکیزہ ہونا چاہیے۔ ان کے خاندان میں کسی قسم کا حرام کاری کو دخل نہ ہو۔

کیونکہ یہ عیب ہے اور ان حضرات کو ہر عیب سے مبرا ہونا ضروری ہے۔ مگر تم لوگ ان حضرات کے لیے ہر طرح کے خاندانی عیوب کو جائز جانتے ہو۔ جائز ہی نہیں بلکہ واقع مانتے ہو۔ چنانچہ اس کے معتقد ہو کہ معاذ اللہ اجداد رسولؐ اللہ میں حرام کاری ہوئی اور اسی شاخ میں حضرت سید الانبیاء نے وجود پایا جس میں حرام کاری ہوتی تھی۔ جیسا کہ تمہاری معتبر کتابوں روض انف سہیلی و معارف ابن قتیبہ و کتاب الاکتفاء ابو الربیع سلیمان بن سالم کلاعی وغیرہ میں بہ تفصیل مذکور ہے حالانکہ معمولی عقل والا آدمی بھی سمجھ سکتا ہے کہ نبوت نہ میونسپل بورڈ کی کمشنری ہے اور نہ کونسل کی ممبری کہ جو شخص زیادہ قوت' وقت اور دولت صرف کرے وہی اس پر قبضہ کرلے خواہ اس کا خاندان' اس کا علم اس کی عقل ہیچ ہو بلکہ یہ ایک عطیہ خداوندی و فضل الٰہی ہے کہ وہی جس شخص کو اس کام کے لیے منتخب کرتا اس کو عطا کرتا ہے پھر کیونکر ممکن ہے کہ خدا اپنی نیابت کا اتنا عظیم الشان عہدہ اس خاندان میں ودیعت کردے جس میں حرام کاری ہو چکی ہو۔ جس عیب کی وجہ سے نبی کسی سے کوئی بات نہ کر سکے۔ کسی کو نصیحت نہ کر سکے۔ کسی کو دین الٰہی کی طرف بلا نہ سکے اس لیے کہ معمولی آدمی تک کو اگر معلوم ہو جاتا ہے کہ اس کی یا اس کے بزرگوں میں کسی کی ولادت زناء یا ناجائز تعلق کی وجہ سے ہوئی ہے تو وہ لوگوں سے الگ تھلگ رہتا اور تنہائی کی زندگی پسند کرتا ہے پھر جو شخص خدا کی طرف سے تمام عوالم کی ہدایت و راہبری کے لیے مبعوث ہوگا اس کی زبان کسی کے سامنے کیا کھلے گی ان وجوہ سے ماننا پڑتا ہے کہ ان حضرات کے خاندانی عیوب کے تمام اعتراضات غلط اور ان حضرات کے حق میں ظلم عظیم ہیں۔ اس زمانہ ترقی و روشنی و تہذیب میں بھی اہل فہم کی جماعت خاندانی عزت و شرافت کو خاص عظمت و رغبت کی نظر سے دیکھتی ہے اور اسی وجہ سے یورپ کے وہ عیسائی مورخین جو حضرت رسولؐ خدا کے مخالف ہیں حضرت کو مبتذل ثابت کرنا چاہتے ہیں' تمہارے شمس العلماء مولوی شبلی صاحب لکھتے ہیں۔

آنحضرتؐ کا خاندان اگرچہ آبا واجداد سے معزز اور ممتاز چلا آتا تھا تاریخ عرب کا ایک ایک حرف اس واقعہ کا شاہد ہے لیکن ''ماگولس'' نے نہایت کوشش کی ہے کہ آنحضرتؐ کے

خاندان کو متبذل ثابت کیا جائے اس کے الفاظ یہ ہیں یہ بالکل ظاہر ہے کہ محمدؐ ایک غریب اور ادنیٰ خاندان سے تھے۔ اس کے بعد صاحب موصوف نے ایک حسب ذیل استدلال پیش کیے ہیں۔

(۱) قرآن مجید میں ہے کہ قریش کو حیرت تھی کہ ان میں ایسا پیغمبر کیوں نہ بھیجا گیا جو شریف خاندان سے ہوتا۔

(۲) پیغمبر کے عروج کے زمانہ میں قریش نے آنحضرتؐ کو اس درخت سے تشبیہ دی جو گھورے پر جمتا ہے۔

(۳) رسولؐ اللہ کو جب ایک شخص نے مولا کے لفظ سے خطاب کیا تو آپؐ نے اس لقب سے انکار کیا۔

(۴) فتح مکہ کے دن آپؐ نے فرمایا کہ آج شرفاء مکہ کفار کا خاتمہ ہو گیا" قرآن شریف کے الفاظ یہ ہے۔

" وقالوا لولا نزل هذا القرآن علی رجل من القريتين عظيم"

"یعنی کفار کہتے ہیں ہیں یہ قرآن دو شہروں (مکہ و طائف) کے کسی رئیس پر کیوں نہ اترا؟"

عظیم اور شریف دو الگ لفظ ہیں۔ قرآن میں عظیم کا لفظ اہل عرب دولت و اقتدار والے کو عظیم کہتے تھے۔ ان کو آنحضرتؐ کی شرافت سے نہیں بلکہ جاہ و دولت سے انکار تھا۔ دوسرا استدلال۔ اگر صحیح ہو تو دشمن کی ہر بات صحیح ماننا چاہیے۔ کفار نے تو آنحضرت کو دیوانہ' جادو زدہ' شاعر سب کچھ کہا۔ ان میں سے کون سی بات صحیح ہے؟ بے شبہ آنحضرتؐ نے مولا اور سید کے لفظ سے انکار کیا۔ لیکن متعدد حدیثوں میں صاف تصریح ہے کہ آپؐ نے فرمایا مجھ کو سید اور مولا نہ کہو۔ مولا اور سید خدا ہے قرآن میں ہر جگہ خدا ہی کو مولا کہا ہے۔ اس سے آنحضرتؐ کی خاندانی شرافت کا ابطال کیونکر ہوتا ہے۔ آخیر استدلال بھی حیرت انگیز ہے۔ اس سے آنحضرتؐ کی کم

نسبی کیوں کر ثابت ہوتی ہے؟ کہ شرفاء مکہ سے مراد جبارین ومتکبرین مکہ ہیں "ماؔ ولس" صاحب نے یہ دلائل "نولدیک" سے نقل کیے ہیں جو مشہور جرمن "مستشرق ہے" "ایں خانہ تمام آفتاب است"۔(سیرۃ النبی جلد ۱ ۱۱۸)

مولوی صاحب: یورپ کے مصنفین بھی اسلام اور حضرت رسول مقبولؐ پر اعتراض کرنے کے لیے کیسی رکیک اور بودی باتیں اختیار کرتے تھے۔

ہدایت خاتون: مگر ان سب کا مواد بھی تو تمہارے علماء اور پیشوایان دین ہی نے جمع کر دیا ہے۔ میں سچ کہتی ہوں کہ اگر تمہارے علماء نے مشکوٰۃ' صحیح بخاری' مسند احمد بن حنبل' کنزالاعمال' رد المختار وغیرہ میں مہمل اور قابل نفرت باتوں کا ڈھیر نہ لگا دیا ہوتا تو آج عیسائیوں کے ہزاروں اعتراضات سے بھی ہر کاغذ خالی رہتا اور آریوں کو چوٹیلی باتیں بلکہ زہریلی چٹکیوں سے بھی سب اہل اسلام محفوظ رہتے۔

مولوی صاحب: سچ ہے "از ماست کہ بر ماست" ہم لوگوں کی ہر مصیبت ہمارے ہی ہاتھوں پیدا ہوئی ہے۔

آباؤ اجداد انبیاء کے کفر و ایمان کا بیان

ہدایت خاتون: صرف مسئلہ ولادت یا نسبی حالت ہی کو تم لوگوں نے مجروح کیا بلکہ ان حضرات کے آباؤ اجداد کے ایمان کا بھی تو وہی انجام کیا۔ ہم شیعوں کا عقیدہ ہے کہ آباؤ اجداد انبیاء کا ہمیشہ موحد ہونا اور کفر و شرک سے آلودہ نہ ہونا ضروری ہے۔ مگر تم اہل سنت اس میں بھی ہمارے مخالف اور کفر و ضلالت آباء مرسلین کے قائل ہو حالانکہ موٹی عقل کا آدمی بھی سمجھ سکتا ہے کہ خدا نے اپنے اختیار و انتخاب سے ان حضرات کو نبیؐ بنایا اور "روز الست" ہی سے ان کی نبوت مقرر ہوئی تو کیا وہ اس پر قادر نہ تھا کہ ان کو ایسے اصلاب طاہرہ سے باہر لائے جہاں کسی طرح کی نجاست' کفر و شرک نہ ہو اور وہ ہر طرح کی خباثتوں سے مبرا ہوں کہ پھر کفار و مشرکین کو بھی یہ کہنے کا موقع نہ

ملے کہ تم جن بتوں کی مذمت کرتے ہو ان کے آگے تو تمہارے آباؤ اجداد بھی سر جھکا چکے ہیں اور ان کو اپنا خدا مان چکے ہیں۔ جس سے نبی کو فی الجملہ شرمندگی تو ضرور ہوگی۔ معلوم ہوتا ہے کہ تم لوگ نبوت میں بھی خدا کے فعل کو قادر مطلق کا فعل نہیں سمجھتے' نہ فاعل مختار کا' خام خیال کرتے ہو بلکہ سب کو مضطربانہ امور قرار دیتے ہو کہ جس کافر کے بچے کو چاہے نبیؑ بنا دے۔ چنانچہ تمہارے عالم لاثانی یوسف اعور اپنے رسالہ میں جو شیعوں کی رد میں لکھا ہے فرماتے ہیں۔

"منها اعا بتهم قول اهل السنه بکفر ابوے النبی وذلک حق لا اعابة علی اهل السنة"

یعنی منجملہ ان کے یہ ہے کہ شیعہ ہم اہل سنت کے اس قول پر عیب لگاتے ہیں۔ کہ اہل سنت والدین رسولؐ اللہ کے کفر کے قائل ہیں۔ حالانکہ یہی حق ہے۔ اس میں کسی طرح کا الزام اہل سنت پر نہیں ہے۔

تمہارے ان عالم بے بدل نے دانستہ خود قرآن و احادیث سے نہایت مدلل طور پر ثابت کیا ہے کہ یہی عقیدہ اہل سنت درست ہے۔ کہ والدین آنحضرت کے کافر تھے۔ اس عقیدہ میں کسی طرح کی خرابی نہیں ہے۔ لطف یہ ہے کہ یہ لوگ بروز قیامت بھی آباؤ اجداد انبیاء کے اسلام کے قائل نہیں ہیں۔ حالانکہ تم لوگوں کے قواعد مقررہ میں ہے کہ یہ جو لوگ زمانہ فترہ انبیاء میں رہے ہیں یعنی اسی زمانہ میں جو دو نبیوں میں گزرتا ہے جیسے وہ زمانہ جو حضرت عیسیٰؑ اور حضرت رسولؐ خدا کے درمیان ہوا۔ اور ان کا یہ حکم تسلیم کیا گیا ہے۔ کہ بروز قیامت خدا ان کا امتحان لے گا اس روز بھی اگر کوئی اسلام کا اقرار کرلے گا تو بہشتی ہوگا' اور جو انکار کرے گا جہنم میں ڈالا جائے گا مگر آباء حضرت رسولؐ خدا کے بارے میں طے ہے کہ بروز قیامت ان حضرات کا امتحان ہوگا تو اس روز بھی وہ ایمان نہیں لائیں گے۔ اپنے کفر ہی پر ہی اڑے رہیں گے اور آخر کار جہنم میں جھونک دیئے جائیں گے۔ چنانچہ تمہارے علامہ ابن کثیر اپنی کتاب میں لکھتے ہیں:

واخباره علیه السلام عن ابویه وجده عبدالمطلب بانهم من اهل

النار لا ينافي الحديث الوار وعنهم من طرق متعدده ان اهل الفترة والاطفال والجانين والصم يمتنون في العرصات، يوم القيامة كما بسط سند او متنا عند قوله تعالى وما كنا معذبين حتے نبعث رسولا فيكون هولاء من جُملة من لا يجيب .

''یعنی حضرت رسولؐ خدا نے جو خبر دی ہے کہ حضرت کے والدین اور ان کے جدامجد جناب عبدالمطلب دوزخ میں جائیں گے اس حدیث کے منافی نہیں ہے جو ان لوگوں سے چند طریقوں سے وارد ہوئی ہے کہ جو لوگ اہل فترہ سے ہیں یا لڑکے' پاگل' بہرے وغیرہ' ان سب کا امتحان قیامت میں لیا جائے گا۔ جیسا کہ سند اور متن کے اعتبار سے خدا کے قول " وماکنا بمذ بیز حتے نبعث رسولا "جب تک ہم رسول نہیں بھیج لیں گے اس وقت تک کسی گناہ گار کو عذاب نہیں دیں گے کی تفسیر میں تفصیل سے بیان کیا گیا ہے تو بہت لوگ اس روز ایمان قبول کرلیں گے اور بہت سے انکار ہی کرتے رہیں گے۔ حضرت رسول خداصلعم کے آباؤ اجداد بھی اس امتحان میں فیل ہو جائیں گے' وہ ایمان قبول نہیں کریں گے''(کتاب البدایۃ النہایۃ)

مولوی صاحب: بھلا ان باتوں کے لکھ دینے کی کیا ضرورت تھی بے کار وقت ضائع کرتا ہے۔

ہدایت خاتون: ضرورت یہ تھی کہ حضرت رسولؐ خدا کے آباؤ اجداد کا درجہ انتہائی کفر و الحاد کا ثابت کر دیا جائے اور دکھایا جائے کہ وہ ایسے سرکش رہے ہیں کہ قیامت میں بھی ایمان و اسلام کے ناموں سے کانوں پر ہاتھ دھریں گے حالانکہ رسولؐ خدا کی حدیثوں میں بھی ایسی چیزیں موجود ہیں جن پر غور کرتے تو سب کو ماننا پڑتا کہ وہ حضرات ایسے نہیں ہو سکتے مثلاً۔

قال رسولؐ الله ان الله قسم الخلق قسمين فجعلني في خيرهما قسما ثم جعل القسمين اثلا ثا فجعلني في خيرها ثلثا ثم جعل

الاثلاث قبائل فجعلنی فی خیر ها قبیلة ثم جعل القبائل بیوتا فجعلنی فی خیرھا بیتا فذلک قوله انما یرید الله لیذ هب عنکم الرجس اهل بیت ویطهر کم تطهیر

(خصائص کبریٰ جلد ۱، ۳۸)

''حضرت رسولؐ خدا نے فرمایا کہ خدا نے پہلے اولادِ آدمؑ کو دو حصوں میں تقسیم کیا تو میرے نور کو اس حصّہ میں رکھا۔ جو بہتر تھا۔ پھر ان دو حصوں کو تین تین ٹکڑوں پر تقسیم کیا اور مجھے بہترین ٹکڑے میں رکھا پھر ان قبیلوں کو بہت سے خانوں میں تقسیم کیا اور مجھے بہترین خاندان میں رکھا یہی مطلب ہے خدا کے کلام آیت تطہیر کا کہ اے اہل بیت نبوت اللہ کا ارادہ یہی رہتا ہے کہ تم سے ہر خرابی اور عیب کو دور رکھے اور تمہیں نہایت پاک و پاکیزہ بنائے رکھے''

یہ بھی حضرتؐ ارشاد فرماتے تھے۔

ومالی لا اضحک وھذا جبریل یخبرنی عن الله عزوجل ان الله باھی بی وبعمی اللعباس وباخی علی ابن ابی طالب سکان الھوی وحملة العرش وارواح النبیین وملائکة السموات وباھے متی اهل سماء الدنیا .(کنز الاعمال جلد ۲، ۱۱۴)

''میں کیوں نہ اپنی عزت و شرف پر ہوں یہ جبرئیلؑ خدا کے ہاں سے آ کر مجھ کو خبر دیتے ہیں کہ خدا میری اور میرے چچا عباس اور میرے بھائی علی ابن ابی طالب کی وجہ سے ساکنان ہو و حاملان عرش و ارواح انبیاء و ملائکہ سماوات پر فخر و مباہات کرتا ہے اور میری امت کی وجہ سے آسمان دنیا والوں پر فخر کرتا ہے۔

حضرتؐ نے کئی بار یہ بھی فرمایا ہے:

قال لی جبریل قلبت مشارق الارض و مغاربها فلم اجد رجلا

افضل من محمد و قلبت مشارق الارض و مغاربها فلم اجد نبی اب افضل من بنی هاشم (کنز الاعمال ۱۰۲)

''مجھ سے جبرائیل نے بیان کیا کہ یا حضرتؐ میں نے دنیا کے پورب پچھم کو اچھی طرح چھان ڈالا۔ محمدؐ (حضور والا) سے افضل کسی شخص کو بھی نہیں پایا اور دنیا کے پورب پچھم کو گویا الٹ پلٹ کر دیکھ ڈالا کسی خاندان کو بنی ہاشم سے افضل نہیں پایا''

یہی خدا کے فرشتے حضرت رسولؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہتے تھے۔

انا ابشرک انه لیس احد کرم علے الله منک

(کنز الاعمال، ج ۶، ۱۰۲)

''میں آپؐ کو خوش خبری اور مبارک دیتا ہوں کہ اللہ کے نزدیک آپؐ سے زیادہ شریف اور معزز نسبت کا کوئی شخص نہیں ہے''

کسی وقت حضرت رسولؐ خدا اس طرح بیان فرماتے تھے۔

ان الله خلق الخق فاختار من الخلق بنی آدم و اختار من بنی آدم العرب و اختار من العرب مضر و اختیار من مضر قریشا و اختار من قریش بنی هاشم و اختارنی من بنی هاشم فانا من خیار الے خیار .

(**مسالک الحنفا** علامہ سیوطی، مطبوعہ حیدر آباد ۲۰)

''اللہ نے دنیا کو پیدا کیا اور سب مخلوق سے افضل بنی آدم کو کیا اور بنی آدمؑ میں سے اشرف عرب کو بنایا اور عرب سے خاندان مضر کو چنا اور خاندان مضر سے قریش کو پسند کیا۔ اور قریش سے بنی ہاشم کو منتخب فرمایا اور مجھے بنی ہاشم سے ممتاز کیا۔ غرض میں ہمیشہ اچھے بزرگوں سے اچھے خردوں میں ہی اتارتا چلا آیا''

کسی موقع پر اس طرح ارشاد فرماتے تھے۔

"خیر العرب مضر و خیر بنو عبد مناف وخیر بنی عبد مناف بنو هاشم وخیر بنی هاشم بنو عبدالمطلب و الله ما افترق فرقتان (مند خلق)الله آدم الاکنت فی خیر هما "(کتاب مذکوره ۲۰)

"بہترین عرب مضر ہیں اور بہترین مضر خاندان عبد مناف ہے اور خاندان عبد مناف میں بہترین قبیلہ بنی ہاشم ہے اور بنی ہاشم میں بہترین بنو عبدالمطلب ہیں خدا کی قسم حضرت آدمؑ کی پیدائش سے اب تک لوگوں کی جب بھی دو قسمیں ہوئیں تو میں اس قسم میں رہا جو ان سب میں سب سے اشرف و اعلیٰ تھی"

یہ بھی فرماتے ہیں:

لم یزل الله ینقلنی من الله صلاب الطیبة الی الارحام الطاهرة مصفی مهذ باًلا تنشعب شعبتان الا کنت فی خیر هما

(کتاب مذکور ۱۹)

"خدا مجھے ہمیشہ پاک و پاکیزہ صلبوں سے صاف و ستھرے اور با عفت رحموں کی طرف منتقل کرتا رہا۔ اسی طرح کہ میں ہمیشہ ہر عیب سے محفوظ اور ہر خوبی سے آراستہ رہا۔ میرے بزرگوں میں جن کی اولاد کئی شاخوں میں منقسم ہوتی ان میں جو بہترین شاخ ہوتی ان میں خدا مجھے رکھتا رہا" (کتاب مذکور ۱۹)

کبھی فرماتے تھے:

انا آنفسکم نسبا وصهرا حسبا (مواهب الدینہ ج ۱ ۱۳)

"نسب، رشتہ اور حسب کے اعتبار سے میں تم سب لوگوں سے زیادہ شریف ہوں"

کبھی اس طرح ارشاد فرمایا کرتے تھے:

"ان الله عزوجل اصطفے کنانة من ولد اسماعیل واصطفے

قریشا من کنانة واصطفے من قریش بنی هاشم واصطفانی من بین هاشم "(کنزالاعمال' جلد ٦' ١٠٥)

"خدائے عزوجل نے اولاد اسمعیلؑ سے کنانہ کو چنا اور کنانہ سے قریش کو چھانٹا اور قریش سے بنی ہاشم کو ممتاز کیا اور مجھے بنی ہاشم سے انتخاب کیا"

کبھی حضرتؐ نے اپنے شرف کو ان الفاظ میں ذکر فرمایا ہے:

"انا محمد بن عبدالله بن عبدالمطلب ان الله خلق الخلق فجعلنی فی خیر هم ثم جعلهم فرقتین فجعلنی فی خیر هم فرقة ثم جعلهم قبائل فجعلنی فی خیرهم قبیلة ثم جعلهم بیوتا فجعلنی فی خیر هم بیتا وخیر کم نفسا.

(کنزالاعمال' جلد ٦' ١٠٤)

"میں عبداللہ بن عبدالمطلب کا بیٹا محمدؐ ہوں۔ خدا نے انسان کو پیدا کیا تو ان میں جو سب سے زیادہ شریف لوگ تھے۔ انہیں میں میرا نور رکھا پھر خدا نے ان لوگوں کے دو حصّے کر دیئے۔ اس وقت بھی میرا نور سب سے اچھے حصّہ میں رکھا' پھر ان لوگوں کو کئی قبیلوں میں تقسیم کر دیا۔ جب بھی میرے نور کو بہترین قبیلہ میں رکھا' پھر ان کو کئی خاندانوں میں تقسیم کیا اب بھی میرا نور سب سے اعلیٰ و اشرف خاندان میں ودیعت فرمایا اس طرح میرا خاندان تم لوگوں کے خاندانوں سے بہتر اور میری ذات بھی تم لوگوں سے بہتر ہے"

کبھی اس طرح ارشاد فرمایا ہے۔

ماافترق الناس فرقتین الاجعلنی الله فی خیرهما فا خرجت من بین ابوی فلم یصبنی شئی من عهد الجاهلیة وخرجت من نکاح ولم اخرج من سفاح من لدن آدم حتے انتهیت الی ابی دامی فانا

خیر کم نسبا ویخو کم ابا.(کنزالاعمال 'جلد ٦ ' ١٠٠)

''خدا نے میرے نور کو پیدا کر کے حضرت آدمؑ کے صلب میں رکھا پھر اس وقت سے آخر وقت تک حضرت آدمؑ کی جو اولاد در اولاد ہوتی گئی اس میں خدا نے میرا نور اس شخص کے صلب میں قرار دیا۔ جو سب سے بہتر واشرف واعلیٰ تھا' میں اپنے باعفت ماں باپ سے پیدا ہوا اور زمانہ جاہلیّت کی نسبی خرابیوں سے کوئی عیب مجھ میں نہیں ہو سکا۔ میری ولادت حضرت آدمؑ سے اس وقت تک بہ قاعدہ نکاح کے ذریعہ سے ہوئی ۔ زنا وغیرہ کا لگاؤ کبھی بھی نہیں ہوا۔ یہاں تک کہ میرا نور میرے ماں اور باپ تک پہنچا' غرض میں نسب میں تم سب لوگوں سے بہتر ہوں اور میرے ماں باپ سب لوگوں کے آباؤ اجداد سے افضل اعلیٰ و اشرف تھے''

یا کبھی اس طرح فرماتے تھے:

ماولدتنی بغی قط منذ خرجت من صلب آدم ولم تزل تنازعنی الامم براعن کابرحتی خرجت من افضل حین من العرب هاشم و زهرة ۔(کنز الاعمال' جلد ٦' ١٠٧)

''جب سے میں حضرت آدمؑ کے صلب سے نکالا میری نسل میں کوئی بھی حرام کا رعورت نہیں ہوئی۔ اور ہمیشہ مجھے اچھے اور شریف لوگوں میں ہی رہنے کا موقع ملا۔ یہاں تک کہ عرب کے دو سب سے افضل قبیلوں خاندان بنی ہاشم و خاندان بنی زہرہ سے میری ولادت ہوئی''

ہاں تمہارے ہاں بعض انصاف پسند علماء بھی گزرے ہیں ۔ چنانچہ ان کی نظر ان احادیث پر پڑی تو خود ان لوگوں کو اقرار کرنا پڑا کہ آباؤ اجداد رسولؐ عزت وشرف ونجابت میں بھی اعلیٰ درجہ پر فائز تھے اور دوسرے لوگ ان حضرات کا مقابلہ کسی طرح نہیں کر سکتے ۔ مثلاً

تمہارے علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

ثم رایت الامام اباالحسن الماوردی اشار الی نحو ما ذکرہ الامام فخرالدین الاانہ لم یصرح کتصریحہ فقال فی کتابہ اعلام النبوۃ لما کان انبیاء اللہ صفوۃ عبادہ و خیرۃ خلقہ لم کلفہم من القیام بحقہ والارشاد لخلقہ استخلصہم من اکرم العناصر واجتبا ھم بحکم الاوامر فلم یکن نسبہم من قدح والمنصبہم من جرح یکون القلوب اصغی والنفوس بہم اوطافیکون الناس الی اجابتہم اسرع والاوامرھم اطوع وان اللہ استخلص رسولہ من اطیب المناکح وحماہ من دنس الفواحش ونقلہ من اصلاب ظاھرۃ الی ارحام منزھۃ (مسالک حنفاء ۳۹)

"پھر میں نے امام ابوالحسن ماوردی کو دیکھا کہ تقریباً اسی مضمون کی طرف انہوں نے بھی اشارہ کیا۔ جس کو امام فخر الدین رازی نے ذکر کیا۔ مگر انہوں نے اس کی طرح تصریح سے کام نہیں لیا۔ چنانچہ وہ کتاب اعلام النبوۃ میں لکھتے ہیں کہ چونکہ خدا کے انبیاء ومرسلین اس کے بندوں میں سب سے اشرف واعلیٰ اور اس کی مخلوق میں سب سے زیادہ معزز اور بہتر ہوتے ہیں۔ کیونکہ خدا نے دین حق کی تبلیغ کا فرض بھی انہیں کے سپرد کیا ہے۔ اس وجہ سے اس نے ان حضرت کو ہمیشہ سب سے زیادہ شریف اور معزز خاندانوں سے پیدا کیا۔ اور اپنے ضروری احکام کی تبلیغ واشاعت کے لیے ان کو سب پر برگزیدہ کیا۔ ان وجوہ سے وہ حضرات ہمیشہ ایسے خاندانوں اور قبیلوں سے چنے گئے جن کے نسب میں کسی قسم کی خرابی نہ تھی اور نہ ان کے منصب میں کسی قسم کا عیب نکل سکتا تھا تاکہ آدمیوں کے دل ان کی طرف اچھی طرح مائل ہوسکیں اور ان کے نفوس ان کی

اطاعت کے لیے ہموار ہو سکیں جن کی وجہ سے لوگ ان کی باتیں قبول کرنے پر جلد آمادہ ہو جائیں ۔ اور ان کے احکام کی تعمیل میں پورے طور پر مطیع و فرمابنردار رہیں (اسی وجہ سے) خدا نے حضرت رسول خدا کو بھی پاکیزہ ترین خاندان، شریف ترین نسب اور حلال نسل میں قرار دے کر آپ کی ولادت کو بالکل خالص رکھا اور آنحضرت کو ہمیشہ فواحش کے عیب سے بچائے رکھا اور پاکیزہ صلبوں سے عفت والے رحموں کی طرف منتقل کرتا رہا"

امام فخرالدین رازی نے بھی اپنی متعدد کتابوں میں نسبی خوبیوں اور نسلی پاکیزگی کی ضرورت اور عالی خاندانی کی عقلی وشرعی اہمیت پر بہت زور دیتے ہوئے خاندان رسالت کی نجابت وشرف کو تسلیم کیا ہے ۔ مثلاً ایک جگہ لکھتے ہیں ۔

ان تفضيل بعض الانبياء علے بعض يكون لامور منها كثرة المعجزات التی هے دالة علی صد قهم و موجبة التشريفهم وقد حصل فی حق نبينا عليه اسلام ما يفضل علے ثلاثه آلاف وهے بالجملة علے اقسام...... ومنها اختصاصه فی ذاته بالفضائل نحو كونه اشرف نسبا من اشراف العرب "(تفسیر کبیر، ج ۲، ۲۵۳)

"بعض نبیوں کا دوسرے نبیوں سے افضل ہونا کئی وجہوں سے ہوتا ہے ۔ ایک معجزات کی زیادتی ہے ۔ جو ان کی سچائی کو بتاتی اور ثابت کرتی ہے کہ خدا نے ان کو بہت بڑا شرف دیا تھا ' چنانچہ ہمارے پیغمبر علیہ السلام کو خدا نے تین ہزار سے زیادہ معجزات رحمت فرمائے تھے ۔ اور یہ کئی قسم کے تھے منجملہ ان کے حضرت کی ذات کا مخصوص فضائل سے متصف ہونا ہے جیسے حضرت کا کل اشراف عرب سے زیادہ شریف اور معزز ہونا وغیرہ۔

اور علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

ان الاحاديث الصيحة دلت علے ان كل اصل من اصول النبی

من آدم الی ابیه عبدالله فهو خیر اهل قرنه وافضلهم ولا احد فی قرنه ذلک خیر منه ولا افضل (مسالک حنفا۱۶)

"صحیح حدیثوں سے ثابت ہے کہ حضرت رسولؐ خدا کے نسب کی ہر شاخ حضرت آدمؑ سے حضرتؐ کے پدر بزرگوار جناب عبداللہ تک ایسی تھی جو اپنے زمانہ میں سب سے بہتر افضل اور سب سے اشرف تھی اور کسی زمانہ میں کوئی شخص حضرتؐ کے کسی بزرگ سے بہتر یا افضل نہیں تھا"

مختصر یہ کہ نسب کی خوبی ولادت کی پاکیزگی اور خاندان کی بلندی ایسی ضروری اور پسندیدہ صفت ہے کہ علماء محققین نے اس کو نبوت کے شرائط میں قرار دیا ہے جیسا کہ علامہ حلبی نے لکھا ہے:

وقد قال ماورد فی کتاب اعلام النبوة واذا اختبرت حال نسبه وعرفت طهارة مولدهٗ علمت انه سلالة آباء لیس فیهم مسترذل بل کلهم سادة و شرف النسب و طهارة المولد من شروط النبوة

(کتاب سیرت حلبیہ، مطبوعہ مصر ج ۱، ۲۸)

"علامہ ماوردی نے اپنی کتاب اعلام النبوۃ میں لکھا ہے کہ جب تم حضرت رسولؐ خدا کے نسب کی تحقیق کرو گے اور حضرتؐ کی ولادت کی پاکیزگی کو پہچانو گے تو اس بات کا یقین کر لو گے کہ حضرت شریف اور صحیح نسب بزرگوں کے جوہر اور خلاصہ تھے جن میں کوئی بات رذالت، حقارت، نفرت یا عیب کی تھی ہی نہیں۔ بلکہ سب کے سب سردار تھے۔ اور کیوں نہ ہو اس لیے کہ نسب کا شرف اور ولادت کی پاکیزگی نبوت کی شرطوں میں سے ہے"

اور علامہ قسطانی نے لکھا ہے۔

وانت اذا اختبرت حال نسبه الشريف وعلمت طهارة مولده تيقنت انه سلالة آباء كرام فهو صلے الله عليه وسلم النبی العربی الامی الابطحی الحرمی الہا شمی القریشی بخنة نبی ہاشم المختار المنتخب من خیر بطون العرب واعز ہانی النسب واشرفها فی الحسب وانضر ها عود او اطیبها ارو مة واعزها جر ثومة (مواہب لدنیہ جلد ۱، ۱۳)

''جب تم نے حضرتؐ کے شریف نسب اور پاک و پاکیزہ مولد کے حال کی تحقیق کرو گے۔ تو تمہیں یقین ہو جائے گا کہ حضرتؐ اعلیٰ درجہ کے شریف بزرگوں کے جوہر تھے۔ یعنی حضرتؐ وہ نبی تھے جو عربی امی، ابطحی، حرمی، ہاشمی، قریشی تھے بنی ہاشم کے یگانہ، عرب کے بہترین قبیلوں کے تاج، نسب میں سب سے اعلیٰ حسب میں سب سے افضل اور خاندان میں سب سے بہترین جڑ کی طرف سے بھی سب سے عمدہ اور شاخ کی طرف سے بھی سب سے زیادہ معزز تھے''

غرض خدا نے اپنے آخری پیغمبرؐ کو بھی نسبی شرف سے اعلیٰ درجہ رحمت فرمایا اور آپ کی ولادت کو ابتداء حضرت آدمؑ سے آخر وقت تک ہر برائی، اعتراض اور ہر عیب سے محفوظ ہی رکھا۔

مولوی صاحب: ایک بات کہوں! اس وقت تم نے جس قدر دلیلیں دیں۔ حضرت رسول مقبولؐ کے خاندان کی فضیلت اور شرف کی ہیں۔ لیکن ان حضرات کے اسلام و ایمان کا بھی تو تم نے بڑا دعویٰ کیا تھا اور اس کی کوئی دلیل اب تک پیش نہیں کی۔

ہدایت خاتون: سبحان اللہ! کتنی عقلی وجہیں بیان کر چکی ہوں اب کیا ان سب کو دہراتی رہوں۔

مولوی صاحب: تم نے جو عقلی باتیں بیان کیں وہ مجھے یاد ہیں مگر کوئی نقلی دلیل قرآن و حدیث سے تو بیان نہیں کی۔

ہدایت خاتون: خدا کے فضل سے بہت ہیں سنو۔ خدا فرماتا ہے۔

وتوکل علی العزیز الرحیم الذی یراک حین تقوم وتقلبک فی الساجدین.

''اور زبردست مہربان خدا پر بھروسہ رکھ۔ جو تجھ کو کھڑے ہوتے وقت نمازیوں کے ساتھ تیرے اٹھنے بیٹھنے کو دیکھ رہا ہے'' (پارہ ۱۹ ارکوع ۱۵)

مولوی صاحب: کیا خوب اسی کو کہتے ہیں ''مارو گھٹنا پھوٹے آنکھ۔'' تم نے دعویٰ کیا کیا اور دلیل میں آیت کیا پیش کی؟

ہدایت خاتون: اچھا اس آیت کی تفسیر دیکھ لو۔ تب بتاؤ میں غلط کہتی ہوں یا خدا کے فضل سے صحیح

مولوی صاحب: خیر تفسیر بھی پڑھ دو۔ پہلے مولانا وحید الزمان کی تحقیق بیان کرو وہ اردو میں ہی ہے۔

ہدایت خاتون: دیکھ تحریر فرماتے ہیں بعضوں نے یوں ترجمہ کیا ہے کہ بھروسہ رکھ زبردست مہربان خدا پر۔ جو تجھ کو کھڑے ہوتے وقت دیکھتا ہے اور تیری ایک پشت سے دوسری پشت میں آنے کو جو سب موحد تھے دیکھ رہا ہے۔ یعنی آنحضرتؐ کا نور جو آدم سے لے کر حضرت عبداللہ تک پہنچا۔ اس پر اعتراض ہوتا ہے کہ آذر ابراہیمؑ کے باپ موحد نہ تھے۔ اسی طرح حضرتؐ کے دادا قریش میں سے بعضوں نے یہ جواب دیا ہے کہ جب نور محمدیؐ ان کی پشت سے منتقل ہو گیا۔ اس وقت وہ شرک میں گرفتار ہوئے۔ (تفسیر وحیدی ۴۸۹)

مولوی صاحب: بعضوں کا یہ جواب تو کچھ دل کو لگتا ہوا نہیں ہے۔ کیا شادی کے پہلے وہ مومن تھے اور بعد شادی کافر ہو گئے۔

ہدایت خاتون: اعتراض ہی غلط ہے نہ آذر حضرت ابراہیمؑ کا باپ تھا اور نہ حضرت رسول خدا کے اجداد میں کوئی کافر ہوا۔ تم دلیل پوچھو گے تو اس کو بھی سن لو۔

مورخین نے لکھا ہے ابراہیم بن تارخ بن ناحور بن ساروغ بن ارغوان بن فانع بن عابر بن شالخ بن قینان بن ارفخشند بن سام بن نوح یعنی جناب ابرہیمؑ تارخ کے بیٹے تھے

(تاریخ طبری' جلد ا' ۱۱۹' وابو الفدا جلد ا' ۱۳)

اس سے ثابت ہوا کہ آپ کے والد کا نام تارخ تھا اور آذر جو بت پرست تھا آپ کا والد نہیں بلکہ چچا تھا کیونکہ عربی زبان میں چچا کو بھی آب کہتے ہیں اس وجہ سے یہ لوگ آذر کو بھی آپ کا باپ کہنے لگے تمہارے محقق علامہ بحر العلوم عبد العلےٰ صاحب نے لکھا ہے جس کا صرف ترجمہ پڑھتی ہوں آذر کے بارے میں یہ قول صحیح ہے کہ وہ حضرت ابراہیمؑ کا باپ نہیں تھا کیونکہ حضرتؑ کے باپ تو تارخ تھے اور آذر حضرتؑ کا چچا تھا عرب کا دستور تھا کہ جو چچا اپنے بھتیجے کی پرورش کرتا اس کو اس کا باپ کہتے (پ ۱۷' ع ۵) (شرح مسلم الثبوت' ۳۸۸)

اور علامہ فخر الدین رازی کے قول کا ترجمہ کرتی ہوں۔ لکھتے ہیں۔ ہماری تحقیق کے خلاف اگر کوئی کہے کہ خدا نے حضرت ابراہیمؑ کے باپ کو بت پرست کہا ہے تو ہم جواب دیں گے کہ اب کا لفظ چچا کے لیے بھی بولا جاتا ہے جس طرح حضرت یعقوب کے فرزندان نے حضرت یعقوبؑ سے کہا تھا کہ ہم آپ کے معبود نہیں۔ آپ کے آباء حضرت ابراہیمؑ واسماعیلؑ واسحاقؑ کے معبود کی عبادت کرتے ہیں (پ ا ع ۱۶)

اس میں حضرت یعقوبؑ کے فرزندوں نے حضرت اسماعیلؑ کو بھی حضرت یعقوب کا باپ کہا حالانکہ معلوم ہے کہ حضرت اسماعیل آپ کے باپ نہیں بلکہ چچا تھے اور حضرت رسولؐ نے بھی فرمایا تھا کہ تم لوگ اسے میرے باپ یعنی عباس کو واپس کردو جس میں آپ نے چچا کو اب کہا ہے۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کے جس بت پرست بزرگ کا یہاں ذکر ہے اس سے آپ کا نانا مراد ہو کیونکہ عربی زبان میں نانا کو بھی باپ کہتے ہیں خدا فرماتا ہے کہ ان کی ذریت سے داؤد اور سلیمان ہیں یہاں تک کہ عیسیٰؑ بھی ان کی ذریت سے ہیں (پ ۷ ع ۱۶)

اس آیت میں خدا نے حضرت عیسیٰؑ کو بھی حضرت ابراہیم کی ذریت میں قرار دیا۔ حالانکہ معلوم ہے کہ حضرت ابراہیمؑ حضرت عیسیٰؑ کے نانا ہی تھے (تفسیر کبیر جلد ۶ ۴۸۶) تحت

آیۃ و انذر عشیرتک الاقربین"

مولوی صاحب: ہاں ٹھیک ہے اب " تقلبک فی الساجدین " کی تفسیر اہل کتب تفسیر میں دیکھ کیا لکھا ہے۔

ہدایت خاتون: علامہ فخر الدین لکھتے ہیں:

واعلم ان الرافضہ ذھبوا الی ان آباء النبیؐ کانوا مومنین ویمتکو افی ذلک بھذا آلایۃ بالخبرہ ماھذہ الایۃ فقالو ا قولہ تعالی وتقلبک فی الساجدین یحتمل الوجوہ التی ذکرتم ویحتمل ان یکون المراوان اللہ نقل روحہ من ساجد الی ساجد کما یقولہ نحن واذا احتمل کل ھذا الوجوہ وجب حمل آلایۃ علی الکل ضرورۃ انہ لا منافاۃ ولارحجان واما الخبر فقولہؐ لم ازل انقل من اصلاب الطاھرین الی ارحام الطاھرات وکل من کان کافرا فھو نجس بقولہ انما المشرکون نجس .

"شیعہ کہتے ہیں کہ حضرت رسولؐ خدا کے آباؤ اجداد مومن تھے اور اس کی دلیل میں اس آیت اور ایک حدیث کو پیش کرتے ہیں۔ اس آیت کے بارے میں کہتے ہیں کہ ہو سکتا ہے اس سے مراد یہ ہو کہ حضرتؐ کی روح کو ایک سجدہ کرنے والے سے دوسرے سجدہ کرنے والے کی طرف منتقل کر دیا اور حدیث یہ ہے کہ حضرتؐ نے فرمایا کہ میں ہمیشہ پاک مردوں کے صلبوں سے پاک عورتوں کے رحموں میں منتقل ہوتا رہا۔ معلوم ہے کہ جو کافر ہوگا نجس ہوگا۔ کیونکہ خدا نے فرمادیا ہے" انما المشرکون نجس مشرک " سب نجس ہوتے ہیں۔

(تفسیر کبیر جلد ۶، ۵۴۸)

مولوی صاحب: مگر یہ تو امام رازی کا قول نہیں۔ بلکہ تم لوگوں کی تقریر ہے ہمارے کسی عالم کا قول دکھلاؤ۔

ہدایت خاتون: ہاں! لیکن استدلال کی قوت کو دیکھو صحیح ہے یا نہیں؟ اچھا اب اپنے پیشوایان دین کا قول بھی سنو اور قدر کرو کہ ہم لوگ جو بات کہتے ہیں اس کی تائید و تصدیق تمہارے علماء سے کس درجہ ہوتی رہتی ہے علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

عن مجاهد فی قوله وتقلبک فی الساجدین قال من نبی الی نبی حتے اخرجت نبیا.

''مجاہد کہتے تھے کہ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میں ایک نبی سے دوسرے نبی کی طرف آتا رہا۔ یہاں تک کہ خود نبی ہو کر ہی آیا''

واخرج ابن ابی حاتم و ابن مرویه وابو نعیم فی الدلائل عن ابن عباس فی قوله وتقلبک فی الساجدین قال مازال النبی ینقلب فی اصلاب الانبیاء حتے ولدته امه.

''ابن ابی حاتم و ابن مرویہ اور ابو نعیم نے دلائل النبوۃ میں حضرت ابن عباس سے اس آیت کی تفسیر یہ لکھی ہے کہ ہمیشہ حضرت رسولؐ خدا انبیاء کے صلبوں میں ہی منتقل ہوتے رہے یہاں تک کہ اپنی والدہ کے رحم سے باہر تشریف لائے''

عن ابن عباس قال سالت رسول الله فقالت بابی انت وامی این کنت و آدم فی الجنة قال انی کنت فی صلبه وهبط الی الارض وانا فی صلبه و رکبت فی السفینة فی صلب ابی نوح وقذفت فی النار فی صلب ابی ابراهیم لم یلتق ابوای قط علے سفاح لم یزل الله ینقلنی من الا صلاب الطیبة الے الا رحام الطاهرة مهذا بالا تتشعب شعبتان الا کنت فی خیر هما.

"جناب ابن عباس کہتے تھے کہ میں نے حضرت رسول خدا سے عرض کیا کہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں جب حضرت آدم بہشت میں تھے تو آپ کہاں تھے؟ فرمایا: میں ان کے صلب میں تھا وہ زمین پر آئے تب بھی میں ان کے صلب میں تھا۔ میں جناب نوح کے صلب میں ان کی کشتی پر بھی سوار ہوا۔ جناب ابراہیمؑ کے صلب میں آگ میں بھی ڈالا گیا۔ میرے بزرگوں میں کوئی مرد عورت بدکاری سے نہیں ملے۔ بلکہ ہمیشہ اللہ مجھے طیب و طاہر صلبوں سے پاک و پاکیزہ رحموں کی طرف منتقل کرتا رہا۔ یہ سب پاک صلب بے داغ و بے دھبا تھے جب ایک بزرگ کی دو شاخیں ہوتیں تو میں اچھی ہی شاخ میں رہتا۔

(تفسیر در منثور' جلد ۵' ۹۸)

مولوی صاحب: امام فخرالدین رازی کا بھی عجیب حال ہے۔ جس بات کو ہمارے ایسے پیشوایان دین و آئمہ ملت اپنی کتابوں میں لکھ گئے ہیں۔ انہیں باتوں کو بھی شیعہ کہتے ہیں تو کیا بے جا کہتے ہیں۔ پھر اس بات کو ان کا خاص عقیدہ قرار دے کر بطور تمسخر نقل کرنا اور اس کے جواب دینے کی کوشش کرنا زبردستی ہے یا نہیں۔

ہدایت خاتون: اس میں امام فخرالدین کی شکایت بجا ہے۔ تم لوگوں نے تو اپنے مذہب کا اصول ہی یہ قائم کیا ہے کہ شیعہ جو کہیں اس کا مذاق اڑاؤ۔ اس پر اعتراض کرو، اس کے خلاف اعتقاد رکھو، اس کو قابل نفرت قرار دو، اس کو خواہ مخواہ بری صورت میں پیش کرو۔

مولوی صاحب: یہ کیا بے لگام تم بولنے لگیں تم لوگوں کی اچھی باتوں سے ہم لوگ کیوں نفرت کریں گے کیا ہم لوگ عقل سے بے بہرہ رہیں۔ انصاف بھی چھوڑ دیں گے۔

ہدایت خاتون: شکر خدا کا۔ کہ یہ جملہ تمہاری زبان سے نکلا۔ اگر تم غور کرو تو مان جاؤ گے کہ واقعہ ایسا ہی ہے۔ اگر ہم لوگوں نے ایک اور ایک کو دو کہا تو تم لوگوں کی کوشش یہی رہی کہ ان کی بات نہ مانو۔ بلکہ کسی طرح اس کو تین کہہ دو۔

مولوی صاحب: یہ تو تمہاری زبردستی ہے۔ ہم لوگ غیر مسلمین کے ساتھ بھی یہ نہیں کرتے

ہدایت خاتون: یہی تو لطف ہے کہ شیعوں کی ضد میں تم لوگ غیر مسلمین تک کے عقائد یا خیالات مان لوگے۔ مگر یہ نہیں دیکھو گے کہ شیعوں کی بات کو عقل کیا کہتی ہے۔

مولوی صاحب: غیر مسلمین کے عقائد یا خیالات کی تائید ہم لوگوں نے کب اور کیسے کی؟

ہدایت خاتون: میں کس کس بات کو کہوں۔ عقل کہتی ہے کہ خدا صاحب جسم نہیں۔ قرآن مجید کہتا ہے کہ وہ جسم و جسمانیت سے منزہ ہے مگر چونکہ شیعہ بھی یہی اعتقاد رکھتے ہیں لہذا تم لوگوں نے اس کے خلاف اللہ میں ناک، کان، گھونگھریالے بال، ہاتھ پاؤں، ناف، فرج والا انسان مان لیا، عقل کہتی ہے اور قرآن مجید دعویٰ کرتا ہے کہ اللہ دکھائی دینے کے قابل نہیں ہے۔ کوئی شخص بھی اس کو دیکھ نہیں سکتا۔ لیکن چونکہ شیعہ بھی یہی مانتے ہیں لہذا تم لوگوں کو ضد ہوگئی کہ خدا کے دیکھنے کا اعتقاد رکھو۔ اور کسی طرح اس کے خلاف عقل بات سے باز نہیں آتے۔ عقل کہتی اور قرآن مجید پکار پکار کر بتاتا ہے کہ خدا انصاف والا ہے۔ وہ انصاف کے خلاف نہیں کر سکتا۔ مگر شیعوں کا بھی یہی دعویٰ ہے یہاں تک کہ انہوں نے اپنے اصول دین میں داخل کر لیا ہے۔ اس وجہ سے تم لوگوں نے خدا سے اس وصف کو بھی غائب کر دیا ہے یہی برتاؤ انبیاء کے ساتھ بھی کرتے ہو اگر سب کو برائیوں، شرارتوں اور مہملات کا ذخیرہ بنا رکھا ہے چونکہ شیعہ ان کو اچھا کہتے ہیں۔

مولوی صاحب: مگر ہم لوگ کوئی شرارت تو ان کی طرف منسوب نہیں کرتے۔

ہدایت خاتون: اے سبحان اللہ! بس رہنے دو زبان نہ کھلواؤ ورنہ مجھے کہنا ہوگا۔

چہ دلاورست دزدے کہ بکف چراغ دارد

مولوی صاحب: اب تم حد سے نہ بڑھو۔ انبیاء کے متعلق تم میرے ہاں اتنی برائیاں تو نہیں نکال سکیں جن کی بنا پر تم اس طرح ڈینگیں مارتی ہو۔

ہدایت خاتون: خیر میں اس وقت چند باتیں ہی ذکر کرتی ہوں اور وہ بھی اس کتاب سے جس کو تم قرآن مجید کے بعد دنیا بھر کی کتابوں سے زیادہ صحیح کہتے ہو۔ دیکھو تمہارے امام بخاری لکھتے ہیں:

قال سليمان بن دائود لاطوفن الليلة على مائة امراة او تسع وتسعين كلهن تاتى بفارس يجاهد في سبيل الله فقال له صاحبه قل ان شاء الله فلم يقل ان شاء الله فلم تحمل منهن الا امراة واحدة .

''حضرت سلیمان پیغمبرؑ نے کہا کہ البتہ میں آج رات سو عورتوں کے ساتھ۔ جن سب سے ایک ایک بہادر پیدا ہوگا۔ وہ راہ خدا میں جہاد کرے گا۔ اس پر آپ کے صاحب نے کہا ''انشاء اللہ بھی تو کہیے'' مگر حضرت سلیمان نے انشاء اللہ نہیں فرمایا تو کسی عورت کے حمل قرار نہیں پایا۔ سوائے ایک کے جو ناقص بچہ جنی

(صحیح بخاری پ ۱۱ ص ۱۱۰)

مولوی صاحب: تو اس پر کیا اعتراض ہے۔

ہدایت خاتون: ایک تو یہ بات نبیؑ کے منہ سے اچھی معلوم نہیں ہوتی کہ ایک شب میں اتنی عورتوں کے پاس جانے کو کہیں، خیر اگر یہ کہی بھی تھی تو خود ان ہی کو انشاء اللہ کہنا چاہیے تھا مگر جب ان کے صاحب نے کہا کہ انشاء اللہ کہیے تب بھی انہوں نے اللہ کا ذکر نہیں کیا گویا اس صاحب کا درجہ حضرت سلیمان پیغمبرؑ سے بڑھا ہوا تھا کہ اس نے بتایا اور حضرت کو خود اس کا خیال نہیں ہوا اور اس کے روکنے پر بھی انہوں نے اپنی اس خودروی پر عمل کیا۔

مولوی صاحب: ہوسکتا ہے کہ حضرت سلیمان بھول گئے ہوں۔

ہدایت خاتون: ہاں تم لوگوں نے تو انبیاء کے بہت سے گناہوں کی یہی تاویل نکالی ہے کہ وہ

بھول گئے ان کو سہو ہو گیا۔ حالانکہ یہاں سہو کا ہونا بھی قابل اعتراض ہے کہ ان کا صاحب ان کو بتاتا رہا مگر اس پر بھی انہوں نے اپنے آپ کو سنبھالا نہیں۔ اچھے پیغمبر تھے اور کیا خوب ان کی معرفت خدا کی حالت تھی اور سنو:

ان ابا هر يرة قال سمعت رسول ؐ الله يقول قرصت غلة نبيا من الانبياء فامر بقرية النمل فاحر قت فاوحے الله اليه ان قرصتک نملة احرقت امة من الامم تسبح الله .

جناب ابو ہریرہ بیان کرتے تھے کہ حضرت رسول ؐ خدا بیان فرماتے تھے ایک چیونٹی نے کسی نبی کو کاٹ لیا تو ان نبی نے اس چیونٹی کے گاؤں میں ہی آگ لگا دی۔ اس پر خدا نے ان کی طرف وحی نازل کی کہ اگر ایک چیونٹی نے تم کو کاٹ لیا تھا تو تم نے اس کے عوض ایک امت ہی کو جلا ڈالا جو اللہ کی تسبیح کرتی تھی۔

(صحیح بخاری پ۱۲، ۱۱۹)

بتاؤ تم نے چنگیز خان یا ہلاکو خان کا بھی اتنا ظلم سنا ہے جو خدا کے نبی کا تمہاری اس کتاب میں لکھ دیا ہے کہ چیونٹی نے ذرا سا اُن کو کاٹ لیا تو اس کے عوض انہوں نے پورے گاؤں ہی میں آگ لگا دی۔ اور وہاں کے کل باشندوں کو جلا کر خاکستر کر دیا۔ ماشاء اللہ کیسے اچھے نبی تھے گھبرانا نہیں ابھی سنتے جاؤ۔ " **قال رسول ؐ الله لم يكذب ابراهيم ؑ الا ثلثا** "حضرت رسول ؐ خدا فرماتے تھے کہ حضرت ابراہیم ؑ ایسے اولوالعزم پیغمبر تین دفعہ جھوٹ بول سکتے تھے اور بولے تو ان کی نبوت کا کیا اعتبار رہا پھر وہ اپنی رسالت کے دعوے میں کیسے سچے مانے جا سکتے ہیں؟ اور سنو:

"عن النبی ؐ قال بینما ایوب یغتسل عریانا خر علیه رجل جراد من ذهب فجعل یحثے فی ثوبه فنا داه ربه یا ایوب الم اکن اغنیتک عما ترے قال بلے یارب ولکن لا غنے بی عن برکتک"

"حضرت رسول ؐ خدا فرماتے تھے کہ ایک دفعہ جناب ایوب ؑ برہنہ ہو کر نہا رہے

تھے اتنے میں ان پر ٹڈی کا ایک پاؤں سونے کا گرا تو وہ اس کو اپنے کپڑے میں پکڑ کر رکھنے لگے۔ اس پر ان کے خدا نے پکار کر ان کو کہا اے ایوبؑ کیا میں نے تم کو اتنی دولت نہیں دے رکھی ہے کہ تم اس سے بے پرواہ ہوتے ؟ حضرت ایوبؑ نے عرض کی ! کیوں نہیں مگر مجھے تیری برکت سے تو غنا نہیں ہے۔

(صحیح بخاری پ ۱۳، ۲۴۷)

اس میں حضرت ایوب کی تہذیب بھی دکھا دی کہ ننگے ہو کر نہاتے تھے اور ان کی طمع بھی واضح کر دی کہ ٹڈی کا پاؤں پکڑنے اور بھرنے لگے۔ یہاں جی چاہتا ہے کہ پوچھوں کہ خدا نے حضرت ایوب کو تو صرف ٹڈی کا پاؤں پکڑنے پر ڈانٹ دیا۔ مگر حضرت سلیمان نے جب ایک رات میں سو عورتوں .... کو کہا تو اس وقت اللہ میاں کیا سوتے تھے جوان کو کچھ نہیں کہا؟ کیوں نہیں خدا نے ان سے بھی پکار کر کہا کہ اتنی عورتوں سے تمہارا تعلق مناسب نہیں۔ تم میری عبادت بھی کرو اور جب تم پیغمبر ہو کر سو سو عورتوں سے ایک رات .... تو تمہاری امت والے بھی اسی طرح عیاشی کرنے لگیں گے۔ اور جب حضرت سلیمانؑ کے صاحب کے ٹوکنے پر بھی حضرت سلیمان نے انشاء اللہ نہیں کہا تو پھر خدا نے آپ کو کیوں نہیں پکارا کہ اے سلیمان انشاء اللہ کہہ کر سو سو عورتوں سے کیوں نہیں .... غرض بہت سی باتیں پیدا ہوتی ہیں۔ بس کہاں تک تو ضیح کروں اور سنو حضرت موسٰی و خضرؑ کے قصہ میں لکھا ہے:

فلما اصبح قال موسٰی لفتاه آتنا عذائنا لقد لقينا من سفرنا هذا نصب ولم يجد موسٰی مسا من النصب .

جب صبح ہوئی تو حضرت موسٰیؑ نے اپنے جوان سے کہا صبح کا ناشتہ نکالو یقیناً ہم لوگوں کو اس سفر میں بڑی اذیت ہوئی حالانکہ حضرت موسٰی کو ذرا برابر بھی اذیت نہیں ہوئی تھی (پ ۱، ع ۱۱۱)

اس کا مطلب یہی تو ہوا کہ حضرت موسٰی کی اس شکایت کی تکذیب نہیں کی لیکن صحیح

بخاری کی حدیث بتاتی ہے کہ جناب موسیٰ کو اذیت وغیرہ کچھ بھی نہیں تھی صرف ناشتہ اڑانے کے لیے آپ نے فریب سے کام لیا اور سنو لکھتے ہیں۔

وکانت امراتان معهما ابناهما جاء الذهب فذهب بابن احد نهما فقالت صاحبتها انما ذهب بابنک وقالت الاخرے انما ذهب بابنک فتحاکماالی داود فقضے به الکبری فخرجتا على سلیمان بن داود فاخبر تا ه فقال ائتونی بالسکین اشقه بنیهما فقالت الصغری لا تفعل یرحمک الله ابنها فقضے به للصغری

دو عورتیں کسی مقام پر اکیلی تھیں اور دونوں کی گود میں ایک ایک لڑکا تھا وہاں بھیڑیا آیا اور ایک کی گود سے بچہ لے گیا۔ اب جو ایک بچہ باقی رہ گیا اس کے بارے میں دونوں عورتیں جھگڑا کرنے لگیں وہ کہتی کہ یہ میرا بچہ ہے اور تیرا بچہ بھیڑیا لے گیا اور دوسری کہتی کہ نہیں تیرا ہی بچہ بھیڑیا لے گیا اور یہ میرا بچہ ہے دونوں نے اپنا مقدمہ جناب داؤد پیغمبر کے پاس پیش کیا۔ حضرت نے فیصلہ کردیا کہ وہ بچہ بڑی عورت کا ہے یہ سن کر دونوں عورتیں حضرت سلیمانؑ کے پاس (جو حضرت داؤد کے صاحبزادہ تھے) اور اس واقعہ کی خبر کی تو آپ نے فرمایا میرے پاس ایک چھری لاؤ میں اس بچہ کو دو ٹکڑے کر کے دونوں کو نصف نصف بانٹ دوں۔ یہ سن کر چھوٹی عورت گھبرا گئی اور گڑگڑا کر کہنے لگی حضور ایسا نہ کریں خدا حضور پر رحم کرے یہ بچہ اسی بڑی عورت کو دے دیجیے اور فیصلہ کر دیجیے کہ یہ اسی کا ہے۔ اسی چھوٹی عورت کی یہ بے چینی دیکھ کر حضرت سلیمان سمجھ گئے کہ یہ بچہ اسی عورت کا ہے اسی وجہ سے یہ اس کا دو ٹکڑے ہونا گوارہ نہیں کرسکتی۔ آپ نے فیصلہ کردیا کہ یہ بچہ بڑی کا نہیں بلکہ چھوٹی عورت کا۔۔۔

(صحیح بخاری پ ۱۳، ۲۶۸)

روایت کیسی دلچسپ ہے؟ مگر حضرت داؤدؑ کی کیسی مذمت کردی۔ کہ آپ نے بے سمجھے بوجھے اور غیر غور وفکر کیے فیصلہ کردیا اور وہ بچہ بڑی عورت کے حوالے کردیا۔ اگر آپ کو معلوم نہیں تھا۔ تو آپ اس مقدمہ کے فیصلہ کو ملتوی کرتے۔ خدا سے دعا کرتے کہ اس کے سچے واقعہ سے آپ کو بذریعہ وحی یا الہام مطلع فرمادے۔ اس پر طرہ یہ کہ آپ نے تو غلط فیصلہ کردیا مگر آپ کے صاحبزادے نے صحیح فیصلہ کردیا پھر خدا نے حضرت سلیمانؑ ہی کو اس وقت نبی کیوں نہ بنایا۔
حضرت داؤدؑ کو کیوں اس عہدہ پر پہنچادیا۔ اور سنو۔

عن ابی ھریرۃ عن النبیؐ قال کانت بنو اسرائیل یغتسلون عراۃ ینظر بعضھم الی بعض وکان موسٰیؑ یغتسل وحدہ فقالو او الا لا یمنع موسٰےؑ ان یغتسل معنا الا انہ آدر فذھب مرۃ یغتسل فوضع ثوبہ علے حجر ففر الحجر بثوبہ فجمع موسٰیؑ فی اثرہ یقول ثوبی یا حجر ثوبی یا حجر حتے نظرت بنو اسرائیل الے موسٰیؑ وکالو اواللہ ما موسٰے من باس واخذ ثوبہ وطفق بالحجر ضرب قال ابو ھریرۃ واللہ انہ لندب بالحجر ستۃ اوسبعۃ ضربا بالحجر"

جناب ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ حضرت رسولؐ خدا نے فرمایا بنو اسرائیل کی عادت تھی کہ ننگے ہو کر نہایا کرتے اس طرح کہ ایک دوسرے کو دیکھا کرتے اور حضرت موسٰیؑ ان لوگوں سے علیحدہ اکیلے نہائے تو ان لوگوں نے کہا خدا کی قسم موسٰیؑ ہمارے ساتھ اس وجہ سے غسل نہیں کرتے کہ وہ.......... ایک مرتبہ اسی طرح حضرت موسٰیؑ اکیلے غسل کرنے گئے اور اپنے کپڑوں کو پتھر پر رکھ کر نہانے لگے تو وہ پتھر آپ کے کپڑوں کو لے کر بھاگا یہ دیکھ کر حضرت موسٰیؑ اس پتھر کے پیچھے دوڑے کہتے جاتے تھے۔ اے پتھر میرے کپڑے کہاں لے جاتا ہے؟ ارے پتھر میرے کپڑے کیوں نہیں چھوڑتا؟ یہاں تک کہ بنو اسرائیل نے آپ

کو اس طرح ننگا دیکھ لیا تو کہنے لگے خدا کی قسم موسیٰؑ میں کوئی عیب نہیں ہے غرض حضرت موسیٰؑ نے پتھر کو پکڑ ہی لیا۔ پھر کیا تھا اس بدمعاش سے اپنے کپڑے بھی چھین لیے۔ اور اس پاجی کو مارنا بھی شروع کیا۔ ابو ہریرہ کہتے تھے خدا کی قسم ان کی مار کا ایسا اثر ہوا کہ اس پتھر میں چھ یا سات نشان پڑ گئے۔

(صحیح بخاری پ ۲، ۱۹۴)

کہو کیسی مزیدار حدیث ہے۔ طبیعت تو ضرور پھڑک گئی ہو گی صحیح بخاری ایسی معتبر کتاب اور اس میں حضرت رسولؐ خدا ایسے سچّے نبی کا بیان اس میں کسی طرح کوئی شک کر سکتا ہے کہ حضرت موسیٰؑ ننگے نہاتے بھی تھے۔ اور ان کے کپڑوں کو پتھر لے کر بھاگا آپ۔ نے اس کو دوڑ کر پکڑا اور اس کو سزا دی اس پتھر میں چھ سات نشان بھی پڑ گئے بھلا کون سی بات خلاف عقل ہے۔

مولوی صاحب: تم تو ایسی چٹکیاں لیتی ہو۔ دل چاہتا ہے یا میں خود ہی اپنے کو ہلاک کر دوں یا ایسی کتابوں کو دنیا سے غائب کر دوں۔

ہدایت خاتون: تمہارے فیصلہ کے قربان جاؤں۔ کہ یہ چیزیں تو سب بھری ہوں تمہاری کتابوں میں اور تم شکایت کرو میری چٹکیوں کی ۔ حالانکہ میری کوئی نہ چٹکی ہے نہ چٹکا۔ یہ سب تمہاری کتابوں کی کرامات ہیں اور سنو حضرت ملک الموت کی بھی تو حضرت موسیٰؑ نے خوب مرمت کر دی وہ بے چارے بھی کیا یاد کرتے ہوں گے کہ کس سے پالا پڑا تھا۔

مولوی صاحب: یہ بھی کیا اسی صحیح بخاری کی کوئی بات بیان کرنا چاہتی ہو۔

ہدایت خاتون: اور کیا اس میں بھی ہے اور سینکڑوں دوسری کتابوں میں بھی۔

عن ابی ہریرہ قال ارسل ملک الموت علے موسی فلما جاء رمکا ففقا عینا فرجع الے ربہ فقال ارسلتنی الے عبد لا یرید الموت فرد اللہ علیہ عینہ .

جناب ابوہریرہ بیان کرتے تھے کہ خدا نے ملک الموت کو حضرت موسیٰؑ کے پاس بھیجا جب وہ آئے تو حضرت موسیٰؑ لگے ان کو ٹھونکنے' نتیجہ یہ ہوا کہ بے چارے ملک الموت کی آنکھ ہی پھوڑ ڈالی جس پر ملک الموت خدا کے ہاں واپس گئے اور اس سے شکایت کی کہ واہ! تو نے مجھے ایسے شخص کے پاس بھیج دیا جو ابھی مرنے پر تیار ہی نہیں ہے۔ یہ سن کر خدا نے ملک الموت کی آنکھ پھر ان کے سر میں لگادی۔ (صحیح بخاری پ ۵'۶۹۱)

اور اس روایت کی شرح میں علامہ ابن حجر نے لکھا ہے۔

جاملک الموت الی موسیٰ فقال اجب ربک فلطم موسیٰ عین ملک الموت ففقاھا .

ملک الموت حضرت موسیٰؑ کے پاس آئے اور کہا اب آپ اپنے خدا کے ہاں چلے چلیے۔ یہ سننا تھا کہ حضرت موسیٰؑ نے ملک الموت کی آنکھ پر طمانچہ مارا کہ اس کو پھوڑ ہی ڈالا (صحیح بخاری پ ۱۳'۲۵۶ شرح)

مولوی صاحب: حضرت موسیٰؑ بڑے غیظ و غضب کے آدمی تھے۔ اسی وجہ سے انہوں نے ایسا کیا ہوگا۔

ہدایت خاتون: سبحان اللہ! جب وہ غیض و غضب میں اپنی انسانیت ہی سے گزر جاتے تھے تو خدا نے ان کو پیغمبر کیوں بنایا حالانکہ لطف یہ ہے کہ حضرت ممدوح معمولی نبی بھی نہیں بلکہ انبیاء میں اولوالعزم تھے۔ اب تو خدا پر اعتراض ہوتا ہے کہ اتنے دنوں خدائی کرتے ہو گئے ابھی خدا کو اتنی تمیز بھی نہیں ہوئی کہ سمجھتا کون شخص عہدہ نبوت و رسالت کے لائق ہے اور کون نہیں؟

مولوی صاحب: خیر یہ باتیں تو سابق انبیاء کی ہیں حضرت رسول مقبولؐ کے متعلق تو ہم لوگوں کے اعتقاد کا جواب ہی نہیں ہو سکتا۔

ہدایت خاتون: اس میں کیا شک ہے جو عذر کرے کافر ہی ہو جائے۔

مولوی صاحب: پھر وہی طعن آمیز باتیں حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ ہم لوگ حضرت رسول مقبول کی بے انتہا عزت وتکریم کرتے ہیں جو بدیہیات سے ہے۔

ہدایت خاتون: تو میں انکار تھوڑا ہی کرتی ہوں (ہنس کر) میں نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ ہر کہ عذر کند کافر گردد۔

مولوی صاحب: خیر یہ بتاؤ کہ اس بات پر تم نے کیوں طعن کیا۔

ہدایت خاتون: میں کب اقرار کرتی ہوں کہ طعن آمیز باتیں کی ہیں۔ تم سب ہی کہتے اور سمجھتے ہو۔ البتہ میں چند عبارتیں پڑھتی ہوں ان کا ترجمہ بھی کرتی جاؤں گی۔ بتا دینا صحیح ہے یا غلط ہمارے علامہ طبری جو مجتہد مطلق ہیں اور جو امام المورخین کہے جاتے ہیں اور جن کی کتاب صحیح ترین کتاب تاریخ سمجھی جاتی ہے تحریر فرماتے ہیں۔

قال سمعت رسول الله يقول ماهممت بشئي مما كان اهل الجا هلية لعملون به غير صوتين كل ذلك يحول الله بيني وبين ماارید من ذلک ثم ما همت بسوء حتی اکرمنی عزوجل فانی قد قلت لیلته لغلام من قریش کان یرعے معی باعلے مکة لوا بصرت لی غنمی حتے ادخل مكة ناسمر بهاكما يسمر الشباب فقال افعل فخرجت ارید ذلک حتے اذا جئت اول دار من دور مكة سمعت عزفا بالا فوف والمزامير فقلت ماهذا . قالوا فلان بن فلان تزوج بفلانة بنت فلان فجلست انظر اليهم فضرب الله علے اذنی فنمت فما ایقظنی الا مس الشمس قال فجئت صاحبی فقال مافعلت قلت ماضعت شيئا اخبرته الخبر قال ثم

قلت له ليلة اخرے مثل ذلک فقال افعل فخرجت فسمعت حين جئت مكة مثل ما سمعت حين دخلت مكة تلک الليلة فجلست انظر فضرب الله اعلے اذنی فوالله ايقظني الا مس الشمس فرجعت الى صاحبى فاخبرته الخبر ثم ما هممت بعد ها بسوء حتے اكرمني الله عزوجل برسالة .

ایک صحابی کی روایت ہے کہ حضرت رسولؐ خدا فرماتے تھے زمانہ جاہلیت والے جیسے برے کام کرتے تھے۔ میں نے کبھی ان کی ہمت نہیں کی سوائے دو مرتبہ مگر ہر مرتبہ خدا میرے اور اس کام کے درمیان حائل ہوگیا پھر میں نے کبھی کسی برے کام کا ارادہ بھی نہیں کیا یہاں تک کہ خدا نے مجھے رسالت کا شرف بخشا ان دو برائیوں میں سے ایک یہ ہے کہ ایک رات کو میں نے قریش کے ایک غلام سے جو میرے ساتھ مکہ کی بلندی پر بکریاں چراتا تھا کہا کہ اگر تم میری بھیڑ بکریاں بھی دیکھتے رہو تو میں نیچے اتر کر مکہ میں جاؤں اور اسی طرح شب کا مزہ لوٹوں جس طرح اور جوانان مکہ لطف اٹھاتے ہیں اس نے کہا جاؤ! میں دیکھتا رہوں گا۔ تب میں وہاں سے روانہ ہوا اور اسی برے ارادہ سے مکہ میں داخل ہوا۔ جب اس کے پہلے گھر کے پاس پہنچا تو ڈھول باجے وغیرہ آلات لہو ولعب کی آواز سنی۔ میں نے وہاں لوگوں سے پوچھا۔ کہ یہ کیا ہے انہوں نے جواب دیا فلاں لڑکے کی شادی فلاں لڑکی سے ہو رہی ہے۔ اسی کا جشن طرب ہو رہا ہے یہ سن کر میں وہاں بیٹھ گیا اور اس تماشہ کو دیکھنے لگا۔ بس اللہ نے میرے کانوں میں ضرب لگا دی اور میں سوگیا اور اس وقت اٹھا جب آفتاب کی کرنیں مجھے ستانے لگیں۔ وہاں سے اٹھ کر میں غلام کے پاس آیا اس نے پوچھا بتاؤ کیا کیا مزا لوٹا میں نے کہا کچھ بھی تو نہیں کیا۔ اس کے بعد میں نے اسے

پورا واقعہ بیان کیا اس کے بعد پھر ایک اور رات کو میں نے اس غلام سے کہا جاؤ میں پھر آج لطف اٹھانے جاؤں گا تم دیکھتے رہنا اس نے کہا جاؤ میں نکلا جب میں داخل مکہ ہوا تو ویسا ہی تماشہ نظر آنے لگا جو میں پہلی رات دیکھ چکا تھا۔ پھر میں وہاں بیٹھ کر اس کو دیکھنے لگا اور پھر خدا نے میرے کان پر ضرب لگا دی تو خدا کی قسم میں اس وقت جاگا جب آفتاب کی کرنیں پھر مجھے ستانے لگیں اس کے بعد میں اس غلام کے پاس واپس آیا اور اس سے اس رات کا واقعہ بھی کہہ دیا۔ اس کے بعد پھر میں نے کبھی کسی بری بات کا ارادہ نہیں کیا۔ یہاں تک کہ اللہ نے مجھے رسالت کا تاج پہنا دیا۔

(تاریخ طبری جلد ۲ ' ۱۹۴ مطبوعہ مصر) اور سنو تمہارے مذہب کے تقریباً کل مورخین مفسرین و محدثین و ارباب سیرت نے لکھا ہے۔

لما رائے رسول الله تولی قومه عنه وشق علیه مایرے من مباعدتهم ماجاء هم به من الله تمنے فی نفسه ان یا تیة من الله مایقارب بینه و بین قومه وکان یسره مع حبه قومه وحرصه علیهم ان یلین له بعض ماقد غلظ علیه من امرهم حتے حدث بذلک نفسه وتمنا ه واجله فانزل له والنجم اذا هوے فاضل صاحبکم وما غولے القے الشیطان علی لسانه لما کان یحدث به نفسه ویتیمنی ان یاتی به قومة تلک الغرانیق العلے وان شفا عتهن ترتجے۔

(تاریخ طبری جلد ۲ ' ۲۲۶ وسیرۃ النبی جلد ۱ ' ۱۵۶ ' ۷ وغیرہ)

اسی کا توضیحی ترجمہ مولانا وحید الزمان خان صاحب کی عبارت میں سنو فرماتے ہیں ۔ آنحضرتؐ کے دل میں خیال آیا کہ اگر ایسی آیتیں اتریں جن میں مشرکوں کے

معبودوں کی برائی ہوتو بہتر ہے ایک روز ایسا ہوا کہ آپ مشرکوں کی ایک مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے اس وقت سورہ والنجم اتری آپ یہ سورہ لوگوں کو سنانے لگے جب اس مقام پر پہنچے۔

" افرائیتم اللات والعزے ومنات والثالثۃ الاخرےٰ " تو شیطان نے آپ کی زبان سے بے اختیار یہ نکلوادیا " تلک الغرانیق العلےٰ وان شفاعتھن لترتجےٰ " یہ بڑے بڑے بت ہیں اوران کی شفاعت قبول ہونے کی امید ہے ۔یہ سنتے ہی قریش کے لوگ خوش ہوگئے اور جب آپ سجدے کی آیت پر پہنچے تو مشرک اور مسلمان سب نے ایک ساتھ سجدہ کیا۔ اور قریش کے لوگوں نے کہنا شروع کیا اب تو محمدؐ ہمارے معبودوں کی تعریف کرنے لگے ہیں آخر حضرت جبرائیل اترے اور پیغمبر صاحب سے کہا یہ تم نے کیا پڑھ دیا؟ میں تو اللہ تعالیٰ کے پاس سے یہ نہیں لایا۔ آنحضرت کمال رنجیدہ ہوئے اور بہت ڈرے اس وقت یہ آیت اتری ۔(تفسیر وحیدی ۴۴۰)

اور زمانہ حال کے مشہور مصنف شمس العلماء شبلی صاحب نے لکھا ہے۔

"تلک الغرانیق العلےٰ " کی حدیث کو جس میں بیان ہے کہ شیطان نے آنحضرتؐ کی زبان سے وہ الفاظ نکلوادیئے جن میں بتوں کی تعریف ہے بعض محدثین نے ضعیف اور نا قابل اعتبار کہا تھا۔ اس کے باطل ہونے کی ایک عقلی دلیل یہ بھی بیان کی تھی " لو وقع لارتد کثیر ممن اسلم ولم ینقل ذلک " اگر ایسا ہوتا تو بہت سے مسلمان اسلام سے پھر جاتے حالانکہ ایسا ہونا مذکور نہیں حافظ ابن حجر فتح الباری میں اس اصول کو نقل کر کے لکھتے ہیں:

وجمیع ذلک لا یتمشٰی علی القواعد فان الطرق اذا کثرت و تباینت مخارجھا دل ذلک علی ان لھا اصلا.

یہ تمام اعتراضات اصول کے موافق چل نہیں سکتے۔ اس لیے کہ روایات کے

طریقے جب متعدد ہوتے ہیں اور ان کے ماخذ مختلف ہوتے ہیں تو یہ اس بات
کی دلیل ہوتی ہے کہ روایت کی کچھ اصل ہے (سیرۃ النبی جلد ا' ۵۱)

آگے چل کر پھر ممدوح لکھتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے حرم میں ایک دفعہ نماز ادا کی کفار بھی موجود تھے جب آپ نے یہ آیت پڑھی " ومناۃ و الثالثۃ الاخریٰ " تو شیطان نے آپؐ کی زبان سے یہ الفاظ نکلوا دیئے " تلک الغرانیق العلےٰ وان شفاعتھن لترتجیٰ " یعنی یہ بت معظم و محترم ہیں اور ان کی شفاعت مقبول ہے اس کے بعد آنحضرتؐ نے سجدہ کیا اور تمام کفار نے بھی آپ کی مطابعت کی۔ بہت سے محدثین نے اس روایت کو بسند نقل کیا ہے ان میں طبری' ابن ابی حاتم' ابن المنذر' ابن مردویہ' ابن اسحٰق' موسیٰ بن عقبہ' ابو معشر شہرت عام رکھتے ہیں۔ اس سے بڑھ کر تعجب یہ ہے کہ حافظ ابن حجر کو جب جن کے کمال فن حدیث پر زمانہ کا اتفاق ہے اس روایت کی صحت پر اصرار کیا ہے چنانچہ لکھتے ہیں۔

وقد ذکرنا ان ثلاثۃ اسانید منھا علےٰ شرط الصحیح وھے
مراسیل یحتج بمثلھا یحتج بالمراسل .

ہم نے اوپر بیان کیا ہے اس روایت کی تین سندیں صحیح کی شرط کے موافق ہیں
اور یہ روایتیں مرسل ہیں اور ان سے وہ لوگ استدلال کر سکتے ہیں جو مرسل
روایتوں کے قائل ہیں (سیرۃ النبی جلد ا' ۱۷۶)

مولوی صاحب: معاذ اللہ! اس روایت سے حضرت رسول مقبولؐ کی کس درجہ توہین کی گئی اللہ اکبر! حضرت تو بت پرستی کو مٹانے کے لیے دنیا میں بھیجے جائیں اور اسی مشن میں اپنی زندگی وقف کر دیں، اس کے پیچھے ساحر' کاہن' مجنون القاب پائیں، ہر قسم کی اذیت جھیلیں، ہر طرح کی مصیبت برداشت کریں پھر حضرت ہی کے بارے میں یہ روایت بنائی جائے کہ آپ نے بتوں کی تعریف کی اور وہ بھی کہاں حرم میں؟ اور وہ بھی نماز کی حالت میں، اس سے زبردست وار حضرتؐ پر اور کیا ہو سکتا ہے۔ میں نے بھی تفسیر و حدیث کی کتابوں میں اس روایت کو کئی مرتبہ پڑھا ہے

جب میری نظر اس پر پڑتی ہے تو خون کھولنے لگتا ہے اور خیال ہوتا ہے کہ آج آریوں نے بھی حضرتؐ کے ساتھ ایسی دشمنی نہیں کی جیسی ان مسلمانوں نے کی۔ کہ اسلام کے ذبح کر دینے کے کل اسباب اپنی کتابوں میں مہیا کر دیئے ہیں اور انہیں روایتوں سے اس زمانہ میں عیسائی اور آریہ لوگ اسلام، قرآن شریف اور حضرت رسول مقبولؐ پر دن رات ہزاروں اعتراضات کرتے ہیں۔ اس وقت مسلمانوں کو غصہ آجاتا ہے وہ اپنے بزرگوں کو کچھ نہیں کہتے۔

ہدایت خاتون: اور سنو امام بخاری صاحب یہ روایت لکھتے ہیں۔

عن عائشه قالت دخل علی النبیؐ وعندی جارتیان تغینان بغناء بعاث فاضطجع علے الفراش وحول وجهه ودخل ابوبکر فانتهر نی وقال ضرمارة الشیطان عند النبیؐ فا قبل علیه رسولؐ الله فقال وعهما فلما غفل غمز تها خرجتاو کان یوم عید یلعب فیه السودان بالدرق والحراب فاما سالت رسولؐ الله واما قال تشتهین تنظرین فقلت نعم فاقامنی وراء ه خدی علے خده وهو یقلول دو نکم یا نبی ار فدۃ حتے اذا ملت قال لی جسک قلت نعم قال فاذهبی.

حضرت عائشہ بیان کرتی تھیں کہ ایک دفعہ حضرت رسولؐ خدا میرے پاس تشریف لائے تو میرے پاس دو لونڈیاں بعاث کی گیت گا رہی تھیں۔ حضرتؐ نے یہ دیکھا۔ تو نہ مجھ سے کچھ کہا نہ ان لونڈیوں کو روکا بلکہ جا کر اپنے فرش پر لیٹ رہے اور اپنا چہرہ دوسری طرف کر لیا۔ اتنے میں ابوبکرؓ داخل ہوئے تو مجھے ڈانٹا۔ یہ شیطان کا باجا رسولؐ خدا کے سامنے! اس پر حضرت رسولؐ خدا ابوبکرؓ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا ان دونوں کو گانے بجانے دو۔ پھر جب وہ غافل ہوئے تو میں نے دونوں لونڈیوں کو اشارہ کر دیا۔ وہ دونوں چلی گئیں ۔ اور عید

کے روز حبشی ناچنے والے اپنے باجوں وغیرہ سے ناچتے تھے۔ تو میں نے حضرت رسولؐ خدا سے سوال کیا یا خود حضرتؐ ہی نے مجھ سے دریافت فرمایا کہ کیوں عائشہ! تم بھی یہ ناچ دیکھنا چاہتی ہو؟ میں نے کہا ہاں! تو حضرتؐ نے اپنے پیچھے مجھے کھڑا کر لیا کہ میرا رخسارہ حضرتؐ کے رخسارہ کے اوپر تھے اور حضرت رہ رہ کر ان ناچنے والوں سے فرماتے جاتے تھے ہاں بھائیو! خوب ناچ جاؤ۔ یہاں تک کہ میں ان کا ناچ دیکھتے دیکھتے تھک گئی۔" (مگر حضرت رسولؐ خدا نہیں تھکے) تو حضرت نے مجھ سے فرمایا کیوں دیکھ چکیں میں نے کہا ہاں تب حضرتؐ نے فرمایا اچھا چلو۔ (صحیح بخاری پ ۴ ص ۵۱۸)

اس روایت میں حضرت رسولؐ خدا اور ان کی بیوی کی تہذیب اور اخلاق کی کیسی خوبصورت تصویر کھینچ دی ہے۔ یہ ادب تو دیکھا ہی نہیں گیا کہ کسی کی بیٹی نے اپنے باپ کا ذکر اس طرح کیا ہو جس طرح کوئی آقا اپنے غلام کا ذکر کرتا ہے۔ حضرت عائشہ کس بے تکلفی سے فرماتی ہیں "ودخل ابوبکر" (ابوبکر آئے) کیا حضرت ابوبکر ان کے والد نہیں تھے؟ کیا ان کو معلوم نہیں تھا کہ وہ ان کے ابا جان ہیں؟ کیا ان کو معلوم نہیں تھا۔ کہ باپ کا نام بے موقع نہیں لیتے۔ پھر انہوں نے "دخل ابی" میرے باپ آئے کیوں نہیں کہا۔ اس کے ساتھ حضرتؐ کا جناب عائشہ کو ناچ دکھانا اس طرح کہ ان کا رخسارہ حضرتؐ کے رخسارہ پر تھا۔ اور سب ناچنے والے اور تماش بین بھی یہ تماشہ دیکھتے تھے کہ معلم اخلاق رسولؐ اس لطف سے اپنی بیوی کو ناچ دکھا رہا ہے، کہ دونوں کا رخسارہ تلے اوپر ہے کسی درجہ عبرت ناک ہے اور سنو:

عن النبیؐ انه صلے صلوٰۃ فقال ان الشیطان عرض بی فشد علی لیقطع الصلوٰۃ علی فامکننی الله من فد عته ولقد هممت ان اوثقه الی ساریة حتیٰ تصبحوا فتنظر والیه فذکرت قول سلیمان "رب هب لی ملکالاینبغی لا حد من بعدی فردا الله خاساء .

حضرت رسولؐ فرماتے تھے کہ میں نے ایک دفعہ نماز پڑھی تو شیطان میرے سامنے آیا اور مجھ پر حملہ کیا تاکہ میری نماز کاٹ دے اس وقت خدا نے اس کے اوپر مجھے غلبہ دے دیا اور میں نے اس کو اٹھا کر پٹک دیا پھر میں نے ارادہ کیا کہ اس کو ایک ستون سے باندھ دوں۔ تاکہ تم لوگ صبح کو آؤ۔ تو اس کا تماشہ دیکھو مگر حضرت سلیمان پیغمبر کا قول یاد آیا تو خدا نے اس کو غائب و خاسر واپس کردیا۔ (صحیح بخاری پ ۵، ۱۲۳)

اور سنو!

عائشه" تقول کان یکون علی الصوم من رمضان فما استطیع ان اقضے الا فی شعبان قال یحیےٰ الشغل من النبیؐ او بالنبیؐ.

حضرت عائشہ فرماتی تھیں کہ میرے ذمہ ماہ رمضان کے جو روزے باقی رہ جاتے تھے ان کو میں آئندہ سال کے ماہ شعبان کے سوائے کسی مہینہ میں قضا ہی نہیں کرسکتی تھی یحیےٰ کا بیان ہے کہ حضرت عائشہ کا مطلب یہ تھا کہ حضرت رسولؐ خدا سے آپ کو مہلت نہیں ملتی تھی کہ روزے رکھ سکتیں۔

(صحیح بخاری پ ۷، ۲۸۳)

معاذ اللہ حضرت رسولؐ خدا کی عیش پرستی کی کیسی فحش تصویر کھینچ دی ہے اور سنو ."

لقداتی النبیؐ سباطة قوم فبال قائم " حضرت رسولؐ خدا ایک قوم کے خاک روبہ پر آئے اور وہاں کھڑے کھڑے پیشاب کرنے لگے (صحیح بخاری پ ۱۸۹)

اور سنو:

ان النبیؐ لقے زید بن عمرو بن نفیل باسفل بلدح قبل ان ینزل علے النبیؐ الوحی فقد مت النبیؐ سفر ة فابے ان یاکل منها ثم قال زیدانی لست آکل مماتذ بحون علے الضابکم ولا آکل الا

ماذکر اسم الله علیه .

حضرت رسولؐ خدا پر وحی نازل ہونے کے قبل، آپ سے اور حضرت عمرؓ کے خاندان سے زید بن عمرو بن نفیل سے وادی بلدح کے پاس ملاقات ہوئی۔ وہاں آنحضرتؐ کا کھانا کھولا گیا تو زید نے آنحضرتؐ کا کھانا کھانے سے انکار کر دیا پھر کہا تم لوگ اپنے بتوں کے پتھروں پر جن جانوروں کو ذبح کرتے ہو ان سے میں نہیں کھاتا بلکہ جو جانور اللہ کے نام کے سوائے کسی نام سے ذبح کیا جاتا ہے اس کو بھی میں نہ کھاتا بلکہ جو جانور اللہ کے نام کے سوائے کسی نام سے ذبح کیا جاتا ہے۔ اس کو بھی نہیں کھاتا (صحیح بخاری پ۱۵، ۴۲۴)

مطلب یہ کہ رسولؐ خدا بتوں کے ذبیحے کھاتے تھے اور زید اس وقت بھی سوائے خدا کے نام کے کسی کا ذبیحہ نہیں استعمال کرتے اس سے حضرت رسولؐ خدا کا درجہ کس درجہ گھٹا دیا گیا اور سنو۔

عن عائشة ان رسولؐ الله کان لسیال فی مرضه الذی مات، فیه یقول این انا غدا این انا غدا ایر یدم یوم عائشته فاذن له ازواجه یکون حیث شاء فکان فی بیت عائشة حتے مات عندها قالت عائشه فمات فی الیوم الذی کان یور علے فیه فی بیتی فقبضه الله و ان راسه لبین فجری و سحری و خالط ریقه رلقی .

حضرت عائشہ فرماتی تھیں کہ حضرت رسولؐ مرض الموت وارد ہوا تو آپؐ نے لوگوں سے پوچھنا شروع کیا میں کل کہاں ہوں گا؟ کل میں کس بی بی کے گھر آرام کروں گا؟ مطلب حضرتؐ کا یہ تھا کہ حضرت عائشہ کی باری کا دن کب آئے گا تا کہ میں ان کے پاس پہنچوں یہ دیکھ کر حضرت کی دوسری بیویوں نے اجازت دے دی کہ حضرت جہاں چاہیں رہیں اس پر حضرتؐ دوسری بیویوں کو

چھوڑ کر حضرت عائشہ کے گھر چلے آئے یہاں تک کہ انہیں کے پاس انتقال کیا۔
حضرت عائشہ فرماتی تھیں کہ حضرتؐ حالت صحت میں میری باری کے دن یعنی
جس روز میرے ساتھ .... تھے اسی روز میرے ہی گھر میں آپؐ نے انتقال
فرمایا غرض خدا نے حضرتؐ کی روح اس وقت قبض کی جب حضرت میرے
سینے سے چمٹے ہوئے تھے اور حضرت کا تھوک میرے تھوک سے ملتا جاتا تھا۔

(صحیح بخاری پ ۱۸، ۱۰۶)

تم ہی انصاف سے بتاؤ کہ دنیا سے معمولی لوگ بھی انتقال کرتے ہیں۔ تو وہ اس وقت خدا سے لو لگا دیتے ہیں۔ اور عالم آخرت کے خوف سے ان کا بدن کانپتا رہتا ہے یہاں افضل الاولین والآخرین سید المرسلین دنیا سے رحلت فرما رہے ہیں مگر بجائے اس کے کہ آپؐ کو فقط باری کا شوق ہو آپؐ اپنی پیاری بیوی کا تھوک چاٹنے میں مصروف ہیں۔ کیا کسی مذہبی پیشوا کی بدترین تصویر اس کے سوائے بھی کچھ ہو سکتی ہے؟ پھر عیسائیوں آریوں پر کیوں بگڑتے ہو۔

مولوی صاحب: حضرت عائشہ کو اس کی کیا ضرورت تھی کہ سب باتیں لوگوں سے بیان کرتی رہتی تھیں اگر یہ باتیں سچی بھی ہوں تو ان کے پوشیدہ رکھنے کی ضرورت تھی۔

ہدایت خاتون: انہوں نے یہ سوچا کہ ایسی روایت بیان کر دینے سے لوگ یہ سمجھیں کہ حضرت رسولؐ خدا آپ کو دوسری بیویوں سے بہت زیادہ چاہتے تھے۔ مگر یہ خیال نہیں آیا کہ اس سے حضرتؐ کی رسالت پر کیسا بدنما دھبہ پڑ جائے گا خیر انہوں نے تو اپنے نسوانی جذبہ کے ماتحت اس کو بیان کر دیا لیکن راویوں کی غیرت کہاں چلی گئی تھی کہ اس روایت کو لوگوں سے بیان کرتے پھریں اور پھر جامعین احادیث خصوصاً امام بخاری ایسے محتاط محدث کو کیا سوجھی کہ اس روایت کو بھی اپنی کتاب میں درج کر کے رہے۔ اور ان کے بعد کے محدثین کو بھی اس سے شرم نہیں آئی سب خوشی سے ایسی حدیثوں کو آج تک نقل کرتے ہیں جن سے آریوں اور عیسائیوں کو حضرت رسولؐ خدا کی زن پرستی دکھانے کا کافی موقع مل جاتا ہے اور سنو۔

ان رعطا من عكل اوقا ل من عرنية ولا اعلمه الا قال عكل قدموا المدينة فامر لهم النبیؐ بلقاح وامر هم ان يخر جوا فيشر بوا من ابوالها والبانها فشر بوا حتے اذا برء واقتلوا الراعی واستاقوا النعم فبلغ النبیؐ غدوة فبعث الطلب فی آثار هم فما ارتفع النهار حتے جئی بهم فامر بهم فقطع ايد بهم وارجلهم وسمرا عينهم والقوا بالحرة يستسقون عكل .

عرنیہ سے ایک جماعت مدینہ میں آئی تو حضرت رسولؐ خدا نے ان لوگوں کے لیے کچھ دودھ دینے والی اونٹنیوں کا حکم دیا اوران سے فرمایا کہ باہر جا کران اونٹنیوں کے پیشاب اور دودھ پی لیں ۔ وہ سب گئے اور اچھی طرح پی کر سیراب ہو گئے تو چرواہے کو قتل کرڈالا اور سب چوپائیوں کو بہکا کر اپنے ساتھ لے جانے لگے اس کی خبر صبح کے وقت حضرت رسولؐ خدا کو ہو گئی تو حضرتؐ نے کچھ لوگوں کو ان کی طلب میں دوڑایا۔ ابھی دن زیادہ بلند نہیں ہونے پایا تھا کہ وہ سب لوگ گرفتار کر کے حضرتؐ کی خدمت میں پہنچا دیئے گئے۔ حضرتؐ نے حکم دے کر پہلے ان سب کے ہاتھ کٹوا دیئے پھر سب کے پاؤں کٹوا دیئے پھر سب کی آنکھوں میں سلائیاں پھروادیں اس کے بعد سب پتھریلی زمین پر لٹا دیئے گئے (اس کی گرمی اور دھوپ کی اذیت سے) ان سب پر پیاس کا غلبہ ہوا تو وہ سب حضرت سے پانی کا سوال کرتے تھے مگر حضرتؐ نے کسی کو بھی پانی نہیں پلوایا۔ (صحیح بخاری پ ۲۳۶۸)

بتاؤ تو کیا رحمتہ اللعالمین کی یہ شان ہو سکتی ہے ان سب کا قصور ضرور تھا مگر ان کی سزا کیا ایسی سخت مناسب تھی؟ سلائی پھیرنے کی تفسیر اس طرح لکھی ہے۔

" قال عياض سمر العين بالتخفيف كحلها بالمسمار المحمے "

''عیاض نے کہا آنکھ میں سلائی اس طرح پھیری جاتی کہ لوہے کی ایک کیل آگ میں خوب گرم کی جاتی اور آنکھ میں چبھودی جاتی''

(فتح الباری پ ۲۸، ۳۴۶)

اور سنو:

''ان رسول الله قطع فی السرق وثمر الاعین ثم نبذھم فی الشمس حتے ماتوا''

''حضرت رسول خداؐ نے چوری کی سزا میں لوگوں کے ہاتھ پاؤں کاٹے پھر ان کی آنکھوں میں سلائیاں پھروائیں اس کے بعد ان کو دھوپ میں ڈلوادیا کہ (تڑپ تڑپ کر) سب مر گئے'' (صحیح بخاری پ ۲۸، ۱۱۲)

اور سنو:

عن عائشة قالت قال رسول الله اریتک فی المنام مرتین اذار جل یحملک فی سرقة من حریر فیقول ھذا امراتک فاکشفھا فاذا ھے انت فاقول ان یکن ھذا من عند الله یمضه .

حضرت عائشہ فرماتی تھیں کہ حضرت رسولؐ خدا نے فرمایا۔ اے عائشہ! تم مجھ کو دو مرتبہ خواب میں (شادی سے پہلے) دکھا دی گئی تھیں۔ اس طرح کہ ایک مرد ریشم کے ایک ٹکڑے پر تم کو اٹھاتا تھا اور کہتا تھا کہ یہ تمہاری بیوی ہوں گی میں اس کو کھول کر دیکھتا تو تم ہی اس میں موجود رہتی تھیں اس وقت میں کہتا کہ اگر یہ بات اللہ کی طرف سے ہے تو وہ اس کو کر کے رہے گا۔

(صحیح بخاری پ ۲۸، ۴۹۵)

مولوی صاحب: اس روایت پر تمہارا کیا اعتراض ہے یہ تو حضرت عائشہ صدیقہ کی فضیلت ہے

جو حضرت رسول مقبول کی نہایت چہیتی بیوی تھیں۔

ہدایت خاتون: اور کیا خوب اس سے حضرت رسولؐ خدا کی توہین ہو اس کی کچھ پرواہ نہیں۔ حضرت عائشہ کی فضیلت ثابت ہو جانا چاہیے اور یہ نہیں دیکھتے کہ جو مرد انہیں ریشم کے ٹکڑے پر اٹھا کر حضرت رسولؐ خدا کو دکھاتا تھا وہ محرم ہوتا تھا یا نامحرم اگر نامحرم ہوتا تو اس کی گود یا ہاتھ میں اٹھنے سے حضرت عائشہ کی بھی عزت ہوئی یا ذلت اور سنو:

اتی النبیؐ بسرا فقامت امی فو ضعت لرسولؐ الله قطیفة......
فلما فرغت امی من الحشیش حبت احمله حتی وضعته بین ایدیهم فاکلوا ثم سقا هم فضیخا فشربؐ وسقی الذی عن یمینه

اس کا ترجمہ کرتے تو زبان تھراتی ہے مگر خیر سنو۔ ایک دفعہ رسولؐ خدا بسر صحابی کے پاس تشریف لائے تو ان کی ماں نے حضرت کو ایک چادر پر بٹھایا اور حشیش (ایک قسم کا کھانا) پکا کر لائیں سب لوگوں نے اس میں سے کھایا پھر سب کو فضیح (شراب پلائی گئی) تو حضرت رسولؐ خدا نے بھی اس شراب سے پیا اور حضرتؐ کے داہنی جانب جو لوگ تھے ان کو بھی پلایا (کنز الاعمال' جلد ۷ ۶۲)

مولوی صاحب: یہ کیسے معلوم ہوا کہ حضرت رسولؐ مقبول نے جو چیز پی وہ شراب تھی۔ فضیح کا معنی شراب کیسے معلوم ہوا؟ اس کو بھی تو ثابت کرتی چلو۔

ہدایت خاتون: ہاں یہ سوال بہت مناسب ہے اور اسی لفظ فضیح کی تحقیق سے روایت کا لطف بھی واضح ہو جائے گا تو سنو قاموس ایسی معتبر کتاب لغت ہے " الفضیح عصیر العنب و شراب تیخذ من بسر " فضیح انگور کی شراب کو کہتے ہیں اور یہ وہ شراب ہے جو خشک اور گدار کھجور سے ملا کر بنائی جاتی ہے اور منتہے الادب میں ہے کہ فضیح کا میرو شادب کہ انگور و شراب است کہ از عصارہ غورہ خام ساز ندا اور صحیح بخاری میں ہے:

"عن انس بن مالک قال کنت اسقی ابا عبیدة وابا طلحة وابی بن

کعب من فضیح زهو و تمر فجاء هم آت فقال ان الخمر قد حرمت فقال ابو طلحة قم یا انس فاهر قما فاهر قتها"

انس بن مالک صحابی کہتے تھے کہ میں ابوعبیدہ اور ابی بن کعب کو فضیح (گدار اور خشک کھجور کی شراب) پلا رہا تھا تو ایک شخص نے آ کر کہا شراب حرام کر دی گئی۔ یہ سن کر ابوطلحہ نے کہا اے انس اٹھو اور اس فضیح کو زمین پر بہا دو پس میں نے اس کو بہا دیا (صحیح بخاری مطبوعہ مصر جلد ۳ ۹۸)

اور سن لو:

عن ابن عباس قال نزلت هذا الاية وما كان لنبي ان يغل في قطيفه حمرا ء فقدت يوم بدر فقال بعض القوم لعل رسول الله اخذ ها فا نزل الله هذا ه آلاية .

جناب ابن عباسؓ سے آیہ مبارکہ " ماکان لنبی ان یغل "نبی کا یہ کام نہیں ہے۔ کہ کسی کی کوئی چیز چرالے) کی شان نزول اس طرح مروی ہے۔ کہ بدر کی لڑائی میں غنیمت کے مال سے ایک سرخ رنگ کی چادر کھوگئی تو بعض صحابہ نے کہا شاید رسولؐ خدا نے چرالی ہو اس پر خدا نے یہ آیت نازل کی۔

(تلخیص الصحاح مطبوعہ لاہور جلد ا' ۱۴۲)

اب اپنے ہم وطن مولانا وحید الزمان خان صاحب کا بیان سنو فرماتے ہیں اور پیغمبر کا کام نہیں کہ لوٹ کے مال میں چوری کرے۔ یہ آیت اس وقت اتری جب جنگ بدر کی لوٹ میں سے ایک سرخ چادر گم ہوگئی تھی۔ منافق کہنے لگے آنحضرتؐ نے رکھ لی ہوگی۔ بعضوں نے کہا احد کے دن جو پچاس آدمی گھاٹی میں معین ہوئے تھے انہوں نے یہ خیال کیا ایسا نہ ہو کہ لوٹ کا مال آنحضرتؐ خود رکھ لیں اور ہم کو نہ دیں اور اپنا مورچہ چھوڑ کر چل دیئے اس وقت یہ آیت اتری یعنی نبی کی یہ شان نہیں ہے کہ چوری یا خیانت کرے ایسے کاموں سے اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبروں کو

محفوظ رکھتا ہے ایک منافق کہنے لگا یا محمدؐ عدل کرو آپؐ نے فرمایا: تیری خرابی ہو اگر میں عدل نہ کرو ں گا تو پھر کون کرے گا۔ نبوت ایک بڑا منصب ہے جو اللہ جل شانہ کے فضل سے ایسے بندوں کو سرفراز کرتا ہے جس میں تمام اچھی صفتیں کوٹ کوٹ کر بھری جاتی ہیں اور ناپاک اور بری باتوں سے اللہ ان کو صاف اور پاک رکھتا ہے۔ صحیح حدیث میں ہے کہ جو کوئی اللہ کے مال میں سے گائے یا بکری یا اونٹ چرائے گا۔ قیامت کے دن اپنی گردن پر اس کو لادے ہوئے آئے گا اور وہ جانور آواز کرتا جائے گا' تمام لوگوں میں چرانے والا ذلیل وخوار ہوگا (تفسیر وحیدی ۹۳) یہ آیت قرآن مجید کے پ ۴ ع ۸ میں ہے۔

مولوی صاحب: بس کرو اب حضرت رسولؐ مقبول کی شان کے خلاف کوئی بات مجھ سے نہیں سنی جاتی۔

ہدایت خاتون: خیر میں بھی تمہارے کہنے پر اب ختم کرتی ہوں لیکن ایک روایت کو اور سن لو اف

مولوی صاحب: نہیں اب بخشو بھی میرا مزاج بگڑا جاتا ہے کیا کہوں اور کیا نہ کہوں؟

ہدایت خاتون: مگر میری خاطر سے ایک ہی روایت اور سن لو اور وہ بھی صحیح بخاری شریف ہی سے ہے۔

مولوی صاحب: خیر سنا دو اگرچہ جانتا ہوں وہ بھی بہت زہریلی ہی ہوگی تم چنتی ہی ایسی حدیث ہو۔

ہدایت خاتون:

عن عائشه قالت جدثنا ابو لغیم حد ثنا عبدالرحمن بن غسیل عن حمزة بن ابی اسید عن ابی اسیدؓ قال خرجامع النبی حتے انطلقنا الے حائط یقال له الشوط حتی انتهینا الے حائطین فجلسنا بینهما فقال النبیؐ اجلسوا مهنا و دخل وقداتے بالجونیة

فانزلت فی بیت فی تحل فی بیت امیمة بنت النعمان بن شراحیل و معهادا ایتها حاضنة لها فلما دخل علیها النبیؐ قال هبی نفسک لی قالت وهل تحب الملکة نفسها للسوقة قال فا هو ے بیده یضع یده علیها لتسکن فقالت اعوذ بالله منک فقال قد عذت بمعاذ ثم خرج علینا فقال یا ابا اسید اکسهار ا ز قیین والحقها باهلها .

ابوسیدؓ بیان کرتے تھے کہ ایک دفعہ ہم لوگ جناب رسولؐ خدا کے ساتھ مدینہ سے باہر چلے تو ایک باغ کے پاس پہنچے جس کا نام شوط ہے۔ یہاں تک کہ دو باغوں کے قریب پہنچے اور ان دونوں کے درمیان بیٹھ گئے تا کہ دونوں باغ دونوں طرف سے پردہ کا کام دیں اور ہم لوگوں کی کاروائی کسی آنے جانے والے پر ظاہر نہ ہو وہاں پہنچنے پر حضرت رسولؐ اللہ نے ہم لوگوں سے فرمایا کہ تم سب یہیں بیٹھ جاؤ اور حضرتؐ خود اندر داخل ہوئے جہاں جونیہ لائی گئی تھی اور امیمہ کے گھر کھجور کی شاخوں کے درمیان بٹھائی گئی تھی اور اس کے ساتھ اس کی دایہ حاضنہ بھی تھی۔ جب آنحضرتؐ اس جونیہ کے پاس پہنچے تو اس سے کہا کہ مجھے اپنا نفس بخش دے۔ اس پر وہ بولی کیا شاہزادیاں بھی بازاری لوگوں کو اپنا نفس بخش سکتی ہیں؟ یہ سن کر بھی حضرتؐ اپنے ارادہ سے باز نہیں آئے بلکہ آپ نے اپنا ہاتھ ادھر بڑھایا کہ اس کو پکڑ کر نرم کریں مگر وہ بگڑ گئی اور کہا میں تم سے خدا کی پناہ مانگتی ہوں۔ اس پر حضرتؐ نے فرمایا تو نے بڑی پناہ مانگی پھر حضرتؐ مایوس یا خوفزدہ ہو کر وہاں سے نکل آئے اور مجھ سے فرمایا اے ابواسید اس عورت کو دوراز قبہ کپڑے پہننے کو دو (جو کتان کا سفید کپڑا ہوتا ہے) اور اس کے گھر تک اس کو پہنچا دو۔ (صحیح بخاری پارہ ۲۲ جلد ۶' ۱۶۱ مطبوعہ دہلی)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ عورت جونیہ نہ خود حضرت کے پاس آئی نہ اپنے اہل وعیال کی اجازت سے حضرتؐ کے پاس پہنچائی گئی۔ اور یہ معاملہ اس درجہ پوشیدہ رکھا گیا۔ کہ حضرتؐ اپنے مخصوص اصحاب کے ساتھ مدینہ سے باہر دو باغوں کے درمیان ٹھہرے اور کھجور کا ایک کمرہ بنایا گیا اس میں وہ رکھی گئی وہاں جب پورا اطمینان ہو گیا کہ کسی اجنبی کو خبر نہیں ہو سکتی تو حضرتؐ نے اس سے اپنی خواہش ظاہر کی اس نے انکار کیا۔ اس پر حضرتؐ نے اس کی مرضی کے خلاف اس کو پکڑنا چاہا۔ لیکن اس نے تیور بدلے۔ جس پر حضرتؐ مجبور ہو گئے۔ یہ واقعات واضح کرتے ہیں کہ حضرتؐ کی نیت اس عورت کے ساتھ کیا تھی۔ اس روایت سے ایک اور امر معلوم ہوا کہ آنحضرتؐ اپنی خواہش ہائے نفسانی کے پوری کرنے میں خدا کے دوسرے احکام کی بھی پرواہ نہیں کرتے تھے کیونکہ اس جونیہ کا کسی کتاب سے مسلمان ہونا ثابت نہیں ہوتا اس لیے کہ جو مسلمان عورت حضرتؐ کے پاس ایک منٹ بھی بیٹھ جاتی تھی وہ صحابیہ کی صفت سے متصف ہو جاتی تھی پس اگر یہ عورت مسلمان ہوتی تو صحابیہ بھی ہوتی۔ حالانکہ علامہ ابن حجر نے اصابہ فی تمیز الصحابہ میں جن صحابی عورتوں کا نام لکھا ہے۔ ان میں اس عورت کا ذکر تک نہیں کیا گویا دوسری عورتوں کے بیان میں اس کا قصہ لکھا ہے۔ مگر صحابیات میں اس کا شمار نہیں کیا گیا جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ عورت مسلمان نہیں تھی۔ اور مشرکہ عورتوں سے نکاح کو خدا نے منع کیا ہے۔ فرمایا ہے" ولا تنکحوا المشرکات حتیٰ یومن " اے رسولؐ تم اور کل مسلمان مشرکہ عورتوں سے نکاح نہ کریں جب تک وہ ایمان نہ قبول کریں (پ ۲ ع ۱۱) اللہ اکبر! کیا واقعاً رسولؐ خدا ایسے بھی تھے

مولوی صاحب: ذرا کسی شرح میں دیکھو کہ یہ جونیہ کون تھی کیسی تھی اور کیوں اس کے لیے اس درجہ اہتمام کیا گیا۔ یہ تو نہایت شرمناک واقعہ ہے۔

ہدایت خاتون: علامہ ابن حجر نے لکھا ہے۔

قدم النعمان علی رسولؐ اللہ مسلما۔ فقال یارسولؐ اللہ الا ازواجک اجمل ایم فی العرب کانت تحت ابن عم لھا فتوفی

وقد رغبت فيک قال نعم قال فابعث من يحملها اليک فبعث معه ابا اسيد .

نعمان ایک شخص نے رسولؐ خدا سے کہا اس وقت عرب میں جو بیوہ عورت سب سے زیادہ خوبصورت ہے اس سے آپؐ شادی کریں گے؟ آپؐ نے فرمایا ہاں اور ابو سیدؓ کو اسے لانے کے لیے بھیج دیا

ووقع فى رواية ابن سعد فا هوے اليها ليقلبها و كان اذا اختلے النساء اقعے وقبل .

ابن سعد کی روایت میں ہے کہ حضرتؐ نے اس کی طرف ہاتھ بڑھایا کہ اس کا .... لے لیں۔ (میری شرم اجازت نہیں دیتی کہ بعض لفظوں کا ترجمہ کرو ں اس وجہ سے ان کو چھوڑتی جاتی ہوں) " **و كانت من اجمل النساء** " وہ عورت نہایت ہی حسینہ و جمیلہ تھی۔ (فتح الباری پ۲۲، ۱۲۶)

مولوی صاحب: تمہاری شرم و حیا بھی بہت قابل قدر ہے کہ تم ترجمہ کر کے اپنا مطلب اور زیادہ واضح کر دیتی ہو۔ لیکن سب کو چھوڑتی جاتی ہو۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ہمارے محدثین نے ان روایتوں کو کیوں ذکر کیا۔ اس سے ان کا کیا نفع تھا فرض کرو کہ یہ واقعات ہوئے بھی اور حضرت رسولؐ سے یہ بات سرزد ہوئی بھی پھر بھی ان چیزوں پر پردہ ڈال دینا چاہیے تھا نہ کہ اس طرح کتابوں میں لکھ ڈالنا کہ جس کی وجہ سے قیامت تک لوگوں کی نظریں ان چیزوں پر پڑتی رہیں گی۔ اس میں کیا مصلحت تھی اور ان رازوں کے فاش کرنے کی وجہ کیا ہوئی اس سے اسلام کا کون سا کام بن گیا اور کفر کی کون سی بات بگڑ گئی۔

ہدایت خاتون: میرا ذہن اس طرف جاتا ہے کہ یہ سب خلافت اور اپنے خلفاء کو نبوت اور انبیاء کے برابر کرنے کے لیے ہے تاکہ مذہب اہل سنت کی حفاظت کسی طرح تو ہو سکے۔ اسلام رہے نہ رہے۔

انیسواں باب (19)

خلافت و امامت کی بحث

مولوی صاحب: اس سے تمہارا کیا مطلب ہے ان باتوں سے خلفاء و انبیاء برابر کیونکر ہو جائیں گے؟ نہ خلافت کسی طرح بھی رسالت یا نبوت کے برابر ہو سکتی ہے۔

ہدایت خاتون: چونکہ تم لوگوں نے حضرت رسولؐ خدا کے خلفاء کو اپنی تجویز سے مقرر کیا اور اس سلسلہ میں بہت سی برائیاں ظاہر ہوئیں لہٰذا ایسا انتظام کیا گیا کہ انبیاء میں بھی ایسی ہی برائیاں لوگوں کے ذہن نشین کرائی جائیں جس کے بعد کہنے کا موقع ملے کہ اگر ہمارے خلفاء ایسے تھے تو کیا ہوا انبیاء بھی تو ایسے ہی تھے جیسے رسول تھے ویسے ہی ان کے قائم مقام بھی ہوئے۔

مولوی صاحب: حضرت رسولؐ خدا کے خلفاء کو ہم لوگ اپنی تجویز سے مقرر نہیں کرتے تو کیا تمہاری رائے و مشورہ سے کرتے؟ تم اس وقت غائب کیوں تھی؟ موجود رہتیں تو صحابہ کرام تم ہی سے پوچھتے سرکار بتایئے ہم لوگ رسولؐ خدا کے بعد کس کو حضرتؐ کا خلیفہ بنائیں یا آپ ہی اس کرسی پر بٹھا دی جاتیں۔

ہدایت خاتون: مجھ سے یا کسی سے پوچھنے کی ضرورت ہی نہیں تھی۔ آدمیوں سے تو ان کے کاموں میں رائے اور مشورہ نہیں لیا جاتا۔ خدائی کاموں میں انسانی رائے و مشورہ کو کیا دخل؟ کیا لوگوں کے کالے گورے، مرد، عورت، پیدا ہونے کا انتظام تمہارے مشورہ سے ہوتا ہے؟ کیا بارش

ہونے آفتاب و ماہتاب کے طلوع وغروب ہونے کا کام آدمیوں کی رائے سے ہوتا ہے؟ کیا کسی کے صاحب اولاد اور کسی کے لاولد ہونے کا سامان ہم لوگوں سے پوچھ کر کیا جاتا ہے؟ کیا کسی کے زندہ رہنے اور کسی کے مردہ ہو جانے کا سلسلہ ہم لوگوں سے دریافت کر کے جاری ہے؟ کیا خدا اپنا کوئی کام مخلوق کی تجویز سے کرتا ہے؟

مولوی صاحب: یہ کیا تم نے بے ہنگم، بے تکی باتیں چھیڑ دیں ان باتوں کو کون کہتا ہے

ہدایت خاتون: کیوں نہیں کہتا؟ اسی وجہ سے تو یہ سب خدائی انتظامات ہیں جن میں انسان کا دخل نہیں بس اسی طرح انبیاء کا بھیجنا اور ان کے اوصیاؑ خلفاء آئمہ کا مقرر کرنا بھی خدا ہی کا فعل ہے ہماری اس میں بولنے کی بالکل گنجائش نہیں۔

مولوی صاحب: یہی تو بڑا اختلاف شیعہ و سنی میں ہے۔ تم لوگ خواہ مخواہ اپنے اماموں کا درجہ بلند اور ان کو نبیوں کے برابر ثابت کرنے کے لیے کہتی ہو کہ جس طرح خدا ہی نبیوں کو بھیجتا ہے۔ اور آدمیوں کے انتخاب سے کوئی شخص نبی یا رسول نہیں ہو سکتا اسی طرح اپنا خلیفہ رسول یا امام نہیں ہو سکتا۔

ہدایت خاتون: بے شک ہم لوگ یہی کہتے اور ڈنکے کی چوٹ پر کہتے ہیں اسی سے تو ہم لوگوں کا مذہب حق اور یہی صراط مستقیم ہے۔

مولوی صاحب: سبحان اللہ! اپنے منہ میاں مٹھو اسی کو کہتے ہیں' اگر تم لوگوں کا دعویٰ سچ ہے تو اس کو ثابت کرو۔

ہدایت خاتون: شوق سے بتاؤ کس چیز سے ثابت کروں۔ عقل سے یا قرآن مجید سے یا احادیث رسولؐ اللہ سے۔

مولوی صاحب: عقل سے تو رہنے دو تم بڑی جھگڑالو ہو تمہاری زبان بھی قینچی کی طرح چلتی رہتی ہے جو بات کہتی ہو اس کو کسی نہ کسی طرح مدلل کر ہی لیتی ہو۔ البتہ ہم لوگوں کی بحث سے شروع قرآن

شریف کے مطابق چل رہی ہے۔بس قرآن شریف ہی سے ثابت کرو کہ خلافت بھی منجانب اللہ ہوتی ہے۔اور آدمیوں کا اس میں بالکل دخل نہیں ہے۔

ہدایت خاتون: بسم اللہ ! سماعت فرمایئے! خدا فرماتا ہے" الله يجتبى اليه من يشاء ويهدى اليه من ينيب " خدا جس کو چاہتا ہے اپنی بارگاہ کا برگزیدہ بنا دیتا ہے اور جو اس کی طرف رجوع کرے اس کی ہدایت کر دیتا ہے۔(پ۲۵ ع۳)

تم کہو گے کہ یہ عام لوگوں کے لیے ہے حالانکہ خدا اپنا اصول بیان کرتا ہے کہ کسی شخص کو مذہبی طور پر پیشوائی یا برگزیدگی کا عہدہ خدا ہی کے عطیہ سے ملتا ہے خدا یہ نہیں کہتا کہ آدمی جس کو چاہے اسے خدا کا برگزیدہ بنا لے اگر ہم لوگوں کے انتخاب یا رائے زنی یا شوریٰ سے کسی کو مذہبی برگزیدگی ہو سکتی تو خدا اس کو اپنی ذات کے لیے مخصوص نہیں کرتا۔

مولوی صاحب: ہاں اس سے بھی تمہارا مطلب کچھ نکلتا ہے۔لیکن اس سے زیادہ واضح دلیل کی ضرورت ہے۔

ہدایت خاتون: اور سنو:

وربك يخلق مايشاء ويختار ماكان لهم الخيرة سبحان الله وتعالى عمايشركون.

اور تمہارا پروردگار جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے منتخب کرتا ہے اور انتخاب لوگوں کے اختیار میں نہیں ہے اور جس چیز کو یہ لوگ خدا کا شریک بناتے ہیں اس سے خدا پاک اور کہیں برتر ہے(پ۲۰ ع۱۰)

اس سے بالکل واضح طور پر ثابت ہوا کہ خدائی عہدے صرف خدا ہی کے انتخاب اور تقرر سے حاصل ہوتے ہیں نبوت ہو یا امامت بندوں کے ہاتھ میں ہرگز کسی کا انتخاب نہیں۔ کیونکہ دونوں خدائی کام کے لیے ہیں اور خدا ہی بہتر جان سکتا ہے کہ اس کے کاموں کو کون اچھی طرح انجام دے سکتا ہے۔

مولوی صاحب: یہ آیت تو تم نے بڑی زبردست پیش کی' اس سے اجماع شوریٰ استخلاف سب ہوا ہو جاتا ہے۔ اچھا دیکھو مولانا وحید الزمان خان صاحب نے اس کے بارے میں کیا لکھا ہے۔

ہدایت خاتون: (کتاب لا کر) دیکھو تحریر فرماتے ہیں۔ یعنی پیدا بھی وہی کرتا ہے اور اختیار بھی اسی کا ہے اسی کے سوائے نہ کوئی پیدا کر سکتا ہے نہ کسی کو اختیار ہے جو چاہتا ہے وہی کرتا ہے معلوم ہوا کہ کسی نبیؑ یا ولی کو اپنے کارخانہ میں اختیار نہیں دیا ہے بلکہ کل اختیارات اپنے ہاتھ میں رکھے ہیں (تفسیر وحید ۵۱۱) بتاؤ نبوت یا خلافت یا امامت بھی خدا کا کارخانہ ہے یا نہیں؟ پھر اس میں کسی کو اختیار کیسے دے دیگا۔

مولوی صاحب: البتہ اس آیت نے میری آنکھیں کھول دیں اب تو میں دیکھتا ہوں مجھے تمہارا مذہب اختیار کر لینا پڑے گا۔

ہدایت خاتون: خدا کرے ایسا ہی ہو لیکن پہلے اس کو خوب جانچ لو ابھی مسئلہ خلافت میں بھی اپنی پوری طرح تسلی کر لو تب کہیں رائے قائم کرنا خدا نے جو فرمایا ہے اس پر عمل بھی کیا ہے اس کی آیت دیکھو" **ولقد آیتنا موسےٰ الکتاب وجعلنا مع اخاہ ھارون وزیرا** " اور البتہ ہم نے موسیٰ کو کتاب عطا کی اور ان کے ساتھ ان کے بھائی ہارون کو ان کا وزیر بنایا (پ ۱۹ ع ۲) بتاؤ خدا نے حضرت موسیٰؑ کو نبیؑ ہی تو بنایا تو پھر ان کے وزیر مقرر کرنے کو کیوں نہیں ان کی امت پر چھوڑ دیا کہ جس کو چاہیں بنا دیں۔ تم لوگ کہتے ہو کہ خدا نے حضرت رسولؐ خدا کا خلیفہ کسی کو نہیں بنایا بلکہ مسلمانوں پر چھوڑ دیا کہ جس کو چاہیں خود ہی بنا لیں لیکن حضرت موسیٰؑ کے وزیر کو خدا نے خود بنایا' پھر حضرت رسولؐ خدا نے کیا قصور کیا تھا جس کی وجہ سے خدا نے آپ کا وزیر خلیفہ خود مقرر نہیں کیا۔ اگر غور کرو اور انصاف سے کام لو تو یہی چند آیتیں میرا مطلب واضح کرنے کے لیے کافی ہیں۔ لیکن اور بھی تو سن لو' فرماتا ہے۔" **وجعلنا ھم ائمۃ یھدون بامرنا** " اور ہم ہی نے ان سب کو لوگوں کا امام بنایا کہ لوگوں کو ہمارے امر کی ہدایت کریں (پ ۱۷ ع ۵) یہ بھی بہت واضح آیت ہے کہ امام بنانا خدا کا فعل ہے اور وہی جس کو چاہتا ہے حقیقی امام بناتا ہے اور سنو:

اذا یتلیٰ ابرھیم ربه بکلمات فاتمھن قال انی جاعلک للناس اماما قال ومن ذریتی قال لا ینال عھدی الظالمین .

اے رسولؐ وہ وقت بھی یاد دلاؤ جب ابراہیم کو ان کے پروردگار نے چند باتوں میں آزمایا اور انہوں نے ان کو پورا کردیا تو خدا نے فرمایا میں تم کو لوگوں کا امام بنانے والا ہوں۔ حضرتؑ نے عرض کی اور میری اولاد میں سے لوگوں کو امام بنائے گا؟ خدا نے کہا ہاں! مگر میرے اس عہدہ پر ظالموں میں سے کوئی شخص فائز نہیں ہوسکتا (پ ا ع ۱۵)

مولوی صاحب: اس آیت کو تو تم اس کے پہلے بھی ایک موقعہ پر پڑھ چکی ہو مکرر آیتیں پڑھنے کی بجائے' دوسری آیتیں بیان کرو۔

ہدایت خاتون: اگر کسی آیت سے دو مطلب نکلتے ہوں تو کیا دونوں کے ثابت کرنے کے لیے وہ آیتیں نہیں پڑھی جائیں گی؟ پہلے نبوت کے متعلق یہ آیت ذکر کی تھی۔ اب امامت کا اثبات بھی اسی سے ہوتا ہے تو کیوں نہ پڑھوں اس میں خدا صاف صاف فرماتا ہے کہ اے ابراہیمؑ تم کو امام بنانے والے آدمی نہیں ہیں بلکہ میں ہوں۔ میں ہی جس کو چاہوں نبی بناؤں اور جس کو چاہوں امام بناؤں۔

مولوی صاحب: مگر اس آیت میں امام سے مطلب نبی ہے۔ اور خدا کا مقصود یہ ہے کہ اے ابراہیمؑ میں ہی تم کو پیغمبر بناؤں گا۔

ہدایت خاتون: تو پھر خدا نے یہ کیوں نہیں فرمایا۔

انی جاعلک للناس بنیایا انی جاعلک للناس رسولا

خدا نے صاف لفظ چھوڑ کر دو معنی والا لفظ کیوں اختیار کیا۔

مولوی صاحب: اس کا جواب میرے پاس نہیں ہے۔ کیونکہ خدا نے ایسا جھگڑے والا لفظ

اختیار کیا۔لیکن بہرصورت اس آیت سے یہ نہیں ثابت ہوسکتا کہ وہ خلیفہ بھی جو رسول کی جگہ ہو۔ خدا ہی کے بنانے سے ہوگا۔خاص خلافت کے متعلق کچھ آیتیں پیش کروتب ان پر غور کیا جا سکتا ہے۔

ہدایت خاتون: وہ بھی لو: " واذ قال ربک للملائکتہ انی جاعل فی الارض خلیفہ" اے رسولؐ! وہ وقت یاد کرو جب تمہارے پروردگار نے فرشتوں سے کہا کہ میں زمین میں ایک خلیفہ مقرر کرنے والا ہوں (پ ا ع ۴) اگر خلافت کا مقرر کرنا خدا کے سوائے کسی کے اختیار میں ہوتا تو خدا نے فرشتوں سے کیوں نہیں کہہ دیا کہ تم لوگ کسی کو خلیفہ مقرر کردو۔ یا کسی کو اپنے اجماع سے خلیفہ مقرر کرلو؟ خدا کو ایسا کرنے کی ضرورت ہی کیوں ہوتی۔لیکن چونکہ یہ عہدہ خدا کے سوائے کوئی شخص کسی کو دے ہی نہیں سکتا۔اس وجہ سے نہ فرشتوں نے خود ایسا کیا نہ خدا نے ان لوگوں سے ایسا کرنے کو کہا بلکہ فرشتوں نے اس پر اعتراض کیا جب بھی خدا نے اسے ان پر نہیں چھوڑا بلکہ ان کو جھڑک دیا کہ "انی اعلم تعلمون " تمہیں کیا معلوم کہ میں خود خلیفہ کیوں مقرر کررہا ہوں۔

مولوی صاحب: اس آیت کو تم نہیں پیش کرسکتیں۔ یہاں خلیفہ سے مراد نبی ہے کیونکہ حضرت آدمؑ کسی نبی کے خلیفہ تو نہیں بنائے گئے تھے۔

ہدایت خاتون: یہ بات تو میرے ہی کام کی ہے پہلے یہ سمجھو کہ خلیفہ کہتے کس کو ہیں صراح میں ہے "خلافتہ بالکسر بجائے کسے بودن درکارے و بجائے کسے خلیفہ کردن کسے راومنہ قولہ تعالیٰ" ھارون اخلفتی فی " قومی خلافت کا معنی کسی کام میں کسی شخص کی جانشینی ہے اور کسی کی جگہ کسی کو جانشین بنانا ہے۔اور اس سے اللہ کا یہ قول ہے کہ جناب موسیٰؑ نے کہا اے ہارون! تم میرے خلیفہ ہو۔اور منتہے الادب میں ہے خلیفہ آنکہ بجائے کسے باشد درکارے خلیفہ وہ ہے جو کسی کام میں کسی کی جگہ ہو۔

مولوی صاحب: یہ تم کیا پڑھنے لگیں، خلیفہ کے اس معنی کو تو میں مانتا ہی ہوں۔

ہدایت خاتون: یہ میں دکھا رہی ہوں کہ خلیفہ کسی کی جگہ کسی کے کام کرنے والے کا نام ہے اور اصطلاح شرع میں اس شخص کو کہتے ہیں جو خدا کی یا رسول کی جگہ اس کا کام کرے لہٰذا جس مقام پر کوئی پیغمبر خلیفہ بنایا گیا وہاں خدا کی خلافت مراد ہوگی اور جہاں کسی پیغمبر کے بعد کوئی خلیفہ بنایا گیا وہاں اس پیغمبر کی خلافت مراد ہوگی۔ جبکہ دونوں صورتوں میں اس کا مقرر کرنا خدا ہی کے ہاتھ میں ہے۔ اگر خدا کا قائم مقام ہو تب بھی اسے خدا نے ہی بنایا ہے اور اگر کسی نبی یا رسول کا قائم مقام ہوا تب بھی اس کو خدا ہی نے مقرر کیا۔ مختصر یہ کہ خلیفہ کا لفظ عام ہے اللہ کے خلیفہ کو بھی خلیفہ کہتے ہیں اور رسول کے خلیفہ کو بھی دونوں صورتوں میں اس کا تقرر خدا ہی کے اختیار میں ہے اس نے کسی انسان یا کسی جماعت کو اس کا اختیار نہیں دیا۔ کہ وہ خدا کا خلیفہ (رسول یا نبی) کسی کو بنا دے اسی طرح اس نے سب کو اختیار اپنے ہی ہاتھ میں رکھا ہے۔

مولوی صاحب: مگر اس کی دلیل کیا ہے یا صرف اس کا دعویٰ ہی ہے۔

ہدایت خاتون: اس بحث خلافت میں برابر اس بات کی دلیل پیش کر رہی ہوں اور یہ آیت "انی جاعل فی الارض خلیفۃ" بھی اس کی زبردست دلیل ہے خدا کا مقصود یہ ہے کہ اے فرشتو! زمین میں مطلق خلیفہ بنانے والا میں ہی ہوں۔ دوسرا کوئی نہیں خواہ اپنا قائم مقام (نبی) بناؤں خواہ اپنے کسی نبی یا رسول کا قائم مقام بناؤں ان دونوں صورتوں سے کسی میں بھی کسی انسان یا جماعت کو کوئی اختیار نصب کا نہیں ہے۔

مولوی صاحب: تمہاری یہ تقریر بہت جاندار معلوم ہوتی ہے۔

ہدایت خاتون: میں پھر وہی بات کہتی ہوں کہ جو پہلے کہہ چکی کہ اگر خدا کو صرف یہ واضح کرنا مقصود ہوتا کہ میں زمین میں ایک نبی بنانے والا ہوں تو وہ فرماتا " انی جاعل فی الارض بنبیا یا رسولا " لیکن چونکہ اس کو یہ بتانا تھا کہ میں ہی زمانے میں مطلق خلیفہ (خواہ وہ قائم مقام خدا یعنی نبی ہو خواہ قائم مقام رسول یعنی امام ہو) بنانیوالا ہوں اس وجہ سے اس نے نہ نبی کا لفظ

استعمال کیا نہ رسول کا نہ امام کا بلکہ وہ لفظ ذکر کیا جو سب سے عام ہے تا کہ معلوم ہو کسی قسم کا خلیفہ خدا کے سوا کوئی شخص نہیں بنا سکتا۔ خدا نے صاف فرما دیا ہے:

"وما كان لمومن ولا مومنة اذا قضى الله و رسوله امرا ان يكون لهم الخيرة من امر هم ومن يعص اله و رسوله فقد ضل لا مبينا "

جب اللہ اور اس کے رسولؐ کسی بات کو طے کر دیں تو پھر کسی مومن یا مومنہ کو اس کا اختیار ہی باقی نہیں رہتا۔ وہ اپنے امور کے لیے کسی کا انتخاب کریں اور جو لوگ اللہ اور اس کے رسولؐ کی نافرمانی کرتے ہیں وہ صریح گمراہی میں پڑتے ہیں۔ (پ۲۲ ع ۲)

مولوی صاحب: بس یہیں تم پکڑی گئیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اللہ اور اس کے رسولؐ کسی بات کو طے کر دیں تب کسی کو اختیار باقی نہیں رہتا اس کا لازم یہ ہے کہ اللہ و رسولؐ کے طے کرنے کے قبل اختیار رہتا ہے۔

ہدایت خاتون: ہاں تو خدا نے خلقت آدمؑ سے پہلے ہی طے کر دیا تھا کہ زمین میں ہر قسم کا خلیفہ (خواہ وہ خدا کا قائم مقام یعنی نبی ہو یا رسول کا قائم مقام امام ہو اللہ ہی مقرر کرے گا۔ علاوہ بریں حضرت رسولؐ خدا نے بھی خدا کے حکم سے ابتداء اسلام میں ہی خلافت کا مسئلہ طے کر دیا تھا جس کو بعد میں انشاء اللہ تفصیل سے ذکر کروں گی۔ ابھی تو اس کو طے کرو کہ خلافت کا کام کبھی بھی بندوں کے متعلق کیا یا نہیں۔ تم قرآن مجید کی کسی آیت سے اس امر کو ثابت کرو کہ خلیفہ کا مقرر کرنا خدا نے کبھی بھی آدمیوں کے ہاتھ پہ چھوڑا ہو۔ کسی دلیل سے تم لوگوں نے اتنے بڑے بار کو اپنے ذمہ لے لیا؟ یا خدا کا کوئی ارشاد دکھاؤ یا اس کا کوئی عمل یا حضرت رسولؐ خدا کی کوئی حدیث جس میں حضرتؐ نے فرمایا ہو کہ تم لوگ میرا خلیفہ خود کسی کو بنا لینا۔ غرض کوئی بھی دلیل دو۔ میں تو کئی آیتیں اپنے موافق پیش کر چکی۔

مولوی صاحب: یہ تم نے ایسا زبردست سوال کیا جس کا جواب دنیا بھر کے علماء اہل سنت

قیامت تک نہیں دے سکتے۔ نہ قرآن شریف سے نہ حدیث پاک سے۔

ہدایت خاتون: تمام اہل سنت کو جانے دو، دنیا کے انصاف پسند لوگوں سے دریافت کرو کہ جب خدا نبی خود ہی مقرر کرتا ہے اور کبھی کسی آدمی نے کسی شخص کو نبی نہیں بنایا تو اس نبی کے کاموں کو انجام دینے کے لیے اس کا خلیفہ بھی خدا ہی مقرر کرے گا یا اس کو لوگوں پر چھوڑ دے گا کہ جس طرح ڈسٹرکٹ بورڈ یا میونسپلٹی کے چیئرمین کو اپنے ووٹ سے مقرر کرتے ہیں۔ اسی طرح خلیفہ کو بھی مقرر کرلیں حالانکہ تمہارے خلفاء بھی مقرر نہیں ہوئے۔

مولوی صاحب: مگر ایسا ہونے میں خرابی کیا ہے اس کو بھی تو بتاؤ۔

ہدایت خاتون: پھر نبی یا رسولؑ کے بھی لوگوں کے ووٹ سے مقرر ہونے میں کیا خرابی ہے تم اس کو بتا دو تب میں اس کو بتاؤں میں تو دونوں کو خدائی عمل ہی جانتی ہوں۔

مولوی صاحب: بی بی تم بڑی مشکل گرفت کرتی ہو اچھا قرآن مجید سے دکھاؤ کہ خدا نے خلیفہ مقرر کرنا صرف اپنے اختیار میں رکھا ہے۔

ہدایت خاتون: میں تو کئی آیتیں پڑھ چکی اور سنو! خدا نے حضرت داؤد سے فرمایا: "یا داؤد انا جعلناک خلیفة فی الارض" اے داؤد! ہم ہی نے تم کو زمین میں خلیفہ مقرر کیا۔

مولوی صاحب: یہاں بھی خلیفہ سے مراد نبی یا رسول ہے، میں تو یہی کہے جاؤں گا۔

ہدایت خاتون: تو خدا نے کیوں نہیں فرمایا" یا داؤد اجعلناک بنیا یا رسولا فی الارض " اے داؤد میں ہی نے تم کو نبی یا رسول زمین میں بنایا۔

مولوی صاحب: بس اسی بات کا جواب تو مجھے نہیں ملتا۔

ہدایت خاتون: اور سنو حضرت موسیٰؑ جب اپنی قوم کو چھوڑ کر کوہ طور پر جانے لگے اور آپ کی قوم کے لیے آپ کے جانشین کی ضرورت ہوئی تو حضرت موسیٰؑ نے یہ نہیں کہا کہ اپنی امت سے کہو کہ

میں تو جاتا ہوں ۔تم میرے جانے کے بعد جس کو چاہنا اپنے انتخاب یا اجماع یا شورے یا پنچائت یا جس کی لاٹھی اس کی بھینس کی رو سے خلیفہ مقرر کر لینا اور بغیر خود کوئی انتظام کیے ہوئے اپنی قوم کو چھوڑ دیا ہو کہ حضرت کی امت نے خود ہی کسی کو خلیفہ بنالیا ہو۔بلکہ خدا کے حکم سے حضرتؑ نے پہلے اپنے خلیفہ کو اپنی جگہ مقرر کیا اس کے بعد تشریف لے گئے جس کا ذکر قرآن مجید میں اس طرح ہے۔

وواعدنا موسیٰ ثلثین لیلة واتممنا ھا بعشر فتم میقات ربه اربعین لیلة وقال موسیٰ لا خیه ھارون اخلفنی فی قومی واصلح ولا تتبع سبیل المفسدین .

اور ہم نے موسیٰ سے تیس راتوں کا وعدہ کیا اور ہم نے دس راتیں اور بڑھا کر ان کو تیس سے پورا چالیس کر دیا اور یوں پروردگار موسیٰؑ کا وعدہ چالیس راتوں کا پورا ہو گیا اور موسیٰؑ کوہ طور پر جاتے وقت اپنے بھائی ہارون سے کہتے گئے کہ تم میری قوم کے لوگوں میں میری نیابت کرتے رہنا اور ان میں میل جول رکھنا اور مفسدوں کے رستے پر نہ چلنا(پ۹ع۷)

غور کرو حضرت موسیٰؑ صرف چالیس دنوں کے لیے کوہ طور پر جاتے ہیں پھر بھی اپنی امت کو بغیر کسی پیشوا کے نہیں چھوڑتے بلکہ خدا کے حکم سے اپنا خلیفہ مقرر کر کے جاتے ہیں ۔ پھر حضرت رسولؐ خدا کو کیا موسیٰؑ کے برابر بھی اپنی امت کی پریشانی اور ان کے فتنہ و فساد کی پروا نہیں تھی کہ دنیا سے ہمیشہ کے لیے چلے گئے اور مسلمانوں کو بغیر کسی پیشوا کے چھوڑ دیا۔جس کی وجہ سے آپ کے انتقال فرماتے ہی مسلمانوں نے آپؐ کا جنازہ ترک کر دیا ۔ اور اس جھگڑے میں مشغول ہو گئے ۔جناب شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی کے والد جناب شاہ ولی اللہ صاحب نے اس مضمون کو اچھی طرح ادا کیا ہے لکھتے ہیں۔

چناں کہ نبوت مکتسب وجبلی نیست ہم چنیں خلافتہ خاصہ پیغمبر مکتسب وجبلی پوری

عبارت پڑھنے میں طول ہوگا۔ میں ضروری عبارتوں کا صرف ترجمہ کرتی ہوں۔ لکھتے ہیں جس طرح نبوت کسی شخص کے خود حاصل کرنے سے حاصل نہیں ہوتی۔ اور نہ خود ہی پیدا ہوتی ہے (بلکہ خدا جس کو چاہتا ہے وہی پیغمبر ہوتا ہے) اسی طرح پیغمبر کی خاص خلافت بھی کسی شخص کے آپ ہی خلیفہ بن جانے یا لوگوں کے کسی کو خلیفہ بنا دینے سے نہیں ہوتی اور نہ خود ہی پیدا ہوتی ہے بلکہ یہ بھی خدا ہی کے اختیار میں ہے کہ وہ جس کو چاہتا ہے صرف وہی خلیفہ برحق ہوتا ہے۔

(ازالۃ الخلفاء مقصد اول ۵۲)

پھر لکھتے ہیں ”عقلی دلیلوں سے ہم تسلیم کرتے ہیں کہ حضرت رسولؐ خدا نے ضرور اپنی امت کے لیے خود ہی خلیفہ مقرر کر دیا تھا اور جو باتیں خلافت سے تعلق رکھتی ہیں۔ ان میں اس کی اطاعت و فرمانبرداری لازم کر دی تھی“ (مقصد ا، ۲۶۷) پھر لکھتے ہیں جس شخص نے حضرتؐ کے جہادوں کو تفصیل سے جانا ہے خوب واقف ہیں کہ آنحضرتؐ جب کسی غزوہ کے لیے مدینہ سے سفر کرتے تو کسی شخص کو مدینہ کا حاکم ضرور بنا جاتے۔ غرض مسلمانوں کے امر کو بغیر کسی انتظام اور بغیر کسی سردار یا حاکم کے نہیں چھوڑا۔ اور پھر حضرتؐ دنیا سے سفر کرنے لگے اور یہاں سے آپ کی دائمی رخصت کا وقت آ پہنچا تو حضرتؐ اپنے بعد خلیفہ کا انتظام کر جانا کیوں چھوڑ جاتے۔ آنحضرتؐ کا اپنی امت کو اس طرح پراگندہ چھوڑ کر دنیا سے تشریف لے جانا محال تھا۔ اور اگر اس امر کو پیش نظر رکھو کہ آنحضرت کے مبعوث ہونے کی اصل غرض عالم کا امن و امان اور دنیا کی اصلاح تھی تو سمجھ لو گے کہ آنحضرت کا بنی آدم کے درست کرنے، ان کے مہذب بنانے ان کو زیور اخلاق و ایمان سے آراستہ کرنے کے لیے اس قدر کوشش کرنے کے بعد انہیں لوگوں کو بغیر کسی ہادی خلیفہ، امام اور راہنما کے بے سر کی فوج چھوڑ جانا قطعاً خلاف عقل اور علت بعثت کے بھی خلاف تھا جس سے آنحضرتؐ کی رسالت پر دھبہ آتا ہے کہ آپ کے کاموں میں تناقض اور اختلاف رہتا تھا کہ بیان کچھ فرماتے اور عمل کچھ کرتے اور کبھی کوئی کام کرتے اور کبھی اس کے خلاف عمل کرتے ایسے اعلیٰ درجہ مدبر و حکیم و دانا و مشفق مہربان کے بارے میں کیا عقل اس بات کو تسلیم نہیں کر سکتی ہے کہ وہ اپنی امت کو بالکل ہلاکت و گمراہی کے سپرد کر دے اور اس کو جہنم سے بچانے کے کوئی

کوشش نہ کرے؟ (۲۷۳)

جناب شاہ صاحب کی اس تقریر سے اچھی طرح واضح ہوگیا کہ حضرت رسولؐ نے اپنی زندگی میں خود ہی کسی کو خلیفہ بنا کر اس کا اعلان کردیا تھا۔ ایسی حالت میں تم لوگ جو کہتے ہو کہ حضرت ابوبکر وعمر سقیفہ میں اس لیے گئے کہ خلافت کا انتظام ضروری تھا تو کیا؟ فتاب پر خاک ڈالنے کی کوشش نہیں کرتے۔

اس لیے کہ آنحضرتؐ تو خود ہی (خدا کے حکم سے) اپنے خلیفہ کا انتظام کرچکے تھے اور انتقال سے بہت قبل اس کو طے کردیا تھا۔ اس طرح کہ ۴ ؁ بعثت ہی میں حضرت علیؑ کو پکڑ کر سب سے فرمادیا تھا" هذا اخی ووصی وخلیفتی فیکم فاسمعوا له واطیعوا لهٗ" اے لوگو! یہ میرے بھائی میرے وصی اور تم لوگوں میں میرے خلیفہ ہیں' تم سب ان کا حکم سنا کرو اور ان کی اطاعت کرتے رہنا۔ اس کی تفصیل جلد ہی بیان کروں گی۔

مولوی صاحب: مگر یہ صورت قرآن مجید نے تو یہ نہیں بتایا کہ حضرت رسول خداؐ کا خلیفہ بھی وہی مقرر کرے گا یا صرف رسولؐ مقبول کریں گے۔ اس وجہ سے مسلمانوں کا اختیار سلب نہیں ہو سکتا۔

ہدایت خاتون: آنحضرتؐ کے خلفاء کے بارے میں بھی خدا نے تصریح کردی ہے کہ وہی مقرر کرے گا اور امت کو اس کا اختیار نہیں ہے فرماتا ہے:

وعدالله الذين آمنوا منكم وعملوا الصالحات يستخلفنهم فى الارض كما استخلف الذين من قبلهم الاية .

تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اعمال خیر کیے ان کے بارے میں خدا کا وعدہ ہے کہ ان کو زمین میں اسی طرح خلیفہ بنائے گا جس طرح ان لوگوں کو خلیفہ بنایا تھا جو ان سے پہلے گزر گئے ہیں (پ ۱۸ ع ۱۳)

اگر انصاف سے دیکھو تو یقین ہو جائے گا کہ یہ آیت خلیفہ کا قطعی فیصلہ کردیتی ہے اور بتا

دیتی ہے کہ کسی شخص کو آدمی خلیفہ نہیں بنا سکتے اور آدمیوں کے بنائے ہوئے خلیفہ برحق نہیں ہو سکتے۔ اس لیے کہ اس آیت میں خدا نے وضاحت کردی کہ حضرت رسولؐ سے قبل جس قدر خلیفہ گزرے ہیں ان سب کو خدا ہی نے مقرر کیا تھا۔ اور آنحضرتؐ کے بعد جس قدر خلیفہ ہوں گے ان کو بھی وہی مقرر کرے گا۔ کوئی انسان کسی کو خلیفہ نہیں بنا سکتا اور یہ معلوم ہے کہ حضرت رسولؐ خدا کے بعد خدا نے نبوت و رسالت کا دروازہ بالکل بند کردیا تھا' لہٰذا اب جن لوگوں کے خلیفہ کا وعدہ فرمایا وہی تھے جو شرف نبوت و رسالت سے محروم رہے۔ قرآن مجید میں جن انبیاء کے خلفاء کا بیان ہے ان کا ذکر میں تقریباً پہلے کر چکی جیسے حضرت آدمؑ کو خدا ہی نے خلیفہ بنایا۔ جناب داؤد کو خدا ہی نے یہ شرف مرحمت فرمایا' جناب ہارونؑ کو خدا ہی سے یہ عہدہ ملا' اب میں معتبر تاریخی ذخیروں سے بھی تحقیق کرتی ہوں کہ سابق انبیاء و مرسلین کے خلیفہ یا وصی بھی ان کی امت سے انتخاب' اجماع یا شورے' یا پنچایت سے مقرر ہوتے تھے یا ان کو خود خدا مقرر کرتا اور ان انبیاء و مرسلین سے اس بات کا اعلان کراتا تھا۔ اگر ثابت ہو جائے کہ سابق انبیاء و مرسلین بھی بغیر کسی کو خود خلیفہ مقرر کئے ہوئے دنیا سے جاتے رہے اور ان کی امت بھی اپنے اجماع سے کسی کو خلیفہ مقرر کرتی رہی تو تمہارے خلفاء کے بارے میں بھی اسی اصول کو صحیح ماننا پڑے گا۔ لیکن اگر اس کے عوض یہ ثابت ہو کہ ان حضرات نے اپنی زندگی میں خود ہی اپنے خلیفہ یا وصی کو مقرر کردیا تھا تو ماننا پڑے گا کہ ان کی جانشینی کا مسئلہ خدا ہی نے طے کردیا تھا۔ کیونکہ یہ تمام مسلمانوں کا متفق علیہ فیصلہ ہے کہ کوئی پیغمبر کوئی دینی کام اپنی خواہش سے نہیں کرتا۔ بلکہ حکم خدا سے انجام دیتا تھا۔ نبی اور رسول کی شان ہی یہ ہے کہ دین اور شریعت کے متعلق خدا اس پر جو وحی نازل کرے وہ اس کی تعمیل کرے۔ افسوس ہے کہ کل انبیاء کے حالات مجھے کتابوں میں نہیں ملتے اس وجہ سے جن پیغمبروں کے حالات اس ہیچ مداں لونڈی کو کتابوں میں مل سکے انہیں کو بیان کرتی ہوں مورخ جلیل علامہ طبری نے لکھا ہے۔

"لما (حضـ)رة آدم الوفاة دعاابنه شیثا فعهد الیه عهده" جب حضرت آدمؑ کی وفات کا وقت پہنچا تو آپ نے اپنے فرزند جناب شیثؑ کو اپنے پاس بلایا اور احکام خداوندی

کا ان کو ولی عہد کر دیا (تاریخ طبری، مطبوعہ جلد ا، ۷۶)

پھر لکھا ہے:

ان آدم عليه السلام مرضه قبل موته احد عشر يوما و اوصے الی ابنه شيث و كتب وصية ثم دفع كتاب وصيته الى شيث .

حضرت آدمؑ اپنی موت سے قبل گیارہ روز تک علیل رہے اور اپنے فرزند حضرت شیثؑ کو اپنا وصی مقرر کیا اور اس وصیت نامہ کو لکھ کر جناب شیث کے حوالے کر دیا

(طبری جلد ا، ۷۹)

بالکل اسی طرح جناب رسالت مآبؐ نے بھی اپنی موت سے قبل قلم دوات و کاغذ طلب کیا کہ وصیت نامہ لکھ کر خلیفہ کے حوالے کر دیں تا کہ بعد امت اسلام گمراہی سے محفوظ رہے تمہارے مولانا شبلی صاحب تک نے لکھا ہے۔

''بیماری کا بڑا مشہور واقعہ قرطاس اس کا واقعہ ہے، جس کی تفصیل یہ ہے کہ آپ نے وفات سے تین روز پہلے قلم اور دوات طلب کیا اور فرمایا کہ میں تمہارے لیے ایک چیز لکھوں گا کہ آئندہ گمراہ نہ ہو گے۔ اس پر حضرت عمرؓ نے لوگوں کو مخاطب کر کے کہا کہ آنحضرتؐ کو درد کی شدت ہے اور ہمارے لیے قرآن کافی ہے۔ حاضرین سے بعضوں نے کہا رسولؐ اللہ بہکی باتیں کر رہے ہیں (نعوذ باللہ) روایت میں ہجر کا لفظ ہے جس کے معنی ہذیان کے ہیں، یہ واقعہ بظاہر تعجب انگیز ہے ایک معترض کہہ سکتا ہے کہ اس سے زیادہ اور کیا گستاخی اور سرکشی ہو گی کہ جناب رسولؐ اللہ بستر مرگ پر ہیں اور امت کے درد اور غم خواری کے لحاظ سے فرماتے ہیں کہ لاؤ میں ایک ہدایت نامہ لکھ دوں جو تم کو گمراہی سے محفوظ رکھے۔ یہ ظاہر ہے کہ گمراہی سے بچانے کے لیے جو ہدایت ہو گی وہ منصب نبوت کے لحاظ سے ہو گی اور اس لیے اس میں سہو وخطا کا احتمال نہیں ہو سکتا ۔ باوجود اس کے حضرت عمرؓ بے پرواہی کا مظاہرہ کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کچھ ضرورت نہیں ہم کو قرآن کافی ہے طرہ یہ کہ بعض روایتوں میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے آنحضرتؐ کے اس ارشاد کو

ہذیان سے تعبیر کیا تھا (الفاروق ۶۱)

(۳) حضرت شیثؑ نے بھی بغیر اپنا خلیفہ خود مقرر کئے دنیا سے کوچ نہیں کیا علامہ طبری نے لکھا (ان شیثؑ لما مرض اوصے الے ابنه انوش ومات) حضرت شیثؑ جب بیمار ہوئے تو اپنے فرزند جناب انوش کو اپنا وصی خود مقرر کیا اور انتقال فرما گئے (طبری ۸۱)

(۴) جناب انوش کا عمل بھی دیکھو" ولد انوش قینان ونفرا کثیر اولیه الوصیة" جناب انوش نے اپنے فرزند قینان کو اپنا وصی مقرر کیا۔

(۵) " فولد قینان مهلائیل ونفرامعه والیه الوصیة" قینان نے اپنے فرزند مہلائیل کو اپنا وصی مقرر کیا۔

(۶) " فولد مهلائیل یردوهو الیاء دونفرامعه والیه الوصیة" مہلائیل کے یرد یا یارد اور دوسرے لڑکے پیدا ہوئے تو مہلائیل نے یرد یا یارد کو اپنا وصی مقرر کیا۔

(۷) اور یرد یا یارد کے بارے میں ہے ." فولد یرد خنوح وهو ادریس النبی ونفرا معه والیه الوصیة " یعنی یرد نے اپنے فرزند خنوح عرف حضرت ادریس کو اپنا وصی مقرر کیا (تاریخ کامل جلد ۱ ۳۶)

(۸) پھر حضرت ادریس کے متعلق ہے" فولد خنوح متو شلخ ونفرامعه والیه الوصیة" حضرت ادریس کے ہاں متوشلخ پیدا ہوئے اور وہی آپ کے وصی ہوئے

(تاریخ طبری جلد ۱ ۸۲)

فولد یرد لمهلا ئیل فکان وصی ابیه وخلیفة فی ماکان والد مهلائیل اوصے الے مهلائیل و استخلفه علیه بعد وفاة مهلائیل .

کے فرزند یردان کے وصی اور خلیفہ ہوئے ان امور میں جن میں مہلائیل کے والد نے ان کو وصی مقرر کیا تھا اور ان کو اپنی وفات کے بعد اپنا خلیفہ بنایا ۔(طبری ۸۵)

ولد لخنوع متو شلخ فاستخلفه خنوع الے امر الله واوصاه واهل بيته .

حضرت ادریس کے فرزند متوشلخ ہوئے ان کو حضرت ادریس نے احکام خدا پر اپنا خلیفہ مقرر کیا اور وصی بنایا۔

(۹) فلما حضرت متو شلخ الوفاة استخلف لمک علے امره و اوصاه بمثل ماكان آبائة يوصون به" جب متوشلخ کی وفات قریب ہوئی تو اپنے دین پر لمک کو اپنا خلیفہ بنایا اور انہیں کو اپنا وصی مقرر کیا جس طرح آپ کے آباؤ اجداد بھی خود ہی اپنا وصی مقرر کرتے تھے (طبری ۸۷ تاریخ کامل جلد ۱ ؛ ۲۰)

واضح ہو کہ یہ لمک حضرت نوح پیغمبر کے پدر بزرگوار تھے اور ان کو مالک اور لامح بھی کہتے تھے۔

لما حضرت نوحا انوفاة قيل له كيف رائيت الدنيا قال كبيت له بابان دخلت من احد هما و خرجت من الا خرو اوصے الے ابنه سام .

جب حضرت نوح کی وفات کا وقت پہنچا تو لوگوں نے آپ سے دریافت کیا آپ نے دنیا کو کیسے پایا؟ فرمایا مثل اس گھر کے جس کے دو دروازے ہوں کہ ایک سے تو میں داخل ہوا اور دوسرے سے نکل گیا اور اپنے فرزند سام کو اپنا وصی مقرر کیا۔ (تاریخ کامل جلد ۱ ؛ ۲۶)

مورخ جلیل محمد خاوند شاہ نے اس کی وجہ بھی لکھ دی ہے۔ سام بن نوح از کبار انبیاء مرسل است و حضرت نوح چوں اوراز دیگر فرزندان بوفور خردمندی و کمال ارجمندی و کثرت دانش و فراست تمام و صلاحیت نفس و نجابت ذات مستثنے و ممتاز یافت مرتبہ ولی عہدی و خلافتہ بدو تفویض فرمود و اسرار غوامض رسالت باوے درمیان نہادہ سائر اولاد را متابعت او وصیّت کرد۔

حضرت نوحؑ کے فرزند سام بڑے انبیاء مرسل سے تھے اور حضرت نوحؑ نے جب دیکھا کہ آپ کے فرزندوں میں سام ہی عقل وفہم وعلم وحکمت وحسن رائے واصابتہ تدبیر وصلاحیت نفس وشرافت ذات ومحاسن واخلاق وغیرہ اوصاف وعادات میں سب سے بہتر وافضل اور مستثنٰے اور ممتاز ہیں تو آپ کو اپنی ولی عہدی کا مرتبہ عنایت کردیا اور خلافتہ آپ کے سپرد کردی اور رسالت ونبوت کے کل اسرار وغوامض آپ کو بتا دے اور اپنی کل اولاد کو وصیّت کی کہ ان کی اطاعت وفرمانبرداری کرتے رہنا (تاریخ روضتہ الصفا جلد ۱، ۳۰ طبع بمبئی)

(۱۱) حضرت ابراہیم نے بھی اپنا خلیفہ خود مقرر کیا۔ ملک الموت بمقتضٰے فرمان مجلس اوحاضر گشت وصورت واقعہ رامعروض داشت ابراہیمؑ مہلتے درمیان نہاد ومعیادے تعیّن فرمودو بہ کفایت بعضے مہمات دینی ودنیوی سرانجام آں درنظر بصیرت از ضروریات بود مشغول شدو اسحاق راور دیار شام ولی عہد وخلیفہ گردانید۔ ملک الموت بحکم خدا حضرت ابراہیمؑ کی مجلس میں آئے کہ قبض روح کریں تو جناب ابراہیمؑ نے کچھ مہلت طلب کی اور ایک زمانہ معین کردیا کہ اس وقت روح قبض کی جائے۔ پھر بعض دینی ودنیوی مہمات امور کے انجام دینے میں مشغول ہوگئے آپ کی نظر میں ان امور کا انتظام نہایت اہم اور ضروری تھا۔ اور حضرت اسحٰق کو ملک شام میں اپنا ولی عہد وخلیفہ مقرر کیا۔ (روضتہ الصفا جلد ۱، ۵۸)

(۱۲) "ان اسماعیل لما حضرۃ الوفاۃ اوصے الی اخیہ اسحاق"
جب حضرت اسماعیلؑ کی وفات قریب آئی تو اپنے بھائی جناب اسحٰقؑ کو اپنا وصی مقرر کیا (طبری جلد ۲، ۱۶۲)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت اسماعیلؑ نے کسی خاص حصّہ ملک کا وصی جناب اسحٰق کو مقرر کیا۔ اس لیے کہ دوسری کتابوں میں ہے کہ۔

(۱۳) آپ نے اپنے فرزند حضرت قیدار کو اپنا خلیفہ ووصی ولی عہد مقرر کیا تھا۔ چوں اسمٰعیلؑ

رآخر آیام حیات خویش آثار اشیب وضعف مشاہدہ فرمود قیدار راوصی وولی عہد خویش گردانید۔

جب حضرت اسمعیلؑ نے اپنی زندگی کے آخر ایام میں بڑھاپے اور ضعف کے آثار مشاہدہ فرمائے تو قیدار کو اپنا وصی اور ولی عہد مقرر کردیا

(روضۃ الصفا جلد ا، ۱۶)

(۱۴) حضرت اسحٰقؑ کے متعلق بھی یہی ہے کہ آپ نے اپنے فرزند حضرت یعقوب کو خود اپنا ولی عہد مقرر کیا۔ (دیکھو روضہ الصفا جلد ا، ۶۲) و ۲۳)

(۱۵) حضرت یعقوبؑ کے متعلق بھی یہی ہوا کہ آپ نے اپنے فرزند حضرت یوسف کو خود ہی بحکم خدا اپنا خلیفہ اور وصی مقرر کیا۔ چوں اسرائیل دانست کہ از دست عزرائیل پائے فرار ومجال قرار متصور نیست فرزندان خود را خود را خواندہ شرائط وصیت بجا آورد ویو سف راوصی وولی عہد خود گردانید جب اسرائیل (یعنی حضرت یعقوبؑ کو یقین ہوگیا کہ عزرائیل ملک الموت کے پہنچنے سے رہائی نہیں ہوسکتی اور اب دنیا میں زندہ رہنے کی امید نہیں ہے تو اپنے فرزند کو بلا کر شرائط وصیت بجالائے اور حضرت یوسفؑ کو اپنا وصی و ولی عہد مقرر کردیا (روضۃ الصفا جلد ا، ۹۴)

"وان یعقوب اوصےٰ الی یوسف" حضرت یعقوبؑ نے حضرت یوسفؑ کو اپنا وصی مقرر کیا (تاریخ طبری جلد ا، ۱۷۲)

(۱۶) حضرت یوسفؑ نے بھی اپنا وصی خود مقرر کیا" واوصے الیه اخیه یهوذا" حضرت یوسفؑ نے اپنے بھائی یہودا کو اپنا وصی وخلیفہ مقرر کیا۔

(طبری جلد ا، ۱۷۲)

(۱۷) حضرت ایوبؑ نے بھی اپنا وصی خود مقرر کیا وقریب وفاۃ حومل را کہ ارشد اولاد او بود وصی وولی عہد خویش گردانید اپنی وفات کے قریب حومل کو جو آپ کی اولاد میں سب سے

زیادہ صاحب رشد وصلاح تھے اپنا وصی وولی عہد مقرر کیا۔(روضۃ الصفا جلد ۱' ۱۰۰)

ان عمر ایوب کان ثلاثا وتسعین سنة وانه اوصیٰ عند موته لے ابنه حومل .

حضرت ایوبؑ کی عمر ۹۳ سال کی ہوئی اور آپ نے اپنے فرزند حومل کو اپنا وصی مقرر کیا(تاریخ طبری' جلد ۱' ۱۶۷)

(۱۸) وان الله بعث بعده ابنه بشیربن ایوب نبیا وکان عمره خمسا سبعین وان بشراً اوصٰی الی ابنه عبدان .

خدا نے جناب ایوبؑ کے بعد آپ کے فرزند بشیر کو نبی بنایا اور انہوں نے اپنے فرزند عبدان کو اپنا وصی مقرر کیا (طبری جلد ۱' ۶۷ وتاریخ کامل جلد ۵' ۴۷)

(۱۹) حضرت موسیٰؑ نے بھی اپنا وصی وخلیفہ خود ہی مقرر کیا جب ماہ نیساں کی آٹھویں تاریخ ہوئی تو حضرت موسیٰؑ نے جناب ہارون کو اپنی امامت وخلافت کا عہدہ سپرد کردیا۔ اور اس سلسلہ کو اپنی وصیت کے مطابق ان کے خاندان میں نسلاً بعد نسل قرار دیا

(روضۃ الصفا جلد ۱' ۱۲۰)

" فانطلق موسیٰؑ واستخلف هارون بنی اسرائیل " حضرت موسیٰؑ چلے گئے اور جناب ہارون کو نبی اسرائیل پر خلیفہ مقرر کرتے گئے۔

(طبری جلد ۱' ۲۱۸ وکامل جلد ۱' ۶۵

(۲۰) مگر چونکہ جناب ہارون کا انتقال حضرت موسیٰؑ کے سامنے ہی ہوگیا تھا اس سبب سے پھر حضرت موسیٰؑ نے جناب یوشعؑ ابن نونؑ کو اپنے انتقال سے پہلے اپنا خلیفہ مقرر کردیا

عبارت سنو:

"ودرروز ہفتم آزار قوم را احضار کردہ مجلسے عظیم ساخت و یوشعؑ را خلیفہ ووصی گردانیدو نبی اسرائیل را بعد از حوالہ بضمان حفظ الٰہی بوے سپرد تدبیر و رعایت مہمات ایشاں وصیت کردو

اسباط را برطاوعت وانقیاد او حجت گرفتہ فرمود کہ بندہ از بندگان خدائے کہ بخلوص نیت از شما ممتاز است بر شما خلیفہ ساختم و خداوند تعالیٰ و فرشتگان زمین و آسمان را بریں معنی گواہ گرفتم باید کہ درو صیّت من تقصیر و تہاون نہ کنید ماہ آزار کی ساتویں تاریخ کو حضرت موسیٰؑ نے قوم کو جمع کر کے ایک مجلس منعقد کی اور جناب یوشعؑ کو اپنا خلیفہ و وصی مقرر کردیا۔ اور بنی اسرائیل کو حفظ الٰہی کی ضمانت میں دینے کے بعد جناب یوشعؑ کو سپرد کردیا اور ان کے امور کی تدبیر اور ان کے مہمات کا خیال رکھنے کی وصیّت کردی اور اسباط پر جناب یوشعؑ کی اطاعت و فرمانبرداری کی حجت قائم کر کے ان سے فرمایا کہ میں نے بندگان خدا سے ایک بندہ کو جو خلوص نیت میں تم لوگوں سے ممتاز ہے تم پر اپنا خلیفہ مقرر کیا ہے اور خدا نیز اس کے فرشتوں کو بھی اس پر گواہ کردیا ہے۔ چاہیے کہ تم لوگ میری وصیّت کے بارے میں کوئی تقصیر اور لاپرواہی نہ کرو (روضۃ الصفا جلد ۱ ۱۲۸) انہیں جناب یوشعؑ خلیفہ حضرت موسیٰؑ کو خدا نے آپ کے بعد نبوت دی "ثم تبعث الله بعد موسٰی یوشعؑ بن نونؑ نبیا" یعنی خدا نے حضرت موسیٰؑ کے بعد جناب یوشعؑ بن نون کو نبی مقرر کیا۔

(تاریخ طبری جلد ۱ ۲۵۱)

(۲۱) ثم تو فاہ اللہ فاستخلف علی بنی اسرائیل کالب بن یوقنا.

پھر خدا نے جناب یوشعؑ کو دنیا سے اٹھالیا تو وہ بنی اسرائیل پر کالب بن یوقنا کو اپنا خلیفہ مقرر کر گئے۔ (تاریخ کامل جلد ۱ ۷۰ و طبری جلد ۱ ۲۴۷)

"کالوب بن یوقنا را طلب داشتہ خلافت داد و اورا وصی و ولی عہد گردانیدہ از جہان بیرون رفت"

جناب یوشعؑ نے کالوب بن یوقنا کو بلا کر ان کی خلافت دی اور ان کو وصی و ولی عہد کر کے دنیا سے رخصت ہوئے (روضۃ الصفا جلد ۱ ۱۳۴)

(۲۲) جناب کالب یا کالوب نے بھی اپنا خلیفہ خود مقرر کیا۔

چوں امارت ارتحال مشاہدہ فرمود یوساقوس پسر خود را خلافت دادہ جب کالب نے اپنے انتقال کی علامتیں پائیں تو اپنے فرزند یوساقوس کو خلافت سپر کردی (روضہ جلد ۱ ۱۳۵)

(۲۳) جناب الیاسؑ پیغمبر نے بھی اپنا خلیفہ خود مقرر کیا۔ والیا پائے درکاب آوارده الیسع رانجلافت خود وصیت کرد۔

حضرت الیاسؑ نے رکاب میں پاؤں رکھتے وقت جناب الیسع کو اپنا خلیفہ بنایا اور اس کی وصیت بھی کی۔ یک روز بالیاس وحی رسید کہ خلافۃ خود بوے مفضو گرداں۔

ایک روز حضرت الیاسؑ پر خدا کی وحی نازل ہوئی کہ تم اپنی خلافت الیسعؑ کو سپرد کردو۔

(روضۃ الصفا جلد ا ۱۳۸)

اس سے بھی ثابت ہوا کہ سابق انبیاء و مرسلین خدا کی وحی نازل ہونے پر اپنا خلیفہ خود ہی مقرر کرتے تھے۔

(۲۴) پھر جناب الیسعؑ نے اپنی خلافت کا انتظام کیا۔ بعد از یقین اجابت ذی الکفل را طلب فموده خلافت داد و روح نازنین حضرت ارحم الرحمین فرستاد۔ جب جناب الیسعؑ کو یقین ہو گیا کہ اب موت سے جان بری نہیں ہو سکتی تو ذی الکفلؑ کو طلب کر کے خلافت ان کو دی اور اپنی روح خدا کے سپرد کر دی (روضۃ الصفا جلد ا ۱۴۰)

(۲۵) جناب شعیاءؑ کے خلیفہ کو بھی ان کی امت نے نہیں بلکہ خدا نے ہی مقرر کیا۔

" استخلف الله علی بنی اسرائیل بعد شعیا رجلا منهم یقال له یاشیة بن اموس "

"خدا نے جناب شعیاء کے بعد نبی اسرائیل پر ایک شخص یاشیہ نامی کو خلیفہ مقرر کیا

(تاریخ طبری جلد ا ۲۸۵)

(۲۶) حضرت داؤد نے بھی اپنے فرزند حضرت سلیمانؑ کو اپنا وصی اور خلیفہ مقرر کیا ہے " **وتوفی قبل یستتم بنائه واوصے الی سلیمانؑ**" حضرت داؤدؑ نے اپنی عمارت قائم کرنے سے پہلے انتقال کیا اور حضرت سلیمانؑ کو اپنا وصی مقرر کیا۔

فلما مات ورث سلیمانؑ ملکه و علمه ونبوت وکان له تسعة

عشر ولدا فورثه سلیمانؑ دونهم۔

جب حضرت داوٗدؑ نے انتقال کیا۔ تو آپ کے فرزند حضرت سلیمان جناب داوٗد کی سلطنت وعلم ونبوت کے وارث ہوئے۔ جناب داوٗد کے کل ۱۹ فرزند۔ تھے۔ مگر حضرت داوٗد کے وارث صرف حضرت سلیمانؑ ہوئے اور باقی فرزند وارث نہیں ہوئے (تاریخ کامل جلد ا' ۷۸)

(۲۷) حضرت عیسےٰؑ نے بھی اپنا خلیفہ خود ہی مقرر کیا۔

از جملہ وصایائے عیسیٰؑ یکے آں بود کہ خدائے تعالیٰ مرا امر فرمودہ است کہ شمعون را بر شما خلیفہ گردانم وحواریاں خلافۃ گردانم حواریان خلافۃ وے قبول کردن۔

حضرت عیسیٰؑ کی وصیتوں سے ایک وصیت یہ بھی تھی کہ خدا نے مجھے حکم فرمایا کہ شمعون کو تم لوگوں پر اپنا خلیفہ مقرر کروں اور حواریوں نے ان کی خلافت قبول کر لی۔ (روضۃ الصفا جلد ا' ۱۸۴)

مولوی صاحب: تم تو کسی امر کا ثبوت دینا چاہتی ہو تو کتابوں کا انبار اور عبارتوں کا ڈھیر لگا دیتی ہو۔ بس کرو اب اس کے متعلق کسی کتاب کی عبارت پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے۔

ہدایت خاتون: تم کہتے ہو تو خیر میں بھی اب ختم کرتی ہوں جس قدر عبارتیں میں نے پیش کیں ان سے واضح ہو گیا کہ حضرت آدمؑ سے لے کر حضرت عیسیٰؑ تک جس قدر انبیاء ومرسلین گزرے کسی کے متعلق بھی کسی کتاب سے ثابت نہیں ہوتا کہ انہوں نے اپنی امت کو یوں ہی چھوڑ دیا ہو اور بغیر اپنا خلیفہ مقرر کئے ہوئے دنیا سے چلے گئے ہوں نہ کسی رسول یا نبی کے متعلق یہ ثابت ہو سکتا ہے کہ ان کی وفات پر ان کی امت نے اپنی پنچائیت یا اجتماع یا شوریٰ سے کسی کو اپنا امام یا پیشوا اور اپنے رسول یا نبی کا خلیفہ مقرر کیا ہو۔ اگر دنیا میں کوئی شخص بھی آدمیوں کے انتخاب یا تجویز یا رائے زنی سے کسی نبی کا خلیفہ ہو سکتا تو حضرت آدمؑ سے حضرت عیسیٰؑ تک کسی ایک ہی پیغمبر کے

متعلق یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ ان کی امت نے اپنے انتخاب سے ان کا خلیفہ مقرر کیا تھا۔ مگر جب ایسا نہیں ہے تو خاص حضرت رسولؐ خدا کے متعلق یہ اصول کیوں تسلیم کیا جاتا ہے۔

اگر سابق انبیاء کا اپنے خلفاء کو مقرر کرنا خدا کا فعل مانا جائے اور یقین کیا جائے کہ ان سب کو خدا نے یہ عہدہ دیا۔ اور ان پیغمبروں نے صرف ان کی خلافت کا اعلان کر دیا۔ (جو ہر مسلمان کا عقیدہ ہے اور ہونا چاہیے) تو اس صورت میں خدا پر بڑا بھاری الزام آتا ہے کہ اس نے حضرت آدمؑ سے حضرت عیسیٰؑ تک کل انبیاء و مرسلین کے خلفاء کو خود مقرر کیا تھا تو حضرت رسولؐ خدا کے بارے میں اس کے خلاف کیوں کیا؟ اس نے سابق انبیاء کی طرح آنحضرت کا خلیفہ بھی خود ہی کیوں نہیں مقرر کیا اور حضرت رسولؐ خداؐ سے اس کا اعلان کیوں نہیں کیا۔ حالانکہ خدا کے اصول بدلتے نہیں رہتے ہیں۔ اس نے تو صاف طور پر فرما دیا

"سنة الله فى الذين خلو ا من قبل ولن تجد لسنة الله تبديلا"

خدا کا یہی طریقہ ان لوگوں کے بارے میں بھی رہا ہے جو تم سے پہلے گزر گئے ہیں۔ اور تم کو خدا کے طریقہ میں کسی قسم کا تغیر و تبدل نہیں مل سکتا۔ (سورہ احزاب رکوع ۸ پ۲۲) دوسری جگہ فرماتا ہے

"فهل ينظرون الا سنة الاولين فلن تجد لسنة الله تبد يلاولن تجد لسنة اله تحويلا"

یہ لوگ کیا اگلوں کے طریقہ اور دستور کا انتظام کر رہے ہیں؟ (تو سمجھ رکھو کہ) تمہیں خدا کے دستور اور طریقہ میں کوئی تغیر نہیں مل سکتا۔ اور نہ اس کے دستور و طریقہ کو تم کبھی ٹلتا ہوا پاؤ گے (پ ۲۲ ع ۱۷)

اور فرماتا ہے۔

"سنة الله التى قد خلت من قبل ولن تجد لسنة الله تبديلا"

یعنی یہ خدا کا وہ طریقہ اور دستور ہے جو ہمیشہ سے چلا آتا ہے اور تم کبھی خدا کے

طریقہ ودستور میں کوئی تغیر وتبدل نہیں پاسکتے (پ ۲۶ ع ۱۱)

جب ان آیات سے ہم لوگوں پر یہ امر اچھی طرح متحقق ہوگیا کہ خدا کے اصول میں اختلاف نہیں ہوتا، خدا کی تدبیر میں تغیر نہیں ہوتا، خدا کے دستور اور طریقہ میں اول بدل نہیں ہوتا۔ اور سابق تحقیقات سے ثابت ہو چکا ہے کہ خلافت کے بارے میں حضرت آدمؑ سے حضرت عیسیٰؑ تک یہی دستور رہا ہے کہ ان کے خلیفہ کا انتظام خدا ہی ان کی زندگی میں کرتا اور انبیاء ومرسلین سے ان کے سامنے یہ اس کا اعلان کراتا رہا ہے یہاں تک کہ شاعر نے کہہ دیا ہے۔

قبل تعیین وصی و وزیر

هل ترے فات نبی وهیجو

"کیا تم نے کبھی کسی نبی کو بھی دیکھا ہے کہ اس نے اپنا وصی اور وزیر مقرر کرنے سے پہلے انتقال کیا یا دنیا کو چھوڑا ہو"

پھر حضرت رسولؐ خدا کے بارے میں خدا یہ دستور کس طرح ٹوٹ سکتا ہے اور آنحضرتؐ کے خلیفہ کے بارے میں خدا کا اپنا یہ طریقہ کیوں چھوڑ دیتا؟ کیا اس کی وجہ سے وہ جھوٹا ثابت نہیں ہو جائے گا کہ کہتا تو ہے کہ اس کے دستور میں تغیر نہیں ہوتا۔ حالانکہ رسول کریمؐ کے خلیفہ کے متعلق اس کے دستور میں تم لوگوں کے مطابق تغیر ہوگیا اور کیا اس کی وجہ سے اس پر "لم تقولون مالا تفعلون" تم ایسی بات کیوں کہتے ہو جس کو تم نہیں کرنے کا الزام نہیں قائم ہوگا کہ وہ کہتا تو ہے کہ اس کے دستور بدلا نہیں کرتے اور کرتا یہ ہے کہ رسولؐ خدا کے خلیفہ کے بارے میں اس دستور پر عمل نہیں کیا گویا خود اپنا دستور بدل دیا۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ سابق انبیاء ومرسلین ہی نے اپنا خلیفہ خود تجویز کر کے اپنی زندگی میں مقرر کر دیا۔ اور اس کا اعلان بھی خود ہی کر دیا تو حضرت رسولؐ اس اعتراض سے نہیں بچتے۔ حضرتؐ پر الزام عائد ہوتا (نعوذ باللہ) کہ آپ نے اس ضروری فریضہ کو کیوں ترک کر دیا؟ اور جس دینی خدمت کو سابق انبیاء ومرسلین سے کسی نے بھی نہیں چھوڑا تھا۔ اس سے حضرتؐ نے کیوں روگردانی کی حالانکہ خدا نے حضرت کو حکم دے رکھا تھا۔

"اولئک الذین ھدے اللہ فبھداھم اقتداہ"

گزشتہ انبیاء و مرسلین وہ لوگ تھے جن کو اللہ نے ہدایت کردی تھی اے پیغمبرؐ ان ہی کے طریقہ کی تم بھی پیروی کرو (پ ۷ رکوع ۱۶)

ان تمام وجوہ سے ماننا پڑے گا کہ حضرت رسولؐ خدا کی خلافت کو بھی رسولؐ یا خدا نے مسلمان پر نہیں چھوڑا کہ وہ اپنے اجماع یا شورے سے جس کو چاہیں خلیفہ بنالیں۔ اور آنحضرتؐ نے اپنا خلیفہ مقرر کرنے سے پہلے دنیا سے انتقال کیا بلکہ سابق انبیاء و مرسلین کی طرح خدا نے آپؐ کے خلیفہ کو بھی آپ کی زندگی ہی میں تجویز کرکے آپ سے اس کا اعلان کرادیا۔ جس کے بعد اپنے رسولؐ کو اپنی درگاہ میں بلایا۔

مولوی صاحب: تو یہ کیوں نہیں کہتیں کہ کس کو خلیفہ بنا کر حضرت رسول مقبولؐ دنیا سے تشریف لے گئے۔ کیا حضرت علیؑ کو؟ اس حدیث غدیر "من کنت مولاہ فھذا علی مولاہ" کے مطابق قہ قہ قہ قہ۔

ہدایت خاتون

تم قہ قہ قہ کہو یا قا قا قا مگر واقعات پر پردہ نہ تمہارا قہقہ ڈال سکتا ہے نہ تمہاری مولویت اور یہ حدیث غدیر پر تو آنحضرتؐ نے اپنے انتقال کے قریب حضرت علیؑ کی خلافت کی تاکید کرنے کے لیے فرمائی تھی۔ درحقیقت آنحضرتؐ نے حضرت علیؑ کی خلافت کا پہلا اعلان تو اس سے بہت پہلے کردیا تھا اس کا نام تم کیوں نہیں لیتے؟ اس سے کیوں شرماتے رہتے ہو۔

مولوی صاحب: (جو لیٹے ہوئے تھے بے چین ہو کر اٹھ بیٹھے اور کہا) ارے وہ کب؟ کیا تم پر بھی فرشتہ نازل ہونے لگا۔ آنحضرتؐ نے حضرت علیؑ کی خلافت کی تصریح کسی زمانہ میں نہیں کی تھی۔

ہدایت خاتون: فرشتہ نازل ہونے کی کیا ضرورت ہے؟ جو واقعہ تمہاری ہزاروں معتبر کتابوں

میں بھرا ہوا ہے اس کے لیے خدا کو کسی اہتمام وغیرہ کی کیوں ضرورت ہوتی۔ اس کے اہتمام ہی پر تو حضرت علیؑ خلیفہ مقرر ہوئے تھے۔ اور رسول خداؐ نے اس کا اشتہار بھی دے دیا تھا۔

مولوی صاحب: تو کب حضرت رسولؐ نے حضرت علیؑ کو اپنا خلیفہ مقرر کیا تھا؟ کس زمانہ میں؟ تم خواب تو نہیں دیکھنے لگیں۔ تم کیسی بہکی باتیں کرتی ہو؟

ہدایت خاتون: دیکھو اور انجان نہ بن جاؤ سینکڑوں کتابوں میں جس واقعہ کو تم خود پڑھ چکے ہو اس کے بارے میں تمہارا ایسا بھولا بننا کیسا خوبصورت معلوم ہوتا ہے۔ اللہ رے آپ کی سادگی اور تجاہل عارفانہ عورتوں کو بھی ایسے چوچلے شاید ہی معلوم ہوں۔

مولوی صاحب: (شرما کر) مگر میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میرا ذہن تو اسی حدیث غدیر کی طرف جاتا ہے اس کے قبل کب آنحضرتؐ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اپنا خلیفہ مقرر کیا۔

ہدایت خاتون: اس واقعہ سے ۱۹ سال پہلے شروع اسلام کا زمانہ یاد کرو جب ۴ بعثت میں خدا کا یہ حکم آنحضرتؐ پر نازل ہوا کہ:

" وانذر عشیر تک الاقربین "

''اے رسول تم اپنے قریب کے رشتہ داروں کو عذاب خدا سے ڈراؤ''

(پ ۱۹ ع ۱۵)

تو حضرت رسولؐ خدا نے دعوت کا سامان کیا اور لوگوں کو جمع کر کے پہلے کھانا کھلایا اور پھر دودھ پلوایا اور پھر سب سے خطاب کر کے ارشاد فرمایا۔

انی قد جئتکم بخیر الدنیا والآخرۃ وقد امرنی اللہ تعالیٰ ان ادعوکم ان یکون اخی ووصیی وخلیفتی فیکم قال فاحجم القوم عنھا جمیعا وقلت وانی لاحد لھم سنا وارمعھم علینا واعظمھم بطناو احمشھم ساقا انا یا نبی اللہ اکون وزیرک

عليه فاخذ برقبتي ثم قال ان هذا اخي ووصيي وخليفتي فيكم فاسمعوا واطيعوا قال فقام القوم يضحكون ويقولون لابي طالب قد امرک ان تسمع لابنک وتطيع.

''اے لوگو! میں تمہارے پاس دنیا و آخرت کی بھلائی چاہتا ہوں اور خدا نے مجھے حکم دیا ہے کہ تم لوگوں کو اس دین کی طرف بلاؤں اب بتاؤ تم میں سے کون شخص اس کام میں میرا ہاتھ بٹائے گا تاکہ وہی میرا بھائی میرا وصی (قائم مقام) اور تم لوگوں میں میرا خلیفہ مقرر کر دیا جائے؟ آنحضرتؐ کی اس تقریر کا کسی نے کچھ جواب نہیں دیا۔ مگر حضرت علیؑ نے باوجودیکہ سن میں سب لوگوں سے چھوٹے تھے عرض کی اے رسولؐ خدا اس خدمت کے لیے میں حاضر ہوں اور حضورؐ کی نصرت میں کروں گا۔ اس پر رسولؐ خدا نے حضرت علیؑ کی گردن پکڑ کر (اور پوری قوم کو دکھا کر) فرمایا کہ یاد رکھو یہی علیؑ میرے بھائی میرے وصی اور تم لوگوں میں میرے خلیفہ ہیں، تم سب لوگ ان کا حکم ماننا اور ان کی اطاعت کرتے رہنا۔ یہ بات سن کر سب لوگ قہقہہ لگاتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے اور جناب ابوطالبؑ سے کہنے لگے لو تمہیں حکم دیا گیا ہے (اپنے فرزند) علیؑ کی باتیں سنا کرو اور اس کی اطاعت کرتے رہو''

(تاریخ طبری، جلد۲، ۲۱۶)

یہی مضمون تاریخ ابن اثیر جزری جلد۲، ۲۲، تاریخ الوالفداء جلد۱، ۱۱۶) تاریخ حبیب السیر جلد۱، جزو۳، ۱۶، تاریخ گبن جلد۳، ۴۹۹ تاریخ اوکلی ۱۵ تاریخ مسٹر کارلائل، ۶۱ تاریخ ایرونگ ۳۷ تاریخ گلمن ۸۳ تاریخ ڈیون پورٹ ۵ وغیرہ میں موجود ہے اور کتب تفسیر سے تفسیر طبری جلد۱۹، ۶۸ تفسیر معالم التنزیل ۲۲۳ سورہ شعراء تفسیر خازن جلد۳، ۳۷۲ تفسیر ثعلبی تفسیر ابن ابی حاتم وغیرہ اور کتب حدیث

سے مسند امام احمد بن حنبل جلد ۱، ۱۵۳) و حصائص نسائی و مختارہ ضیاء مقدسی و ازالتہ الخفاء مقصد ۳، ۲۵۲ وغیرہ میں موجود ہے۔ اور احادیث کے بڑے ذخیرہ (کتاب کنز الاعمال مطبوعہ حیدر آباد میں اس کی متعدد روایتیں درج ہیں مثلاً۔

"قال رسول اللہ یا نبی عبدالمطلب انی قد جئتکم بخیر الدنیا و الاخیرة و قد امرنی اللہ انادعوکم الیہ فایکم یوازرنی علی ھذا الام علی ان یکون اخی و وصیی و خلیفتی فیکم . قال فا حجم القوم عنھا جمعیاد و قلت یا نبی اللہ اکون وزیرک علیہ فاخذ برقبتی ثم قال ھذا اخی و وصیی وخلیفتی فیکم فاسمعوا لہ واطیعوالہ"

(کنز الاعمال جلد ۶، ۳۹۲، ۳۹۶، ۳۹۷ وغیرہ)

ترجمہ وہی ہے جو تاریخ طبری کا میں بیان کر چکی۔ سیرت حلبیہ میں بھی یہ روایت مرقوم ہے جس میں یہ زیادتی بھی ہے۔

اخی ووزیری ووصیی ووارثی وخلیفتی من بعدی

میرے وزیر میرے وصی میرے وارث اور میرے بعد خلیفہ مقرر کیا جائے۔

(سیرہ حلبیہ جلد ۱، ۲۸۶)

اگر تم بلکہ دنیائے اسلام غور کرے تو آسانی سے تسلیم کر لے کہ آنحضرتؐ نے اس وقت جو تقریر کی وہ خلافت کے مسئلہ کو بھی ہمیشہ کے لیے حل کر گئی۔ اور جب آنحضرتؐ نے فرمایا کہ دیکھو علیؑ میرا بھائی میرا اولی عہد اور میرا جانشین ہے تم سب اس کی اطاعت کرنا اور اس کی بات سننا چاہیے تو اب حضرت علیؑ کی خلافت میں کس وجہ سے تردد ہو سکتا ہے؟ چلئے معاہدہ ہو گیا، قرارداد پایہ تکمیل کو پہنچ گئی، حضرت علیؑ نے بیعت کی حضرت رسولؐ خدا نے بیعت لی کس بات پر؟ نصرت اسلام پر، اعلان کلمتہ الحق پر اور رسولؐ نے اسی وقت خلافت و جانشینی کا مسئلہ بھی طے کر دیا

بے شک اگر خود حضرت علیؑ اس کے بعد اپنے فرائض میں کوتاہی کرتے اپنے اقرار وفا میں ثابت قدم نہ ٹھہرتے اپنے عہد نصرت میں کمزور ثابت ہوتے تو یہ معاہدہ بھی کالعدم ہو جاتا۔ لیکن چونکہ آپ کی خدمات شروع سے آخیر تک یکساں طور پر اسی طرح قائم رہی ہیں اس لیے ہم کیونکر کہہ سکتے ہیں کہ وہ معاہدہ منسوخ ہوگیا۔ اب آؤ اس کی بھی تحقیق کرلیں کہ حضرت علیؑ نے اپنے عہد و پیمان میں کسی وقت کوئی کمزوری تو نہیں دکھائی، اعانت رسولؐ سے کبھی منہ تو نہیں موڑا اور جو قول و قرار ایک بار ہوگیا تھا اس سے کبھی انحراف تو نہیں کیا۔ اگر ایک موقع بھی ایسا مل جائے تو مان لیا جائے گا کہ حضرت علیؑ بات کو نبھا نہ سکے۔

مولوی صاحب: تمہاری بحث زیادہ گہری اور زبردست ہوتی ہے تم ہر طرف سے گھیر لیتی ہو اور فریق مقابل کے بولنے کی کل راہوں کو پہلے ہی بند کردیتی ہو۔ سبحان اللہ! تم نے کیا باتیں پیدا کردیں۔

ہدایت خاتون: یہ بالکل غلط ہے بلکہ الحق یعلو کے مطابق میرا مذہب ہی ہر اعتراض کا جواب پہلے مہیا کردیتا ہے۔ اور ہر شک و شبہہ کا دفعیہ کرکے اس کی طرف سے اطمینان کا سامان بہم پہنچا دیتا ہے میری تعریف نہ کرو بلکہ میرے مذہب کا زور تسلیم کرو۔

مولوی صاحب: کیا کہوں؟ میں نے تمہیں سنی بنانا چاہا تھا مگر خود تم ہی اب مجھے شیعہ کرنے پر آمادہ ہوگئی ہو۔ اب تک جو باتیں ہوچکیں ان میں تو میں شیعہ ہو ہی گیا ہوں۔

ہدایت خاتون: اگر مذہب شیعہ حق ہے تو خدا کرے تم جلد اس کو قبول کرو میرا یہی مقصد ہے

مولوی صاحب: اب مذہب شیعہ کے حق ثابت ہونے میں باقی رہ ہی کیا گیا ہے۔ خلافتؑ بھی تم نے واضح کر ہی دیا۔ صرف نماز روزہ وغیرہ ہی اعمال کی بحث تو اب کرنی ہے اس کی کوا امید کرے۔

ہدایت خاتون: یہ امر تاریخ اسلام کے دیکھنے والوں سے مخفی نہیں کہ جب آنحضرتؐ نے تب

شروع کی تو کفار کی ایذا رسانیاں بڑھنے لگیں آنحضرتؐ کے قتل کی تدبیریں ہونے لگیں، مسلمانوں کی جماعت مکہ معظمہ سے ہجرت کرنے پر آمادہ ہو گئی، حد یہ ہے کہ عرب قبائل میں سے چند لوگ اس بات پر تل گئے کہ گھر کا محاصرہ کر کے آپ کو قتل کر ڈالیں۔ صاف ظاہر ہے کہ یہ وقت کتنا نازک تھا۔ ایسے آڑے وقت مدد دینے والا کوئی نہیں ہوتا۔ لیکن رسول اللہ جانتے تھے کہ کون کام آنے والا ہے اس لیے آپ نے بلا تامل مکہ سے پوشیدہ طور پر ہجرت کا ارادہ کر لیا۔ اور کفار کے منصوبوں کو ناکام بنانے کے لیے آپ نے حضرت علیؑ سے فرمایا "نم علے فراشی واتشح ببردی احضرمی الا خضر فنم فیہ" تم میرے بچھونے پر سوار ہو اور میری سبز چادر اوڑھ کر لیٹ جاؤ۔ ذرا انصاف کرو کتنا سخت مرحلہ تھا کیسی دشوار گزار منزل تھی۔ مگر وہ بات کا دھنی جو ایک بار جاں نثاری و وفاداری کا عہد و پیماں کر چکا تھا اپنی جان پیش کرنے کو بھی آمادہ ہو گیا اور وہ چادر تان کر سو رہا اور حضرتؐ اطمینان سے تشریف لے گئے۔ قسطلانی وغیرہ نے لکھا ہے۔ "فکان اول من شرے نفسہ" حضرت علیؑ وہ پہلے شخص تھے جنہوں نے اپنی جان نذر ڈالی (مواہب لدنیہ جلد ۱، ۸۷) امام غزالی نے لکھا ہے کہ اس موقع کے لیے حضرت علیؑ کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی "ومن الناس من یشری نفسہ ابتغاء مرضات اللہ" لوگوں میں ایسے بندے بھی ہیں جو خدا کی خوشی میں اپنی جان تک بیچ ڈالتے ہیں۔ (تاریخ خمیس جلد ۱، ۲۶۷)

اکثر مورخین نے ظاہر کیا ہے کہ حضرت رسولؐ خدا اپنے بعد حضرت علیؑ کو اس لیے چھوڑ گئے تھے کہ وہ لوگوں کی امانتیں جو آنحضرتؐ کے پاس تھیں واپس کریں۔ (ابو الفدا جلد ۱، ۱۲۶) تاریخ خمیس جلد ۱، ۳۶۶) تاریخ کامل جلد ۲، ۳۹) مواہب لدنیہ جلد ۱، ۸۰) غار والی آیت میں سب سے زیادہ قابل غور آخری الفاظ ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا نے صرف اپنے نبیؐ پر اطمینان وسکون نازل کیا۔ یہاں ان کے ساتھی کا ذکر بالکل نہیں ہے اگر حضرت ابوبکرؓ کے اطمینان وسکون کو ظاہر کرنا بھی مقصود ہوتا تو خدا نے علی رسول کے بجائے علیھما کا لفظ ارشاد فرمایا ہوتا غرض ہجرت کے موقع پر حضرت علیؑ نے جس ایثار و قربانی جس دلیری و بے نفسی کا ثبوت دیا وہ بجائے خود اتنا اہم ہے کہ تمہارے حضرت ابوبکرؓ کا کوئی سوال اس کے مقابلہ میں لایا ہی نہیں جا سکتا۔

مولوی صاحب: تم حضرت ابو بکر کو میرا کیوں بتاتی ہو ہر بات میں شوخی چلتی ہی رہتی ہے۔

ہدایت خاتون: بتاؤ! تو میں نے بے جا کیا کہا' کیا تم ان کو خلیفہ رسول نہیں مانتے حالانکہ خلافت عربی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی جانشینی یا قائم مقامی کے ہیں۔لیکن جانشینی کا مفہوم صرف کسی کی جگہ پر بیٹھ جانا نہیں ہے بلکہ جانشینی بحیثیت عہدہ' بہ حیثیت منصب' بحیثیت فرائض بحیثیت اخلاق و اعمال اور بحیثیت مراتب و کمال ہوتی ہے۔ایک شاعر کا جانشین شاعر' طبیب کا جانشین طبیب قاضی کا جانشین قاضی اور وکیل کا جانشین وکیل ہوا کرتا ہے ایک شاعر کی جگہ حکیم اور حکیم کی جگہ قاضی اور قاضی کی جگہ وکیل سے پر نہیں ہوسکتی بلکہ ایک ہی نوع میں صنف کے بدلنے سے بھی خصوصیت مختلف ہوجاتی ہے۔یعنی خود شعراء میں مرثیہ گو کا جانشین قصیدہ گو نہیں سمجھا جاسکتا چہ جائیکہ شاعر کی جگہ لوہار اور قاضی کی جگہ معمار صحیح جانشین سمجھا جائے۔اس سے صاف ظاہر ہے کہ خلیفہ حقیقتاً وہ ہوتا ہے جو اپنے کمالات اور خصوصیات میں اپنے پیش رو کے کمالات اور خصوصیات میں زیادہ سے زیادہ شریک اور حقدار ہو۔اس نظریہ کے تحت یہ تنقیح قدرتاً پیش نظر ہوتی ہے کہ حضرت رسول خدا کی حیثیت ایک دنیوی بادشاہ کی سی تھی ہادی اور مذہبی پیشوا کی یعنی حضرت کا مقصود کوئی حکومت و سلطنت قائم کرنا تھا یا لوگوں کے عقائد و اخلاق و اعمال کا درست کرنا۔ظاہر ہے کہ حضرت خود کسی سلطنت کی بنیاد نہیں رکھ رہے تھے بلکہ ایک مذہب کی تبلیغ فرما رہے تھے۔جس کے پیرو انسانیت و اخلاق کے جوہر سے آراستہ ہوں بجائے تیغ و خنجر کے مکارم اخلاق اور الٰہی تعلیمات سے روحانی حکومت دنیا میں قائم کریں۔اگر آنحضرت کی حیثیت صرف ایک دنیوی بادشاہ کی سی ہوتی تو بے شک حضرت کی خلافت کے لیے ایک بادشاہ ہونے کی حیثیت کافی تھی۔جو شخص بھی حضرت کا خلیفہ مقرر کردیا جاتا اس پر کسی کو اعتراض کا حق حاصل نہیں تھا۔لیکن اگر آنحضرت کی حیثیت بادشاہ کی بالکل نہیں بلکہ صرف دینی مقتدا اور مذہبی پیشوا کی تھی تو ہم کو دیکھنا چاہیے کہ اس اعتبار سے کونسا شخص حضرت کا خلیفہ بلافصل ثابت ہوا۔میری اور تمہاری بحث کا مدار قرآن مجید ہے۔اس میں دیکھو رسول کے فرائض بادشاہت حکومت ملک گیری کے

دیئے ہیں یا کچھ اور اس نے بار بار اعلان کیا ہے کہ:

ھو الذی بعث فی الامیین رسولا منھم یتلو علیھم آیاتہ و یزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمۃ

جس نے واضح کر دیا کہ رسولؐ دنیا میں اس لیے آئے کہ لوگوں کو خدا کا معتقد بنائیں ان کے اخلاق درست کریں، ان کو کتاب وحکمت کی تعلیم دیں پس حضرتؐ کا خلیفہ بھی ایسا ہی ہونا چاہیے جو ان اوصاف میں حضرتؐ کی جانشینی کر سکے اسی کو آنحضرتؐ نے ہجرت کے موقع پر عمل کر کے دکھا دیا کہ لوگوں کی امانتیں واپس کر دینا بھی پیغمبری کام تھا تاکہ لوگ امامت کی عظمت یاد رکھیں اور کبھی اس میں لاپرواہی نہ برتیں یہ کام آنحضرتؐ نے، نہ حضرت ابوبکر کے ذمہ کیا، نہ کسی اور صحابی کے ذمہ، بلکہ اس کے سپرد کیا جس کو اپنا خلیفہ بلافصل آج سے بھی نو سال قبل مقرر کر چکے تھے۔ یعنی اس پیغمبری فریضہ پر بھی حضرت علیؑ ہی مقرر کیے گئے۔

مولوی صاحب: تم تو پہلے یہ دکھا رہی تھیں کہ حضرت علیؑ نے جو معاہدہ کیا اس کو اپنے عمل سے بھی مکمل کر دیا پھر اسے کیوں ترک کر دیا یا وہ بات ختم ہو گئی تب دوسری بحث شروع کی ہے

ہدایت خاتون: نہیں ابھی حقائق کہاں تک بیان کروں خیر اب آگے چلو! مدینہ میں تشریف لانے کے بعد آنحضرتؐ نے مہاجرین وانصار کے درمیان مواخات قائم کی۔ ظاہر ہے بھائی چارہ انہیں دو آدمیوں میں قائم کیا جاتا ہے۔ جو اپنی خصوصیات مزاجی و عادات وخصائل کے لحاظ سے باہم ملتے جلتے ہوئے ہوں۔ چنانچہ اس سلسلہ میں متعدد صحابہ کو ایک دوسرے کا بھائی قرار دیا حضرت ابوبکرؓ کو حضرت عمرؓ کے ساتھ کر کے ان دونوں کو ایک پارٹی بنا دیا۔ رہ گئے حضرت علیؑ تو آپ کے بھائی چارہ کے لیے حضرتؐ نے کسی کو تجویز نہیں کیا۔ سوائے اپنی ذات مبارک کے اور فرمایا میرے بھائی تم ہو دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اور ایک اور موقع پر بھی حضرت رسولؐ خدا نے سب کو ایک دوسرے کے ساتھ بھائی بنایا تھا تو اپنا بھائی حضرت علیؑ ہی کو بنایا تھا۔ ایک مرتبہ آنحضرتؐ نے حکم دیا کہ (مسجد نبوی کے سب دروازے) چن دیئے جائیں مگر حضرت علیؑ

کے مکان کا دروازہ نہ چنا جائے۔اس حکم پر لوگوں میں چہ میگوئیاں ہوئیں تو حضرتؐ نے منبر پر جا کر فرمایا کہ جو حکم مجھے خدا کی طرف سے ہوا وہ میں نے سنادیا میں نے اپنی مرضی سے نہ ان دروازوں کو بند کیا اور نہ ہی اس (علیؑ کے دروازے) کو کھلا رکھا (خصائص نسائی ۳۷ و ریاض نفرہ جلد ۲، ۱۹۲) اس واقعہ اور اس قسم کے حکم سے معلوم ہوتا ہے کہ لوگ حضرت رسولؐ خدا کی ان توجہات کو جو حضرت علیؑ کے ساتھ تھیں اچھی نگاہوں سے نہیں دیکھتے تھے اور جناب رسالتمآب کی موجودگی میں بھی نکتہ چینی سے باز نہیں آتے تھے۔اور یہ وہ جذبات تھے جن کا آہستہ آہستہ قوی ہونا ضروری تھا۔کیونکہ رسولؐ اللہ کے الطاف جناب امیرؑ پر برابر بڑھتے ہی جاتے تھے۔اور حضرت علیؑ اپنی خصوصیات اخلاق و خدمات دین اسلام کی وجہ سے حضرت رسول خداؐ کے دل میں گھر کرتے ہی جارہے تھے۔

۲ ہجری میں آنحضرتؐ نے حضرت علیؑ کو اپنی دامادی سے سرفراز کیا حضرت ابوبکرؓ عمرؓ دونوں بزرگوں نے حضرت فاطمہؑ کی خواستگاری کی مگر حضرت رسولؐ نے کوئی جواب نہیں دیا لیکن جب حضرت علیؑ نے خواہش ظاہر کی تو آنحضرتؐ نے فرمایا کہ:

"قد امرنی ربی بذلک"

اس کا تو مجھے خدا نے ہی حکم دیا ہے۔ جب عقد ہو چکا تو آنحضرتؐ نے جناب سیدہ سے فرمایا۔

اماترضنیین یافاطمه ان الله اختار من اهل الارض رجلین جعل احد هما اباک والآ خر بعلک .

اے فاطمہؑ! کیا تم اس بات سے خوش نہیں ہو کہ خدا نے تمام اہل زمین میں دو شخصوں کا انتخاب کیا۔جن میں سے ایک تمہارا باپ ہے اور دوسرا تمہارا شوہر (صواعق محرقہ ۸۶ و تاریخ خمیس جلد ۱، ۴۸۰ و مواہب لدنیہ جلد ۱، ۸۹ و ریاض نفرہ جلد ۲، ۱۸۲)

اس سے ظاہر ہے کہ اس شادی کی بنیاد صرف ذاتی قرابت پر نہیں تھی بلکہ انتخاب الٰہی اور ذاتی فضیلت پر تھی۔ مصالح اسلامی کے لحاظ سے لڑکیاں لے لینا اور خود داماد بن جانا دوسری بات تھی لیکن جب لڑکی دینے کا وقت آیا تو بڑے بڑے صحابہ کی خواہش رد کر دی گئی اور حضرت علیؑ کا انتخاب کیا گیا۔ یہ واقع ایسا نہ تھا کہ جس کا اثر زائل ہو جاتا' رہا اور عمر بھر رہا چنانچہ حضرت عمرؓ فرمایا کرتے تھے۔

لقد اعطی علی ثلث خصال لان تکون لی خصلة منها احب الی من حمر النعم فسال ماھی قال تزویج ابنة

علیؑ کو تین باتیں ایسی حاصل ہوئیں۔ کہ اگر ان میں سے ایک بھی مجھے حاصل ہوتی تو سرخ اونٹوں سے زیادہ مجھے محبوب ہوتی۔ جب پوچھا گیا وہ کیا ہیں؟ کہا ایک تو یہی ہے کہ رسولؐ کی صاحبزادی کا عقدان سے ہوا پھر ۳ھ میں جنگ احد ہوئی یہ وہ سخت اور فیصلہ کن جنگ تھی جسے قدرت کو مسلمانوں کے عزم و استقلال کی کسوٹی پر پرکھنا تھا۔ اول حالات بہت امید افزا تھے کیونکہ لشکر کفار کے علمدار طلحہ بن عثمان کو حضرت علیؑ نے قتل کر کے دشمنوں کو شکست دے دی تھی، لیکن جب کفار بھاگ کھڑے ہوئے اور مسلمان مال غنیمت لوٹنے کے لیے پس و پیش سے بے خبر ہو گئے تو خالد بن ولید نے پشت کی طرف سے پھر حملہ کر دیا۔ امام فخر الدین رازی علامہ طبری' ابن اثیر' علامہ سیوطی وغیرہ کے بیانات پڑھو، جدھر دیکھو، ہر طرف سے آواز آرہی ہے کہ۔

صحابہ روبہ ہزیمت آوردند و رسول اللہ را تنہا گزاشتند

اور لطف یہ کہ ایک کا نام بھی لکھ دیا ہے یہ تھا وہ عبرت انگیز سماں اور یہ تھا وہ امتحان محبت وہ صداقت جس میں سوائے ایک ذات حضرت علیؑ کے اور کوئی شخص کامیاب نہیں ہو سکا آنحضرتؐ کو اس دل شکن طرز عمل کی وجہ سے اتنی بے اطمینانی پیدا ہو گئی تھی کہ آپ نے خاتمہ جنگ پر قتل ہو جانے والوں کے متعلق فرمایا" ھو لاء اشھد علیھم " یہ وہ ہیں جن کے ایمان کی گواہی میں دیتا ہوں اس پر حضرت ابو بکرؓ نے کہا یا رسولؐ اللہ کیا ہم ان کے بھائی نہیں ہیں؟ اور کیا ہم بھی ایمان

نہیں لائے؟ اور کیا ہم نے بھی آپ کے ساتھ جہاد نہیں کیا؟ حضرتؐ نے فرمایا: "بلی ولا ادری ماتحد ثون بعدی" ہاں! مگر کیا معلوم میرے بعد تم لوگ کیا کیا گل کھلاؤ گے۔

(موطا امام مالک ۱۷۴)

سنہ ۵ ہجری میں جنگ خندق واقع ہوئی۔ احد کے واقعہ کا دھبہ دامنوں پر موجود تھا۔ اسے مٹانے کا یہ اچھا موقع تھا۔ مگر عمرو بن عبدود سا بہادر پورے جوش و خروش سے مبارز طلبی کر رہا تھا۔ کس میں ہمت تھی کہ موت کے منہ میں چلا جاتا۔ تواریخ کا بیان ہے کہ "طلب المبارزة والاصحاب ساکتون کانما علی رو سھم الطیر لا نھم کانو یعلمون شجاعة" اس نے مقابل طلب کیا اور کل اصحاب خاموش تھے گویا ان کے سروں پر طائر بیٹھا ہوا تھا کیونکہ وہ سب اس کی شجاعت سے آگاہ تھے مگر جناب امیرؑ پہلی ہی آواز میں اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ لیکن حضرت رسولؐ خدا نے آپ کو روک دیا۔ جب ہر طرف خاموشی ہی چھائی رہی بلکہ عمرو بن عبدود کی جگر سوز بھڑکیں بڑھنے لگیں تو آنحضرتؐ سے برداشت نہیں ہوسکا۔ حضرتؐ نے جناب امیرؑ کو اجازت دے دی اور آخر کار حضرتؑ ہی کی تلوار نے اس مہم کو بھی سر کیا۔ (تاریخ خمیس جلد ۱، ۵۴۷)

سنہ ۷ ہجری میں خیبر کی مہم درپیش آئی تو خیبر کے قلعوں میں جو سب سے مضبوط قلعہ تھا وہ دشمن کا مرکز تھا تین روز تک متواتر حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ اسلامی علم لے کر تشریف لے گئے لیکن ہر بار ناکام واپس آئے (سیرۃ ابن ہشم جلد ۲، ۲۳۹) و تاریخ خمیس جلد ۲، ۵۳) جب یہ صورت دیکھی تو حضرت رسولؐ خدا نے فرمایا کل میں علم ایسے شخص کو دوں گا جو بھاگنے والا نہیں ہے جو اللہ اور رسول کو دوست رکھتا ہے اور جسے اللہ اور رسولؐ بھی دوست رکھتے ہیں خدا اسی کے ہاتھوں فتح کرائے گا (خمیس جلد ۲، ۵۳ و ریاض النفرہ جلد ۲، ۱۸۷ او سیرۃ ابن ہشام جلد ۲، ۲۳۹ و استیعاب جلد ۲، ۳۴۳ و طبقات ابن سعد جلد ۲، ۸۰) لیکن اگر اس ٹکڑے کو علیحدہ کر دیا جائے تو معنی تشنہ رہتے ہیں کیونکہ صورت حال یہ تھی کہ برابر تین دن سے اصحاب کی سرکردگی میں مہمیں بھیجی جا رہی تھیں۔ لوگ برابر شکست کھا کر واپس آجاتے تھے۔ اس لیے ظاہر ہے کہ آنحضرتؐ نے یہی کہا ہوگا کہ کل علم میں اسے دوں گا جو بھاگ کر واپس نہ آئے۔ ورنہ کہنے کی ضرورت ہی کیا تھی؟ علاوہ

بریں اس فقرہ کو علیحدہ کر دینے سے یہ معنی پیدا ہوتے ہیں کہ کل میں علم اس کو دوں گا جو خدا اور رسولؐ کو دوست رکھتا ہے اور خدا اور رسولؐ بھی جسے دوست رکھتے ہیں۔ گویا وہ لوگ جو اس سے قبل پرچم اسلام سے کر خیبر فتح کرنے گئے تھے۔ وہ خدا اور رسولؐ کے دوست نہ تھے اس صورت میں صحابہ کی اور زیادہ توہین ثابت ہوتی ہے بہر حال ''کرار غیر "رار کا ٹکڑا ہو یا نہ ہو یہ امر مسلم ہے کہ رسولؐ اللہ تین دن مسلسل ناکامیوں کی وجہ سے کسی اور شخص کا انتخاب کرنا چاہتے تھے جس کا اظہار ان الفاظ میں فرمایا۔ مورخ طبری نے لکھا ہے کہ جب دوسرا دن ہوا تو حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ گردنیں اونچی کر کے دیکھنے لگے۔ (ریاض نضرہ جلد ۲' ۱۸۷) لیکن دوسری صبح کو کیا ہوا؟ آنحضرتؐ نے علم کو جنبش دی اور فرمایا کون اس کو لیتا ہے ایک صاحب آگے بڑھے اور کہا میں' آپ نے فرمایا۔ جاؤ آگے بڑھو اس خدا کی قسم جس نے محمد کے چہرے کو عزت دی ہے میں یہ علم اس شخص کو دوں گا جو بھاگنے والا نہیں ہے اے علیؑ اٹھو اور علم لو (تاریخ خمیس جلد ۲' ۹۵ وغیرہ) چنانچہ حضرت نے علم لیا قلعہ فتح کیا اور کامران و بامراد واپس آئے۔

سنہ ۸ ہجری میں مکہ معظمہ فتح ہوا اور مسلمان خوشیاں منا رہے تھے۔ لیکن حضرت رسولؐ اور جناب امیرؑ کی دو ہستیاں ایسی تھیں جو اسلام کی خدمت سے اس وقت بھی غافل نہیں تھیں۔ وہ اصنام جو خانہ کعبہ میں نصب کر دیئے گئے تھے آنحضرتؐ اور جناب امیرؑ ان سب بتوں کے توڑنے کی خدمت انجام دے رہے تھے۔ وہ بت جو سب سے بڑا اور خانہ کعبہ کے اوپر نصب تھا اس کے توڑنے کے لیے آنحضرتؐ نے حضرت علیؑ کو اپنے کاندھے پر بلند کیا اور آپ نے اس کو توڑ ڈالا۔ علامہ دیار بکری وغیرہ نے لکھا ہے کہ اس وقت حضرت رسولؐ خدا نے حضرت علیؑ کو فرمایا کہ مبارک ہو تم کو کہ تم حق کے لیے کام کر رہے ہو اور خوشا حال میرا کہ میں حق کے لیے تمہارا بار اٹھائے ہوئے ہوں (تاریخ خمیس جلد ۲' ۹۵) یہ باتیں ظاہری نظر سے دیکھنے میں بہت معمولی حیثیت رکھتی ہیں لیکن انہیں جزئی واقعات سے عمومی تاریخ مرتب ہوتی ہے اور ایک مورخ انہیں واقعات سے صحیح نتیجہ اخذ کرنے میں کامیاب ہوتا ہے۔

سنہ ۹ ہجری میں غزوہ تبوک واقع ہوا حضرت رسولؐ خدا کی زندگی صرف ایک سال باقی

ہے۔ یہ غزوہ بھی آخری جنگ ہے۔ گرمی کا زمانہ ہے، شدت کی لو چل رہی ہے۔ اور صرف رسولؐ خدا نے اپنے ساتھ چلنے کے لیے تمام اصحاب کو حکم دے دیا ہے لیکن حضرت علیؑ کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے کہ تم مدینہ میں ہی قیام کرو۔ اور میری جگہ رہو۔ اس پر حضرت علیؑ کبیدہ خاطر ہو کر کہتے ہیں" (تخلفنی فی الصبیان والنساء)

"کیا آپ مجھے بچوں اور عورتوں میں چھوڑ جائیں گے۔ آنحضرتؐ جواب دیتے ہیں"

اما ترضىے ان تكون منى بمنزلة هارون من موسى الا انه لا نبى بعدى.

"کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ تم کو مجھ سے وہی نسبت ہے جو جناب ہارون کو حضرت موسیٰؑ سے تھی سوائے اس کے کہ میرے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں"

(صحیح بخاری جلد ۳، ۵۲ تاریخ خمیس جلد ۲، ۳۸ طبری جلد ۳، ۱۴۴ ریاض نفرہ جلد ۲، ۱۶۲ سیرۃ ابن ہشم جلد ۲، ۳۱۷ مواہب لدنیہ جلد ۱، ۳۱۷ تاریخ الخلفاء ۱۶۷)

اگر آخری جملہ لا نبی بعدی کا نہ ہوتا تو جناب ہارون کی منزلت کو صرف وقتی جانشینی اور عارضی خلافت تک محدود سمجھا جا سکتا تھا۔ لیکن اس جملے سے ثابت ہوتا ہے کہ زندگی اور بعد وفات دونوں حالتوں میں جناب امیرؑ کو اس جانشینی اور خلافت کا درجہ حاصل ہے۔ جو جناب ہارون کو حضرت موسیٰؑ کے بعد حاصل ہوا۔ دنیا کو معلوم ہے کہ جناب ہارون حضرت موسیٰؑ کے شریک کار معاون اور وزیر و جانشین تھے۔ اگر آپ کی زندگی حضرت موسیٰؑ کے بعد باقی رہتی تو خلافت کا حق سوائے ان کے اور کسی کو نہیں پہنچتا۔ بالکل اسی طرح جناب امیرؑ کے لیے ثابت ہوتا ہے کہ وہ حیات و ممات غرض ہر حالت میں حضرت رسولؐ خدا کے جانشین تھے اور اگر جناب ہارون سے کوئی فرق تھا تو صرف یہ کہ جناب ہارون نبیؑ تھے اور حضرت رسولؐ خدا کے بعد سلسلہ نبوت ختم ہو گیا۔ لیکن اگر یہ سلسلہ ختم نہ ہوتا تو نبی بھی سوائے حضرت علیؑ کے کوئی دوسرا نہ ہوتا، اسی سال کا واقعہ ہے کہ سورہ براۃ کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں جس کا اعلان مکہ معظمہ میں حج کے

موقع پر ہونا ضروری تھا۔ اس واقعہ کے متعلق مختلف روایات ہیں۔ نسائی کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے حضرت ابوبکرؓ کو ان آیات کے ساتھ روانہ کر دیا تھا۔ اس کے بعد ان کو واپس بلا کر یہ خدمت حضرت علیؑ کو سونپی پھر ان کے بعد روانہ کیا کہ جا کر اور حضرت ابوبکر سے وہ آیات لے کر یہ خدمت کو انجام دیں۔ بہر حال ان تمام روایات میں حضرت رسولؐ خدا کا یہ قول قدر مشترک پایا جاتا ہے۔

"علی منی و انا منه یودی عنی الاانا او علی"

"یعنی علیؑ مجھ سے ہیں اور میں علیؑ سے ہوں اور اپنی ترجمانی یا میں خود کر سکتا ہوں یا علیؑ دوسری روایات میں یہ الفاظ اس طرح پائے جاتے ہیں۔

"انی امرت ان ابلغه انا او رجل من اهل"

مجھے حکم دیا گیا ہے کہ یا میں خود اس کو پہنچاؤں یا ایسا شخص پہنچائے جو میرے اہل بیت میں داخل ہو (خصائص نسائی ۶۳ و روض انف جلد ۲' ۳۲۸ طبری جلد ۳ ' ۱۵۴ تاریخ خمیس جلد ۲' ۱۵۷ ریاض نفرہ ۱۷۴)

بہرحال حضرت ابوبکر روانہ ہو چکے تھے یا نہیں' وہ واپس بلائے گئے یا نہیں یہ بات مسلم ہے کہ آیات قرآنی کی تبلیغ کے لیے آنحضرتؐ نے حضرت علیؑ کو ہی منتخب کیا۔ اور یہ کہہ کر کہ اس خدمت تبلیغ کا اہل میں ہوں۔ یا پھر وہ جو میرے اہل بیت میں داخل ہو۔ اب وہ وقت ہے کہ حضرت رسولؐ خدا آخری حج سے (۱۰ ہجری میں) مدینہ واپس تشریف لا رہے ہیں حضرتؐ چلتے چلتے خم غدیر تک پہنچتے ہیں پورا قافلہ روک دیا جاتا ہے اور اعلان ہوتا ہے کہ حضرت رسولؐ خدا خطبہ بیان فرمائیں گے۔ ہزاروں آدمی خطبہ نبویؐ سننے کے لیے مجتمع ہیں اور آنحضرتؐ منبر پر تشریف لے جا کر ایک مبسوط خطبہ کے ذریعے سے اپنے قرب وفات کی پیش گوئی کرتے ہیں۔ اپنی خدمات و ترحمات ہدایت کا ذکر فرماتے ہیں۔ لوگوں سے اصول اسلام و ایمان کی گواہی لیتے ہیں اور اس کے بعد وہ کچھ فرماتے ہیں جس سے انکار کی گنجائش نہیں اور جس نے ہمیشہ کے لیے آپ

کی جانشینی کے مسئلہ کو طے کر دیا حضرتؐ نے تین مرتبہ صحابہ سے دریافت فرمایا۔

الست اولی بکم من انفسکم

''کیا میں تم پر تم سے زیادہ اختیار نہیں رکھتا؟ سب نے کہا بیشک' بیشک' بیشک' اور پھر اس کے بعد حضرت رسولؐ خدا نے حضرت علیؑ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر فرمایا''

''من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللھم وال من والاہ وعادمن عاداہ انصر من نصرہ واخذل من خذلہ وادر الحق حیث دار''

''یعنی جس کا میں مولا ہوں علیؑ بھی اس کے مولا ہیں۔ اے خدا! تو دوست رکھ اس کو جو علیؑ کو دوست رکھے اور دشمن رکھ اسے جو ان سے دشمنی رکھے مدد کر اس کی جو ان کی مدد کرے اور ساتھ چھوڑ اس کا جو ساتھ چھوڑے ان کا اور حق کو اس طرف گردش دے جس طرف یہ گردش کریں حافظ محبّ طبری نے اس روایت کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ اس واقعہ کے بعد حضرت عمرؓ حضرت علیؑ سے ملے اور کہا مبارک ہو آپ کو کہ آپ ہر مومن و مومنہ کے مولا ہو گئے۔ (ریاض نضرہ جلد ۲' ۲۱۹) اب رسولؐ کی زندگی صرف دو ماہ اور چند دنوں کی باقی رہ گئی ہے آؤ واقعات کا تجزیہ کیا جائے اور جائزہ لیا جائے شاید حضرت رسولؐ خدا کے بیانات سے کوئی شمع ہدایت ایسی مل جائے جو تجلیات نبوی کے اوجھل ہو جانے کے بعد ہمارے لیے دلیل راہ بن سکے میرے گزشتہ بیانات پر غور کرنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ شروع سے آخیر تک ہر موقع پر آنحضرتؐ کے ساتھ مواخواۃ و ہمدردی میں پیش پیش رہنے والا کسی موقع پر قدم میں تزلزل نہ آنے دینے والا اور سخت سے سخت وقت میں اطاعت رسولؐ سے سر مو انحراف نہ کرنے والا کون تھا؟ تم نے یہ بھی خیال کیا ہوگا کہ جناب امیرؑ کی اس اطاعت و جاں نثاری کی بنا پر رسولؐ خدا کی بارگاہ میں جو رسوخ حضرتؑ کو حاصل تھا وہ دوسرے صحابہ کو گراں گزرتا تھا۔ اور وہ اپنے جذبات سے مجبور ہو کر جناب امیرؑ کے خلاف اعتراض یا شکوہ شکایت بھی کر گزرتے تھے اور آنحضرتؐ کی طرف سے جناب

امیرؑ کے خلاف اعتراض یا شکوہ کا جو جواب ملتا تھا وہ بھی تم پڑھتے ہو گے ظاہر ہے نفسیات کے لحاظ سے یہ تمام واقعات اور زیادہ صحابہ کی برہمی کا باعث ہوتے ہوں گے۔ چنانچہ آنحضرتؐ نے اس خطرہ کے وقوع کی صریح پیش گوئی کی ہے۔ بخاری کی حدیث ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میں تم سے پہلے حوض کوثر پر پہنچوں گا تم میں سے کچھ لوگ میری طرف لائے جائیں گے۔ اور جب میں چاہوں گا کہ ان کو قریب تر بلاؤں تو وہ مجھ سے جدا کر دیئے جائیں گے میں کہوں گا اے خدا یہ تو میرے اصحاب ہیں جواب ملے گا تم کو معلوم نہیں انہوں نے تمہارے بعد کیا گل کھلائے (صحیح بخاری جلد ۴، ۱۳۲) آنحضرتؐ کو جن چیزوں کے متعلق خطرہ تھا ان کو صاف طور پر حجتہ الوداع کے خطبہ میں ظاہر فرمادیا اس میں آنحضرتؐ نے اس تمہید کے ساتھ کہ "انا فو طکم علے الحوض"

"میں حوض کوثر پر تمہارا پیش رو ہوں۔ فرمایا کہ میں تم میں دو چیزیں بہت گراں قدر چھوڑے جاتا ہوں۔ ایک کتاب خدا اور دوسری اپنی عترت و اہل بیت، دیکھو! میرے بعد تم ان سے کیا سلوک کرتے ہو"

اس طرح حضرتؐ نے پہلی دفعہ بیعت کے موقع پر جب " انذر عشیر تک الا قربین" کا حکم نازل ہونے پر کی گئی تھی۔ حضرت علیؑ کی وزارت و وصایت و خلافت کا اعلان فرما دیا تھا پھر اس کے بعد مختلف طرح سے حضرت علیؑ کے کمالات کو اجاگر کیا علمی حیثیت سے انا مدینۃ العلم وعلی بابھا" فرما کر یہ ثابت کیا کہ میرے علوم اگر دستیاب ہو سکتے ہیں تو صرف حضرت علی کے ذریعہ سے "اقضا کم علی" کہہ کر فصل مقدمات کا بہترین ماہر بتایا۔ علیؑ منی کہہ کہ انتہائی یگانگت و وابستگی کا اظہار فرمایا اور سب سے آخر میں غدیر خم کے میدان میں "من کنت مولاہ فعلی مولاہ" کہہ کر حضرت علیؑ کی حکومت وولایت وخلافت کا صریحاً اعلان فرما دیا۔ یہاں تک کہ صحابہ نے حضرت علیؑ کو مبارک بھی دی۔ کیا حضرت رسولؐ خدا کو اطمینان ہو گیا تھا۔ واقعات بتاتے ہیں کہ آنحضرتؐ مطمئن نہیں ہوتے تھے۔ آنحضرتؐ نے اس بیماری کی حالت میں تقریر کی اور فرمایا اے لوگو! وہ وقت بہت قریب ہے کہ میں دنیا سے اٹھ جاؤں اور تم

سے رخصت ہو جاؤں۔ میں نے اس سے قبل بہت کچھ کہہ دیا ہے اور حجت قائم کر دی ہے پس تم کو معلوم ہونا چاہیے کہ میں تمہارے درمیان خدا کی کتاب اور اپنی عترت اہل بیتؑ چھوڑے جا رہا ہوں۔ یہ کہہ کر حضرتؐ نے جناب امیرؑ کا ہاتھ پکڑا اور اسے بلند کر کے فرمایا۔

هذا علي مع القرآن ولقران مع علي لا يفترقان حتيے يردا علي الحوض فاسلهما ماخلفت فيهما

""علیؑ قرآن کے ساتھ ہیں اور قرآن علیؑ کے ساتھ ہے۔ یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گے یہاں تک کہ میرے پاس حوض کوثر پر پہنچیں گے اس وقت میں ان سے دریافت کروں گا کہ تم نے میرے بعد ان سے کیا سلوک کیا؟ (صواعق محرقہ ۷۷)

اب مرض کی شدت اور زیادہ بڑھ گئی۔ حضرتؐ نے اسی عالم میں ایک علم اسامہ بن زید کے لیے تیار کیا اور تمام بڑے صحابہ کو اسامہ کی ماتحتی میں جنگ کے لیے روانگی کا حکم دیا تاریخیں متفق ہیں کہ حضرات ابوبکرؓ وعمرؓ بھی اسامہ کے ماتحت جانے پر مقرر کئے گئے تھے۔ بے شک ان صحابہ میں جو اسامہ کی ماتحتی میں جانے پر مامور ہوئے تھے حضرت علیؑ کا نام نظر نہیں آتا۔ واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرتؐ کو اپنی زندگی کے آخر ہونے کا یقین تھا۔ وہ اپنی موت کی اطلاع رکھتے تھے۔ اور اس کے لیے تیاریاں کر رہے تھے۔ اس موقع پر آنحضرتؐ کا خاص طور سے لشکر اسامہ کی روانگی کا حکم دینا اس لیے تھا کہ وہ ان تمام لوگوں کے وجود سے مدینہ کو خالی کر دینا چاہتے تھے۔ اگر حضرتؐ کا مقصد کسی صورت سے یہ ہوتا کہ حضرتؐ کے بعد امور خلق کی ذمہ داری ان اشخاص میں سے کسی کے سپرد ہو تو ظاہر ہے کہ وہ اپنے آخر وقت میں ان لوگوں کو لشکر اسامہ کے ساتھ چلے جانے کی تاکید نہیں فرماتے۔ حضرتؐ کو اس امر میں اتنا اہتمام تھا کہ شدت مرض میں جب بھی آنکھ کھلتی تھی تو بار بار تاکید فرماتے تھے کہ لشکر فوراً روانہ ہو جائے۔ صحابہ آنحضرتؐ کے اس مطلب کو سمجھتے تھے اور اسی لیے تعمیل حکم میں پس و پیش ہو رہا تھا۔ اسامہ کا لشکر نہ جانا تھا نہ

گیا اور گیا اس وقت جب حضرت رسولؐ خدا کی وفات ہو چکی تھی اور خلافت کا مسئلہ تکمیل کو پہنچ گیا تھا اب حضرت رسولؐ خدا کا مرض انتہا شدت کو پہنچ گیا۔ مگر اب بھی خیال اگر آپ کو ہے تو صرف وہی ایک کوئی اندیشہ ہے تو وہی تنہا ایک بار غش سے آنکھ کھلتی ہے تو فرماتے ہیں، ذرا دوات قلم منگواؤ میں تمہارے لیے ایک نوشتہ چھوڑ جاؤں کہ تم میرے بعد گمراہی میں مبتلا نہ ہو مگر حضرت عمر نے انکار کر دیا فرمایا کہ پیغمبر پر مرض کا غلبہ ہے اور ہم کو کتاب خدا کافی ہے اس میں صاف تحریر ہے کہ مخالفت کرنے والے حضرت عمر تھے (دیکھو صحیح بخاری باب قول المریض قوموا عنی جلد ۴' ۵)

حضرت رسولؐ خدا کو اس واقعہ سے جتنا صدمہ بھی پہنچا ہو کم ہے چنانچہ اسی صدمہ کا نتیجہ تھا کہ حضرت نے برہم ہو کر اپنے پاس سے سب کو ہٹا دیا۔ لیکن اس منظر کی ایک آخری کڑی اور ہے جو دیکھنے کے قابل ہے اس داستان کا ایک ٹکڑا اور ہے جو سننے کے لائق ہے اور یہ کسی کے منہ کی بات نہیں بلکہ خود حضرت عائشہ کا بیان ہے۔

قالت قال رسول الله لما حضرته الوفاه قال ادعوالی حبیبی فد عواله ابابکر فنظر الیه وضع راسه. ثم قال ادعوالی حبیبی فد عواله عمر فلما نظرالیه وضع راسه ثم قال ادعوالی حبیبی فدعواله علیا فلماراه ادخله معه فی الثواب الذی کان علیہ فلم یزل یحتضنه حتے قبض ویده علیه اخرجه الرازی.

حضرت عائشہ کی روایت ہے کہ جب حضرت رسولؐ کا وقت بالکل آخری تھا تو آپؐ نے فرمایا میرے حبیب کو بلاؤ۔ کوئی جا کر حضرت ابو بکرؓ کو بلا لایا تو حضرتؐ نے تکیہ سے سر اٹھا کر انہیں دیکھا جس پر اپنا سر پٹک دیا۔ دوبارہ فرمایا میرے پیارے کو بلاؤ اب لوگ جا کر حضرت عمر کو بلا لائے حضرتؐ نے ان کو بھی دیکھ کر اپنا سر پٹک دیا۔ تیسری مرتبہ پھر آپؐ نے فرمایا میرے دوست کو بلاؤ کسی نے حضرت علیؑ کو بلا لیا۔ جب حضرتؐ نے جناب امیر کو دیکھا تو انہیں

اپنی چادر میں لے لیا اور برابر اسی طرح لپیٹے رہے یہاں تک کہ جب حضرت کی روح مبارک نے جسم سے پرواز کی تو حضرتؐ کا ہاتھ جناب امیرؑ کے اوپر تھا۔ (ریاض نفرہ ۱۸۰)

مختصر یہ کہ خدا اور رسولؐ نے خلافت کے مسئلہ کو ایسے واضح طریقہ سے ابتدائے اسلام ہی سے طے کر دیا تھا۔ اور حضرت امیر المومنین کی خلافت کا اعلان کر کے اس کو اس درجہ بدیہی بنا دیا تھا کہ آج جو شخص (خواہ عیسائی ہو یا ہندو یا مسلمان) شیعہ سنی جھگڑوں سے الگ ہو کر ان کی تحقیق کرنا چاہے گا وہ آسانی سے یقین کرے گا کہ خدا نے جس طرح رسالت کے مسئلہ کو صاف کر دیا تھا۔ اسی طرح بحث خلافت کو بھی طے کر دیا ہے۔ آنحضرتؐ نے جس طرح نماز و روزہ کا فریضہ لوگوں کو بتا دیا تھا۔ اسی طرح حضرت علیؑ کے خلیفہ بلافصل ہونے کو بھی اور صرف اپنے دنیا سے انتقال ہی کے قریب نہیں بلکہ اس سے بیس سال قبل جب اسلام کی طرف شروع شروع لوگوں کو دعوت دی۔ اسی وقت فرما دیا کہ یہی میرے بھائی میرے وصی اور تم لوگوں میں میرے خلیفہ ہیں۔ پھر انتقال کے وقت تک یہ نہیں ارشاد فرمایا کہ علیؑ کو ہم نے اس موقع پر اپنا خلیفہ مقرر کیا تھا اب ان کو معزول کرتے ہیں یا تم لوگوں پر چھوڑ جاتے ہیں کہ اپنے انتخاب یا اجماع سے جس شخص کو چاہنا میرا خلیفہ اور امام مقرر کر لینا۔ ایک معمولی کام سورہ براۃ کی تبلیغ کرنا تھا اس کے لیے حضرتؐ نے حضرت ابوبکر کو تجویز کر کے ان کے حوالہ کام کیا اور وہ آگے بڑھ گئے مگر خدا کو یہ بات پسند نہ ہوئی تو فوراً جناب جبرئیل کو بھیج کر اس عہدے سے انہیں معزول کر دیا۔ اور آپ کے عوض جناب امیرؑ کو مقرر کیا۔ غرض خدا امت اسلام کے ہر کام کی طرف ہر وقت نگران رہتا اور جب کوئی امر اس کے لیے مضر نظر آتا آنحضرتؐ کو اس پر تنبیہ فرما دیتا تھا۔ اسی طرح اگر حضرت علیؑ کی خلافت ۳ھ بعثت میں عارضی یا نام نہاد ہوتی یا صرف تبلیغ کار کے لیے رہتی تو خدا ضرور بعد کو دوسرا خلیفہ مقرر کرتا۔ یا حضرت علیؑ کو معزول کرا کے اس کا اعلان کرا دیتا۔ مگر میں تو دیکھتی ہوں کہ بجائے معزول کرانے کے خدا ہمیشہ حضرت علیؑ کی خلافت کو مستحکم کراتا اور اس عہد کو برابر تازہ کراتا رہا ۳ھ بعثت میں "ان ھذا اخی ووصیی وخلیفتی" کے ذریعہ سے حضرت علیؑ کی

خلافت و وصایت کا اعلان کرایا جو آپ کی خلافت کا قولی منظوری اشتہار تھا اور ج.ب آنحضرت کو مکہ معظمہ سے ہجرت کا حکم ہوا۔ اور ضرورت ہوئی کہ وہاں کوئی شخص آنحضرت کی خلافت کر کے آپؐ کے ضروری کام (امانت وودائع کا واپس کرنا) انجام دے تو خدا کا حکم ہوا کہ اب یہاں سے جاتے وقت تم اپنا خلیفہ حضرت علیؑ کو مقرر کر جاؤ تا کہ وہی تمہارے فرش پر سوئیں تا کہ سب سمجھ لیں کہ حضرت کے نائب حضرت علیؑ ہی ہیں۔ اور جس طرح اس وقت حضرت رسولؐ کے اپنی جگہ سے ہٹنے پر آنحضرت کی جگہ حضرت علیؑ مقرر کیئے گئے اسی طرح آنحضرتؐ کے انتقال کے بعد بھی آپ کی جگہ حضرت علیؑ ہی کے لیے موزوں ہے نہ کسی اور کے لیے غرض جناب امیرؑ کی خلافت کا فعلی و عملی اعلان پہلی دفعہ ہجرت کے موقع پر ہوا۔ (اور حضرت ابو بکر کے متعلق خدا کا حکم نہیں ہوا کہ انہیں اپنا نائب بنا کر اپنی جگہ سلا جاؤ) اور دوسرا فعلی و عملی اعلان غزوہ تبوک میں ہوا جس میں آنحضرت نے جناب امیرؑ کو جناب ہارون سے تشبیہ دے کر حدیث منزلت ارشاد فرمائی۔ جس کے بارے میں جناب شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی لکھتے ہیں:

از یں حدیث مستفاد می شود استحقاق آنجناب برائے امامت یعنی یہ حدیث بھی اس بات کی دلیل ہے کہ جناب امیرؑ کی خلافت صحیح تھی۔ (تحفہ اثنا عشریہ ۲۲۳)

جس سے معلوم ہوا کہ شاہ صاحب بھی تسلیم کرتے ہیں کہ حضرت علی علیہ السلام کی خلافت اور امامت پر حضرت رسولؐ خدا نے نص کر دی تھی۔ پس جب تک خدا یا رسول کا کوئی قول یا فعل اس حکم و ارشاد کا ناسخ نہیں ہوگا حضرت علیؑ ہی آنحضرتؐ کے خلیفہ بلا فصل رہیں گے اور جناب شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی نے اس حدیث کو اور زیادہ شاندار اور بامعنی الفاظ میں نقل کیا ہے۔

فقال له اما ترضى ان تكون منى بمنزلة هارون من موسى الا انه ليس نبى بعدى انه لا ينبغى ان اذهب الا و انت خليفتى .

"اے علیؑ کیا تم اس پر خوش نہیں ہو کہ جو مرتبہ ہارون کو جناب موسیٰؑ سے تھا وہی درجہ تم

کو بھی مجھ سے ہے فرق یہ ہے کہ میرے بعد پھر کوئی نبی نہیں ہوگا یہ کس طرح مناسب نہیں ہے کہ میں کہیں جاؤں گا تو تمہیں میرا خلیفہ ہونا ضروری ہے"

اسی طرح آنحضرتؐ کے دنیا سے جانے کے وقت بھی آنحضرتؐ کا خلیفہ حضرت علی علیہ السلام کو ہی ہونا چاہیے ورنہ آنحضرتؐ کا یہ قول " لا ینبغی ان اذهب الاوانت خلیفتی " غلط ہو جائے گا پھر سورہ براۃ کی تبلیغ میں حضرتؐ کا فرمانا کہ دینی احکام کو میری طرف سے سوائے میرے یا ایسے شخص کے جو مجھ سے ہو کوئی نہیں پہنچا سکتا بتاتا بھی ہے کہ آنحضرتؐ کے بعد کار ہدایت کوئی شخص انجام دے سکتا تھا تو وہ صرف حضرت علیؑ تھے۔ اب دنیا سے جاتے وقت آنحضرتؐ نے حضرت علیؑ کی خلافت کا وہ اعلان کیا جو قولی اشتہار بھی تھا اور عملی بھی۔ حکم خدا ہوتا ہے " فاذا فرغت فانصب والی ربک فرغب " اے محمدؐ اب کہ تم تمام احکام الٰہی کی تبلیغ سے فارغ ہو گئے اپنی جگہ مقرر اور نصب کردو اور اس کے بعد اپنے پروردگار کی طرف چلے آؤ (پ۳۰ رکوع ۱۹) اس آیت کا مطلب بالکل صاف ہے کہ اے رسولؐ جب تم دین کی کل خدمتیں انجام دے دو اور میرے دربار میں آنے لگو تو اس سے پہلے اپنی جگہ اپنے خلیفہ کو قائم کر کے لوگوں کو بتا دو۔ یہ بات ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ آنحضرتؐ کو اپنا خلیفہ مقرر کر جانے کا حکم نہیں تھا اور کون سی بات تھی جس کے لیے حکم خدا ہو رہا ہے کہ جب تم فارغ ہو جاؤ تو نصب بھی کردو۔ بتاؤ کون سا کام باقی رہ گیا تھا۔ غرض آنحضرتؐ نے اس حکم کی تعمیل کی کہ جب حجۃ الوداع کی واپسی پر مقام خم غدیر میں حضرت علی علیہ السلام کو اپنے ساتھ منبر پر لے جا کر فرما دیا " من کنت مولاہ فعلی مولاہ " اگرچہ آنحضرتؐ نے پہلے بعثت ہی میں فرما دیا تھا کہ یہ علیؑ میرے وصی اور خلیفہ ہیں اور اگرچہ شب ہجرت اور غزوہ تبوک میں بھی آنحضرتؐ نے آپؑ کو اپنی جگہ عملاً مقرر کر کے اپنا خلیفہ بنا دیا اور اس کا اشتہار دے دیا۔ مگر ابھی تک کوئی ایسی صورت نہیں ہوتی تھی کہ مسلمانوں کے کسی بڑے مجمع میں ایک ہی منبر پر کھڑے ہو کر اور حضرت علیؑ کو بھی کھڑا کر کے رسولؐ نے آپ کے بارے میں یہ اعلان کیا ہو کہ تم لوگ جس طرح مجھے پیشوا سمجھتے تھے علیؑ کو بھی سمجھنا اور پیشوا (مولا) ماننے میں ان کے درمیان کوئی فرق نہیں کرنا۔ اس سبب سے حکم خدا ہوا کہ جو مسلمان حجۃ الوداع سے واپس جا

رہے ہیں ان کی تعداد کافی ہے اس جگہ "یا ایھا الرسول بلغ ماانزل الیک من ربک فان لم تفعل فما بلغت رسالتہ" اے رسولؐ جو حکم تم پر نازل کیا گیا ہے۔ اس کو اب پہنچا دو اور اگر تم نے اس کو نہیں پہنچایا تو معلوم ہوگا کہ تم نے خدا کا کوئی حکم بھی نہیں پہنچایا (پ ۶ ع ۱۴) اس پر حضرتؐ نے "من کنت مولاہ" کی حدیث ارشاد فرمائی۔ علامہ ابن حجر مکی نے لکھا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے اس میں کوئی شک نہیں۔ ۱۶ صحابیوں نے اسی کی روایت کی ہے۔ ۳۰ صحابیوں نے اس کے سننے کی گواہی دی ہے۔ اور آخر میں حضرت عمر کا جناب امیرؑ کو مبارک دینا "ھنیا لک یا ابن ابی طالب اصبحت مولٰی کل مومن و مومنۃ" اے فرزند ابو طالبؑ آپ کو مبارک ہو کہ آپ ہر مومن و مومنہ کے مولا ہو گئے (ریاض نضرہ جلد ۲، ۱۶۹) بھی ثابت کرتا ہے کہ آنحضرتؐ نے آپ کو اپنا ولی عہد و خلیفہ ہی بنایا تھا اور سب لوگوں نے یہاں تک کہ حضرت عمر نے بھی اس اعلان کا یہی مطلب سمجھا۔ اگر یہ حضرت علیؑ کی خلافت ہی کا آخری اعلان نہیں تھا تو اس میں آپ کی کون سی نئی عزت و فضیلت تھی جس پر حضرت عمرؓ کو مبارک دینے کی ضرورت ہوئی۔

حضرت ابو بکر و عمر کی خلافت کی دلیل:

مولوی صاحب: ماشاء اللہ تم نے حضرت علیؑ کی ایسی یقینی اور لاجواب دلیلیں جمع کر دیں جن کے بعد تمہارے مذہب کی حقیقت میں شک کرنا آفتاب کے وجود میں شک کرنے کے برابر ہے مگر حضرت ابو بکر و عمر کی خلافت کی دلیل بھی تو بہت اٹل ہے تم اس کی طرف سے آنکھیں کیوں چراتی ہو؟ انصاف ہے تو اس کو بھی دیکھو۔

ہدایت خاتون: مجھے بھی سناؤ: میں شوق سے اس پر بھی غور کروں گی۔ میں انصاف ہی تو چاہتی ہوں۔

مولوی صاحب: وہی آیت "استخلاف وعد اللہ الذین آمنو امنکم وعملو الصالحات یستخلفنھم الایۃ" (پ ۱۸ رکوع ۱۳)

ہدایت خاتون: یہ آیت تو ایسی ہے کہ تم لوگوں کو بھولے سے بھی اس کا نام نہیں لینا چاہیے خلافت خلفاء ثلثہ کا کیا ذکر ہے اس سے تو تمہارا مذہب ہی ختم ہو جاتا ہے۔

مولوی صاحب: اب یہ باتیں تو نہ کرو کیسی واضح دلیل ہے' سبحان اللہ!

ہدایت خاتون: تو پھر خدا نے حضرت ابو بکر و عمر کو خلیفہ کیوں نہیں مقرر کر دیا؟ حضرت رسولؐ خدا نے کیوں نہیں اس کا اشتہار دے دیا۔ آنحضرتؐ کے انتقال کے بعد حضرت علیؑ کے مخالفین نے خلافت کا جھگڑا کیوں کھڑا کیا۔ حضرت رسولؐ خدا کی لاش چھوڑ کر لوگ سقیفہ میں کیوں اکھٹے ہو گئے؟ حضرت عمر و ابو بکر خلافت کا مسئلہ طے کرنے کیوں چلے گئے؟ جو بات خدا نے طے کر دی تھی اس کو ان لوگوں نے خود کیوں طے کیا صحابہ کے مجمع میں" منا امیر و منکم امیر " کی آوازیں کیوں بلند ہونے لگیں؟ یہ ان کو اور وہ ان کو خلافت کے لیے کیوں پیش کرنے لگے؟

مولوی صاحب: تم نے تو نقد و جرح کی اتنی بھرمار کر دی کہ کسی کو کچھ بولنے کا موقع ہی نہیں مل سکتا۔ ان سوالات اور جرحوں کو چھوڑو' چپ رہو اور مجھے کچھ سمجھانے اور کہنے کا موقع بھی دو۔

ہدایت خاتون: خیر میں اب چپ ہو جاتی ہوں۔ تم کو جو کہنا ہو اطمینان سے کہو' دیکھوں تو کیا تاویل کرتے ہو۔ مگر انصاف کو نہ چھوڑنا' جیسا کہ اس وقت تک خدا کے فضل سے تم نے انصاف ہی کی رائے قائم کی ہے۔

مولوی صاحب: نہیں میں کوئی تاویل بھی نہیں کر سکتا' میری عقل بھی کہتی ہے کہ اگر خدا کو منظور ہوتا کہ حضرت ابو بکر و عمر خلیفہ بنائے جائیں تو لشکر اسامہ کے ماتحت ان لوگوں کو رسولؐ نے حکم دیا کہ مدینہ سے چلے جاؤ تو خدا حضرت جبرائیل کو نازل کر کے رسول کو متنبہ کر دیتا کہ اے کیا غلطی کر رہے ہو ابو بکر و عمر اس وقت چلے جائیں گے تو تمہاری رحلت پر خلیفہ کیسے ہوں گے۔ ان کو روک لو ہرگز نہ بھیجو انہیں تو تمہارے بعد اسلام کی سرداری کرنی ہے۔

ہدایت خاتون: الحمد للہ کہ تمہاری زبان پر اسلام کا کلمہ جاری ہو گیا اور سنو کہ جب یہ حکم رسول

کے باوجود اسامہ کے ماتحت ہو کر نہیں گئے تو رسولؐ نے فرمایا "لعن الله من تخلف من جیش اسامه" جو اسامہ کے ساتھ نہیں جائے گا اس پر خدا کی لعنت ہو (ملل ونحل جلد ۱ ۲۰) اگر حضرت ابوبکر و عمر کی خلافت خدا کو منظور ہوتی تو خدا فوراً رسولؐ پر اعتراض کرتا کہ تم نے لعنت کیوں کردی؟ اسامہ کے ماتحت نہ جانے والوں میں تو ابوبکر و عمر بھی ہیں جن کو چند ہی دنوں میں تمہارا خلیفہ ہونا ہے۔ اور جن کے رہنے کی اس وقت شدید ضرورت ہے۔

مولوی صاحب: یہ بھی میری عقل میں آتا ہے کہ جس طرح خدا نے حضرت رسول مقبولؐ سے پورے مجمع میں اعلان کرا دیا تھا کہ علیؑ ہی حضرتؐ کے وصی و خلیفہ ہیں اور جو لوگ حضرتؐ کو اپنا مولا سمجھتے ہیں وہ علیؑ کو بھی ایسا ہی سمجھیں اس طرح حضرتؐ سے یہ اعلان بھی کرا دیتا کہ میں پہلے علیؑ کو وصیی و خلیفتی کہہ کر تم لوگوں پر اپنا خلیفہ مقرر کر چکا ہوں۔ اب اس قول کو منسوخ کر کے علی کو خلافت سے معزول کرتا ہوں اور اپنے وعدہ "یستخلفنهم فی الارض" کے مطابق حضرت ابوبکر و عمر کو پہلا اور دوسرا خلیفہ مقرر کرتا ہوں اب تم علیؑ کو رسولؐ کا خلیفہ فصل نہ ماننا۔

ہدایت خاتون: ایک بات اور بھی بڑے مزے کی ہے سن کر پھڑک جاؤ گے۔

مولوی صاحب: تو اسے کیوں نہیں کہتیں، کیا کسی انعام کے وعدہ لینے کا ارادہ ہے۔

ہدایت خاتون: سچ کہوں تو میرے خیال میں یہ بات انعام ہی کی ہے دوسرے جو سمجھیں۔

مولوی صاحب: خیر اب کیا انعام لوگی، مجھے تو تم نے سر بام پہنچا دیا۔ جبکہ دو ایک ہاتھ اور باقی رہ گیا ہے، غالباً اس کو بھی تم جیت ہی لوگی، وہ بات بھی کہہ دو۔

ہدایت خاتون: جس طرح حقیقی خلفاء کو الگ کر کے دوسرے حضرات خلیفہ ہو گئے اسی طرح تمہارے نئے مولوی نے حضرات آئمہ طاہرین کی خلافت و امامت کی اس مشہور آیت "وعد الله الذین امنوا منکم" کو بھی خدا کے مقرر کئے ہوئے خلفاء سے چھین کر اپنے خلفاء کے سر منڈھ دی اور انہیں یہ خبر ہی نہیں ہوئی کہ اس سے وہ کیسی مصیبت میں گرفتار ہو گئے ہیں۔

مولوی صاحب: اب پھر تم بات کا بتنگڑ بنانے لگیں وہ سخت آفت کیا ہے؟

ہدایت خاتون: دعویٰ تو یہ کیا جانے لگا کہ خدا نے اپنے وعدہ قرآن کے مطابق حضرت ابوبکر کو آنحضرتؐ کا خلیفہ اول بنا دیا مگر حضرت عمر آج سے کس قدر قبل اعلان کر چکے ہیں کہ حضرت ابوبکر کی خلافت نہ خدا کی طرف سے ہوئی نہ رسولؐ کی طرف سے نہ صحابہ کی طرف سے بلکہ ناگہانی بات ہوگئی، فرماتے ہیں۔

فلا یغرن امراء ان یقول ان بعیة ابی بکر کانت فلتة فقد کانت کذالک غیر ان الله وقے شرھا.

کسی شخص کو یہ بات دھوکے میں نہ رکھے کہ وہ کہے حضرت ابوبکر کی خلافت تو ناگہانی یا اُچک کر یا چھین جھپٹ کر ہوگئی ہوتی تو اسی طرح مگر خدا نے اس کی خرابیوں سے بچالیا (تاریخ طبری، جلد ۳، ۲۰ صواعق محرقہ ۲۱، ومسند احمد بن حنبل جلد ۱، ۵۵ وصحیح بخاری پ ۲۸، ۳۶۵ بارجم الحبلے)

اس حدیث کے بارے میں تمہارے مولانا وحید الزمان خان صاحب لکھتے ہیں" بعیت ابی بکر کانت فلتة وقے الله شرھا" حضرت عمر نے کہا ابوبکر صدیق کی بیعت تو ناگہانی ہوگئی (بغیر غور و فکر کئے تھی) لیکن اللہ تعالیٰ نے اس قسم کی ہوگئی بیعت سے جو شر اور فتنہ فساد پیدا ہوتا اس سے اپنے بندوں کو محفوظ رکھا۔ ہوا یہ کہ صحابہ میں اختلاف پیدا ہو رہا تھا کہ کس کی بیعت کی جائے اور حضرت علیؑ، بنی ہاشم اور کئی صحابہ اس جلسہ میں موجود بھی نہ تھے۔ ان کی رائے بھی نہیں لی گئی تھی۔ پھر کیا تھا جو آیات کا بعضوں نے یوں ترجمہ کیا ہے کہ حضرت ابوبکر کی امامت گویا لوگوں سے چھین اور اچک کر ہوئی تھی۔ کیونکہ دوسرے کئی اشخاص اس کے طلب گار تھے۔ (انوار اللغتہ پ ۲۰، ۱۰۰) اور علامہ ابن حجر نے لکھا ہے" معنے قوله کانت فلتة انها وقعت من غیر مشورة" فلتہ کا معنی یہ ہے کہ ان کی خلافت بغیر مشورہ کے ہوگئی (شرح صحیح بخاری پارہ ۲۸، ۲۶۵) اسی وجہ سے بہت لوگوں نے کہہ دیا کہ حضرت عمر نے حضرت ابوبکر کی بیعت لی نہیں بلکہ فتنہ کہا ہے۔ مثلاً علامہ ابن

اثیر نے لکھا ہے۔

فلا یغرن امرلا ان یقول ان بعیة ابی بکر کانت فتنة فقد کانت کذلک "

"کسی شخص کو یہ امر دھوکہ نہ دے کہ کہنے لگے حضرت ابوبکر کی بیعت ایک فتنہ تھی۔ یہ ٹھیک ہے کہ وہ تھی ہی فتنہ مگر خدا نے اس کے شر سے بچالیا"

(تاریخ کامل جلد ۲، ۱۲۴)

مولوی صاحب: سبحان اللہ! جس خلافت کو خود حضرت عمر فتنہ کہیں اس کے بارے میں کوئی ایماندار کب کہہ سکتا ہے کہ وہ وعدہ الٰہی کے مطابق ہوئی تھی۔

حضرت ابوبکرؓ کے ایمان کی بحث

ہدایت خاتون: ایک اور بات قابل غور ہے کہ خدا نے اس آیت میں خلافت کا وعدہ ان سے کیا ہے جن میں ایمان اور عمل صالحات کی شرط پائی جائے تو کیا حضرت ابوبکر میں یہ شرطیں پائی گئیں۔

مولوی صاحب: اے لو! کیا تم کو اس سے بھی انکار ہے یہ تو مسلمات سے ہے۔

ہدایت خاتون: میں اقرار یا انکار کا ذکر تو نہیں کرتی۔ تم سے پوچھتی ہوں کہ دونوں بزرگوں میں یہ شرطیں پائی بھی گئیں آیا اس کی تحقیق بھی تم نے کرلی ہے؟

مولوی صاحب: اگر نہیں پائی گئیں تو اس کی دلیل تم پیش کرو۔

ہدایت خاتون: سنو خدا فرماتا ہے:

انما المومنون الذین آمنو ا باللہ ورسولہ واذا کانوا مع علے امرجامع لم یذھبوا حتے یستاذ نوہ ان الذین یستاذنونک اولئک الذین یومنون باللہ ورسولہ .

"ایمان والے تو صرف وہ لوگ ہیں جو خدا اور اس کے رسولؐ پر ایمان لائے اور جب کسی ایسے کام کے لیے جس میں لوگوں کے جمع ہونے کی ضرورت ہے رسولؐ کے پاس ہوتے ہیں تو جب تک اس سے اجازت نہیں لے لیتے اس کے پاس سے جاتے نہیں ہیں جو لوگ تم سے اجازت لے کر جاتے ہیں بس وہی خدا اور رسولؐ پر ایمان رکھتے ہیں" (پ ۱۸ ع ۱۵)

اس آیت کو خدا نے لفظ انما سے شروع کیا ہے جو حصر کے لیے ہے مطلب یہ ہے کہ مومن صرف وہ لوگ ہیں جو اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان لائیں اور جب رسولؐ کے ساتھ کسی ایسے کام میں ہوں جس میں لوگوں کے جمع رہنے کی ضرورت ہے تو بغیر پیغمبرؐ سے اجازت لیے نہ جائیں۔ اگر بغیر اجازت لئے چلے جائیں تو ثابت ہو جائے گا کہ وہ مومن نہیں ہیں اور یہ واضح ہے کہ جہاد ایسا کام تھا جس میں مسلمانوں کو حضرت رسولؐ خدا کے ساتھ جمع رہنے کی ضرورت تھی تو جو لوگ جہاد میں حضرتؐ کے ساتھ گئے اور حضرت سے اجازت لے کر وہاں سے ہٹے یا اپنے گھر چلے آئے وہ قول خدا کے مطابق مومن ہیں لیکن جو لوگ بغیر آنحضرتؐ سے اجازت لیے، بھاگ گئے یا چلے گئے وہ اس آیت کے مطابق مومنین سے خارج ہیں۔ مفسرین نے لکھا ہے " اذا کانوا معہ علی امر جامع " کا مطلب یہ ہے کہ پیغمبر ان لوگوں کو لڑائی وغیرہ کے لیے جمع کریں تو بغیر آنحضرت کی اجازت کے وہاں سے نہ ہٹیں (تفسیر در منثور جلد ۵ ۶۰ و کبیر جلد ۶ ۴۳۹ و خازن جلد ۳ ۳۴۱ و کشاف جلد ۲ ۳۱۹) غرض جس تفسیر کو دیکھو سب میں امر جامع سے مراد جہاد ہے۔ ایک مفسر بھی ایسا نہیں ملے گا جس نے امر جامع سے جہاد مراد نہ لیا ہو اور یہ تاریخ اسلام کا بدیہی واقعہ ہے کہ جہادوں سے حضرت ابوبکر و عمر بھاگ گئے تھے تو وہ مومنین کیسے کہے جا سکتے ہیں؟ جب جہاد سے بھاگے تو امر جامع سے بغیر اجازت رسولؐ ہی تو چلے گئے ۔ کوئی صاحب اجازت لے کر کسی جنگ سے نہیں بھاگے ہیں تو ایسے حضرات کو مومن یا مسلمان کہنا کیا خدا کو جھٹلانا اور قرآن مجید کی مخالفت کرنا نہیں ہو سکتا۔ پھر یہ خلیفہ کیسے ہو سکتے ہیں؟

مولوی صاحب: یہ تو ٹھیک ہے کہ امر جامع سے مراد جہاد بھی ہے اور جنگ سے جو صحابہ بھاگتے تھے وہ رسول مقبولؐ سے اجازت لے کر نہیں بھاگتے تھے۔ اجازت لیتے تو اس کو بھاگنا کیوں کہتے مگر اس کا کیا ثبوت ہے کہ حضرت عمر وابوبکر بھی جہادوں سے بھاگ بھاگ جاتے تھے

ہدایت خاتون: خلفاء ثلثہ کے جہادوں سے بھاگنے کے واقعات بہت کثرت سے اور حد تواتر تک پہنچے ہوئے ہیں۔ خصوصاً غزوہ احد وحنین وغیرہ پکار کر کہہ رہے ہیں کہ یہ حضرت بھاگ گئے یہی وجہ ہے کہ جب غزوہ احد میں حضرت رسولؐ خدا نے حضرت علیؑ کو دیکھا کہ آپ کے پہلو میں کھڑے ہیں تو پوچھا تم بھی ان لوگوں کے ساتھ کیوں نہ بھاگ گئے تو آپؑ نے فرمایا کیا میں ایمان لانے کے بعد کافر ہوجاتا؟ حضرت علیؑ کی نظر اسی آیت کی طرف تھی کہ جنگ سے بھاگ جانا امر جامع سے بغیر اذن رسولؐ چلا جانا ہے جس کی وجہ سے انسان مومن نہیں رہتا اور اسی وجہ سے حضرت رسولؐ خدا نے حضرت علیؑ کے اس جواب کو قبول کرلیا ورنہ فرما دیتے کہ یہ کیا کہہ رہے ہو میرے جو صحابہ بھاگ گئے کیا وہ سب کافر ہوگئے ہیں۔ حضرت ابوبکرؓ وعمرؓ کے جہادوں سے بھاگنے کے واقعات جو مدارج النبوۃ جلد۲، ۱۴۹ و تاریخ خمیس جلد۱، ۴۸۲ و تاریخ طبری جلد۳، ۲۱۴ و تفسیر کبیر جلد ۸، ۴۳ وغیرہ)

سینکڑوں کتابوں میں تفصیل سے مرقوم ہے جس سے کسی شخص کو انکار نہیں ہوسکتا۔ پس وہ جب حضرت رسولؐ کو امر جامع سے چھوڑ کر بغیر رسولؐ سے اجازت لیے چلے گئے تو مومن کیسے کہے جاسکتے ہیں؟ اور جب مومن نہیں کہے جاسکتے تو حضرت رسولؐ خدا کے خلیفہ کیونکر سمجھے جاسکتے ہیں، کیونکہ خدا کا وعدہ تو ایمان والوں سے ہے پہلے ان کا ایمان ثابت کرو تب خلافت کا نام لو

مولوی صاحب: یہ تو تم نے ایسی زبردست دلیل پیش کی کہ سابق زمانہ کی کتابوں میں اس کا ذکر شاید ہی مل سکے۔ خلافت کا مسئلہ بھی تم نے خوب حل کردیا۔ اب مذہب شیعہ کی حقیقت کوئی شبہہ نہیں رہا۔ اب بس کرو میری ہر طرح تشفی ہوگئی۔ جزاک اللہ تعالیٰ۔

ہدایت خاتون: تم کہتے ہو تو خیر اس بحث میں بھی اب بس کرتی ہوں۔ مگر چلتے چلتے ایک بات

اور کہہ دوں حضرت رسولؐ خدا رحمتہ اللعالمین تھے پھر اپنی امت پر رحمت کیوں نہیں فرماتے۔ اسی کا اثر تھا کہ حضرت نے بار بار مختلف صورتوں سے اپنے خلفاء کی تصریح کی۔ اور مسلمانوں کو گمراہی سے بچانے کی کوئی تدبیر اٹھا نہیں رکھی، فرماتے ہیں۔ "یکون لهذا الامة اثنا عشر خليفة" اس امت میں میرے بارہ خلیفہ ہوں گے۔ اے مسلمانو! تم لوگ انہیں کی پیروی کرتے رہنا اور ان کا مذہب اختیار کرنا (کنزالاعمال مطبوعہ صدر آباد جلد ۶ صفحہ ۱۹۸ مشکواۃ شریف باب مناقب قریش جلد ۸ صفحہ ۸۳، سنن ابن داؤد ص ۵۸۸ جامع ترمذی ص ۲۶۹ صحیح مسلم جلد ۲ ص ۱۱۹) اس کتاب میں اس مضمون کی سات حدیثیں لکھی ہوئی ہیں صحیح بخاری باب الاستخلاف پارہ ۲۹، ۶۲۸ و فتح الباری پ ۲۹، ۶۲۹) اس حدیث کے متعلق علامہ عینی شارح صحیح بخاری لکھتے ہیں۔

"المراد من وجود اثنا عشر خليفة فى جميع عدته الا سلام الى يوم القيامة يعملون بالحق وان تتوالى ايامهم ويويد هذا ما اخرجه مسد دانه لا يهلك هذا الامة حتى يكون فيها اثنا عشريه خليفة كلهم يعمل بالهدى دين الحق.

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اسلام کی پوری مدت میں قیامت تک بارہ خلیفہ ہوتے رہیں گے جو حق کے مطابق عمل کریں گے اگرچہ ان کے زمانے یکے بعد دیگرے آتے رہیں گے کہ اس مطلب کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں یہ ہے کہ جب تک اس امت اسلام میں بارہ خلیفہ ہوتے رہیں گے جو سب ہدایت اور دین حق کے مطابق عمل کریں گے اس وقت تک اب امت ہلاک نہیں ہوسکتی (عمدۃ القاری شرح صحیح جلد ۱۱، ۴۳۵)

ان حدیثوں سے واضح ہوا کہ حضرت رسولؐ خدا نے اپنے عہد اپنی امت کی ہدایت و ارشاد کے متعلق جس قدر ضروری کاروائیاں تھیں سب خود ہی انجام کردیں۔ کوئی چیز جس کے واضح نہ ہونے سے مسلمانوں کی گمراہی کا اندیشہ ہوتا مبہم چھوڑی ہی نہیں۔ یہ بات خود حضرت رسولؐ خدا

کے نبی برحق ہونے کی زبردست دلیل بھی ہے کہ حضرتؐ کے بعد آپ کے حقیقی جانشین جس قدر ہونے والے تھے سب کی ٹھیک تعداد آنحضرتؐ نے بیان کردی اور ان کے نام بھی بتا دیئے اور آنحضرتؐ جو فرماتے تھے بالکل حق ہوتا تھا۔ خدا کا ارشاد " **ماینطق عن الھوے ان ھوالا وحی یوحٰے** " میرا رسولؐ اپنے دل اپنی خواہش یا اپنی ذاتی رائے سے کوئی بات کرتا ہی نہیں، بلکہ جو کچھ کہتا ہے وہ خدا کی وحی ہوتی ہے جو اس پر پہلے نازل کردی جاتی ہے۔ (پ ۲۷ رکوع ۵) پس اب ضروری ہے کہ حضرتؐ کے خلفاء کی تعداد بارہ ہی ہو۔ جس خدا نے دین اسلام کو بھیجا اور جس نے حضرت محمدؐ کو پیغمبر مقرر کیا اس نے حضرتؐ کے خلفاء کی تعداد بھی بارہ مقرر کردی۔ اب اگر خدا سچا ہے تو ہر مسلمان کو ماننا پڑے گا کہ حضرتؐ کے خلفاء کی تعداد پوری بارہ ہوں۔ اس سے نہ ایک کم ہوگا نہ ایک زیادہ۔ نہ چار ہوں گے نہ آٹھ، نہ دس ہوں گے، نہ بیس نہ پچاس بلکہ قیامت تک حضرتؐ کے خلفاء بہرصورت بارہ ہی ہو سکتے ہیں۔ اور جو لوگ آنحضرتؐ کے بعد بارہ ہی خلیفہ کو مانتے ہیں وہی خدا کے قول کے سچے پیرو اور حضرت رسولؐ خدا کی اصل امت ہیں اور جو لوگ آنحضرتؐ کے بعد بارہ سے کم یا زیادہ خلفاء کو مانتے ہیں وہ خدا اور رسول کو جھوٹا جانتے ہیں۔ کیونکہ وہ تو فرماتے ہیں کہ حضرت کے خلفاء بارہ ہوں گے اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ نہیں حضرت کے خلفاء اس قدر ہوں گے رہا یہ امر کہ آنحضرتؐ کے بارہ خلفاء ہیں کون حضرات؟ آنحضرتؐ نے کسی حدیث میں یہ نہیں فرمایا کہ ان میں سے کچھ راشدین ہوں گے اور کچھ غیر راشدین کچھ بنی امیہ سے ہوں گے کچھ بنی عباس سے اور کچھ غیر قریش سے اب اسلام میں جو لوگ ان حضرات کو جن کی تعداد کسی طرح بارہ نہیں ہوتی خلفاء رسول مانتے ہیں۔ انصاف یہ ہے کہ وہ خلفاء حق کے ماننے والے نہیں ہو سکتے۔ خدا نے تو خلفاء کی تعداد کو بارہ میں منحصر کر کے صراط مستقیم کی راہ بالکل روشن کردی اور حق پسند طبقہ کے لیے آسان کردیا کہ وہ انہیں حضرات کو جو پورے بارہ ہوئے خلفاء رسولؐ سینہ تان کر سیدھے مذہب پر چلے چلیں اور ٹیڑھی راہ سے محفوظ رہیں غالباً خدا نے اسی سبب سے یہ غیبی انتظام بھی کیا کہ جو لوگ ان بارہ (آئمہ طاہرین) کے مقابلے میں خلفاء مانے گئے ان کی تعداد خدا نے بارہ نہیں ہونے دی تاکہ حق و باطل ایک تعداد میں ہو کر مشتبہ نہ ہو

جائیں تم لوگوں میں خلفاء کا پہلا سلسلہ خلفائے راشدین کے نام سے مشہور ہے جس میں حضرت ابو بکر و عمر عثمان یقینی ہے (چوتھا خلیفہ حضرت علیؑ کو کہو یا نہ کہو) اس سلسلہ کو خدا نے چار سے نہیں بڑھنے دیا جس سے حق پسند لوگ آسانی سے سمجھ سکتے ہیں کہ یہ حقیقت میں خلفاء رسول نہیں ہیں ورنہ ان کی تعداد بارہ سے کم نہ ہوتی ۔ دوسرا سلسلہ خلفاء بنی امیہ کا بتایا جاتا ہے اس کو خدا نے بارہ سے بڑھا دیا تاکہ سچے دل سے ایمان کی تلاش کرنے والے سمجھ لیں کہ یہ بھی درحقیقت خلفاء رسول نہیں ہیں ورنہ ان کی تعداد بارہ سے زیادہ نہ ہوتی۔ حالانکہ یہ زیادہ ہوئی کیونکہ اموی سلسلہ میں چودہ بادشاہ ہوئے جو خلفاء مانے گئے ۔ اگر اس طرح خلفائے راشدین اور خلفاء بنی امیہ کی تعداد تیس ہو جاتی ہے۔ تیسرا سلسلہ خلفاء نبی عباس کا سمجھا جاتا ہے۔ اس کی تعداد بھی خدا نے بارہ نہیں ہونے دی بلکہ وہ ۳۷ ہوئے اور تینوں سلسلوں کو ملا دیا جائے تو تعداد اور زیادہ ہو جاتی ہے چوتھا سلسلہ مصر کے خلفاء بنی عباس کا ہوا۔ ان کی تعداد ۱۸ ہوئی۔ اس وجہ سے وہ بھی آنحضرتؐ کے حقیقی خلفاء نہیں ہو سکتے ۔ پھر سلاطین روم خلیفہ ہونے لگے جو پانچواں سلسلہ تھا اس کے خلفاء بھی تیس سے زیادہ ہوئے اس سبب سے وہ بھی حقیقی خلفاء رسول نہیں ہو سکے غرض یہ خدائی قدرت و ہدایت و ارشاد کا عجیب کرشمہ ہے کہ حقیقی خلفائے رسولؐ کے مقابلہ میں جس قدر خلفاء بنائے گئے ان کا کوئی سلسلہ بارہ نہیں ہوا۔ کوئی کم ہے تو کوئی زیادہ جو اہل بصیرت کے لیے لحہ فکریہ ہے کہ مسلمانو! میرے رسولؐ نے بار بار تم لوگوں سے کہہ دیا ہے کہ ان کے خلفاء بارہ ہوں گے نہ کم نہ زیادہ اب جس طرف تم کو وہ خلفاء ملیں جو بارہ نہ ہوں ان کو تسلیم نہ کرنا۔ بلکہ اس جماعت کی تلاش کرنا جس کے خلفاء رسول حضرت رسول خدا کی وفات سے قیامت تک پورے پورے بارہ ہوں گے ۔ خدا کا انتظام بھی کس درجہ متفق و مستحکم ہوتا ہے کہ اس کے مقابلہ میں جو تدبیر بھی اختیار کی جاتی ہے غور و تدبر اور انصاف کی نظر کرنے سے اس کی کمزوری نمایاں ہو جاتی ۔ یہ ایک طرف خلفاء کے پانچ سلسلے ہوئے مگر حضرت رسولؐ خدا نے کسی حدیث میں بھی کسی سلسلہ کے خلفاء کی تعداد بیان نہیں فرمائی نہ کسی حدیث میں یہ بیان فرمایا کہ میرے خلیفہ چار ہوں گے ۔ جس سے خلفاء راشدین کی طرف اشارہ ہو سکتا ہے۔ نہ کسی حدیث میں یہ فرمایا کہ میرے چودہ خلفاء ہوں

گے۔ جس سے شام کے خلفا بنی امیہ مراد ہو سکتے۔ نہ کسی حدیث میں یہ بیان فرمایا کہ میرے ۳۷ خلیفہ ہوں گے جس سے بغداد کے خلفاء بنی عباس متصور ہو سکتے۔ نہ کسی حدیث میں یہ بیان فرمایا کہ میرے خلیفہ اٹھارہ ہوں گے جس کے مصداق مصر کے خلفاء بنی عباس ہو سکتے۔ اور دوسری طرف خلفاء رسولؐ کا صرف ایک سلسلہ ہوا جس میں صرف بارہ خلیفہ ہوئے نہ اس سے کم کہ گیارہ ہو جاتے نہ اس سے زیادہ کہ تیرہ ہو جاتے۔ دریں بارہ آنحضرتؐ کی اس کثرت سے حدیثیں ہیں جو مسلمانوں کے کل فرقوں کی معتبر ترین کتابوں میں بھری پڑی ہیں۔ تو کیا اب بھی کسی شخص کو حضرتؐ کے حقیقی خلفاء کی شناخت میں کوئی شک وشبہ باقی رہ سکتا ہے۔

بارہ خلیفہ کے ناموں کی تصریح

مولوی صاحب: حضرت رسول مقبولؐ نے خلافت کے متعلق بھی قطعی فیصلہ تو کر دیا تھا۔ کاش اگر ان بارہ اماموں کے ناموں کی تصریح بھی فرما گئے ہوتے تو پھر کسی کو کچھ بھی جائے دم زدن نہ رہتی۔

ہدایت خاتون: خدا کے فضل سے آنحضرتؐ نے اس اعتراض کی گنجائش بھی باقی نہیں رکھی۔ کل حضراتؑ کے نام بھی صاف صاف طور پر مختلف طریقہ سے بتا دیئے تھے۔

"عن سلمان قال دخلت علی النبی فاذا الحسینؑ علی فخذیه وهو یقبل علیه ویقبل فاه ویقول انت سیدبن سید وانت امام بن امام وانت حجة بن حجة ابو الحجج تسعة تا سعهم قائم هم"

"جناب سلمان فارسی آنحضرتؐ کے پاس گئے۔ دیکھا آپؐ حضرت امام حسینؑ کا منہ چومتے اور فرماتے ہیں تم سردار فرزند سردار امام فرزند امام حجۃ فرزند بلکہ نو حجتوں کے باپ بھی ہو جن کے نویں بزرگ قائم ہوں گے۔ (مودۃ القربیٰ ۴۴ وارجح المطالب ۴۰۲)

قال رسول الله ان اوصیائی بعدی اثنا عشر اولهم علی و آخر هم القائم المهدی

آنحضرتؐ نے فرمایا میرے قائم مقام بارہ ہوں گے جن کے اول علی اور آخری مہدیؑ ہوں گے۔ (ینابیع المودۃ، مطبوعہ اسلامبول ۴۴۵)

علامہ جمال الدین لکھتے ہیں جس کا صرف ترجمہ بیان کرتی ہوں جابر بن عبداللہ انصاری بیان کرتے ہیں جب خدا نے یہ آیت نازل کی " یا ایھا الذین آمنو اطیعو اللہ واطیعوالرسول واولی الامر منکم (اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسولؐ اور اولی الامر کی اطاعت کرتے رہنا) میں نے عرض کی یا حضرت میں خدا اور رسول کو جانتا ہوں مگر یہ اولی الامر کون ہیں جن کی اطاعت بھی خدا نے آپ کی اطاعت کے بعد فرض کردی ہے۔

اھم خلفائی من بعد اولھم علیؑ ثم الحسنؑ ثم الحسینؑ ثمہ محمد بن علیؑ المعروف فی التوراۃ بالباقرؑ وستد رکہ یا جابر فاذا لقیۃ فاقرء ہ منی السلام ثم الصادق جعفرؑ بن محمدؑ ثمہ موسیٰؑ بن جعفر ثم علیؑ بن موسیٰ ثم محمد بن علیؑ ثم علیؑ بن محمدؑ ثم الحسنؑ ابن علیؑ ثم حجۃؑ اللہ فی ارضہ وبقیۃ فی عبادہ محمدؑ بن الحسنؑ بن علیؑ .

اولی الامر میرے وہ خلفاء ہیں جو میرے بعد ہوں گے پہلے علیؑ، دوسرے حسنؑ، تیسرے حسینؑ، چوتھے زین العابدینؑ، پانچویں محمد باقرؑ چھٹے جعفر صادقؑ، ساتویں موسیٰ کاظمؑ، آٹھویں علی رضاؑ، نویں محمد تقیؑ دسویں علی نقیؑ، گیارہویں حسن عسکریؑ، بارہویں محمد مہدیؑ ہوں گے جو خدا کی زمین پر اس کی حجت ہوں گے

(روضۃ الاحباب جلد ۳، ۲۷)

اور علامہ شیخ سلیمان قندوزی نے جو قسطنطنیہ کے شیخ الاسلام تھے جناب ابن عباس کی

روایت سے لکھا ہے کہ ایک یہودی حضرت رسولؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا مجھے چند باتیں بتا دیجیے تو میں اسلام قبول کرلوں۔حضرتؐ نے فرمایا پوچھو! اس نے مختلف سوالات کیئے اور سب کے جوابات پر کہا صدقت آپ نے سچ فرمایا۔پھر کہا یا حضرتؐ آپ نے کل باتوں کا ٹھیک جواب دیا۔اب فرمائیں کہ آپ کا وصی (قائم مقام) کون ہوگا؟ کیونکہ کوئی نبی ایسا نہیں ہوا جس نے کسی کو اپنا وصی خود مقرر نہ کیا ہو۔ ہمارے پیغمبر حضرت موسیٰؑ نے بھی خود ہی اپنا وصی جناب یوشع بن نون کو مقرر کیا تھا؟ حضرتؐ نے فرمایا میرے وصی علی بن ابی طالبؑ اور ان بعد میرے دونوں نواسے حسنؑ اور حسینؑ اور ان کے بعد امام حسینؑ کی نسل سے ہوں گے۔اس یہودی نے کہا اے محمدؐ آپؐ مجھے ان سب کے نام بھی بتا دیں؟ حضرتؐ نے فرمایا جب حسینؑ گزر جائیں گے۔تو ان کے بیٹے علی (زین العابدین) ہوں گے۔ان کے بعد ان کے فرزند محمد (باقر) ہوں گے ان کے بعد ان کے صاحبزادے جعفر (صادق) ہوں گے۔جب ان کا زمانہ بھی ختم ہو جائے گا تو ان کے بیٹے موسیٰؑ کاظم ہوں گے ان کے بعد ان کے فرزند علیؑ (رضا) ہوں گے۔ان کے بعد ان کے صاحبزادے محمد (تقیؑ) ہوں گے جب وہ بھی اٹھ جائیں گے تو ان کے فرزند حسنؑ ہوں گے اور ان کے بعد ان کے فرزند محمد مہدیؑ ہوں گے جو زمین میں خدا کی حجت قائم رہیں گے پس یہی بارہ امام میرے اوصیاء ہوں گے۔اس یہودی نے کہا یہ بھی فرما دیجئے کہ علیؑ اور حسنؑ و حسینؑ دنیا سے کس طرح انتقال کریں گے؟ آپؐ نے فرمایا علیؑ کے سر پر تلوار کا ایک وار پڑے گا جس سے وہ قتل ہو جائیں گے اور حسنؑ کو زہر دے کر قتل کئے جائیں گے اور حسینؑ ذبح کئے جائیں گے اس یہودی نے پوچھا یہ لوگ مر کر کہاں رہیں گے؟ حضرتؐ نے فرمایا بہشت میں اور وہاں میرے خاص درجہ میں۔تب اس یہودی نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں ہے اور یہ کہ آپ یقیناً اللہ کے رسولؐ ہیں اور یہ بھی کہ یہی حضراتؑ جن کے آپؐ نے نام بتائے آپ کے بعد آپ کے اوصیا ہوں گے۔ہم نے سابق کتابوں میں اور جن باتوں کا عہد ہم سے حضرت موسیٰؑ نے کیا تھا ان میں لکھا ہوا پایا ہے۔کہ جب آخری زمانہ ہوگا تو ایک نبی معبوث ہوں گے جن کا نام احمدؐ اور محمدؐ ہوگا۔وہ خاتم الانبیاء ہوں گے اور ان کے بعد پھر کوئی نبی نہیں ہوگا۔ان

پیغمبرؐ کے اوصیاء ان کے بعد بارہ ہوں گے ان کے اول تو اسی نبیؐ کے چچازاد بھائی اور داماد ہوں گے۔ اور دوسرے اور تیسرے وصی ان میں امام اول کے فرزند ہوں گے جو دونوں آپس میں بھائی ہوں گے۔ اور اس نبی کی امت ہی اس پہلے وصی کو تلوار سے اور دوسرے کو زہر سے اور تیسرے کو ان کے اہل بیت کے ساتھ تلوار اور پیاس کی مصیبت سے عالم غربت میں قتل کرے گی۔ وہ اسی طرح ذبح کئے جائیں گے جس طرح بھیڑ بکری کے بچے ذبح کئے جاتے ہیں۔ اور وہ بزرگ اس مصیبت قتل پر صبر کریں گے جس سے ان کے اور ان کے اہل بیتؑ و ذریت کے درجے بلند ہوں گے۔ اور نیز اس ذریعہ سے وہ اپنے دوستوں اور پیروؤں کو دوزخ سے بچا لیں گے اور اس نبیؐ کے باقی نو اوصیاء اسی تیسرے وصی کی اولاد سے ہوں گے۔ تو یہ بارہ وصی بھی اسباط کی طرح ہوں گے جو بارہ تھے۔ (ینابیع المودۃ ۳۶۹ علامہ موصوف پھر لکھتے ہیں) جس کا ترجمہ پڑھتی ہوں۔ محققین کی تحقیق ہے کہ یہ حدیثیں جو بتاتی ہیں کہ آنحضرتؐ کے بعد آپ کے خلفاء بارہ ہوں گے بہت طریقوں سے مشہور ہیں اور زمانے کے سمجھانے اور عالم کے بتانے سے معلوم ہو گیا کہ حضرت رسولؐ خدا کا مقصود ان حدیثوں سے وہی بارہ امام ہیں جو آنحضرتؐ کے اہل بیت اور ذریت سے ہوئے' اس لیے یہ ممکن نہیں کہ ان حدیثوں سے وہ خلفاء (حضرت ابوبکر و عمر و عثمان وغیرہ) سمجھے جائیں جو حضرت کے صحابہ سے آپؐ کے بعد ہوئے کیونکہ ان کی تعداد بارہ سے کم تھی۔ اور یہ بھی ممکن نہیں کہ ان حدیثوں سے خلفاء بنی امیہ مراد ہوں اس لیے کہ وہ بارہ سے زیادہ ہوئے اور سوائے عمر بن عبدالعزیز کے وہ سب حد درجہ کے ظالم بھی تھے۔ اور پھر وہ بنی ہاشم سے بھی نہیں تھے حالانکہ آنحضرتؐ نے فرما دیا ہے کہ وہ خلفاء سب کے سب بنی ہاشم سے ہوں گے اس قول کو آنحضرتؐ نے آہستہ سے فرمایا اس سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ حضرتؐ نے یہی فرمایا تھا کہ وہ سب بنی ہاشم سے ہوں گے۔ اور آنحضرتؐ نے اس کو آہستہ اس وجہ سے فرمایا کہ اس وقت کے مسلمان بنی ہاشم کی خلافت کو پسند نہیں کرتے تھے اور یہ بھی ممکن نہیں ہے کہ ان حدیثوں سے خلفاء بنی عباس مراد ہوں کیونکہ ان کی تعداد بھی بارہ سے بہت زیادہ تھی۔ اور ان لوگوں نے حکم خدا "قل لا اسئلکم علیه اجرا الا المودة فی القربیٰ" (اے رسولؐ ان مسلمانوں سے کہہ

دو کہ میں اس تبلیغ رسالت کا اس کے سوائے کوئی اجر نہیں چاہتا کہ تم میرے اہل بیتؑ سے محبت اختیار کرو) اور حدیث کساء کا بہت کم خیال کیا۔ اب اس کے سوائے چارہ نہیں کہ اس حدیث سے مقصود وہی بارہ امام ہوں جو حضرتؐ کے اہل بیت اور عترت سے تھے اور اس کی وجہ یہ بھی ہے کہ یہی حضرات اپنے زمانوں میں خدا کے نزدیک سب سے زیادہ علم، جلالت قدر، ورع، تقوےٰ اعلیٰ نسب اور شرف و کرم والے تھے اور ان حضرات کو ان کے علوم و کمالات ان کے جد بزرگوار حضرت رسولؐ خدا سے وراثت اور فیوض لدنیہ کے ذریعے سے پہنچے تھے۔ اسی طرح صاحبان علم و تحقیق اور ارباب کشف و توفیق نے ان حضرات کی تعریف کی ہے۔ (ینابیع المودۃ ۴۴۷)

مولوی صاحب: مولانا شیخ سلیمان قندوزی کو میں جانتا ہوں۔ اور اگرچہ جناب ممدوح کا زمانہ بہت پیچھے ہے۔ مگر ان کی کتاب بہت اونچا درجہ رکھتی اور بڑی جامعیت اور تحقیق سے لکھی گئی ہے

ہدایت خاتون: بس تو مولانا مذکور نے بھی تصریح کردی کہ بارہ خلفاء یہی بارہ امام تھے اب تم کو کیا عذر ہو سکتا ہے؟

مولوی صاحب: تم لوگ تو حضرت مہدی کے بارے میں کہتی ہو کہ وہ پیدا ہو چکے اور نظروں سے غائب ہیں حالانکہ ہم لوگوں کا اعتقاد ہے کہ آپ آخر زمانہ میں قیامت کے قریب پیدا ہوں گے۔

ہدایت خاتون: یہ بھی تم لوگوں کے بعض متعصب علماء کی زبردستی ہے کہ حضرتؑ کے وجود سے انکار کرتے ہیں حالانکہ خود تمہارے انصاف پسند علماء محققین کو اس کا اقرار ہے کہ حضرت پیدا ہو چکے اور نظروں سے غائب ہیں۔

مولوی صاحب: ارے! یہ تم کیا کہنے لگیں۔ کیا میرے مذہب کے کوئی عالم بھی اس کے قائل ہو گئے ہیں؟ سچ بتاناوہ کون صاحب ہیں؟

ہدایت خاتون: کیا ایک شخص ہیں جو تم صرف کون صاحب ہیں کہتے ہو؟ بہت سے ہیں۔

مولوی صاحب: ذرا نام تو بتاؤ۔

ہدایت خاتون: یہ معلوم ہے کہ بارہویں امام حضرت امام مہدیؑ تو پیدا ہو کر نظروں سے غائب ہو گئے اس لیے کہ اس زمانہ میں ظاہر بہ ظاہر کوئی حجت خدا نظر نہیں آتا۔ حالانکہ زمین کبھی حجت خدا سے خالی نہیں رہ سکتی۔ تمہارے مذہب کی مشہور کتاب میں تمہارے زبردست عالم ملا علی متقی لکھتے ہیں:

لا تخلو الارض من قائم لله بحجته اماهو مشهور و اما خائف مغمور لئلا تبطل حجج الله و بيناته .

"زمین کبھی خدا کی حجت قائم سے خالی نہیں ہو سکتی۔ وہ حجت خدا خواہ مشہور و معروف ہو کہ لوگ اس کو پہچانتے ہوں خواہ خوف زدہ اور لوگوں کی نظروں سے چھپا ہو"

غرض اس کا وجود ہر زمانہ کے لیے ضروری ہے۔ تا کہ اللہ کی حجتیں اور اس کی نشانیاں مٹنے نہ پائیں۔ (منتخب کنز الاعمال جلد ۴ ص ۴۰)

اب وہ حجت خدا کب پیدا ہوئے اس کو بھی سن لو تمہارے علامہ ابن حجر مکی لکھتے ہیں

ابى القاسم محمد الحجة وعمره عند وفاة ابيه خمس سنين لكن آتاه الله فيها الحكمة ويسمى القائم المنتظر .

حضرت ابو القاسم محمد حجت العصر کی عمر آپ کے پدر بزرگوار کی وفات کے وقت پانچ سال کی تھی مگر خدا نے اسی عمر میں آپ کو حکمت عطا فرمائی تھی اور آپ کو لوگ قائم منتظر کہتے ہیں (صواعق محرقہ ۱۲۴)

اور علامہ ابن خلکان لکھتے ہیں۔

محمد بن الحسن العسكرى كانت ولادة يوم الجمعته منقف شعبان سنة خمس و خميس وماتين .

امام مہدیؑ ابن امام حسن عسکری کی ولادت روز جمعہ ۱۵ شعبان ۲۵۵ھ کو ہوئی (
وفیات الاعیان جلد ۲، ۲۴)

اور علامہ ابو الفداء نے لکھا ہے:

یقال لہ القائم والمهدی والحجة وولد المنتظر المذکور فی سنة خمس و خمیس ومائتین .

یعنی حضرتؑ کو قائم ومہدی و حجت کہتے ہیں یہ امام منتظر ۲۵۵ھ ہجری میں پیدا ہوئے (تاریخ ابو الفداء جلد ۲، ۴۵)

اور علامہ شیخ عبدالوہاب شعرانی نے لکھا ہے:

یترقب خروج المهدی وهومن اولاد الامام حسن العسکری ومولده لیلة النصف من شعبان ۲۵۵ هجری وهو باق الی ان یجتمع بعیسےٰ بن مریم فیکون عمره الی وقتنا هذا وهو سنه ۹۵۸ هجری سبع مائة سنةوست سنین ....لا بد من خروج المهدی..........وهومن عترة رسول الله من ولد فاطمة جده الحسینؑ بن علیؑ ووالده حسن العسکریؑ ابن الامام علی النقیؑ ابن محمد التقی ابن الامام علی الرضا ابن الا مام موسی الکاظمه ابن الامام محمد الباقرؑ ابن الا مام زین العابدینؑ علی ابن الامام حسین بن الا مام علیؑ

یعنی حضرت مہدیؑ کے ظہور کا برابر انتظام رہتا ہے۔ آپ شب ۱۵ شعبان ۲۵۵ ہجری میں پیدا ہوئے اور اس وقت تک باقی رہیں گے کہ حضرت عیسیٰؑ کے ساتھ جمع ہوں اس حساب سے آپ کی عمر اس وقت ۹۵۸ ہجری میں ۷۰۳ سال کی ہوئی آپ ظاہر ہو کر رہیں گے ۔ آپ حضرت رسولؐ خدا کی عترت اور

جناب فاطمہ زہراؑ کی اولاد سے ہیں آپ کے والد امام حسن العسکریؑ فرزند امام علی نقیؑ فرزند امام محمد تقیؑ فرزند امام علی رضا فرزند امام موسیٰؑ کاظمؑ فرزند امام جعفر صادقؑ فرزند امام محمد باقرؑ فرزند امام زین العابدینؑ فرزند امام حسینؑ فرزند حضرت علیؑ تھے۔ (الیواقیب والجواہر مطبوعہ مصر جلد۲' ۲۸۸)

غرض واضح ہوگیا کہ خدا نے دوسرے (آئمہ اثنا عشریہ) کو حضرت رسولؐ خدا کا خلیفہ مقرر کر دیا تھا اور آنحضرتؐ نے اپنی زندگی ہی میں ان باتوں کا اچھی طرح اعلان بھی کر دیا تھا۔ اس کے ساتھ ہی یہ بھی طے ہوگیا کہ حضرت ابوبکر کو خدا نے خلیفہ بنایا نہ رسولؐ نے بلکہ یہ خدمت صرف حضرت عمر ہی نے انجام دی۔ جس سے ممدوح خلیفہ بن گئے۔ اگر رسول خداؐ ہی اشارہ کنایہ سے بھی آپ کی خلافت کے متعلق کچھ ظاہر فرمائے ہوئے ہوتے تو آپ سقیفہ میں خلافت کے لیے دوسروں کا نام ہرگز نہ لیتے۔

"قال ابوبکر انی قد رضیت لکم احد ھذین الرجلین عمر و ابو عبیدۃ فبا یعہ عمر و بایعہ الناس فقالت الانصر لا نبایع الاعلیا"

"حضرت ابوبکر نے کہا میں دو شخصوں عمر و ابوعبیدہ کو پسند کرتا ہوں ان میں سے کسی کو اپنا امیر بنالو۔ اس پر حضرت عمر کھڑے ہوگئے اور فوراً حضرت ابوبکر کی بیعت کر لی اور پھر لوگوں نے بھی ان کی بیعت کی مگر انصار یہی کہتے رہے کہ ہم لوگ تو حضرت علیؑ کے سوائے کسی کی بھی بیعت نہیں کریں گے"

(تاریخ طبری جلد۳' ۱۹۸)

حضرت عمر نے بھی پہلے ابوعبیدہ ہی کو خلیفہ بنانا چاہا آنحضرتؐ کی رحلت پر آپ جناب ابوعبیدہ کے پاس گئے اور کہا اپنا ہاتھ پھیلالو میں تمہاری بیعت کرلوں کیونکہ تم کو حضرت رسولؐ خدا نے اس امت کا امین کہا تھا (تاریخ الخلفاء ۴۸) اگر حضرت رسولؐ خدا نے حضرت ابوبکر یا حضرت عمر کو اپنا خلیفہ بنایا ہوتا یا اس طرف بالکل مہمل اشارہ بھی کئے ہوتے تو حضرت ابوبکر حضرت عمر

جناب ابوعبیدہ کو کیوں خلیفہ بننے کی رائے دیتے۔

مولوی صاحب: ہاں اس میں تو کسی آنکھ والے کو عذر نہیں ہے کہ حضرت ابوبکر و عمرؓ کو خدا یا رسولؐ نے خلیفہ نہیں بنایا بلکہ صرف مسلمانوں کے اجماع سے یہ حضرات خلیفہ بنے۔

ہدایت خاتون: اجماع سے بھی نہیں ہوئے، کتنے مسلمانوں نے اور کس کس شہر کے کلمہ پڑھنے والوں نے ان کی خلافت کے لیے رائے دی تھی۔ بس حضرت عمر نے زور کیا اور ان کے غلبہ سے حضرت ابوبکر کی بیعت کر لی گئی۔

مولوی صاحب: مگر ان لوگوں کا کرنا تو اچھا ہی ہوا اس وجہ سے خدا کے ارشاد "وعد الله الذین آمنوا منکم وعملوا الصالحات" کے مصداق تو ہوئے اور اگر تمہاری دلیل سے مان بھی لیا جائے کہ ان میں صفت ایمان نہیں تھی تو عمل صالحات کی صفت سے تو انکار نہیں ہوسکتا۔

ہدایت خاتون: مجھے تو عمل صالحات کی شان بھی نظر نہیں آتی، اللہ اکبر! حضرت رسولؐ خدا مرتے وقت تک فرماتے رہے کہ اسامہ کے لشکر میں ان کے ماتحت ہو کر مدینہ سے دور چلے جاؤ۔ مگر آپ نہ جائیں اور اس طرح حضرت رسولؐ خدا کی اذیت کا باعث ہوں تو آیت مذکور کے مصداق کیونکر ہوسکتے ہیں؟ پھر آنحضرتؐ کے انتقال پر آنحضرتؐ کی لاش بے غسل و کفن چھوڑ کر سقیفہ میں چلے جائیں تو عمل صالح کی سند آپ کو کیسے مل سکتی ہے؟ کوئی شاگرد بھی اپنے استاد کے ساتھ ایسا برتاؤ کرے گا۔ جو حضرت ابوبکر ایسے صحابی نے آنحضرت کے ساتھ کیا۔

مولوی صاحب: خیر وہ داغ تو آپ میں لگ گیا۔ جانے دو بعد کی خدمات اسلام بھی دیکھو۔

ہدایت خاتون: اس کے بعد جناب سیدہ کے ساتھ کیا برتاؤ کیا؟ امام بخاری و مسلم تک نے لکھا ہے "فغضبت فاطمة وهجرت ابابكر فلم تزل مهاجرة حتى توفيت یا فهجرته فلم تكلمه حتى توفيت" جناب سیدہ حضرت ابوبکر پر غضب ناک ہوئیں اور ان سے بولنا تک ترک کر دیا یہاں تک کہ مرتے مرتے بھی نہیں بولیں۔ (صحیح بخاری جلد ۳، ۴۰ او صحیح مسلم جلد

۲'۹۱) فاطمہؑ نے ابوبکر سے بات کرنی چھوڑ دی مرتے وقت وصیت کی کہ مجھ کو رات کے وقت دفن کرنا اور یہ لوگ میرے جنازے پر نہ آنے پائیں (امہات الامہ ۹۹) اب حضرت عمر کا حال بھی سن لو۔ قصہ قرطاس میں معلوم ہی ہے کہ آنحضرتؐ کے بارے میں کہا ان کو ہذیان ہوگیا ہے۔ قلم دوات نہ دینا تھی نہ دی۔ اسامہ کی ماتحتی میں بھی نہیں گئے جنازہ رسولؐ بھی چھوڑ دیا اور خلافت ابوبکر جمانے کے لیے آگ کی لکڑیاں لے کر گئے کہ جناب سیدہ کا گھر ہی جلا ڈالیں۔ اور اس میں ان کو بھی پھونک دیں (کتاب الامت والسیاست ۲۳) تیسرے بزرگ حضرت عثمانؓ نے گروہ صحابہ کو معزول کر کے اپنے نا اہل فاسق و فاجر رشتہ داروں کو گورنر مقرر کر۔ یا جس پر لوگوں نے فریادیں کیں۔ لیکن آپ نے ان کو معزول نہیں کیا افریقہ کے مال غنیمت کا خمس مروان کو بخش دیا۔ قرآنوں کو جلوادیا' جناب ابوذر کو ربذہ میں جلاوطن کردیا جہاں وہ بڑی مصیبت سے مر کے آپ کے بعد معاویہ صاحب تخت خلافت پر جلوہ افروز ہوئے جو حضرت علیؑ سے لڑتے رہے مالک اشتر کو زہر دلوا دیا۔ (کامل جلد ۳' ۱۴۱ وطبری جلد ۲' ۵۴) حضرت ابوبکر کے فرزند محمد تک کو زندہ ایک گدھے کی کھال میں سی کر جلا دیا گیا۔ امام حسنؑ کی بی بی جعدہ کو ایک لاکھ درہم دے کر حضرت کو زہر سے شہید کرادیا۔ (مروج الذہب جلد ۶' ۵۵ استیعاب جلد ۱' ۱۴۳ وغیرہ)

اور جب حضرت علیؑ کے شہید ہو جانے کی خبر سنی تو مارے خوشی کے اللہ اکبر کہہ کر سجدہ میں گر پڑے۔ (تاریخ خمیس جلد ۲' ۳۲۸ وغیرہ) حضرت عائشہ کو زندہ گڑھے میں دفن کردیا (حبیب السیر وغیرہ) پھر یزید کو خلیفہ رسولؐ بنایا گیا جو اپنے ظلم بے رحمی' دغا بازی' گانے بجانے 'ناچ رنگ' شراب خوری اور بدکاری میں مشہور زمانہ ہے۔ پھر عبداللہ بن زبیر خلیفہ بنے انھوں نے خود کعبہ میں آگ لگوادی تھی۔ (مروج الذہب جلد ۶' ۱۵۲) خاندان بنی امیہ کے ہر خلیفہ کے اخلاقی حالات بیان کئے جائیں تو مہینوں میں شاید ختم ہوں۔ میں صرف دو تین باتیں ذکر کر دیتی ہوں۔ یزید بن عبدالملک اپنی دو معشوقوں سلامہ و حبابہ کے ساتھ عیش و عشرت میں زندگی بسر کرتا تھا۔ حبابہ سے اس قدر عشق تھا کہ جب وہ مرگئی تو کئی دن تک اس کی لاش روکے رکھی اور اس کے ساتھ کئی دفعہ .... لاحول ولا قوۃ! آخر چوتھے روز علماء کے سمجھانے سے مجبوراً اس سڑی ہوئی لاش کو دفن

ہونے دیا۔ (مروج الذہب و تاریخ خمیس و حیوۃ الحیوان) خلیفہ ہشام بن عبدالملک نے امام حسین کے پوتے جناب زید کو بڑی اذیت سے شہید کرا دیا۔ آپ کا سر ہشام کے پاس دمشق بھیج دیا گیا۔ آپ کے بعض تابعین نے آپ کو رات کے وقت مخفی طور پر دفن کر دیا مگر خلیفہ کے لوگوں نے کھوج لگا کر اس کی لاش نکالی اور سولی پر لٹکا دی۔ کچھ عرصہ بعد خاکستر دریائے فرات میں بہا دی۔ اس خلیفہ ہشام کو خالد بن عبداللہ حضرت رسولؐ خدا سے افضل بتاتا تھا۔ اور دلیل یہ قائم کرتا تھا کہ جو کسی کا خلیفہ ہوتا ہے وہ اس کے پیغمبر سے افضل ہوتا ہے۔ ہشام اللہ کا خلیفہ (خلیفۃ اللہ) ہے۔ اور رسول اللہ خدا کے پیغمبر ہیں تو ضروری ہے کہ ہشام حضرت رسول خدا سے افضل ہو۔

(تاریخ کامل جلد ۵، ۱۰۳)

مولوی صاحب: یہ تو ایک غیر شخص کا فعل ہوا۔ خالد کے اس عقیدہ سے خلیفہ ہشام پر کیا الزام عائد ہوگا۔ اس نے خود تو اپنے کو رسول مقبولؐ سے افضل نہیں کہا۔

ہدایت خاتون: میں تم کو خدا کہنے لگوں یا حضرت رسولؐ خدا سے افضل جاننے لگوں تو تم پر کیا الزام ہوگا۔ میں بتوں کو سجدہ کرنے لگ جاؤں تو تم بدنام ہو جاؤ گے یا نہیں۔

مولوی صاحب: واہ! پوری دنیا کہنے لگے گی کہ اپنی بی بی کو سمجھاتے کیوں نہیں اس کو سزا کیوں نہیں دیتے اس کو ان کفریہ باتوں سے روکتے کیوں نہیں ہیں۔

ہدایت خاتون: پھر خلیفہ ہشام خالد کی اس کفر آمیز بات کو خوشی سے کیوں سنتا تھا؟ کیوں نہیں اس نے اس کو روکا؟ کیوں نہیں اس کو سزا دی۔ وہ خوشامد ہی سے تو ایسی باتیں کہتا تھا اگر اسے معلوم ہو جاتا کہ ہشام ایسی باتوں سے ناراض ہوگا تو اس کی کیا مجال ہوتی کہ اس کفر کو لوگوں میں پھیلاتا اور ان کو گمراہ کرتا رہتا۔ سنو! خلیفہ ولید بن یزید بن عبدالملک بڑا ہی اوباش، اخلاقی اوصاف سے مبرا بے شرم، منہیات شرع کا مرتکب، نہایت فاسق و فاجر اور عیاش تھا۔ شراب خوری اور ہر قسم کی بدکاری بلکہ خلاف فطرت افعال میں مشہور آفاق تھا۔ نہایت جابر اور کینہ پرور، علامہ دیار بکری وغیرہ نے لکھا ہے کہ ایک دفعہ ولید حج کو گیا تو بام کعبہ پر مجلس شراب آراستہ کر کے خوب

دل کھول کر شراب پیتا رہا۔ ایک دن محل میں اپنی خوبصورت بیٹی کو دیکھ کر اس پر اس قدر فریفتہ ہو گیا کہ اس کے ساتھ .... جس کی وجہ سے اس لڑکی کی کنوار پن کی علامت ہی باقی رہی۔ اس لڑکی کی دایہ نے اس پر ڈانٹا تو تمہارے خلیفہ صاحب یہ شعر پڑھنے لگے۔

من راقب الناس مات غما

وفاذ باللذة الجسور

"مطلب یہ کہ جو شخص لوگوں کی ملامت کی پروا کرتا ہے وہ حالت حسرت و رنج و اندوہ میں مر جاتا ہے اور جو شخص جرأت والا ہوتا ہے وہ لطف زندگانی حاصل کرتا ہے"

لطف یہ کہ اس بچی کی دایہ بولی یہ دین مجوس کا ہے پھر بھی ولید باز نہیں آیا اور اپنی بیٹی کے ساتھ منہ کالا کر کے رہا۔ ایک روز اس نے قرآن کھولا تو پہلے ہی اس آیت پر نظر پڑی " واستفتحوا وخاب کل جبار عنید "لوگ کھولنا چاہتے ہیں حالانکہ ہر جبار سرکش ناکام و نامراد ہی ہونے والا ہے۔ اس پر ولید غصہ میں آ کر بولا کیا تو مجھے دھمکاتا ہے؟ یہ کہہ کر قرآن کو بند کر دیا اور اس پر تیر برسانے لگا یہاں تک کہ پھاڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔ (تاریخ خمیس جلد ۲، ۳۵۷) دوسری کتاب میں ہے کہ اس نے یہ شعر پڑھے:

اتو عد کل جبار عنید

فها انا ذاک جبار عنید

اذا ماجئت ربک یوم حشر

فقل یارب ضرقنی الولید

یعنی کیا تو ہر جبار سرکش کو دھمکاتا ہے تو سن لے میں بے شک جبار و سرکش ہوں جب تو بروز قیامت خدا کے سامنے جانا تو کہہ دینا کہ ولید نے مجھ کو پھاڑ ڈالا (حبیب السیر)

مولوی صاحب: بس کرو اب ایمان چلا جاتا ہے۔ میں ایسے خلفا سے باز آیا تم تو انہیں بارہ

حضرات کو مانوں گا جن کی خلافت کی پیش گوئی حضرت رسولؐ خدا نے فرمائی تھی جو صحیح بخاری وغیرہ میں بھری ہوئی ہیں اور یقیناً وہ تمہارے بارہ امام ہی ہیں دوسرے نہیں ہو سکتے۔

ہدایت خاتون: ابھی تو خلفاء بنی امیہ کے دوسرے حضرات باقی ہی ہیں۔ ان کے بعد خلفاء بنی عباس کے کارنامے قابل ملاحظہ ہیں۔ اللہ اکبر ان لوگوں نے بھی اسلام کو دوسروں کی نظر میں ناگفتہ بہ ثابت کر دیا۔

مولوی صاحب: خیر وہ لوگ بھی کیسے ہی ہوں گے اب اس بحث ہی کو موقوف کرو۔

❁❁❁

بیسواں باب (20)

حافظ عبدالصمد صاحب کا لا پتہ ہو جانا

حافظ عبدالصمد صاحب کو بڑی فکر تھی کہ کسی طرح ہدایت خاتون سنی ہو جائے۔ مگر قدرت کا کھیل ان کے خلاف ہو رہا تھا۔ جس قدر بحث میں طول ہوتا تھا مولوی رکن الدین صاحب شیعہ سرحد کے قریب ہوتے جاتے تھے۔ اور اب تو انہوں نے ارادہ کر لیا کہ جلد از جلد تبدیل مذہب کا اعلان کر دیں۔ حافظ صاحب اپنے بعض اعزہ کے ذریعہ برابر پتہ لگاتے رہتے تھے۔ وہ دونوں میاں بیوی میں کیا ہو رہا ہے۔ اور کس کو غلبہ اور کس کو شکست ہوتی جاتی ہے۔ جب ان کو یقین ہو گیا کہ مولوی رکن الدین صاحب مسئلہ خلافت میں بھی عاجز ہو گئے۔ اور اب وہ خود ہی شیعہ ہو جانے پر آمادہ ہیں تو حافظ صاحب کو اس قدر صدمہ ہوا کہ زندگی تلخ ہونے لگی۔ آسمان و زمین سیاہ نظر آنے لگے۔ حیدر آباد کا ذرا ذرا ان کو بھیانک دکھائی دینے لگا۔ اور وہ تقریباً خودکشی پر آمادہ ہو گئے مگر مذہبی مقدس بزرگ تھے اپنے کو روکا اور طے کر لیا کہ جان دینے کے عوض ہندوستان ہی کو چھوڑ دینا چاہیے۔ اور اس ارادہ کو پختہ کر کے انہوں نے اپنی بیوی سے کہا۔

حافظ صاحب: میں ایک ضروری کام سے باہر جا رہا ہوں۔ سر دست تم کو پانچ ہزار روپیہ دیئے جاتا ہوتا کہ تم کو تکلیف نہ ہو اس کے بعد دیکھا جائے گا۔ مگر خبردار تم کسی سے نہ کہنا کہ میں کہاں گیا اور کہاں ہوں۔ کچھ ایسے ہی اسباب مہیا ہو گئے جن کی وجہ سے میرا رک جانا درست نہیں۔

اہلیہ حافظ صاحب: تو کہاں کا ارادہ ہے؟ جب مجھ سے بتاتے ہی نہیں تو جس طرح اور لوگ

ناواقف رہیں گے میں بھی رہوں گی۔ للہ میرے اوپر رحم کرو بتادو کہاں کا قصد ہے؟

حافظ صاحب: بس تم اتنا جان لو کہ میں ایک جگہ جارہا ہوں۔ اور تم سے کہہ کر جاتا ہوں اور ضروری خرچ کا سامان لے کر روانہ ہوتا ہوں اوروں کو یہ بھی نہ معلوم ہونے پائے کہ میں تم سے کچھ کہہ کر گیا ہوں یا تم کو کچھ دے کر روانہ ہوا ہوں۔ ان سب باتوں کی مصلحت بعد میں تم کو خود ہی معلوم ہو جائے گی۔

اہلیہ حافظ صاحب: خیر مگر یہ تو بتادو کہ کہاں جاتے ہو کیا کام ہے خیریت تو ہے مجھ سے کیا راز ہے؟

حافظ صاحب: یہی تو میں نہیں بتاؤں گا بس تم اپنے دل کو مضبوط کیئے رہنا' اور خدا پر بھروسہ رکھنا مجھے اپنی خاص آنکھ کان سے ایسے صدمے پہنچے ہیں کہ مجھے مجبوراً یہ انتظام کرنا پڑا۔

اہلیہ حافظ صاحب: اس سے تو مجھے دال میں کچھ کالا معلوم ہونے لگا۔ شاید تم کسی سے خفا ہو کر کہیں جارہے ہو۔

حافظ صاحب: واہ! خفا ہونے کا تو میں نے نام بھی نہیں لیا۔ یہ باتیں زبان سے نہ نکالو۔ دیوار ہمہ گوش دارد بس مجھے اپنا ارادہ آزادی سے پورا کر لینے دو" لعل یحدث بعد ذلک امرا"

اہلیہ حافظ صاحب: اب تم ایسے بدحواس ہو رہے ہو کہ مجھ سے عربی کی باتیں کرتے لگے۔ اور یہ تم کو کیا سوجھی؟ مزاج درست تو ہے؟ یہ بیٹھے بیٹھے دفعتاً تم کو کیا سوجھی؟

حافظ صاحب: ہاں سب ٹھیک ہے ہر طرح اطمینان ہی ہے۔ گھبراؤ نہیں ورنہ سب بنا بنایا کام بگڑ جائے گا۔ بس اب میں باہر جاتا ہوتا کہ گاڑی کا انتظام کرسکوں۔ آج نصف شب میں روانہ ہو جاؤں گا تم خاموشی سے پلنگ پر آرام کرو تاکہ دوسروں کی آنکھ نہ کھل جائے۔

غرض دوسرے دن صبح کو حافظ صاحب اپنے مکان سے غائب پائے گئے ان کے اعزہ واحباب آئے تو معلوم ہوا کہ حافظ صاحب مکان پر نہیں ہیں۔ ان لوگوں نے معلوم کیا تو اہلیہ نے جواب دیا مجھے کیا معلوم کہ کہاں گئے۔ اور کب گئے شب کو کھانا کھا کر یہاں سوئے

تھے ۔مگر میں صبح کو اٹھی تو انہیں غائب پایا۔ مجھ سے بتا جاتے کہ کہاں جاتے ہیں اور کیوں جاتے ہیں تو مجھے چھپانے کی کیا ضرورت تھی۔ کچھ دنوں سے اس قدر ضرور معلوم ہوتا تھا کہ وہ کسی دلی صدمہ اور مصیبت میں مبتلا ہیں ۔جس کا اثر ان پر بہت سخت پڑ رہا تھا' اس سے زیادہ میں نہیں جانتی ۔

یہ خبر تھوڑی دیر بدیر میں محلہ بھر میں مشہور ہوگئی کہ حافظ صاحب شب کو کہیں غائب ہوگئے جس سے سب گھبرا گئے ۔ ہر شخص پریشان ہوا کہ وہ اچھے اور خوش ۔ پھر غائب کیسے ہوگئے۔کوئی شخص زبردستی کہیں لے کر کہیں چلے گئے ۔یا خود ہی کہیں چلے گئے ۔اگر کوئی زبردستی لے گیا تو گھر میں وہ پہنچا کیونکر دروازے بند کرنے کے بعد وہ مکان میں سوئے تو کسی کو ان کے پاس جانے کا موقع کیسے مل گیا ۔ اگر خود گئے تو رات کو کیوں گئے چھپ کر کیوں روانہ ہوئے۔کہاں گئے کس کام سے گئے اگر کہیں تراویح پڑھانا تھی تو اس کے لیے برابر جایا کرتے اور سب کے علم میں لاکر جاتے ہیں اس دفعہ کیا وجہ ہوگئی کہ کسی کو خبر نہیں کی اور چپکے سے چلے گئے اگر تراویح کے لیے نہیں گئے تو کسی دوست سے ملنے یا کسی اور ریاست میں اپنا اثر قائم کرنے گئے ہوں گے ۔اس صورت میں بھی سب کو اطلاع دے کر جاتے غرض انہوں نے کہیں چوری نہیں کی' ڈاکہ نہیں ڈالا' کسی امانت میں خیانت نہیں کی' کسی کا خون نہیں کیا۔کوئی دوسرا قانونی جرم نہیں کیا جس کی وجہ سے مخفی بھاگ جانے کی نوبت آتی آخر اس میں راز کیا ہے۔غرض ان کے اعزہ واحباب کو عجیب تردد پیدا ہوگیا۔اور ہر شخص ایک ایک وجہ پیدا کر کے اس پر رائے زنی کرتا مگر کسی طرح یہ معمہ حل نہیں ہوتا تھا۔مولانا عبدالقوی اور مولوی رکن الدین صاحب بھی حافظ صاحب کے مخصوص اعزہ میں سے تھے ۔اور دونوں گھروں میں بہت گہرے تعلقات ہوگئے تھے۔ حافظ صاحب کے دفعتہً غائب ہو جانے سے یہ لوگ بھی سخت پریشانی میں مبتلا ہو گئے ۔ ان لوگوں نے خیال کیا کہ شہر حیدرآباد ایک بڑی جگہ ہے ممکن ہے حافظ صاحب، اپنے گھر والوں سے خفا ہوکر کسی دوسرے محلے میں چلے گئے ہیں ۔یا اپنے کسی دوست کی کسی محبت کی وجہ سے ان کے پاس پہنچ گئے ہوں ۔یہ خیال کر کے لوگوں نے شہر میں تلاش کرنا شروع کیا۔کئی آدمی

ایک ایک محلّہ میں چلے گئے اور ہر مسلمان سے دریافت کرنے لگے کہ فلاں حافظ صاحب یہاں آئے تھے۔ وہ سب متحیر ہو کر جواب دیتے کہ نہیں۔ ہم کو تو خبر بھی نہیں کہ وہ مکان سے کب سے غائب ہیں اور کیوں یہ غیبت اختیار کی۔ جب چار پانچ روز کی دوڑ دھوپ کے بعد بھی حافظ صاحب کا پتہ کسی طرح نہیں چلا تو لوگوں نے چاہا کہ تھانہ میں اطلاع دے کر اشتہار دلوایا جائے۔ مگر ان کی اہلیہ نے اس سے اختلاف کیا کہ اس میں بدنامی ہوگی۔ میں اتنا جانتی ہوں کہ مجھ سے گھر والوں سے بھی کوئی جھگڑا نہیں ہوا' کسی سے رنج کی بات نہیں کوئی مالی تردد نہیں ہوا بظاہر کوئی غم کی بات بھی نہیں ہوئی پس سرکاری اشتہار وغیرہ کی صورت اس کے لیے مناسب نہیں ہے۔ بہتر ہے کہ جہاں جہاں وہ جاتے تھے۔ وہاں کے مخصوص لوگوں کو بذریعہ خط کے ذریعہ لکھا جائے کہ ان کا پتہ نہیں ملتا ہے۔ اگر وہاں گئے ہوں تو ان کی خیریت سے جلد مطلع کریں اور ان کو سمجھا بجھا کر واپس کریں یا کم از کم ان کو وہیں روک کر ہم لوگوں کو خبر کر دیں کہ یہاں سے جا کر کوئی ان کو واپس لائے۔ اہلیہ حافظ صاحب کی یہ رائے سب کو بھلی لگی اور سب نے اسی کے مطابق عمل کرنا منظور کر لیا۔ مختلف شہروں میں خطوط روانہ کیے گئے۔ بمبئی میں ان کی آمدورفت زیادہ تھی۔ وہاں بھی کئی خطوط بھیجے گئے آخر دسویں روز بمبئی سے ایک سیٹھ صاحب کا تار آیا کہ حافظ صاحب میرے ہاں مہمان ہیں اور خیریت سے ہیں مگر مکان جانے پر کسی طرح راضی نہیں ہوتے۔ تار پڑھ کر سب کا اضطراب رفع ہوا۔ اور اب صرف یہ تردد رہا کہ کیوں وہ اس طرح گئے؟ اور کیوں گھر واپس آنے پر آمادہ نہیں ہوتے۔ سب کی رائے ہوئی کہ مولانا عبدالقوی صاحب ہی کو ایک خط حافظ صاحب لکھیں اور ان امور کی وجہ دریافت کریں چنانچہ موصوف نے خط لکھا تو ایک ہفتہ کے بعد حافظ صاحب کا جواب بمبئی سے مولانا صاحب کے نام آیا جس میں لکھا ہوا تھا۔ مکرمنا جناب مولانا صاحب !! السلام علیکم' نوازش نامہ کا شکریہ' چونکہ آپ نے خط میں مجھے بہت سی قسمیں دی ہیں اس وجہ سے آپ کو جواب دینا ضروری ہو گیا۔ ورنہ میں کبھی بھی آپ سے نہ بولتا۔ نہ آپ کے سلام کا جواب دیتا' نہ خط بھیجتا جناب عالی! آپ خود میری جان کے درپے ہیں اور خود ہی غائب ہو جانے کی وجہ پوچھتے ہیں۔ اچھا تو اب سنئے کہ حیدر آباد سے

میرے چلے آنے کی وجہ صرف یہ ہوئی کہ مجھے یقین ہوگیا کہ اب آپ لوگوں کے ہاتھوں میری جان کی خیریت نہیں ہے یا مجھے زہر کھا کر مرجانا ہوگا کنویں یا دریا میں گر کر ہلاک ہوجانے کی نوبت آئے گی۔ یا خود ہی اپنے ہاتھ سے چھرا گھونپ کر اپنے کو ختم کردینا ہوگا۔ اور میں ابھی دنیا سے جانا پسند نہیں کرتا اس وجہ سے میں نے یہی مناسب سمجھا کہ شہر حیدرآباد ہی چھوڑ دوں۔ تاکہ میری زندگی کے باقی دن خیریت سے کٹ جائیں۔ جس طرح آپ نے مجھے بہت سی قسمیں دیں۔ اسی طرح میں بھی آپ کو سب وہی قسمیں دے کر آپ سے دست بستہ گزارش کرتا ہوں کہ براہ کرم اب مجھے آپ کوئی خط کبھی نہ لکھیے گا نہ میرے متعلق کوئی امر ایسا کیجیے گا جس سے میرا صدمہ بڑھ جائے۔ بس سمجھ لیجیے کہ عبدالصمد مرگیا۔ یا زندہ بھی ہے تو آ... لوگو... واسطہ یا کسی قسم کا سروکار نہیں ہے۔ میں نے آپ لوگوں سے رشتہ داری کے تعلقات بڑھا کر اپنی بربادی کا خود ہی سامان کیا۔ آپ لوگوں پر کوئی بھی الزام نہیں ہے لیکن اب مجھ پر احسان کیجیے اور مجھے زندہ رہنے دیجیے۔ آپ کا اب ایک ایک خط بلکہ اس کا ایک ایک حرف میرے لیے توپ اور بندوق کا کام کرے گا۔ بہتر ہے کہ اب کبھی مجھے خط لکھنے کا خواب بھی نہ دیکھیں۔ ورنہ خوف ہے کہ آپ کا دوسرا خط کھولنے سے پہلے ہی میں ختم ہو جاؤں گا۔ بس سمجھ لیجیے کہ میں دنیا میں نہیں آیا تھا اور آپ لوگوں سے کوئی تعلق ہی کبھی نہیں ہوا۔ فقط......:

خط پڑھ کر مولانا صاحب بہت ڈرے کہ لیجیے کل امور کا الزام انہیں پر عائد ہوگیا اور لطف یہ کہ انہیں خبر بھی نہیں کہ حافظ صاحب کو ان سے کیا تکلیف ہوئی اور حافظ صاحب ہی نے اس کو صاف کیا۔ اور چونکہ حافظ صاحب کے خط کو یا خط کے مضمون کو کسی طرح چھپا نہیں سکتے تھے اس وجہ سے شہر میں غل ہوگیا کہ مولانا صاحب کے کسی نامناسب برتاؤ سے رنجیدہ ہو کر حافظ صاحب جلاوطن ہوگئے۔ مولانا صاحب بڑی مشکل میں مبتلا ہوگئے۔ ہر شخص حیرت بلکہ نفرت کی نظر سے ان کو دیکھنے لگا اور ان کے کوئی وجہ نہ بیان کرنے سے سب کا شبہہ اور بھی قوی ہوگیا کہ ضرور مولانا صاحب نے کوئی ایسی حرکت کی ہے جس پر حافظ صاحب اپنی زندگی سے بےزار ہوگئے ہیں۔ کئی روز تک مولانا صاحب سوچتے رہے کہ اب کیا کیا جائے

آخرانہوں نے بمبئی سیٹھ صاحب کو تار دیا کہ جلد حافظ صاحب کو بھیج دیجیے ورنہ ان کے سب گھر والے وہاں پہنچ جائیں گے اور مجھے بھی ان کو لانے کے لیے وہاں آنا پڑے گا مگر اس کے جواب میں سیٹھ صاحب کا تار آیا کہ "افسوس حافظ صاحب حج کے لیے جہاز پر سوار ہو گئے۔ اس لیے مجبور ہوں۔ اس پر ان کے سب اعزہ واحباب کو بہت صدمہ ہوا۔ وہ سب اس پر بھی افسوس کرتے تھے کہ ابھی تو حج کو چھ مہینے باقی ہیں۔ وہ اس قدر پہلے سے وہاں جا کر کیا کریں گے مگر اب کیا ہو سکتا تھا سب خاموش ہو کر بیٹھ گئے۔

اکیسواں باب (21)

طہارت میں شیعوں کا مذہب حق ہے یا سنیوں کا

حافظ صاحب کے چلے جانے کی وجہ سے مولوی رکن الدین صاحب بھی بہت حزن و اندوہ میں بسر کرتے تھے۔ اس وجہ سے بحث کا سلسلہ متروک ہوگیا تھا۔ ایک دن ہدایت خاتون نے اس خاموشی کو اس طرح توڑا۔

ہدایت خاتون: پھر نانا جان کی کوئی خبر نہیں ملی کیا کیا جائے؟

مولوی صاحب: کس سے خبر منگائی جائے اور کیونکر خیریت دریافت کی جائے ان کا مسئلہ بڑا مشکل اور پیچیدہ ہوگیا ہے۔ میں ڈرتا ہوں کہ میرے مذہبی خیالات کی خبر کا نتیجہ تو نہیں ہے خیر کچھ ہو میں تو اب ضرور شیعہ ہو جاؤں گا۔ البتہ ڈرتا ہوں کہ مذہب بدلنے کے بعد میری طہارت' وضو' نماز میں بھی تغیرات ہو جائیں گے جس کی وجہ سے جلد ہی یہ خبر مشہور ہو جائے گی۔ حالانکہ اس کو ابھی مخفی رکھنے کی ضرورت ہے ۔میں تو عجیب کش مکش میں مبتلا ہو گیا ہوں۔

ہدایت خاتون: کیا حضرت رسولؐ خدا سے زیادہ تمہارے لیے پریشانی کا سامان ہے؟ جب آنحضرتؐ نے مذہب حق کے لیے تمام دنیوی صعوبات اختیار کر لیں تو تم کو کیا عذر ہے؟ اور طہارت' وضو' نماز وغیرہ میں بھی اگر شیعوں ہی کا مذہب قرآن مجید کے مطابق ہے تو کسی مسلمان کو اس سے اختلاف نہیں کرنا چاہیے۔

مولوی صاحب: مگر میرا خیال ہے کہ اعمال میں تم مذہب شیعہ کی حقیقت اور قرآن شریف

سے مطابقت ثابت کرنے میں کبھی کامیاب نہیں ہو سکتیں۔

ہدایت خاتون: مجھے تو اس کا دعویٰ عقائد کے متعلق بھی نہیں تھا البتہ اتنا جانتی ہوں کہ اعمال میں بھی مذہب شیعہ قرآن کے مطابق ہے۔ میں ثابت کر سکوں یا نہیں۔ تم کسی مسئلہ کو بتاؤ بھی تو جو ایسا نہ ہو۔ قبل سے فیصلہ کیوں کر دیا۔

مولوی صاحب: ایک تو تم لوگوں کا حوض ہی ہے تمہاری جس مسجد میں جاؤ وہاں غسل اور وضو کے لیے حوض بنا ہوتا ہے۔ اس میں تم لوگ کپڑے بھی پاک کرتے ہو نہانے والے نہاتے بھی ہو وضو بھی کرتے ہو یہ تم لوگوں کی خاص چیز ہے۔ جس کا کوئی ثبوت کسی شرعی دلیل سے نہیں مل سکتا

ہدایت خاتون: یہ تو بتاؤ حوض کس زبان کا لفظ ہے' اور اس کا معنی کیا ہے۔

مولوی صاحب: یہ تو عربی زبان کا لفظ اور اس کا معنی گڑھا ہے مگر اس سے تم کو کیا مطلب۔ تم اپنے مذہب کے حوض کو اسلامی شریعت کے مطابق تو کسی طرح ثابت نہیں کر سکتیں۔

ہدایت خاتون: تو معلوم ہوا کہ عرب میں حوض ہوتا تھا یا ہوتا ہے۔ اس کی نقل شیعہ بھی بناتے ہیں تا کہ اس میں پانی رہے اور وضو کر سکیں پھر اس پر کیا اعتراض ہو سکتا ہے اگر لفظ حوض سے چڑ ہے تو اس کی وجہ بتاؤ' اگر شیعوں پر اعتراض ہے تو اس کی تصریح کرو۔

مولوی صاحب: یہ اعتراض کیا کم ہے کہ تم لوگ ہر امر میں نئی اپج پیدا کرتی ہو۔ اگر حوض بنانا اسلامی کام ہوتا تو حنفی مالکی اہلحدیث حضرات بھی حوض بنوا کر اس میں غسل کرتے۔ کپڑے دھوتے ان کی ہر مسجد میں بھی اس کا رہنا ضروری قرار پاتا۔

ہدایت خاتون: حوض تو تم لوگوں کے ہاں بھی بکثرت ہوتے ہیں اور شیعہ اس میں نجس کپڑے بھی دھوتے یا نہاتے بھی ہیں تو کیا برا کرتے ہیں۔ ہمارے ہاں حوض کا پانی کم از کم ناپنے میں ساڑھے تین بالشت لمبا اور اتنا ہی چوڑا گہرا بھی ہونا چاہیے تب یہ پانی کسی نجاست کے ملنے سے اس وقت تک نجس نہیں ہوگا جب تک کسی نجاست کے ملنے ہی سے اس پانی کا رنگ یا مزہ یا بو

نہ بدل جائے ۔اس پانی سے نہانا' وضو کرنا اور نجس چیزوں کا پاک کرنا صحیح ہے۔ اور شیعوں کے حوض میں اس سے بہت زیادہ پانی ہوتا ہے تمہارے ہاں بھی ہے کہ جب پانی دوقلہ ہو تو وہ کسی نجاست سے نجس نہیں ہوتا ۔ جب تک اس نجاست سے اس کا رنگ یا بو یا مزا نہ بدل جائے اور اس کی مقدار ہم لوگوں کے مروج حوض کے پانی سے بہت ہی کم ہے اس وجہ سے ہم لوگوں کے حوض کا پانی تم لوگوں کے ہاں یقیناً پاک ہی رہے گا ۔ چنانچہ تمہارے علامہ علی قاری نے لکھا ہے ۔

خبر القلتين صحيح واسناده ثابت وان تركناه

"دوقلہ والی حدیث صحیح ہے' اور اس کی اسناد ثابت ہے اگرچہ ہم لوگوں نے اس حدیث پر عمل کرنا چھوڑ دیا ہے" (مرقاۃ شرح مشکوۃ جلد۱' ۳۴۴)

" قال صلعم اذا كان الماء قلتين لم ينجسه شئى مالم يتغير ريحه اوطعمه "

" جناب رسولؐ خدا نے فرمایا جب پانی دوقلہ ہو (جو شیعوں کے ایک کر سے بہت کم ہوتا ہے) تو اس کو کوئی چیز نجس نہیں کرسکتی ۔ جب تک اس پانی کا ذائقہ یا بو نہ بدل جائے" (ترمذی جلد۱' ۱۸ و مشکوۃ جلد۱' ۴۳)

" والقلته الجرة الكبيرة التى تسع مائتين وخمسين رطلا "

حاشیہ ترمذی میں ہے کہ قلہ اس بڑے مٹکے کو کہتے ہیں جس میں ڈھائی سو رطل پانی آجائے حاشیہ حالانکہ شیعوں کے ایک کر کا پانی کم سے کم بارہ سو رطل ہوتا ہے:

بین تفاوت راہ از کجاست تا بکجا

مولوی صاحب: قلتین کی مقدار کے مطابق پانی کے نجس نہ ہونے کی حدیثیں تو ہماری بڑی مشہور کتابوں مثلاً سنن نسائی' سنن ابی داؤد' مسند احمد بن حنبل' روضہ ندیہ وغیرہ میں بھی بہت کثرت سے ہیں ۔ اگر تمہارے حوض میں دوقلہ سے زیادہ پانی ہوتا ہے تو ہم لوگوں کا اس پر اعتراض کرنا

بھی بے کار ہے اور اس پر عمل نہ کرنا حضرت رسول مقبولؐ کی مخالفت بھی ہے۔

ہدایت خاتون: تمہارے علامہ علی متقی نے لکھا ہے " اذا کان الماء قلتین او ثلاثا لم یجنسه شئی " پانی جب دو یا تین قلے ہو تو اس کو کوئی چیز نجس نہیں کرسکتی " اذا کان الماقلتین لم یحمل نجسا ولا با سا" جب پانی کی مقدار دو قلے ہو تو وہ نہ کسی نجس کو نجس رہنے دے گا نہ اس میں کوئی مضائقہ ہوگا " لا ینجس الماء الا ما غیر ریحه وطعمه " پانی کو کوئی چیز نجس نہیں کرسکتی سوائے اس نجاست کے جو اس کی بو یا مزہ بدل دے (کنزالعمال جلد ۵، ۹۵)

موصوف ہی یہ بھی لکھتے ہیں

" ان عمر بن الخطاب در حوض مجنة فقیل انما ولغ فیه الکلب انفا قال انما ولغ بلسانه فاشر بوامنه وتوضاءا

حضرت عمر ایک دفعہ حوض مجنہ پر پہنچے تو لوگوں نے کہا اس میں ابھی کتا پانی پیتا تھا آپ نے فرمایا وہ اپنے منہ سے ہی تو پیتا تھا تم لوگ بھی اس سے پیو اور وضو کرو۔

عن ابن عمر قال سئل رسول الله عن الماء یکون بارض الفلاة وما ینوبه من الرواب والسباع فقال رسول الله اذا بلغ الماء قلتین لم یحمل النجبث.

عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ حضرت رسولؐ خدا سے اس پانی کے بارے میں پوچھا گیا جو صحرا میں ہو اور اس پر چوپائے درندے آتے جاتے ہیں (یعنی جانور اس پانی کو پیتے ہوں یا ان کا بول و براز اس پانی میں پڑ جاتا ہو) تو حضرت نے فرمایا کہ جب پانی دو قلے کے برابر ہو تو اس کو کوئی چیز نجس نہیں کرسکتی (کنزالاعمال جلد ۵، ۱۴۰)

مولوی صاحب: جب حضرت عمر نے اس حوض سے جس میں کتوں نے پانی پیا تھا پینے اور وضو

کرنے کا مسلمانوں کو حکم دیا تھا تو اب کچھ بولنے کی گنجائش ہی نہیں رہی۔ البتہ وضو کے بارے میں بھی تمہارے اور ہمارے درمیان کئی اختلافات ہیں مثلاً تم لوگ سر کے اگلے حصے کا مسح کرتے ہو۔ پورے سر کا نہیں کرتے حالانکہ ہم لوگوں کے ہاں یہی ہے تم لوگ تو ہر بات میں سنیوں کے خلاف ہی عمل کرتے ہو۔

ہدایت خاتون: تم لوگ بھی کرتے جو ہو اس کو نہ کہو مگر تمہارے مذہب کی کتابوں میں بھی ہمارے موافق چیزیں بھری ہوئی ہیں۔ چنانچہ علامہ شوکانی نے لکھا ہے۔

عن انس قال رابت رسول الله تیو ضا و علیه امامة قطر یة فادخل یره تحت العمامة فمسح مقدم راسه ولم ینقض العمامة رواه ابو اداؤد.

جناب انس صحابی سے مروی ہے کہ میں نے حضرت رسول خدا کو وضو کرتے ہوئے دیکھا اس وقت آنحضرت کے سر مبارک پر قطری عمامہ تھا تو آنحضرت نے اپنا ہاتھ عمامہ کے نیچے لے جا کر سر مبارک کے اگلے حصے کا مسح کیا اور عمامہ کو نہیں بگاڑا۔ اسی حدیث کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔

قال ابن حجر فیه دلیل علی الا جزاء بالسمع علی النا سیة وقد نقل عن سلمة بن الا کو ع انه کان یمسح مقدم راسه .

علامہ ابن حجر عسقلانی کہتے تھے کہ مذکورہ بالا حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ صرف سر کے اگلے حصے پر مسح کرنا درست ہے اور مسلمۃ بن اکوع سے منقول ہے کہ وہ بھی سر کے اگلے ہی حصہ کا مسح کیا کرتے تھے (نیل لاوطار جلد ۱ ص ۱۵۰)

اور علامہ علی متقی نے لکھا ہے۔

من نسی مسح الراس فذ کر وھو یصلی فوجد فی لحیته بلا فلیا

خذ منه وليمسح به راسه فان ذلک يجزيه .

" ان الكعب عبارة عن العظم الذى تحت مفصل القدم وعلے هذا التقدير فيجب المسح علے ظهر القدمين '

"یعنی کعب اس ہڈی کا نام ہے جو قدم کے جوڑ کے نیچے واقع ہے۔ پس اس لحاظ سے پاؤں کی پشت پر مسح کرنا ہی واجب قرار پائے گا" (تفسیر کبیر' جلد ۳' ۳۸۱)

غرض جس طرح دیکھو قدمین کا حکم ہی یقینی ثابت ہوتا ہے لیکن روایت مذکورہ بالا سے بخوبی واضح ہوگیا کہ خود حضرت رسول خدا کا عمل مسح ہی پر تھا۔ حضرت عثمانؓ خود اس کے مدعی ہیں بلکہ اس پر عمل بھی کرتے تھے اصحاب رسولؐ نے بھی اس کی تائید کی ہے۔ حضرت علیؑ کا عمل بھی مسح ہی پر تھا۔ آپ نے اس کی شہادت بھی دی ہے کہ حضرت رسولؐ خدا بھی مسح ہی فرمایا کرتے تھے۔ جناب ابن عباسؓ' رفاعہ بن رافعؓ' قتادہ' عکرمہ انس بن مالک وغیرہ وجوب مس ہی کے قائل تھے۔ یہ وہ روایات ہیں جو مطابق قرآن حکیم بھی ہیں جیسا کہ شعبی انس بن مالک ابن عباس وغیرہ نے تصریح کردی ہے کہ قرآن مجید مسح ہی کو لے کر نازل ہوا ہے۔ ترکیب نحوی بھی اس کی مؤید ہے۔ پس اگر اس کے مقابلے میں تم کوئی حدیث یا کسی مجتہد کا فتویٰ یا سواد اعظم کا عمل بھی پیش کرو تو وہ قابل رد ہوگا۔ کیونکہ تصریح امام رازی جو روایات غسل رجلین پر دلالت کرتی ہیں وہ سب روایات احاد ہیں جن سے حکم قرآن منسوخ نہیں ہو سکتا۔ اور تمہارے پیشوائے اعظم مولانا صدیق حسن خان صاحب بھوپالی نے بھی جر جرار کے متعلق جو لکھا ہے۔

"ارجلكم نصبه نافع والكسامى وابن عامر وحفص ويعقوب عطفاء علے وجوهكم وجره الباقون وعلے الانصاف ظاهر قراة النصب علے وجوب الغسل وظاهر الثانية علے وجوب المسح فان جرا لجوار وان كان بابا واسعا فهو خلاف الظاهر "

نافع و کسامی و ابن عامر و حفص و یعقوب نے " ارجلکم " کو بنا بر عطف

"وجوهکم" کے زبر سے پڑھا ہے اور دوسرے لوگوں نے اس کو زیر سے پڑھا ہے اور انصاف یہ ہے کہ ظاہری قرأت زبر کی اس کو بتاتی ہے کہ پاؤں کا دھونا واجب ہے۔ اور ظاہر قرات زیر کی اس پر دلالت کرتی ہے کہ مسح کرنا واجب ہے کیونکہ جر جرار کی تاویل کا باب اگرچہ وسیع ہے مگر وہ خلاف ظاہر ہے (تفسیر جامع البیان' جلد ۱' ۹۵) یہ بھی لکھا ہے:

" علے ان جرالجوار ان وقع فی فصیح فھو بدون الواو فظاھر القرآن المسح علے قراءۃ الجر "

"جوار کی وجہ سے جر (زیر) اگر کلام فصیح میں واقع ہوتو وہ بغیر واؤ کے ہوتا ہے پس قراۃ جر سے بھی ظاہر قرآن مسح ہی پر دلالت کرتا ہے"

(رفتح البیان جلد ۳' ۲۶)

مولوی صاحب: انصاف کی بات تو یہ ہے کہ جب میں سنی تھا تب بھی وضو میں پاؤں دھونے کو حکم خدا اور رسولؐ کے خلاف ہی سمجھتا اور اس کو اپنے سابق مذہب والوں کی ہٹ دھرمی ہی جانتا تھا

ہدایت خاتون: یہ کیا "جب میں سنی تھا" کیا تم نے اپنا مذہب بدل دیا اور شیعہ ہو گئے۔

مولوی صاحب: اب تو یہی ہوگا کیونکہ نماز کے متعلق چند باتیں باقی رہ گئی ہیں۔ ان کے ختم ہوتے ہوتے تم مجھے بہشت میں جانے کا سامان مہیا کر دو گی۔ میں نے چاہا تھا کہ تم کو سنی کر دوں مگر اب تم ہی نے مجھے شیعہ کر دیا خیر نتیجہ تو وہی ہوگا جو ہم دونوں کا مقصود تھا کہ دنیا کے بعد بھی ہم لوگ ایک ہی جگہ یعنی بہشت ہی میں رہیں اور دوزخ کی آگ سے دونوں محفوظ رہیں۔

بائیسواں باب (22)

سنیوں کی نماز صحیح ہوتی ہے یا شیعوں کی

مولوی صاحب: مگر نماز میں بھی تو شیعوں کی بہت سی باتیں ایسی ہیں جن پر اطمینان نہیں ہوتا۔

ہدایت خاتون: ان کو بھی بیان کر ڈالو۔

مولوی صاحب: ایک یہ کیا کم ہے کہ تم لوگ ظہر و عصر و مغرب و عشاء کی نمازیں ایک ساتھ پڑھتے ہو دو وقت کا کام ایک دفعہ کر ڈالنا کیسے صحیح ہو سکتا ہے؟

ہدایت خاتون: اگر حضرت رسولؐ نے ایسا ہی کیا ہو تو پہلے حضرتؐ پر اعتراض کرنا چاہیے۔

مولوی صاحب: یہ تم لوگوں کا اتہام ہے ہرگز حضرت رسول مقبولؐ ایسا نہیں کرتے تھے۔

ہدایت خاتون: تو تمہارے مذہب کی کتابیں غلط بیان کرتی اور آنحضرتؐ پر افترا کرتی ہیں دیکھو صحیح مسلم میں ہے

" قال رجل لا بن عباس الصلوٰة فسکت ثم قال الصلوٰة فکست ثم قال الصلوة فکست ثم قال لا ام لک اتعلمنا بالصلوة کنا نجمع بین الصلوتین علے عهد رسول الله وعن سعید بن جبیر عن ابن عباس قال صلی رسول الله الظهر والعصر جمیعا

والمغرب والعشاء جميعا فی غیر خوف ولا سفر.

ایک شخص نے جناب ابن عباس سے کہا کہ نماز کا وقت آ گیا۔ ممدوح نے کوئی جواب نہیں دیا' اس شخص نے پھر کہا جناب ابن عباس نے پھر جواب نہیں دیا۔ اس شخص نے تیسری بار بھی کہا اب بھی جناب ابن عباس نے سکوت ہی کیا' پھر کہا' کیا تم ہم کو اوقات نماز تعلیم کرتے ہو؟ کیا نہیں جانتے کہ ہم رگ عہد رسول اللہ میں بھی دو دو نمازیں ایک ہی وقت پڑھتے تھے۔ اور سعید بن جبیر جناب ابن عباس سے روایت کرتے تھے کہ حضرت رسول خدا نے نماز ظہر وعصر ایک ہی وقت میں اور نماز مغرب وعشاء بھی ایک ہی وقت میں پڑھی تھی۔ اس حالت میں کہ نہ کوئی خوف تھا نہ سفر۔ (صحیح مسلم جلد ۱' ۲۴۶)

"وعن سعید بن جبیر عن ابن عباس قال جمع رسول اللہ بین الظھر والعصر والمغرب والعشاء بالمدینة فی غیر خوف ولا مطر"

جناب ابن عباس سے روایت ہے کہ حضرت رسول خدا نے نماز ظہر وعصر اور نماز مغرب وعشاء کو مدینہ میں ایک ہی وقت پڑھا۔ ایسی حالت میں نہ کسی امر کا خوف تھا نہ پانی برستا تھا۔ (صحیح مسلم جلد ۱' ۲۴۶)

اور سنو:

عن ابن عباس قال جمع رسو اللہ بین الظھر والعصر و بین مغرب والعشاء بالمدینة من غیر خوف ولا مطر'.

جناب ابن عباس کہتے ہیں کہ حضرت رسول خدا نے بغیر خوف اور بغیر بارش کے مدینہ میں نماز ظہر وعصر اور نماز مغرب وعشاء ایک ہی وقت میں پڑھیں (جامع ترمذی جلد ۱' ۴۶ و دراسات اللبیب ۲۴۹)

اور امام فخر الدین رازی نے آیہ مبارکہ '' اقم الصلوۃ لد لوک الشمس الی غسق الیل " نماز کو سورج ڈھلنے سے رات کی اندھیری تک درستی سے پڑھتے رہ (پ ۱۵ رکوع ۹) کی ذیل میں لکھا ہے " ھذا الایۃ تو ھم ان للظھر والعصر وقتا واحدا وللمغرب والعشاء وقتا واحدا " یہ آیت بتاتی ہے کہ یقیناً کہ نماز ظہر و عصر اور نماز مغرب و عشاء کا وقت ایک ہی ایک ہے (تفسیر کبیر جلد ۳، ۴۵۲) امام شوکانی اس مضمون کی حدیثوں کا ذکر کر کے لکھتے ہیں۔

ولا یخفاک ان الحدیث صحیح وترک الجمھور للعمل به لا یقدح فی صحته ولا یوجب سقوط الا ستدلال به وقد اخذ به بعض اھل العلم.

مخفی نہ رہے کہ یہ حدیث (ایک وقت میں دو نمازوں کا پڑھنا) صحیح ہے اور جمہور کا اسپر عمل نہ کرنا حدیث کی صحت میں موجب قدح نہیں ہوسکتا۔ اور نہ یہ لازم آتا ہے کہ اس حدیث سے استدلال نہ کیا جائے کیونکہ اہل علم نے اس حدیث سے استفادہ کیا ہے (نیل الاوطار از المصالحہ ۶۵) اور تمہارے آیۃ اللہ شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی نے لکھا ہے۔

نکانت اوقات الصلوۃ فی الاصل ثلاثة الفجر والعشی وغسق اللیل وھو قوله تعالی اقم الصلوۃ لد لوک الشمس الا یة وانما قال الی غسق اللیل لا ن صلوۃ العشی ممتدۃ الیه حکما نعدم وجود افصل ولد لک جاز عند الضرورۃ الجمع بین الظھر والعصر و بین المغرب والعشاء فھذا اصل .

یعنی نماز کے اوقات حقیقت میں تین ہی ہیں۔ صبح ،ظہر اور رات کی تاریکی کا وقت اور یہی مفہوم خدا کے اس قول " اقم الصلوۃ لد لوک الشمس " کا

ہے۔اور "الی غسق اللیل " اس وجہ سے فرمایا ہے کہ ظہر کی نماز کا وقت غروب آفتاب تک پھیلا ہوا ہے کیونکہ دونوں کے درمیان کوئی فاصلہ نہیں اور اس وجہ سے ضرورت کے وقت نماز ظہر اور نماز عصر میں نیز نماز مغرب وعشاء میں جمع کرنا (ایک ہی وقت پڑھنا جائز ہے (حجتہ اللہ البالغہ ۱۹۳)

مولوی صاحب: بس کرو' اتنی دلیلیں کافی ہیں جب صحیح مسلم تک یہ مضمون موجود ہے۔تو اب کسی کتاب کی عبارت پڑھنی بیکار ہے اس کو تو لوگوں نے قرآن مجید کے بعد صحیح بخاری کے برابر اور دنیا کی کل کتابوں سے زیادہ صحیح مانا ہے۔مگر تم کس کس بات کو ثابت کرو گی ۔ساز۔کے قبل تم لوگ اذان کہتی ہو۔اس میں " اشھدان علیاولی اللہ "بھی تو کہتی ہو۔

ہدایت خاتون: اس کو ہمارے علماء نے لکھ دیا ہے کہ جزو اذان نہیں ہے تبرکا کہتے ہیں۔

مولوی صاحب: مانا کہ جزیت سے انکار ہے مگر پھر کہتے کیوں ہیں؟ تبرکا کہنا بھی تو موجب اعتراض ہے ہر جگہ حضرت علیؑ کا نام کیوں لیا جاتا ہے؟

ہدایت خاتون: اس لیے تم لوگوں کو شبہ نہ ہو کہ ہم لوگ سنی ہیں اور آ کر ہم لوگوں کے پیچھے نماز پڑھنے لگو۔اگر غور کرو تو یہ بھی ہم لوگوں کا تم لوگوں پر احسان عظیم ہے کہ تم کو مفت کی زحمت اور فضول کی پریشانی سے بچادیتے ہیں۔اگر ہماری کسی مسجد میں نماز ہونے لگے اد اذان دی جائے تو " اشھد ان محمد رسو ل اللہ "کے بعد تم لوگ دوڑنے لگو گے کہ چلو نماز با جماعت پڑھ لیں۔مگر ہم لوگ تو رحمتہ للعالمین کے سچے پیرو ہیں اس وقت " اشھد ان علیا ولی اللہ" کہہ دیتے ہیں تاکہ تم لوگ سمجھ جاؤ کہ ہم لوگ شیعہ ہیں اور اس مسجد میں آنے کا ارادہ ترک کردو۔اس طرح یہ مصلحت بھی ہوسکتا ہے کہ اس سے شیعوں کو معلوم ہو جائے کہ ان کی مسجد میں نماز ہو رہی ہے اور آ کر وہاں پڑھیں اگر امام جماعت موجود ہے تو جماعت کا ثواب لیں ورنہ اپنی مسجد کے آباد کرنے کا اجر عظیم پائیں غرض بہت سے فوائد ہیں۔

مولوی صاحب: تمہارا ذہن تو بلا کا ہے اس میں کیسی خوبصورت توجیہہ پیدا کردی کہ اب کوئی اعتراض ہی نہیں ہوسکتا۔ واقعاً اس سے شیعہ سنی مسجدوں کی تمیز آسانی سے ہوجاتی ہے۔

ہدایت خاتون: اذان کہنا سنت ہی تو ہے کوئی واجب کام تو ہے نہیں اگر اس میں ایک مستحب جملہ (اشهد ان عليا ولی الله و خليفته بلا فصل) کہہ کر سنیوں اور شیعوں کو بھی بتادیں کہ کس جماعت کی اذان ہے تو مناسب فعل ہی سمجھا جائے گا۔ اور اس پر کوئی اعتراض کرنا خلاف عقل ہوگا۔

مولوی صاحب: مگر تم لوگ اذان میں "حی علے خير العمل" بھی تو کہتی ہو یہ بدعت ہے یانہیں۔

ہدایت خاتون: یہ تو ہرگز بدعت نہیں ہے تمہارے امام شوکانی نے لکھا ہے:

اخرج البيهقی فی سننه الكبری باسناد صحيح عن عبدالله بن عمرانه كان يوذن بحی علے خير العمل احيانا وروی فيها عن علی ابن الحسين انه قال هو الاذان الا ول وقد ذهب العترة الے اثباتا وانه لعبد قول الموذن حی علے الفلاح قالو ايقول مرتين حی علے خير العمل .

امام بیہقی نے اپنی کتاب سنن کبریٰ میں باسناد صحیح روایت کی ہے کہ حضرت عمرؓ کے بڑے صاحبزادے جناب عبداللہ (جلیل القدر صحابی) اذان میں کبھی کبھی "حی علے خیرالعمل" بھی کہتے تھے۔ اور سنن بیہقی میں یہ بھی مروی ہے کہ امام زین العابدینؑ نے فرمایا کہ ابتدائی اذان یہی ہے۔ (امام شوکانی فرماتے ہیں) اور تحقیق مذہب اہل بیت بھی یہی ہے یعنی یہ کہ "حی علے الفلاح" کے بعد حی علے خیر العمل بھی کہا جائے (نیل الاوطار جلد ۱ ۳۴۸)

اورعلامہ علی متقی لکھتے ہیں " کان بلال یوذن بالصبح ویقول حی علے خیر العمل " جناب بلالؓ صبح کی اذان دیا کرتے تو اس میں حی علے خیر العمل بھی کہتے تھے (کنز الاعمال جلد ۴ ص ۱۷۴) اور حضرت قطب ربانی شیخ عبدالوہاب شعرانی نے فرمایا " ماعرفت مستند من کرہ قول الموذن حی علے خیر العمل فانه روے ان رسول الله امر بها یوم حضر الخندق " جناب شیخ اکبر محی الدین ابن عربی نے فرمایا ہے کہ جولوگ اذان میں حی علے خیر العمل کہنے پر اعتراض کرتے ہیں ان کے اعتراض کی سند مجھے نہیں ملی کیونکہ خود حضرت رسولؐ خدا نے خندق کھودنے کے دن اذان میں یہ جملہ کہنے کا حکم فرمایا ہے (کبریت احمر برحاشیہ الیواقیت والجواہر جلد ۱ ص ۴۳) اور تماشہ سنو صحیح مسلم کی شرح میں ہے " اور فجر کی اذان میں حی علے الفلاح کے بعد دوبارہ الصلوۃ خیر من النوم " کہے۔ اس کو تثویب کہتے ہیں اور سوا فجر کے اور آذانوں میں اس کا کہنا ثابت نہیں ہے بلکہ بدعت ہے۔ اسی طرح حی علے خیر العمل کہنا اکثر علماء کے نزدیک ثابت نہیں۔ اور اہل بیت کی کتابوں میں حی علے خیر العمل " کہنا رسولؐ اللہ سے نقل کیا گیا ہے۔ احکام میں ہے کہ حی علے خیر العمل " رسولؐ اللہ کے زمانہ میں اذان میں رائج تھا پھر حضرت عمرؓ کے زمانہ میں موقوف کیا گیا۔ اور بیہقی نے سنن کبریٰ میں باسناد صحیح عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کیا کہ وہ کبھی کبھی اذان میں حی علے خیر العمل کہتے اور علیؑ بن حسینؑ سے روایت کیا کہ پہلے اذان یوں ہی تھی بہر حال اس کا ثبوت موقوفاً ہوا (کتاب المعلم مطبوعہ لاہور جلد ۱ ص ۵۲۸)

مولوی صاحب: ارے! صحیح مسلم کی شرح ایسی معتبر کتاب میں یہ عبارت موجود ہے؟

ہدایت خاتون: کتاب حاضر ہے دیکھ لو۔ اس سے تو یہ واضح ہوگیا کہ اہل سنت کی کتابوں میں حضرت رسولؐ خدا سے اس کا حکم نقل کیا گیا ہے مگر تمہارے علماء کے نزدیک ثابت نہیں، حالانکہ یہ بھی لکھتے ہیں کہ رسولؐ خدا کے زمانہ میں یہ کلمہ رائج تھا صرف حضرت عمرؓ نے اس کو موقوف کیا پھر یہ بھی قابل غور ہے کہ حضرت عمرؓ کے منع کرنے پر بھی ان کے بیٹے جناب عبداللہؓ نہیں مانتے اور اس

کو اذان میں کہتے تھے۔ یہ بھی واضح ہوا کہ ابتدائی (یعنی حضرت رسولؐ خدا) کے زمانہ کی اذان یہی ہے۔ اب بتاؤ تم حضرت رسولؐ خدا کی امت میں ہو یا حضرت عمرؓ کی؟ حضرت رسولؐ خدا کو پیغمبر مانتے ہو یا حضرت عمرؓ کو حضرت رسولؐ خدا کو اپنا شفیع مانتے ہو یا حضرت عمرؓ کو؟

مولوی صاحب: کیا خوب! حضرت عمرؓ کو حضرت رسولؐ خدا سے کیا نسبت؟

ہدایت خاتون: پھر جو اذان رسول کے زمانہ میں تھی اس کو کیوں نہیں اختیار کرتے اور حضرت عمرؓ کے منع کرنے پر کیوں عمل کرتے ہو۔ حضرت عمرؓ نے جو متعہ کو منع کیا تو وہ بھی حضرت رسولؐ کے مقابلہ میں ہی کیا اسی طرح حضرت عمر نے حی علی خیرالعمل کے ساتھ بھی عمل کیا۔

مولوی صاحب: وہ تو بدکاری ہے اس کا نام نہ لو اس سے سب کو شرم آنا چاہیے۔

ہدایت خاتون: خیر اگر بدکاری تھی تو رسولؐ خدا نے اس کا حکم کیوں دیا؟ ان لوگوں نے نکاح کو جائز رکھا اور انہیں لوگوں نے متعہ کو بھی جائز کیا تو کسی مسلمان کو اعتراض کا کیا حق ہے؟

مولوی صاحب: خیر بحث تو حی علی خیر العمل کی ہے اس کی دلیلیں ہوں تو بیان کرتی جاؤ۔

ہدایت خاتون: اور سنو امام محمد تحریر فرماتے ہیں۔

عن ابن عمر انه كان يكبر فى النداء ثلثا ويتشهد ثلثا و كان احيانا اذا قال حى على الفلاح قال على اثرها حى على خير العمل"

جناب عبداللہ بن عمر سے مروی ہے کہ وہ اذان میں تکبیر اور شہادتیں کہہ کر کبھی کبھی حی علی الفلاح کے بعد حی علی خیرالعمل بھی کہتے تھے

(موطا والمصالحہ ۲۸)

مولوی صاحب: یہ کوئی مہتم بالشان مسئلہ نہیں بس کرو اتنے شواہد کافی ہیں۔

ہدایت خاتون: اس کے مقابلے میں تمہارے ہاں " الصلوۃ خیر من النوم" کی بدعت

جاری ہے جو نہ صرف حضرت رسولؐ خدا کے زمانہ میں جاری تھی نہ آنحضرتؐ کے زمانہ میں کسی صحابی نے بھی کہا نہ خدا نے اس کا کبھی حکم دیا۔صرف حضرت عمر نے اس کی ایجاد کی اور تمام اہل سنت اس کو لے اڑے علامہ علی متقی نے لکھا ہے:

عن ابن جریج قال اخبر نی عمر بن حفص ان سعدا اول من قال الصلوۃ خیر من النوم فی خلافته عمر فقال بدعة لوتر[illegible]ہ وان بلالم یوذن لعمر "

ابن جریج کہتے تھے کہ سعد پہلے بزرگ ہیں جنہوں نے حضرت عمر کی خلافت میں اذان میں "الصلوۃ خیر من النوم " کہا اور کہا کہ یہ بدعت ہے بہتر تھا کہ لوگ اس کو ترک کر دیتے اور جناب بلالؓ موذن رسولؐ نے خلیفہ وقت کے کہنے پر اذان کہنا ہی ترک کر دی مگر یہ جملہ نہیں کہا" عن ابن عمر عن عمر قال لموذنه اذا بلغت حی علے الفلاح فی الفجر فقل الصلوۃ خیر من النوم رواہ الدار قطنی "(ابن ماجہ وبیہقی)

حضرت ابن عمر سے مروی ہے کہ حضرت عمر نے اپنے موذن سے کہا کہ جب تو حی علے الفلاح پر نماز صبح کی اذان میں پہنچا تو الصلوۃ خیر من النوم بھی کہنا اس کی روایت ابن ماجہ دار قطنی وبیہقی نے کی ہے " عن مجاهد قال کنت مع ابن عمر فسمع رجلایثوب فی المسجد فقال اخرج بنا من عند هذا المبتدع" مجاہد کہتے تھے کہ میں جناب عبداللہ بن عمر کے ساتھ تھا اور انہوں نے سنا کہ ایک شخص مسجد میں الصلوٰۃ خیر من النوم کہ رہا تھا تو عبداللہ بن عمرؓ نے کہا مجھے اس بدعتی کے پاس سے جلدی نکال کرلے چلو (کنز الاعمال جلد ۴ ۲۷۰)

مولوی صاحب: یہ تو ٹھیک ہے کہ حضرت عمر نے اس کی ایجاد کی مگر اس میں عقلی برائی کیا ہوئی؟

ہدایت خاتون: تو اذان میں اگر کوئی کہے الاسلام خیر من الکفو (اسلام کفر سے بہتر ہے) "الدین خیر من الالحاد "(مذہب لا مذہبیت سے بہتر ہے) المصلی خیر من تارک

الصلوۃ " (نماز پڑھنے والا تارک الصلوۃ سے بہتر ہے)" النور خیر من الظلم " (روشنی تاریکی سے بہتر ہے) تو تم کوئی اعتراض نہیں کرو گے کیونکہ ان سب کے کہنے میں بھی تو کوئی عقلی برائی نہیں ہے۔اسی طرح دنیا کی کل خوبیاں اذان میں بھرے جاؤ۔

مولوی صاحب: یہ تو تم نے بڑی ٹیڑھی کھیر پکائی واقعاً تمہیں خوب سوجھی۔پھڑکا دیا۔

ہدایت خاتون: سوال تو یہ نہیں ہے کہ جب خدا اور رسولؐ نے شریعت کی کل باتیں معین کردی تھیں تو حضرت عمر کو ان سب میں اصلاح دینے کا حق کس نے عطا کردیا۔

مولوی صاحب: خیر اب اس مسئلہ کو چھوڑو "الصلوٰۃ خیر من النوم " کے پیچھے کیوں پڑ رہی ہو تم اپنی نماز کی خوبی سمجھا دو کہ میں اب تمہارا مذہب قبول کرلوں ایک بڑا فرق تمہاری اور میری نماز میں ہاتھ کھولنے اور باندھنے کا بھی تو ہے۔

ہدایت خاتون: میرے اور تمہاری بحث کا مدار قرآن مجید کی آیات پر ہے۔بس اسی اصول سے بتاؤ کہ نماز میں ہاتھ باندھنے کی تم لوگ کون سی دلیل قرآن مجید سے دے سکتے ہو؟

مولوی صاحب: اس کی تو کوئی دلیل نہیں ہے مگر تم لوگ بھی تو قرآن مجید سے کوئی دلیل اس بات کی پیش نہیں کرسکتیں کہ نماز میں ہاتھ باندھنا نہیں چاہیے بلکہ کھولنا چاہیے۔

ہدایت خاتون: فرض کرو کہ قرآن مجید میں ہاتھ کھول کر پڑھنے کا بھی حکم نہیں ملتا۔تو اصل کیا قرار پائے گی؟ یہ کہ ہاتھ کھلا رہے کیونکہ ہاتھ باندھنے کے حکم کی کوئی دلیل نہ ملنا ہی اس کی دلیل ہے کہ جس طرح نماز سے پہلے آدمی ہاتھ کھولے رہتا ہے اسی طرح نماز شروع کرنے پر بھی کھولے ہی رہے اور بزرگان دین یہی کرتے رہے ہیں۔تمہاری معتبر کتب حدیث سے ثابت ہے کہ حضرت رسولؐ ہاتھ کھول کر نماز پڑھتے تھے ان امور کی دلیل میں حسب ذیل بیان انشاء اللہ کافی ہوگا۔

کان عمر بن الخطاب یقتل القلمته فی الصلوٰۃ حتے یظھر دمھا علے یدہ .

حضرت عمرؓ نماز میں جوئیں مارا کرتے یہاں تک کہ اس جانور کا خون آپ کے ہاتھ میں بھر جاتا۔ (کنز الاعمال جلد ۴، ۲۳۴) یہ قوی دلیل ہے اس کی کہ آپ ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھتے اگر باندھ کر پڑھتے تو اس کثرت سے جوئیں کیونکر مارتے کہ ہاتھ میں خون بھر جایا کرتا۔" عن ابن عباس قال اذا تثاءب احد کم فی الصلٰوۃ فلیضع یدہ علے فیہ" حضرت رسولؐ خدا نے فرمایا جب کسی کو نماز میں جمائی آئے تو اپنا ہاتھ منہ پر رکھ لے (کتاب مذکور ۲۳۱) معلوم ہوا کہ ہاتھ کھول کر نماز پڑھنی چاہیے۔ اگر ہاتھ باندھا جائے گا تو جمائی کے وقت منہ پر کیسے رکھا جائے گا۔

عن عمر بن الخطاب قال من کف یدہ فی صلوۃ مکتوبتہ فلم یعبث بشئی کان افضل اجرا ممن تصدق بکذا و کذا من ذھب حضرت عمر نے فرمایا جو شخص نماز میں اپنے ہاتھ کو روکے رکھے۔ اور کسی چیز سے کھیل نہ کرے تو سونا صدقہ دینے سے زیادہ اس کو ثواب ہوگا۔ اس کا بھی یہی مطلب ہے کہ ہاتھوں کو باندھے نہیں بلکہ کھلا ہوا چھوڑ دے اور روکے رہے۔ یعنی اپنے بدن اور کپڑے وغیرہ سے شغل نہ کرے۔ "ابصر رسول اللہ رجلا یعبث بلحیتہ فی الصلٰوۃ" حضرت رسولؐ خدا نے ایک صحابی کو دیکھا کہ نماز میں اپنی ریش مبارک سے کھیل رہے ہیں (منتخب کنز الاعمال جلد ۳، ۲۲۱)

واضح رہے کہ نماز میں داڑھی کے ساتھ ساتھ ہی سے کوئی شخص کھیل سکتا ہے۔ اگر ہاتھ باندھ کر نماز پڑھی جاتی تو صحابہ کو اپنی داڑھی کے ساتھ کھیلنے کا موقع کیونکر ملتا؟ ہاتھ کھول کر نماز پڑھنے میں یہ صورت ہو سکتی ہے کہ لٹکا ہوا ہاتھ کبھی کبھی داڑھی پر چلا جائے اور اس سے شغل کرنے لگے" عن ابن عمر عن النبیؐ کان ربما یضع یدہ علے لحیتہ فی الصلٰوۃ من غیر عبث" جناب ابن عمر کہتے تھے کہ حضرت رسولؐ خدا اکثر نماز میں اپنا ہاتھ ریش مبارک پر رکھتے

جس سے کھیل مقصود نہیں ہوتا۔ (کنزالاعمال جلد۴' ۲۳۴) کیا یہ ممکن ہے کہ ہاتھ تو بندھا ہوا ہو اور پھر داڑھی پر بھی جلد جلد پہنچتا رہے؟ اس سے یہ بھی طے ہوگیا کہ آنحضرتؐ ہاتھ کھول کر نماز پڑھتے تھے۔ آنحضرت کا یہ حکم بھی سننے کے قابل ہے:

لا یتم صلوٰة احد کم حتے یسبغ الوضوء کما امره الله فیغسل وجهه ویدیه الے المرفقین ویمسح راسه ورجلیه الی الکعبین ثم یکبر الله یحمده ویجده ویقرء مائیسر من القرآن مما علمه الله واذن له فیه ثم یکبر فیر کع فیضع کفیه علے رکبیته فیرفع حتے تطمئن مفاصله وتستر خی ثم یقول سمع الله لمن حمده فیستری قائمه حتے یا خذ کل عظم ماخذه ویقیم صلبه ثم یکبر مین سجد فیمکن جهة من الارض حتے تطمئن مفاصله وتسترخی ثم یکبر فیر فع راسه فیستوی قاعد اعلے مقعد ته ویقیم صلبه ثم یکبر فسیجد حتے یمکن وجهه ویستر خی لا تتم صلوة احد کم حتے یفعل ذلک .

یعنی کسی کی نماز پوری نہیں ہوگی جب تک اس کو اس طرح نہ پڑھے کہ پورا وضو کرے اور اس طرح کہ اپنا منہ دھوئے پھر کہنیوں تک دونوں ہاتھ دھوئے پھر سر اور اپنے پاؤں پر مسح کرے پھر تکبیر کہے پھر حمد و مجد بجالائے پھر خدا نے جس قدر حکم دیا ہے۔ قرآن کے سوروں کو پڑھے پھر تکبیر کہہ کر رکوع میں جائے اور اپنی دونوں ہتھیلیاں اپنے دونوں گھٹنوں پر رکھے پھر سیدھا کھڑا ہو کر "سمع الله لمن حمده" کہے پھر سیدھا ہی کھڑا رہ کر تکبیر کہے پھر سجدہ میں جائے اور مٹی پر اپنے سر کو رکھ کر پھر تکبیر کہہ کر سر اٹھائے۔ اور برابر بیٹھے پھر تکبیر کہہ کر سجدہ میں جائے اور مٹی پر پیشانی کو رکھے۔ غرض کسی کی نماز کامل نہیں ہوگی جب

تک یہ سب نہ کرے۔ (کنز الاعمال' جلد۴٬ ۹۳)

اگر اس حدیث پر غور کرو تو کل اختلافات کا فیصلہ آسانی سے ہو جائے آنحضرتؐ نے نماز کل حرکتوں کی تفصیل کردی ہے۔ ہاتھ اٹھانے اور دونوں ہتھیلیوں کو گھٹنے پر رکھنے تک کی تصریح فرمائی ہے۔ مگر کہیں ہاتھ باندھنے کا ذکر نہیں کیا' اس سے واضح تر دلیل کیا ہوگی اس امر کی کہ نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم نہ خدا نے دیا ہے نہ رسولؐ نے اور جو لوگ ایسا کرتے ہیں وہ حکم خدا اور رسولؐ کے خلاف کرتے ہیں' اسی وجہ سے تم لوگوں کا زبردست فرقہ مالکی بھی ہاتھ کھول کر ہی نماز پڑھتا ہے۔ اور خود امام مالک بھی ہاتھ کھول کر ہی نماز پڑھتے تھے۔ چنانچہ علامہ عبدالوہاب شعرانی اپنی کتاب رحمتہ الامہ فی اختلاف الائمہ میں لکھتے ہیں " **فی روایته عن مالک وهے المشهورة انه یرسل یدیه ارسالا۔** " امام مالک صاحب سے روایت ہے اور یہی مشہور بھی ہے کہ وہ ہاتھ کھول کر نماز پڑھتے تھے (کتاب مذکور' ۳۸) اور کتاب مصنف ابی شیبہ میں ہے۔

من کان یرسل یدیه فی الصلوة حدثنا هشیم عن یونس عن الحسن ومصره عن ابراهیم انهما کان یرسلان ایدیهما فی الصلوة حدثنا عفان ثنا یزید بن ابراهیم سمعت عمرو بن دینار کان ابن الزبیر اذا صلے یرسل یدیه.......... عن ابن سیرین انه سئل عن لرجل یمسک یمینه بشمالا قال انما فعل ذلک من اجل الدم ...... عبدالله قال مارایت ابن المسیب قابضا یمینه فی الصلوة کان یرسلهما .... عبدالله قال کنت اطوف مع سعید بن جبیر فرامے رجلا واضعا احدے یدیه علے ءلاخرے هذا علے هذا اوهذا علے هذا فذهب ففرق بینهما .

یعنی باب ان کے بیان کا جو نماز میں ہاتھ کھولتے تھے ہشیم یونس سے وہ حسن اور مصرہ وہ ابراہیم سے روایت کرتے ہیں کہ دونوں ہاتھ کھول کر نماز پڑھتے' ابن

زبیر بھی ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھا کرتے۔ ابن سیرین سے سوال کیا گیا اس شخص کے بارے میں جو اپنا داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ سے پکڑتا ہے۔ تو کہا یہ نہیں کیا تھا مگر بہ سبب خون کے۔ عبداللہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے ابن مسیّب کو کبھی ہاتھ پکڑتے ہوئے نہیں دیکھا وہ دونوں کو چھوڑ کر نماز پڑھتے۔ عبداللہ کی روایت ہے کہ میں ایک دفعہ سعید بن جبیر کے ساتھ طواف کر رہا تھا۔ ایک آدمی کو انہوں نے دیکھا کہ داہنا ہاتھ بائیں پر یا یہ اس پر رکھے ہے تو وہ گئے اور اس کے دونوں ہاتھوں کو جدا کر دیا پھر واپس آئے (مصنف ابن ابی شیبہ)

اور علامہ محمد معین لاہوری لکھتے ہیں۔

ان اجتماع اهل المدينة المطهرة حجة انده عولت علما مذهبه في ارسال اليدين حالة القيام في الصلوٰة علی اهلها.

مدینہ منورہ کے مسلمان کا اجماع حجت ہے۔ یہاں تک کہ فرقہ مالکی کے علماء نے حالت قیام میں ہاتھ کھول کر نماز پڑھنے کا حکم اس وجہ سے دیا ہے کہ مدینہ کے مسلمانوں کا یہی عمل تھا۔ اسی عبارت کے آخر میں یہ بھی ہے کہ "كان ابن زبير اذا صلی يرسل يديه" عبداللہ بن زبیر ہاتھ کھول کر نماز پڑھتے تھے (دراسات اللبیب مطبوعہ لاہور ۳۴۰)

اور جناب شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی نے لکھا ہے "و مذہب مالک ارسال است باجواز وضع و نیز شیخ ابن حجر در فتح الباری گفتہ کہ مشہور از مذہب نزد آئمہ مالکیہ ارسال است و نزد بعضے از ایشاں وضع تیز آمدہ ولیکن انچہ معمول است نزد ایشاں ہماں ارسال است" امام مالک کا مذہب ہے کہ ہاتھ کھول کر نماز پڑھے۔ علامہ ابن حجر نے فتح الباری میں بھی یہی لکھا ہے (شرح سفر السعادۃ ۶۰) اور زرقانی نے لکھا ہے

"روى ابن القاسم عن مالك الارسال مصار اليه اكثر اصحابه

ابن القاسم نے امام مالک سے ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھنا روایت کیا ہے اور امام مالک کے اکثر اصحاب کا بھی یہی مذہب ہے (شرح موطا)

اور علامہ شوکانی نے لکھا ہے:

روی ابن المنذر عن ابن الزبیر والحسن البصری والنخعی انه یر سلهما ولا یضع الیمنیٰ علی الیسریٰ

ابن منذر نے ابن زبیر و حسن بصری اور نخعی سے روایت کی ہے کہ وہ ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھتے تھے۔ اور ابن سید الناس نے امام اوزاعی سے نقل کیا ہے کہ وہ ہاتھ چھوڑ کر اور ہاتھ باندھ کر دونوں طرح نماز کو جائز سمجھتے تھے۔

(نیل الاوطار جلد ۲، ۷۶)

اور مولانا وحید الزمان خان صاحب نے لکھا ہے۔

فمن جعل الارسال من شعائر الروافض فقد اخطاء .

جس نے ہاتھ کھول کر نماز پڑھنے کو شیعوں کی علامت قرار دی ہے اس نے غلطی کی (هدیۃ المهدی جلد ۴، ۱۲۶)

مولوی صاحب: ماشاء اللہ تم اپنے مذہب کی حقیقت ثابت کرنے میں اس وقت تک کمزور نہیں رہی افسوس اگر تم مرد ہوتیں تو نہ معلوم تمہارے مذہب کو کس قدر فوائد ہوتے؟

ہدایت خاتون: لیکن اگر میری وجہ سے تم اکیلے ہی شیعہ ہو گئے تو مجھے قوی امید ہے کہ تم اس کی کو پوری کردو گے اور تمہاری وجہ سے ہندوستان کے لاکھوں سنی بھائیوں کو مذہب حق اثنا عشریہ مل جائے گا۔

مولوی صاحب: اللہ تعالیٰ کا فضل شامل حال ہوگا تو کوئی بڑی بات نہیں۔ ہے ہاں تم لوگ نماز میں رفع یدین بھی تو کرتی ہو یعنی جب تکبیر کہتی ہو تو ہاتھوں کو بلند کرتی ہو۔

ہدایت خاتون: یہ تو مذہب اہل سنت میں بھی ہے۔ دیکھو امام بخاری اور امام مالک نے لکھا ہے۔

عن عبدالله بن عمر قال رایت رسول الله اذا اقسام فی ،لصلوة رفع یدیه وکان یفعل ذلک حین یکبر للرکوع ویفعل ذلک اذار فع راسه من الرکوع ویقول سمع الله لمن حمده .

جناب عبداللہ بن عمر کہتے تھے کہ میں نے رسولؐ خدا کو نماز پڑھتے دیکھا ہے۔ جب حضرتؐ نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو تکبیر کہتے اور ہاتھوں کو بلند کرتے اور رکوع کے قبل جب تکبیر کہتے تب بھی ہاتھوں کو بلند کرتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے اور تکبیر کہتے تب بھی ہاتھوں کو بلند کرتے اور سمع اللہ لمن حمدہ کہتے تھے

(صحیح بخاری جلد ۱ ص ۸۹ موطا ۲۵)

اور امام بخاری وابوداؤد نے لکھا ہے:

عن نافع عن ابن عمر کان اذا دخل فی الصلوٰة کبر ورفع یدیه واذا قام من الرکعتین رفع یدیه واذ قال سمع الله لمن حمده رفع یدیه ورفع ذلک ابن عمر الی النبیؐ .

نافع سے روایت ہے کہ جناب عبداللہ بن عمرؓ جب نماز شروع کرتے اور رکوع میں جاتے اور سمع الله لمن حمده کہتے اور دونوں رکعتوں سے اٹھتے تو رفع یدین کرتے اور ابن عمر نے اس حدیث کو آنحضرتؐ تک رفع کیا ہے (از المصالحہ ۵۰) اور سنن ابن ماجہ میں ہے۔

کان النبیؐ اذا قام الی الصلوة المکتوبه کبرو رفع یدیه حتے تکونا حذ و منکبیه واذا ارادان یرکع فعل مثل ذلک وعن ابن عباس ان رسو ل الله کان یرفع یدیه عند کل تکبیر.

حضرت رسولؐ خدا جب نماز معین کے لیے کھڑے ہوتے اور تکبیر کہتے تو اپنے دونوں ہاتھ بلند کرتے یہاں تک کہ شانوں کے مقابلہ میں آ جاتے۔ اور جب

رکوع میں جانا چاہتے اوراس وقت بھی اس طرح رفع یدین عمل میں لاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے اور دونوں سجدوں سے اٹھتے وقت بھی رفع یدین فرماتے تھے اور جناب ابن عباس سے مروی ہے کہ حضرت رسولؐ خدا ہر تکبیر پر رفع یدین فرماتے تھے (سنن ابن ماجہ ۶۲)

اور امام نسائی نے لکھا ہے۔

عن مالک بن الحویرث ان النبیؐ کان اذا دخل فی الصلوٰۃ یعنی رفع یدیه و اذا رکع فعل مثل ذلک کله یعنی رفع یدیه .

مالک بن حویرث سے مروی ہے کہ حضرت رسولؐ خدا جب نماز شروع فرماتے اور رکوع میں جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے اور دونوں سجدوں سے سر اٹھاتے تو رفع یدین فرماتے تھے۔(سنن نسائی جلد ا ۱۴۰)

مولوی صاحب: ہاں اس میں اختلاف بہت کم ہے البتہ بڑے معرکہ کے اختلاف ہر سورہ کے پہلے بسم اللہ کہنے یا نہ کہنے کا ہے ہم لوگ تکبیرۃ الاحرام کہنے کے بعد سورۃ الحمد کو بغیر بسم اللہ کہے شروع کردیتے ہیں بلکہ نماز میں کسی سورہ کے پہلے بسم اللہ نہیں پڑھتے اور تم لوگ ہر نماز میں ہر سورہ کے پہلے زور سے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم بھی کہتے ہو۔

ہدایت خاتون: یہ بات تو ہم لوگوں کے فخر کی ہے کہ قرآن مجید کی پیروی کرتے ہیں۔ ہمارے یہاں کا مسلم مسئلہ ہے کہ جب تک ہر سورہ کے قبل بسم اللہ نہیں کہی جائے گی۔کوئی نماز صحیح ہی نہیں ہوگی۔ پس ہماری نماز کے صحیح ہونے کی سب سے بڑی دلیل تو یہ ہے کہ جس طرح قرآن مجید میں خدا نے ہر سورہ کو بسم اللہ سے شروع کیا ہے اور کسی سورہ کو بغیر اس کے نہیں رکھا۔اس طرح شیعہ بھی ہر سورہ کو بسم اللہ سے شروع کرتے اور کسی سورہ کو بغیر اس کے نہیں پڑھتے ہیں۔اور حضرت رسولؐ خدا بھی اسی طرح نماز پڑھتے تھے۔اور ہمیں بھی یہی حکم دیا' چنانچہ حضرت نے فرمایا:

اتانی جبرئیل فعلمنی الصلوٰۃ فقرء بسم اللہ الرحمن الرحیم

فجهر بها .

''حضرت رسولؐ خدا نے فرمایا کہ میرے پاس جبرئیلؑ آئے اور مجھے نماز کی تعلیم دی تو پہلے زور سے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھا'' (کنز الاعمال جلد۴' ۹۶)

" کان رسو ل الله یجهر بسم الله الرحمن الرحیم فی السورتین جمیعا " حضرتؐ رسولؐ خدا نماز میں سورہ سے قبل بسم اللہ الرحمٰن الرحیم زور سے پڑھا کرتے (۲۰۹) "اذا قرائتم الحمد فاقرو ابسم الله الرحمن الرحیم " آنحضرتؐ نے فرمایا جب سورۃ الحمد پڑھنا چاہو تو پہلے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ لو. " اذا قمت فی الصلوة فقل بسم الله الرحمن الرحیم "آنحضرتؐ نے فرمایا کہ جب تم نماز پڑھنے کھڑے ہو تو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ لو (۹۶) اور علامہ سیوطی نے لکھاہے

عن ابن عمرانه کان یقراء فی الصلوٰة بسم الله الرحمن الرحیم فاذا ختم السورة قرها ویقول ما کتبت فی المصحف الا لتقراء

حضرت عمرؓ کے فرزند حضرت عبداللہ کا معمول تھا کہ نماز میں ہر سورہ کے پہلے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھتے ۔ جب ایک سورہ ختم ہو جاتا تو دوسرے کے لیے پھر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھتے اور کہتے تھے کہ یہ قرآن میں اسی لیے لکھا گیا ہے کہ برابر پڑھا بھی جائے ۔

قال رسول الله علمنی جبرائیل الصلوٰة فقام فکبر لنا ثم ر بسم الله الرحمن الرحیم فیما یجمو به فی کل رکعة .

رسولؐ خدا نے فرمایا کہ جبرئیل نے مجھے نماز کی تعلیم کی تو کھڑے ہو کر تکبیر کہی پھر ہر رکعت میں زور سے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھا۔

ان العبادلته کانو ایستفتحون القراء ة بسم الله الرحمن الرحیم یجهرون بها عبدالله بن عباس و عبدالله بن عمرو عبدالله بن الزبیر .

بڑے بڑے صحابہ مثلاً عبداللہ بن عباس وعبداللہ بن عمر وعبداللہ بن زبیر کا معمول تھا کہ نماز شروع کر کے زور سے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہتے۔

عن ابی هریرة قال کنت مع النبی ؑ فی المسجد اذ دخل رجل یصلی فافتتح الصلوٰة وتعوذ ثم قال الحمد لله رب العلمین فسمع النبی ؑ فقال له یارجل قطعت علی نفسک الصلاة اما علمت ان بسم الله الرحمن الرحیم من الحمد فمن ترکها فقد ترک آیة ومن ترک آیة فقد افسد علیه صلاة.

جناب ابو ہریرہؓ روایت کرتے تھے کہ میں حضرت رسولؐ خدا کے پاس مسجد میں تھا کہ ایک شخص آ کر نماز پڑھنے لگا تو اس نے نماز شروع کرنے کی تکبیر کہی اور آعوذ باللہ کہہ کر الحمد للہ رب العلمین پڑھنے لگا۔ اس کو حضرت رسولؐ خدا نے سن لیا تو اس سے فرمایا اے شخص تو نے اپنے نفس پر نماز ہی کو کاٹ ڈالا۔ کیا تجھے معلوم نہیں ہے کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سورہ الحمد کا جزو ہے۔ پس جو شخص اس بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو چھوڑ دے گا وہ سورہ کی ایک آیت چھوڑ دے گا۔ اور جو ایک آیۃ بھی چھوڑے گا وہ اپنی پوری نماز کو باطل اور فاسد کر دے گا۔

عن معویة انه قدم المدینة فصلے بهم ولم یقرء بسم الله الرحمن الرحیم ولم یکبر اذا خفض واذا رفع فناداه المها جرون والانصار حین سلم یامعاویة اسرقت صلاتک این بسم الله الرحمن الرحیم واین التکبیر فلما صلے بعد ذلک قرء بسم الله الرحمن الرحیم لا م القرآن وللسورة التی بعد ها وکبر ها حین یهوے ساجدا.

معاویہ ایک دفعہ مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو (چونکہ خلیفہ وقت وہی تھے)

انہوں نے لوگوں کو نماز پڑھائی لیکن اس طرح کہ نہ سورہ سے پہلے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہا اور نہ جھکتے اور اٹھتے وقت تکبیر کہی۔ جب فارغ ہو گئے تو مہاجرین و انصار پکارنے لگے کہ اے معاویہ کیا تم نے اپنی نماز میں ڈاکہ ڈالا؟ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہاں گیا؟ تکبیریں کیا ہوئی؟ پھر جب معاویہ نے اس کے بعد نماز پڑھی تو الحمد للہ کے پہلے بھی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہا اور اس کے بعد جو سورہ پڑھا اس کے قبل بھی کہا اور جب سجدہ کو جھکے تو تکبیر بھی کہی۔

(تفسیر درمنثور جلد ا ص ۸۰۷)

اب بتاؤ کہ اس زمانہ میں بھی کسی مسلمان کی نماز میں ڈاکا پڑتا ہے یا نہیں؟ اگر پڑتا ہے تو وہ تم لوگوں کے مذہب میں یا ہمارے ہاں۔ ہر شخص یقیناً یہی کہے گا کہ شیعوں کی نماز میں نہ کہیں چوری ہے نہ ڈاکہ جو کچھ ہے وہ تم لوگوں ہی کی نماز میں پھر اس ڈاکے کی نماز پر کس وجہ سے اور کب تک قائم رہو گے؟ کیا اس نماز کی صحت کی کوئی دلیل بھی قرآن مجید سے ہے؟ کوئی عقلی وجہ ہے؟ اور سنو اس واقعہ کے متعلق امام فخر الدین رازی نے لکھا ہے۔

قال الشافعی ان معاویة کان سلطانا عظیم القوة شدید الشوکة فلولاان الجهر بالتسمیة کان کالا مر المتقرر عند کل الصحابة من المهاجرین والا نصار والا لما قد رواعلے اظهار الانکار علیه بسبب ترک التسمیة .

امام شافعی فرماتے تھے کہ معاویہ بڑی قوت اور سخت شوکت اور دبدبہ کا بادشاہ تھا اگر نماز میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کا زور سے پڑھنا کل مہاجرین و انصار کی تحقیق میں بالکل طے شدہ اور یقینی نیز مسلم الثبوت مسئلہ نہ ہوتا تو وہ لوگ معاویہ پر اعتراض کرنے کی جرات نہیں کر سکتے تھے کہ کیوں نماز میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہنا چھوڑ دیا۔ یہ بھی علامہ رازی لکھتے ہیں۔

ولهذا السبب نقل ان علیاً کان مذهبا الجهر بسم الله الرحمن الرحیم فی جمیع الصلوة واقول ان هذا الحجة قویة فی نفسی راسخة فی عقلی لا تزول البتة بسبب کلماة المخالفین .

اسی سبب سے لوگوں نے بیان کیا ہے کہ حضرت علیؑ کا مذہب یہ تھا کہ نماز میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم زور سے پڑھنا چاہیے۔ میں فخر الدین رازی کہتا ہوں کہ یہ حجت میرے نفس میں بہت قوی اور میری عقل کے نزدیک ایسی زبردست ہے جو کسی طرح مخالفین کے اعتراضات سے زائل نہیں ہو سکتی پھر لکھتے ہیں۔

روی البیهقی فی السنن الکبیر عن ابی هریرة قال کان رسول الله یجهر فی الصلوة بسم الله الرحمن الرحیم ثم ان الشیع البیهقی روی الجهر عن عمر بن الخطاب وابن عمر وابن الزبیر واما علی ابن ابی طالب فکان یجهر بالستمیة فقد ثبت بالتواتر و من اقتدی دینه بعلی ابن ابی طالبؓ فقد اهتدی والدلیل علیه قوله علیه السلام اللهم ادر الحق مع علی حیث دار .

امام بیہقی نے اپنی کتاب سنن کبیر میں ابو ہریرہ سے روایت کی ہے کہ کہتے تھے کہ حضرت رسولؐ خدا کا معمول تھا کہ ہر نماز میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو زور سے پڑھتے۔ پھر امام بیہقی نے حضرت عمر و ابن عباس وابن عمر وابن زبیر سے بھی بسم اللہ کے زور سے پڑھنے کی روایت کی ہے اور حضرت علیؑ کا ہر نماز میں بسم اللہ کا زور سے پڑھنا بتواتر ثابت ہے اور جو شخص اپنے مذہب میں حضرت علیؑ کی اقتداء کرے گا وہ ضرور ہدایت پائے گا' کیونکہ حضرت رسولؐ خدا نے فرمایا ہے" اے خدا تو حق کو اس طرف پھیر جدھر علیؑ پھیریں"

ان علیاً کان یبالغ فی الجهر بالتسمیته فلما وصلت الدولة الی بنی

امیہ بالغوافی المنع من الجھر سعیا فی ابطال آثار علیؑ

''حضرت علیؑ کو اس بات میں بہت مبالغہ رہتا کہ بسم اللہ نماز میں زور سے پڑھی جائے مگر جب اسلام کی حکومت خاندان بنی امیہ میں چلی آئی تو ان لوگوں نے زور سے بسم اللہ کہنے کے خلاف پوری طاقت صرف کردی۔ اور لوگوں کو ایسا کرنے سے پوری شدت کے ساتھ روکتے تھے تاکہ حضرت علیؑ کے کل آثار مٹادیں''

''ان الدلائل العقلیة موافقة لنا و عمل علی ابن ابی طالبؑ معنا ومن التخذ علیا اما مالدیة فقد استمسک بالعروة الوثقے فی دینه ونفسه''

یقیناً عقلی دلائل ہمارے ہی موافق ہیں اور حضرت علیؑ کا عمل ہمارے ساتھ ہے اور جو شخص حضرت علیؑ کو اپنے دین کا امام مانے گا بے شک وہ اپنے دین اور اپنی ذات میں عروۃ الوثقیٰ سے تمسک کرے گا (تفسیر کبیر جلد۱ صفحہ ۱۵۹ تا ۱۶۱)

مولوی صاحب: بے شک اس سے تو یہ نئی بات معلوم ہوئی کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کا کہنا حضرت رسولؐ کے زمانہ سے جاری رہا اور حضرت عثمان تک اس پر عمل کرتے رہے حضرت علیؑ کو اس کی اس شان سے باقی رکھنے کا پورا اہتمام تھا۔ مگر حضرتؑ کی ضد میں بنی امیہ نے اس کو بھی مٹانا چاہا۔ اللہ اکبر کیسے کیسے احسانات ان لوگوں نے مذہب اسلام پر کیے بھلا نماز میں لڑائی کیسی؟ اگر جنگ تھی تو حضرت علیؑ سے نزاع تھی تو خلافت کے متعلق دنیا بنانا تھی تو حضرت علیؑ کو مٹانے سے یہ باتیں حاصل ہوگئیں۔ اب حضرت کی طہارت کے خلاف طہارت کی راہ نکالنا' حضرت کی نماز کے الٹ دوسرا عنوان نماز ایجاد کرنا حضرتؑ کی عبادتوں کے مقابلہ میں جدا عبادتیں پیدا کرنا بس انہیں لوگوں کا کام ہوسکتا ہے جن کو نہ خدا کا ڈر نہ رسول کا خوف۔

ہدایت خاتون: ایک بڑا فرق سنی اور شیعہ نماز میں یہ بھی ہے کہ سنی کپڑے وغیرہ پر سجدہ

کر لیتے ہیں اور شیعہ سجدہ گاہ یا مٹی یا بوریے پر سجدہ کرتے ہیں۔

اب دیکھو حضرت رسولؐ بھی سجدہ گاہ پر سجدہ کرتے تھے۔

"وھو یصلی علی خمرته"

"آنحضرتؐ سجدہ گاہ پر سجدہ کرتے"

(صحیح بخاری پ ۲، ۲۱۴، ۲۴۳ و کنز الاعمال جلد ۴، ۱۲۱)

مولانا وحید الزمان خان صاحب نے لکھا ہے " وناولینی الحمزة من المسجد "ذرا مسجد میں سجدہ گاہ مجھ کو اٹھا دے یہ آنحضرت نے اپنی بی بی ام سلمہ سے فرمایا خمر مٹی کا وہ چھوٹا ٹکڑا بوریئے کا یا کھجور کے پتوں سے بنا ہوا جس پر سجدے میں آدمی کا فقط سر آ سکتا ہے۔ ابن اثیر نے جامع الاصول میں کہا کہ خمرہ سجدہ گاہ ہے جس پر ہمارے زمانے میں شیعہ سجدہ کرتے ہیں میں کہتا ہوں اس حدیث سے سجدہ گاہ رکھنا مسنون ٹھہرا۔ اور جن لوگوں نے اس سے منع کیا ہے اور رافضیوں کا طریق قرار دیا ہے ان کا قول صحیح نہیں ہے۔ میں تو کبھی کبھی اتباع سنت کے لیے پنکھا جو بوریئے سے بنا ہوتا ہے بجائے سجدہ گاہ کے رکھ کر اس پر سجدہ کرتا ہوں۔ او جاہلوں کے طعن و تشنیع کی کچھ پرواہ نہیں کرتا ہمیں سنت رسولؐ اللہ سے غرض ہے کوئی رافضی کہے یا خارجی پڑا بکا کرے۔ (انوار اللغتہ پ ۷ ع ۱۱۸)" ان افضل ماتسجد علیه الارض ومانبتة الارض " آنحضرتؐ نے فرمایا سجدہ کرنے کے لیے سب سے بہتر چیز زمین ہے یا وہ چیز (پتا، لکڑی وغیرہ) جو زمین سے پیدا ہو (کنز الاعمال جلد ۴، ۱۱۳)

عن ابی سعید قال رایت رسول الله سجدعلی الماء والطین رایت اثر الطین علی جبهة.

ابو سعید کہتے تھے کہ میں نے حضرت رسولؐ خدا کو دیکھا کہ پانی اور مٹی پر سجدہ کیا یہاں تک کہ مٹی کا اثر بھی میں نے حضرتؐ کی پیشانی پر دیکھا۔

(صحیح بخاری جلد ۱، ۱۰۴)

"یضع النبیؐ جبهة علے الارض" حضرت رسولؐ خدا سجدہ میں اپنی پیشانی زمین پر رکھتے تھے (صحیح بخاری جلد ا ۷۹) اور امام شوکانی نے لکھا ہے "ان النبیؐ قل لا فلح ترب وجهک اے فی سجودک" حضرت رسولؐ خدا نے فرمایا اے افلح سجدہ کی حالت میں اپنی پیشانی کو مٹی پر رکھا کرو۔

عن عروہ بن الزبیر انه کان یکرہ ان یسجد علے شئی من دون الارض۔

عروہ بن زبیر زمین کے علاوہ کسی چیز پر سجدہ کرنے کو مکروہ جانتے تھے (نیل الاوطار جلد ۲ ۱۰۴) وغیرہ۔

ترمذی شریف ۴۶ میں بھی ہے کہ حضرت رسولؐ خدا خمرہ (سجدہ گاہ) پر نماز پڑھتے تھے۔

تم لوگ ہمارے قنوت پر بھی اعتراض کرتے ہو کہ شیعہ اسے کیوں پڑھتے ہیں اس کو بھی سن لو "عن البنیؐ قال کان القنوت فی الفجر والمغرب" جناب انس کہتے تھے کہ نماز صبح و مغرب میں قنوت پڑھا جاتا تھا "ان رسول اللہ کان یقنت فی الفجر و المغرب" حضرت رسولؐ خدا صبح اور مغرب کی نماز میں قنوت پڑھا کرتے تھے۔ "عن البراء بن عازب قال کان رسول اللہ لا یصلی صلوة مکتوبة الاقنت فیها" براء بن عازب کہتے تھے کہ حضرت رسولؐ خدا جو واجبی نماز پڑھتے اس میں قنوت ضرور پڑھتے تھے (تفسیر درمنثور جلد ا ۳۷۰)

طارق قال صلیت خلف عمر صلوٰة الصبح فما فرغ من القراة فی الرکعة الثانیة کبر ثم قنت ثم کبر فرکع۔

طارق بیان کرتے تھے کہ میں نے حضرت عمر کے ساتھ نماز صبح پڑھی، جب وہ دوسری رکعت کی دونوں سورے پڑھ چکے تو تکبیر کہہ کر قنوت پڑھا، پھر تکبیر کہہ کر رکوع میں گئے (کنز الاعمال جلد ۴ ۱۹۴)

عن ابی ہریرة قال الاقرآن صلوٰة النبیؐ فکان یقنت فی الرکعة

الاخرے من صلوٰۃ الظھر و صلوٰۃ العشاء وصلوٰۃ الصبح۔

"ابو ہریرہ نے کہا البتہ میں حضرت رسولؐ خدا کی نماز پڑھتا ہوں تو وہ نماز وظہر عشاء وصبح کی دوسری رکعت میں قنوت پڑھا کرتے"

(صحیح بخاری جلدا،ص ۹۵)

عن ابن عباس قال ان رسولؐ اللہ ما زال یقنت حتے مات وابوبکر حتے مات و عمر حتے مات۔

جناب ابن عباس کہتے تھے کہ حضرت رسولؐ خدا برابر قنوت پڑھتے رہے یہاں تک کہ حضرت نے رحلت کی حضرت ابوبکر وعمر بھی مرتے وقت تک۔نماز میں قنوت پڑھتے رہے(درمنثور جلدا،۳۰۷)

مولوی صاحب: قنوت کو بھی تم نے ثابت کردیا اب اس کے متعلق کسی اور دلیل کی ضرورت نہیں۔

ہدایت خاتون: اب شیعوں کی نماز پرکوئی اعتراض رہ گیا ہوتو اس کو بھی جلد بیان کرو۔اس کی بھی تحقیق ہوجائے کیونکہ اب تو سب باتیں ختم ہورہی ہیں۔اورنورحق چمکا ہی چاہتا ہے۔

مولوی صاحب: ایک فرق سجدہ کی صورت کا بھی ہے جس وقت تم لوگ سجدہ میں جاتی ہوتو پہلے ہاتھوں کو ٹیکتی ہو پھر گھٹنے رکھتی ہو اور ہم لوگ پہلے گھٹنے ٹیکتے ہیں تب سجدہ میں جاتے ہیں۔

ہدایت خاتون: یہ بھی شیعوں کی ضد میں تمہارے بعض پیشوایان دین نے ختیار کیا ہے ورنہ شروع میں تم لوگ بھی یہی کرتے تھے۔" قال نافع کان ابن عمر یضع یدیه قبل رکبتیه" جناب نافع کہتے تھے کہ حضرت عمر کے صاحبزادے نماز پڑھنے میں سجدہ کے وقت پہلے ہاتھوں کو زمین پر رکھتے تھے پھر گھٹنے ٹیکتے تھے۔

(صحیح بخاری جلدا،۹۵ فتح الباری جلدا،۴۳۹ ونیل الاوطار جلد۲،۱۴۷)

قال رسول اللہ اذا سجد احد کم فلایبرک کما یبرک البعیرو

ولیفع یدیه قبل رکبتیه .

حضرت رسولؐ خدا نے فرمایا کہ جب تم سجدہ کرو اونٹ کی طرح نہ بیٹھوں بلکہ دونوں ہاتھوں کو پہلے ٹیک دو پھر گھٹنوں پر رکھو۔ (مشکوۃ' جلد ۲' ۷)

اس روایت کو امام ابوداؤد نسائی و دارمی وغیرہ نے بھی لکھا ہے اور ہمارا مذہب اسلام تو شریعت سہلہ ہے اسی وجہ سے ہر عبادت میں خدا نے سہولت کا لحاظ رکھا ہے سجدہ میں جاتے وقت سہولت اسی میں ہوتی ہے کہ پہلے ہاتھ رکھے جائیں پھر گھٹنے۔ ہم لوگ جب نماز پڑھ چکتے ہیں تو اس کو ختم کر کے تین مرتبہ اللہ اکبر بھی کہتے ہیں۔ تم لوگ ایسا نہیں کرتے بلکہ نماز پڑھتے ہوئے داہنے بائیں مڑ جاتے ہو۔ اسی طرح نماز ہی میں قبلہ سے تم لوگوں کا انحراف ہو جاتا ہے یہ بھی میری اور تمہاری نماز کا بڑا فرق ہے۔

مولوی صاحب: مگر تم لوگوں کے اس فعل کی کیا دلیل ہے جب خود کہا۔ تو اس کو ثابت بھی کرتی چلو۔

ہدایت خاتون: یہ تو ادنیٰ سی بات ہے اگر تمہارے مذہب میں اس کی دلیل بھی نہ ملتی تو اس کی خوبی عقلاً ہی کیا کم ہوتی۔ مگر خیر مختصر دلیل بھی سن لو " **عن ابن عباس قال کنت اعرف انقضاء صلوۃ النبی بالتکبیر** " صحیح بخاری و صحیح مسلم میں جناب ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضرت رسولؐ نماز کے بعد تکبیر کہتے تب میں سمجھتا کہ حضرتؐ کی نماز ختم ہو (مشکوۃ جلد ۲' ۱۹)

وقع فی روایۃ الحمیدی عن سفیان بصیغۃ الحصر ولفظہ ماکنانعرف انقضاء صلوۃ رسول اللہ الابالتکبیر.

حمیدی کی روایت میں سفیان سے تکبیر کہنا بصیغہ حصر منقول ہے اور اس کی عبادت یہ ہے کہ ہم لوگ حضرت رسولؐ خدا کی نماز کا ختم ہونا اس سے سمجھتے کہ حضرت نماز کے آخر میں اللہ اکبر فرماتے۔

(فتح الباری جلد ۱' ۴۵۸ صحیح مسلم جلد ۱' ۲۱۷)

مولوی صاحب: نماز میں اور باتیں بھی ہلکی ہوں گی دو باتیں تم لوگوں کے ہاں ایسی ہیں جن سے فوراً معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ شیعہ ہیں۔ ایک ہاتھ کھول کر نماز پڑھنا اور دوسرے نماز کے بعد تسبیح پڑھنا۔

ہدایت خاتون: اس تسبیح کا ثبوت تو تمہارے مذہب میں بھی ہے اب تم لوگ اس پر عمل نہ کرو تو سوائے شیعوں سے ضد کے اور کیا وجہ قرار دی جاسکتی ہے؟ صاف حدیث موجود ہے۔

عن کعب بن عجرہ عن رسولؐ اللہ قال معقبات لا یخیب قائلھن ثلاثا وثلثین تسبیحۃ و ثلاثا وثلاثین تمحیدۃ اربعا و ثلثین تکبیرۃ فی دبر کل صلوٰۃ۔

کعب بن عجرہ بیان کرتے تھے کہ حضرت رسولؐ خدا نے فرمایا جو شخص ہر نماز کے بعد ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ ۳۳ مرتبہ الحمد للہ اور ۳۴ مرتبہ اللہ اکبر کہے گا وہ کبھی نا امید نہیں ہوگا۔ اس کی مرادیں ضروری پوری ہوں گی۔ (صحیح مسلم جلد ۱ ۱۲۲)

زید بن ثابت قال امر نا ان نسبح فی دبر کل صلوٰۃ ثلاثا وثلثین و لحمد ثلثا وثلثین وفکبر اربعاو ثلثین۔

زید بن ثابت بیان کرتے تھے کہ حضرت رسولؐ خدا نے ہم لوگوں کو حکم دیا کہ ہر نماز کے بعد ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ ۳۳ مرتبہ الحمد للہ اور ۳۴ بار اللہ اکبر کہہ لیا کریں (مشکوۃ جلد ۲، ۲۰) اور سنو:

فقال رسولؐ اللہ الا ارلکما علے خیر ھما سئلتمانی فکبر اللہ اربعا و ثلثین واحمد ثلثا و ثلثین فان ذلک خیر مما سلتما۔

حضرت رسولؐ خدا نے حضرت علیؑ و جناب سیدہؑ سے فرمایا میں تم لوگوں کو ایسی بات نہ بتاؤں جو تمہارے سوال سے بہتر ہے وہ کہ ۳۴ مرتبہ اللہ اکبر ۳۳ بار الحمد للہ اور ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ کہہ لیا کرو (صحیح بخاری بخاری جلد ۳، ۱۴۸)

سنن ابی داؤد جلد ۲' ۵۳ میں بھی یہ ہے اور امام نسائی اور امام احمد نے بھی نقل کیا ہے۔

مولوی صاحب: بس کرو۔ اب معلوم ہوگیا کہ تم لوگوں کی نماز کا کوئی فعل بہا نہیں ہے جس کا ثبوت قرآن مجید یا حدیث رسولؐ سے نہ ہو سکے۔ اللہ اکبر اس زمانہ میں تم لوگوں کی اور سنیوں کی نماز میں کس قدر فرق ہے۔ حالانکہ خدا اور رسولؐ نے ایک ہی طرح اس کے پڑھنے کی صورت مقرر کی آپس کے تعصب و اختلاف نے دونوں میں زمین و آسمان کا فرق کر دیا۔

تلقین میت

مولوی صاحب: مگر تم لوگ تو ایک عجیب تماشہ کسی کے مرنے پر کرتے ہو' قبر میں میت کو دفن کرنے کے بعد اس کے سرہانے بیٹھ کر نہ معلوم کیا کیا پڑھتی ہو۔

ہدایت خاتون: اس کو تلقین میت کہتے ہیں خدا کا شکر ہے کہ تمہارے ہاں بھی اس کی دلیلیں موجود ہیں اور شافعی حضرات جو اہل سنت ہی کے زبردست فرقہ ہیں اس پر عمل کرتے ہیں۔ علامہ سیوطی لکھتے ہیں۔ " قد امر النبیؐ بالتلقین من بعد شن التراب للمدفون " حضرت رسولؐ خدا نے حکم دیا کہ دفن کے بعد میت کو تلقین کی جائے (کتاب التبسیت عند التجسیر۔)

عن رسولؐ الله انه قال اذا مات احد من اخوانكم فنثر تم عليه التراب فليقم رجل منكم عند راسه ثم ليقل يا فلان بن فلانة فانه يسمع ولكن لا يجيب ثم ليقل يا فلان بن فلانته فانه يستوى جالسا ثم ليقل يا فلان بن فلان فانه يقول ارشدنا رحمك الله ولكن لا تشعرون ثم ليقل اذا كرما خرجت عليه من الدنيا شهادة ان لا اله الا الله وان محمدا عبده ورسوله و الك رضيت بالله رباء بحمد بنياو بالا سلام دیناو بالقرآن اما ئ فانه اذا فعل ذلک اخذ منكر ونكير احد هما بيد صاحبه ثم يقول له

اخرج بنا من عندها ماتضع به فقد لقن حجة.

حضرت رسولؐ خدا نے فرمایا جب تمہارا کوئی عزیز مر جائے اور تم اس کو دفن کر چکو تو ایک شخص اس کے سرہانے کھڑا ہو کر کہے۔ اے فلاں بن فلاں اس بات کو وہ مردہ سنے گا مگر جواب نہ دے گا۔ پھر کہے اے فلاں بن فلاں' اس پر وہ مردہ قبر میں اٹھ کر سیدھا بیٹھ جائے گا پھر کہے اے فلا بن فلاں' اس پر وہ مردہ کہے گا خدا تم پر رحم فرمائے مجھے نیک بات کی تلقین کرو مگر تم لوگ اس مردہ کا یہ کلام بھی نہیں سن سکو گے۔ پس چاہیے کہ اس وقت تلقین پڑھانے والا اس مردہ سے کہے یاد کر اس اعتقاد حق کو جس پر تیرا خاتمہ ہوا ہے کہ اللہ کے سوائے کوئی معبود نہیں ہے اور حضرت محمدؐ اس کے بندے اور رسولؐ ہیں۔ اور یہ کہ تو خوشی سے اللہ کو اپنا پروردگار اور حضرت محمدؐ کو اپنا نبی اسلام کو اپنا دین اور قرآن کو اپنا امام مانتا ہے جب اس سے یہ باتیں کہی جائیں گی اور وہ مردہ اسی طرح کہے گا تو منکر و نکیر ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر کہیں گے اب یہاں سے چلو اس سے کون سا کام باقی رہ گیا ہے' کیونکہ یہ شخص اپنے حجت کی تلقین پا چکا۔

(معجم کبیر طبرانی)

اور نواب صدیق حسن خان صاحب نے لکھا ہے' رافعی کا قول ہے کہ دفن کے بعد میت کو تلقین کرنا مستحب ہے کہ اس سے کہا جائے اے بندہ خدا! اے کنیز خدا کے بیٹے یاد کر ان عقائد کو جن پر تو دنیا سے رخصت ہوا یعنی اقرار اس بات کا کہ سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں ہے اور حضرت محمدؐ اس کے رسول برحق ہیں اور جنت و نار برحق ہیں اور قیامت کا آنا برحق ہے اور بے شبہ معاد برحق ہے اور اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو پھر ضرور اٹھائے گا جو قبر میں دفن کر دیئے جاتے ہیں۔ اور اس بات کا اقرار بھی کر کہ تو نے خوشی سے اللہ کو اپنا پروردگار اسلام کو اپنا دین محمدؐ کو اپنا نبی قرآن کو اپنا امام کعبہ کو اپنا قبلہ اور مسلمانوں کو اپنا بھائی تسلیم کیا ہے۔ اس ضمن میں حضرت رسولؐ خدا کی حدیث وارد ہوئی ہے۔ حافظ ابن حجر کہتے تھے کہ طبرانی نے ابوامامہ سے روایت کی ہے کہ

انہوں نے کہا جب میں دنیا سے رحلت کروں تو مجھے اسی طرح تلقین کرنا جیسا رسولؐ نے مردوں کو تلقین کرنے کا حکم دیا ہے۔ رسولؐ خدا نے ہمیں یہ حکم دیا ہے کہ جب کوئی تمہارا برادر ایمانی مرجائے اور تم اس کو دفن کر چکو تو چاہیے کہ تم میں سے ایک شخص اس کی قبر کے سرہانے کھڑا ہو اور کہے اے فلاں بیٹے فلاں کے۔ اس بات کو وہ مردہ سنے گا مگر جواب نہ دے گا دوبارہ اسی طرح پکار کر کہے اس پر وہ مردہ قبر میں سیدھا بیٹھ جائے گا پھر تیسری مرتبہ اسی طرح پکار کر کہے۔ اس پر وہ مردہ کہے گا کہ مجھے اچھی بات تعلیم کرو۔ خدا تم پر رحم فرمائے مگر تم لوگ اس مردہ کی یہ بات بھی نہ سن سکو گے۔ پس چاہیے کہ اس وقت وہی تلقین پڑھانے والا کہے (اے فلاں اس اعتقاد کو یاد کر جس پر تیرا خاتمہ ہوا ہے اور تو دنیا سے گیا ہے اور وہ اس بات کی گواہی دے نہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمدؐ اس کے بندے اور رسولؐ ہیں اور یہ کہ تو نے خوشی سے اللہ کو اپنا پروردگار اسلام کو اپنا دین اور قرآن کو اپنا امام بنایا ہے اس پر دونوں فرشتے منکر و نکیر ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر کہیں گے۔ اب یہاں سے چلنا چاہیے ایسے شخص کے پاس بیٹھنے کی کیا ضرورت ہے جس نے اپنی حجت تلقین پائی۔ حضرت رسولؐ خدا کی یہ حدیث سن کر ایک شخص نے عرض کیا اے رسول خدا! اگر اس مردے کی ماں کا نام معلوم نہ ہو تو کیا کیا کہا جائے فرمایا اس کو حوا کی طرف منسوب کر کے کہو اے فلاں بیٹے حوا کے اس روایت کے اسناد درست ہیں۔ اور ضیا نے اپنی کتاب احکام میں اس کو قوی کہا (ثمار التنکیت) اور علامہ ابن تیمیہ نے لکھا ہے:

اذا سوئے علی المیت قبره والصرف الناس عنه کانو یستحبون ان یقال للمیت عند قبره یا فلان قل لا اله الا لله ثلث صرات یا فلان قل ربی الله ودینی الاسلام و نبی محمد الحدیث رواه سعد فی سننه.

جب میت کو دفن کرنے کے بعد اس کی قبر برابر کر دی جائے۔ اور لوگ وہاں سے ہٹ جائیں تو مستحب ہے کہ قبر کے پاس جا کر میت کو یہ کلمات تلقین کہے جائیں

اے فلاں شخص کہہ دے کہ اللہ کے سوائے کوئی معبود نہیں تین مرتبہ اسی طرح کہے اے فلاں کہہ کہ اللہ میرا رب اور اسلام میرا دین اور میرے نبی حضرت محمدؐ ہیں تا حدیث آخر اس کو سعد بن منصور نے اپنی سنن میں روایت کیا ہے۔ (المنتقی الاخبار از المصالحہ ص ۹۴) اور حضرت رسولؐ خدا نے خود اس پر عمل بھی فرمایا ہے جب حضرتؐ کی چچی جناب فاطمہ بنت اسد نے جو جناب ابوطالب کی زوجہ اور حضرت علیؑ کی مادر گرامی تھیں نے انتقال فرمایا تو حضرت رسولؐ خدا نے ان کو قبر میں دفن کرنے کے بعد خود تلقین پڑھی تھی اس سے زیادہ واضح اور یقینی دلیل اس امر کے مستحب ہونے کی اور کیا چاہیے۔

مولوی صاحب: ہاں اب کسی دلیل کی ضرورت نہیں ہے۔

تیئسواں باب (23)

روزے کا بیان

مولوی صاحب: ماشاء اللہ تم نے اپنے مذہب کی ہر بات میری ہی کتابوں سے ثابت کردی۔

ہدایت خاتون: ابھی روزے کا اختلاف تو باقی ہی ہے تم لوگ گویا دن رہتے روزہ افطار کرتے ہو اور ہم لوگ شب کو بلکہ نماز مغرب پڑھ کر کھولتے ہیں۔ معلوم نہیں تم لوگ کس دلیل سے جلدی کرتے ہو قرآن مجید میں تو خدا نے فرمایا ہے "ثم اتموا الصیام الی اللیل" تم لوگ روزوں کو رات تک پورے کرو (پ ۲ ع ۷) اور معلوم ہے کہ آفتاب غروب ہونے کے وقت کو رات نہیں کہہ سکتے بلکہ اس وقت کی روشنی بھی غائب ہو جائے۔ تب رات کا وقت ہوگا۔ لہٰذا اس میں بھی شیعوں ہی کا مذہب حق ہے۔

مولوی صاحب: ہاں قرآن مجید کی اس آیت سے تو تم لوگوں کا ہی عمل درست معلوم ہوتا ہے مگر ہماری کتب حدیث میں بھی اس کی دلیل ہے؟ نہیں ضرور ہوگی تمہاری کوئی بات آج تک ایسی ملی ہی نہیں جس کی حقیقت ہماری کتابوں سے ثابت نہ ہو۔

ہدایت خاتون: تمہارے مشہور امام مالک نے لکھا ہے۔

عن حمید بن عبدالرحمن ان عمر بن الخطاب و عثمان بن عفان کانا یصلیان المغرب حین ینظر ان الی اللیل الا سود قبل ان یفطر اثم یفطران بعد الصلوٰۃ وذلک فی رمضان۔

حمید بن عبدالرحمٰن سے روایت ہے کہتے تھے کہ حضرت عمر و عثمان کا معمول تھا،

ماہ رمضان میں جب رات کی سیاہی دیکھ لیتے تونماز مغرب پڑھتے اور نمازمغرب پڑھنے کے بعد روزہ افطار کرتے تھے۔(موطا۸۷)

اس طرح ایک بڑا اختلاف میرے اور تمہارے درمیان اس میں ہے کہ میرے ہم مذہب جب سفر کرتے ہیں تو نماز بھی قصر کرتے ہیں اور روزہ چھوڑ دینا خدا اور رسول کا طے کردہ مسئلہ ہے اور اس میں اختلاف نہیں ہونا چاہیے تھا۔ تعجب ہے کہ قرآن مجید تک میں اس کی تصریح موجود ہے پھر بھی تم لوگ اس کے خلاف کرتے ہو اور ساتھ ساتھ شیعوں کے منہ آتے ہو ارشاد باری ہے۔

فمن كان منكم مريضا اوعلى سفر فعدة من ايام آخر

"تم میں سے جولوگ مریض یا سفر میں ہووہ اس وقت روزے نہ رکھیں بلکہ اتنے ہی روزے شمار کرکے دوسرے دنوں میں رکھ لیں"(پ۲ع۷)

مولانا وحید الزمان خان صاحب بھی اس کو مانتے ہیں مگر اپنے مذہبی تعصب کی وجہ سے اس کو اس طرح ادا کیا ہے کہ شیعوں کی بات پوری ثابت نہ بھی ہو لکھتے ہیں "پھر جو کوئی تم میں بیمار ہو یا سفر میں ہو(اور روزہ نہ رکھے) تو دوسرے دنوں میں وہ گنتی پوری کرے' کیا چالاکی کی ہے کہ(روزہ نہ رکھے)لکھ دیا ہے حالانکہ خدا نے حکم دیا ہے کہ بیمار یا مسافر روزہ رکھے ہی نہیں۔ اس آیت کی تفسیر میں بھی ایسی ہی مہمل تدبیر کی ہے جو ان کے لیے بہت ہی افسوس ناک ہے۔

اب ذرا اپنی کتابوں کی یہ عبارتیں سنو" رسول الله ليس من البر الصيام في السفر" حضرت رسول خدا نے فرمایا کہ سفر میں روزہ رکھنا نیکی نہیں ہے۔

(سنن ابن ماجہ ۱۲۱ و شرح صحیح مسلم جلد۱ ،۳۵۵) مسند حمیدی وحلیۃ الاولیا)

عن جابر بن عبدالله ان رسول الله خرج عام الفتح الى مكة فى رمضان حتى بلغ كراه النعميم وصام الناس ثم دعا بقدح من ماء فرفعه حتى نظر الناس ثم شرب فقيل له بعد ذلك ان بعض الناس

قدصام فقال اولئک العصاة اولئک العصاة.

جناب جابر بن عبداللہ انصاری بیان کرتے تھے کہ جس سال مکہ معظمہ فتح ہوا ماہ رمضان میں بحالت صوم حضرت رسولؐ نے مکہ معظمہ کا سفر کیا۔ یہاں تا کہ کراع الغمیم پر پہنچے۔ حضرتؐ کے ساتھ جو صحابہؓ تھے وہ سب روزہ دار تھے مگر وہاں آنحضرتؐ نے ایک کٹورہ پانی منگایا اور اس کو ہاتھ میں لیکر اتنا اونچا کیا کہ سب لوگوں نے دیکھا۔ اس کے بعد حضرتؐ وہ پانی پی گئے اس پر کچھ لوگوں نے آنحضرتؐ سے عرض کی کہ بعض صحابہ تو روزے سے ہیں حضرتؐ نے فرمایا وہ گناہ گار ہیں وہ سب نافرمان ہیں۔ (صحیح مسلم جلد ۱ ۳۵۶)

عن هانی بن عبدالله قال کنت مسافر افاتیت النبی وهو یاکل وانا صائم فقال هلم قلت انی صائم قال اتدری ماوضع الله عن المسافر قلت وما وضع عن المسافر قال اصوم وشطر الصلوٰة وعن غیلان قال خرجت مع ابی قلابة فی سفر فقرب طعاما فقلت انی صائم فقال ان رسولؐ الله خرج فی سفر فقرب طعاما فقال لرجداون فاطعم قلال انی صائم ان الله وضع عن المسافر نصف الصلوٰة والصوم فی السفر فادن فاطم فد نوت فطعمت وعن عبدالرحمن بن عوف قال الصیام فی السفر کالا فطار فی الحضر وقال الصائم فی السفر کا المفطر فی الحضر.

ہانی بن عبداللہ بیان کرتے تھے کہ میں مسافر تھا اور روزہ رکھے ہوتے تھا۔ اسی حالت میں رسولؐ خدا کی خدمت میں حاضر ہوا دیکھا حضرت کچھ کھا رہے ہیں مجھے دیکھ کر فرمایا آؤ تم بھی کھاؤ۔ میں نے عرض کی میں تو روزہ سے ہوں حضرتؐ نے فرمایا تمہیں معلوم بھی ہے کہ خدا نے مسافروں سے کون کون سی عبادتیں

معاف کردی ہیں؟ میں نے عرض کیا کیا معاف کیا ہے؟ حضرتؐ نے فرمایا پورا روزہ اور نماز کا کچھ حصّہ (یعنی ہر چار رکعتی نماز سے دو رکعتیں) اور غیلان بیان کرتے تھے کہ میں ابو قلابہ کے ساتھ ایک سفر میں روانہ ہوا۔ راہ میں ابو قلابہ نے کھانا نکالا تو میں نے عذر کیا۔ کہ میں روزہ سے ہوں اس پر انہوں نے کہا حضرت رسولؐ خدا بھی ایک دفعہ سفر پر تشریف لے گئے اور حضرتؐ کے سامنے کھانا حاضر کیا گیا۔ تو حضرتؐ نے اس شخص سے فرمایا نزدیک آ کر تم بھی کھاؤ۔ اس شخص نے عذر کیا کہ میں تو روزہ سے ہوں آنحضرتؐ نے فرمایا خدا نے مسافر سے پورا روزہ اور آدھی نماز معاف کردی ہے۔ لہٰذا آؤ اور کھانے میں شریک ہو جاؤ۔ یہ سن کر میں حضرتؐ کے قریب پہنچا اور کھالیا اور عبدالرحمٰن بن عوف کہتے تھے کہ سفر میں روزہ رکھنا ایسا ہی باطل ہے جیسے بغیر سفر کے روزہ نہ رکھنا' اور کہا کہ سفر میں روزہ رکھنے والا ایسا ہے جیسے غیر سفر کے روزہ کھانے والا (سنن نسائی' جلد ۱' ۳۱۵)

غرض سفر میں روزہ رکھنے سے دوہری مصیبت ہوگی۔ ایک یہ کہ اس زمانہ میں روزہ خود سے رکھے گا دوسری یہ کہ اس کی قضا لازم ہوگی۔ اور خلاف حکم خدا کرنے کا گناہ الگ ہوگا اس وجہ سے تصریح کردی ہے۔ " لا یصح صوم رمضان فی السفر فان صامه لم ینعقد ویجب قضائه " ماہ رمضان کا روزہ سفر میں پڑے تو اس کا رکھنا جائز نہیں ہے اگر کوئی شخص برقرار رکھے گا تو وہ صحیح نہ ہوگا اور اس کی قضا واجب ہوگی۔

(شرح صحیح مسلم جلد ۱' ۳۵۵)

چوبیسواں باب (24)

متعہ کی بحث

مولوی صاحب: اب تو تمہارا مذہب قبول کر لینے میں کوئی عذر باقی نہیں رہا مگر ایک مسئلہ ایسا ہے جو شرمناک ہے اور جس کی وجہ سے لوگ میرا مضحکہ اڑائیں گے کہ اس مذہب کو اختیار کیا جس میں ایسی چیز رائج ہے اور وہ مسئلہ متعہ ہے۔

ہدایت خاتون: اگر نکاح شرمناک چیز ہے تو یہ بھی ہے' بڑا لطف یہ ہے کہ تم لوگ میرے مذہب میں جس چیز کو سب سے زیادہ قابل اعتراض سمجھتے ہو اور جس کی وجہ سے ہم لوگوں پر گرجتے ہوئے ٹوٹ پڑتے ہو وہ قرآن مجید میں بھی ضرور نکل آتی ہے اس طرح خدائی اعلان ہو جاتا ہے کہ جو لوگ شیعوں کے منہ آرہے ہیں وہ لوگ دراصل خدا اور رسول کی مخالفت کرتے ہیں اور اپنی نفس پرستی میں مشغول ہیں۔ شیعوں کا کوئی مسئلہ ایسا نہیں ہے جو قرآن میں نہیں۔

مولوی صاحب: مگر قرآن مجید سے تو متعہ ایسے ذلیل اور رسوا کن مسئلہ کا ثبوت نہیں مل سکتا۔

ہدایت خاتون: اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ غالباً تم قرآن مجید پڑھتے ہی نہیں یا پڑھتے ہو تو جان بوجھ کر شیعوں کے مقابلہ میں قرآن مجید سے بھی نادان بن جاتے ہو ورنہ وہ مسئلہ تو بچوں کو بھی مل جائے گا کسی تاویل یا کھینچ تان کی ضرورت نہیں ہوگی۔

مولوی صاحب: اچھا تم بتاؤ تو وہ کون سی آیت ہے شاید تم لوگوں نے اس کا کوئی غلط مطلب سمجھ لیا ہو۔

ہدایت خاتون: اگر ہم لوگوں نے غلط مطلب سمجھا تو تمہارے علماء و محققین نے کیوں اس کو صحیح

بتایا کیونکہ محدثین اہل سنت نے وہ روایتیں جن سے اس کا اسلام میں یقیناً جائز وحلال ہو جانا مثل آفتاب روشن ہو جاتا ہے لکھیں؟ اس مسئلہ میں میں عورت ذات کچھ کہنا پسند نہیں کرتی البتہ دو تین کتابیں اور رسالے تمہیں دیتی ہوں۔ اگر ان سے تشفی ہو جائے تو خیر ورنہ اپنے شکوک کو لکھ کر دینا میں لکھنو سے جواب منگا دوں گی۔

یہ کہہ کر ہدایت خاتون نے چند کتابیں مولوی صاحب کو دیں۔ مولوی صاحب نے سب کچھ دیکھا اور ضروری عبارتیں اس سے نوٹ کرتے گئے۔ ایک کتاب میں لکھا تھا

" افما استمتعتم به منهن فا تو هن اجور هن فريضة "

(قرآن مجید پ ۵ ع ۱)

"پس جن عورتوں سے تم متعہ کروانہیں جو مہر معین کیا ہے دے دو"

یہ آیت صریحاً متعہ کے حلال اور جائز ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ اس وجہ سے مصحف عثمان کے سوائے دوسرے مصاحف میں اس آیت کے محصنین کے بعد "الے اجل مسمے" (ایک معین مدت تک بھی تھا چنانچہ جب ابن عباس کے سامنے یہ آیت پڑھی گئی تو انہوں نے "الے اجل مسمے" کے ساتھ پڑھا اور جب ابو بصرہ وغیرہ نے کہا کہ ہم یوں نہیں پڑھتے تو ابن عباس نے کہا۔ واللہ خدا نے اس آیت کو یوں ہی نازل کیا۔ ہے اس بنا پر حضرت علیؑ سے منقول ہے کہ اگر حضرت عمر لوگوں کو متعہ کرنے سے منع نہ کرتے تو قیامت تک سوائے شقی اور بد بخت کے کوئی زنا نہ کرتا۔ اس وجہ سے جناب جابر بن عبداللہ سے منقول ہے کہ ہم لوگ رسالتمآب کے پورے زمانہ میں اور حضرت ابو بکر کی پوری خلافت میں اور حضرت عمرؓ کے نصف زمانہ خلافت تک برابر متعہ کرتے تھے مگر حضرت عمر نے اپنی خلافت کے نصف زمانہ کے بعد متعہ کے منع کا حکم جاری کیا اور وہ بھی ان الفاظ سے

"متعتان كانتا على عهد رسولُ الله وانا انهى انهما واعاقب عليهما "

"دو متعے رسالتمآب کے زمانہ میں حلال تھے متعہ الحج اور متعہ النساء اور میں ان دونوں کو حرام کرتا ہوں اور ان کے کرنے والوں کو سزا دوں گا"

(دیکھو تفسیر در منثور جلد ۲، ۱۴۰ و تفسیر کبیر جلد ۳، ۲۰۰ و تفسیر کشاف جلد ۱، ۳۶۰ و معالم التنزیل و مستدرک و تاریخ طبری و صحیح مسلم و جمع بین الصحیین و عینی شرح بخاری وغیرہ۔

ایسی ہی روایتیں اہل سنت کی بہت سی کتابوں میں مذکور ہیں اس کے علاوہ اس آیت کی ناسخ کوئی دوسری آیت قرآن بھر میں نہیں اور نہ رسول اللہ نے حلال کرنے کے بعد اس کو کبھی حرام کیا۔ اس وجہ سے حضرت عمرؓ نے یہ فرمایا کہ میں حرام کرتا ہوں ورنہ اگر آیہ یا حدیث ہوتی تو اس کا بیان کر دینا کافی ہوتا "میں حرام کرتا ہوں" کہنے کی ضرورت نہ ہوئی" پھر جب کوئی آیت اس کی ناسخ ہے اور نہ رسول اللہ نے منع کیا ہے تو حضرت عمر کو اس کے حرام کر دینے کا کوئی حق نہ تھا نہ ان کے حرام کر دینے سے واقعاً حرام ہو سکتا ہے۔ خود حضرت رسول کریم کو بھی احکام خدا میں تغیر و تبدل کرنے کا کوئی حق نہ تھا پھر دوسروں کو کیوں کر ہو سکتا ہے اور علامہ سیوطی نے لکھا ہے۔

قال العسکری هو اول من سمے امیر المومنین و اول من کتب التاریخ من الهجرة واول من اتخذ بیت المال و اول من سن قیام شهر رمضان راول من عس باللیل واول من عاقب علے الهجاء واول من ضرب فی الخمرثما نین واول من حرام المتعته .

حضرت عمرؓ وہ پہلے شخص ہیں۔ جو امیر المومنین کے نام سے موسوم کر دیے گئے اور پہلے وہ ہیں۔ جنہوں نے تاریخ کو ہجرت سے لکھنا جاری کیا اور پہلے وہ ہیں۔ جنہوں نے بیت المال کی ایجاد کی اور پہلے وہ ہیں جنہوں نے ہجو کرنے والوں کی سزا مقرر کی اور پہلے وہ ہیں جنہوں نے شراب خوری کی سزا اسی کوڑے مقرر کی اور پہلے وہ ہیں جنہوں نے متعہ کو حرام قرار دیا (تاریخ الخلفا ۹۳) اور

علامہ زمخشری نے لکھا ہے۔

عن ابن عباس هي محكمة يعني لم تنسخ وكان يقراء فما استمتعتم به منهن الى اجل مسمى .

جناب ابن عباس کہتے تھے کہ آیت متعہ اب تک محکم ہے منسوخ نہیں ہوئی ہے اور ممدوح اس آیت کو اس طرح پڑھتے تھے۔

فما استمتعتم به منهن الى اجل مسمى فاتوهن اجور هن فريضة

جن عورتوں سے تم معین مدت کے لیے متعہ کرو ان کا مہر دینا تم پر فرض ہے (تفسیر کشاف جلد ۱، ۲۸۳)

بطريق ابى نفرة قال قرأت على ابن عباس فما استمتعتم به منها فاتوهن اجور هن فريضة قال ابن عباس فما استمتعتم به منهن الى اجل مسمى فقلت مانقرا ها كذالك فقال ابن عباس والله لا نزل الله كذلك .

ابونفرہ کہتے تھے کہ میں نے جناب ابن عباس کے سامنے " **فما استمتعتم به منهن فاتو هن اجورهن فريضة** " پڑھا تو جناب ابن عباس نے کہا یہ آیت اس طرح ہے کہ منھن کے بعد " الی اجل مسمی " بھی ہے میں نے کہا ہم لوگ تو اس طرح نہیں پڑھتے۔ ابن عباس نے کہا خدا کی قسم خدا نے اس آیت کو اسی طرح نازل کیا ہے (تفسیر رازی میں درمنثور جلد ۲، ۱۴۰) اور علامہ رازی نے بھی لکھا ہے

" **روى ان ابى بن كعب كان يقرء فما استمتعتم به منهن الى اجل مسمى فاتو هن اجور هن فريضةوهذا ايضاً هو قراة ابن عباس والامة ما انكر و اعليها فى هذا القراة فكان اجماعا من الامة**

علے محمدؐ هذا القراة واذا ثبت بالاجماع صحة هذه القراة ثبت المطلوب .

ابی بن کعب کے بارے میں مروی ہے کہ وہ بھی اس آیت کے آخر میں "الے اجل مسمے" پڑھتے تھے اور جناب ابن عباس کی قراۃ بھی یہی تھی۔ اور امت نے بھی ابی بن کعب وابن عباس کی قرأۃ کو قبول کیا لہٰذا اس قرأت کی صحت پر امت کا اجماع ہوگیا اور جب اجماع سے اس قرات کی صحت ثابت ہوگئی تو مطلوب (متعہ کا جائز) ہونا بھی ثابت ہوگیا (تفسیر کبیر جلد ۳، ۲۸۵)

اما عمران بن الحصین فانه قال نزلت آية المتعة فی کتاب الله ولم ینزل بعد ها آية تنسخها وامرنابها رسولؐ الله وتمتعنا ومات ولم ینه عنها ثم قال رجل رائه ماشاء یرید ان عمر نهے عنها .

عمران بن حصین کہتے تھے کہ آیت متعہ قرآن میں نازل ہوئی اور اس کے بعد کوئی ایسی آیت نازل نہیں ہوئی۔ جس سے وہ آیت منسوخ ہوجاتی اور ہم کو رسول خداؐ نے متعہ کرنے کا حکم دیا تھا اور ہم متعہ کرتے بھی رہے۔ اور حضرت رسولؐ نے زندگی بھر ہم کو متعہ کرنے سے منع بھی نہیں کیا۔ پھر آنحضرتؐ کے انتقال کے بعد ایک شخص نے جو کچھ کیا وہ اپنی رائے سے کیا۔ یعنی حضرت عمرؓ نے متعہ کرنے سے منع کیا۔ (تفسیر غرائب القرآن، جلد ا، ۴۲۱)

اکثر الروایات انه علیه السلام اباح المتعة فی حجة الوداع وفی یوم الفتح وهذا ان الیومان متاخران عن یوم الخیبر وذلک یدل علے فساد ماروی انه علیه السلام نسخ المتعة یوم خیبر لان الناسخ یمتنع تقدمه علے النسوخ وقول من یقول انه حصل التحلیل مرار اوا لنسخ مرارا ضعیف لم یقل به احد من المعتبرین .

اکثر احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت رسولؐ خدا نے حجۃ الوداع اور فتح

مکہ کے دن متعہ کو حلال قرار دیا تھا۔ اور یہ دونوں دن جنگ خیبر کے بعد ہوئے۔ یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ آیت متعہ کے بارے میں جو کہا جاتا ہے کہ آنحضرتؐ نے جنگ خیبر کے دن اس کو منسوخ کر دیا۔ یہ روایت بالکل غلط اور مہمل ہے اس لیے کہ ناسخ کا منسوخ سے پہلے ہونا محال ہے اور بعض لوگوں کا یہ کہنا کہ متعہ کئی بار جائز کیا گیا اور کئی مرتبہ منسوخ بھی کر دیا گیا یہ قول ضعیف ہے جس کا معتبر لوگوں سے کوئی بھی قائل نہیں ہے۔

(تفسیر کبیر جلد ۳ ص ۲۸۹)

اب اس سے زیادہ واضح دلیل اور کیا ہو سکتی ہے کہ امام رازی نے متعہ کے جائز و حلال ہونے پر دلیلیں قائم کر کے اہل سنت کا منہ بند کر دیا۔ پہلے ابی بن کعب اور جناب ابن عباس کی قرأۃ پر امت کا اجماع دکھا کے متعہ کو جائز ہونا ثابت کیا پھر ان کے اعتراضات کی جڑ کاٹ دی جو کہتے ہیں کہ خیبر میں حضرت رسولؐ خدا نے متعہ کو منسوخ کر دیا تھا۔ اس کے بارے میں خوب ہی کہا کہ خیبر کے بعد فتح مکہ اور حجۃ الوداع میں متعہ کی اجازت اکثر روایات سے ثابت ہوتی ہے پس اگر خیبر میں متعہ منسوخ ہو جاتا تو خیبر کے بعد اس کی اجازت نہ ہوتی علامہ نیشا پوری نے بھی لکھا ہے۔

واکثر الروایات انه اباح المتعة فی حجة الوداع وفی یوم الفتح وذلک ان اصحابه شکوا الیه یومئذ طول الغزوته فقال استمتعوا من هذا النساء وقول من قال انه حصل التحلیل مرار اوا النسخ مرارا ضعیف لم یقل به احد من المعتبرین الا الذین ارادو ازالة التناقص عن هذا الروایات ونهی عمر یدل علی انه کان ثابتا فی عهد الرسولؐ ومنا کان ثابتا فی عهده لم یکن نسخه بقول عمر کما اشار الیه عمران بن الحصین ۔

اکثر روایتوں میں یہ ہے کہ حضرت رسولؐ خدا نے حجۃ الوداع اور مکہ کی فتح کے روز متعہ کو حلال کردیا تھا اور اس کی وجہ یہ ہوئی کہ حضرتؐ کے اصحاب نے آپؐ سے شکایت اپنے تجرد کی کی کہ عورتوں سے علیحدہ ہوئے بہت زمانہ ہوگیا۔ تو حضرتؐ نے فرمایا یہاں جو عورتیں ہیں ان سے متعہ کرلو اور جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ متعہ کئی مرتبہ حلال ہوا اور کئی مرتبہ منع کردیا گیا ان کا قول ضعیف ہے جن کا کوئی قابل اعتبار شخص قائل نہیں ہے۔ سوائے ان لوگوں کے جو ان روایات کے تناقض کو زائل کرنے کے لیے اس قسم کی تاویل ایجاد کرتے ہیں۔ اور حضرت عمرؓ کا اپنی خلافت کے زمانہ میں اس سے منع کرنا اس بات کو ثابت کرتا ہے کہ یہ زمانہ رسولؐ میں جاری تھا جو چیز آنحضرتؐ کے عہد میں جاری و جائز ہو وہ حضرت عمرؓ کے کہنے سے منسوخ نہیں ہوسکتی جیسا کہ عمران بن حصین نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔ (تفسیر غرائب القرآن جلد ۱، ۴۲۱)

دوسری کتابوں میں بھی یہ مضمون ہے مثلاً

اخرج عبدالرزاق وابو داؤد فی ناسخ وابن جریر عن الحکیم انه سئل عن هذا الایة منسوخة قال لا .

عبدالرزاق و ابو داؤد ابن جریر نے حکیم سے روایت کی ہے کہ ان سے آیت متعہ کے بارے میں دریافت کیا گیا کہ یہ منسوخ ہوگئی ہے تو انہوں نے کہا نہیں

(تفسیر درمنثور جلد ۲، ۱۴۰)

اور جناب ابن عباس سے مروی ہے کہ یہ آیات محکمات میں سے ہے اور ابن عباس متعہ کی اجازت دیتے تھے۔ (لباب التاویل جلد ۱، ۴۰۸) شمس العلماء مولوی شبلی صاحب نعمانی نے لکھا ہے مامون نے جوش میں ایک بار منادی کرادی کہ متعہ عموماً جائز سمجھا جائے۔ اگر یہ حکم ذاتی رائے کی صورت میں ہوتا تو شاید کسی کو خیال بھی نہ ہوتا لیکن ایک عام منادی فرمان شاہی کے

ہم زبان تھی، مامون اس وقت دمشق میں تھا دربار کے تمام علماء بھی ساتھ تھے۔ اس وحشت انگیز منادی نے گویا تمام شہر کو برہم کر دیا لیکن حکومت کی آواز کو کون دبا سکتا تھا مامون حضرت عمر کا یہ قول پڑھ رہا تھا دو متعے رسولؐ و حضرت ابوبکر کے عہد میں تھے میں ان کو حرام کرتا ہوں ہر لفظ پر اس کا چہرہ غصہ سے متغیر ہو جاتا تھا۔ اور جب ایک غلیظ لہجہ میں یہ روایت ختم کر چکا تو نہایت طیش میں آ کر کہا اے جعل جو چیز رسولؐ اللہ کے عہد میں جائز تھی تو کون ہے کہ اس کو حرام کرنے والا؟ مامون کو اس طرح برافروختہ دیکھ کر سب سہم گئے۔ اتنے میں قاضی یحییٰ پہنچے اور انہیں کچھ نہیں کہا لیکن ان کا مغموم چہرہ ان کے دلی خیالات کو صاف ظاہر کر رہا تھا مامون نے ان کو مخاطب ہو کر کہا کیوں؟ آپ کا چہرہ کیوں متغیر ہے" قاضی یحییٰ" "اسلام میں ایک نیا رخنہ پڑا" مامون" وہ کیا"؟

قاضی یحییٰ: زنا حلال کر دیا گیا۔

مامون: یہ کیونکر

قاضی یحییٰ: متعہ زنا ہی تو ہے

مامون: کس دلیل سے

قاضی یحییٰ: قرآن کی اس آیت میں الا علے (ازواجھم) اوماملکت ایمانھم صرف دو قسم کی عورتوں سے تمتع جائز کیا گیا ہے۔ جورو' لونڈی' کیا ممتوعہ عورت لونڈی ہے؟

مامون: نہیں:

قاضی یحییٰ: پھر کیا زوجہ شرعی ہے؟ کیا اس کو میراث مل سکتی ہے؟ قاضی یحییٰ نے ایک حدیث بھی متعہ کی حرمت میں پڑھی' مامون کو اپنی خود رائی پر نہایت افسوس ہوا اور اسی وقت حکم دیا کہ پہلا حکم منسوخ کر دیا گیا۔ (المامون ۲۳۲)

مولوی صاحب: اگرچہ تم متعہ کے متعلق کچھ گفتگو کرنا پسند نہیں کرتی ہو مگر اس وقت میرے دل میں جو بات آئی اس کا سنا دینا ضروری معلوم ہوتا ہے تمہارے مذہب کے موافق ہے تم خوش ہو جاؤ گی۔

ہدایت خاتون: وہ کیا مجھے تو نکاح اور متعہ دونوں کے متعلق گفتگو کرتے شرم آتی ہے۔

مولوی صاحب: قاضی یحییٰ نے نہایت مہمل مغالطہ دیا اور مجھے یقین نہیں آتا کہ مامون ایسا منطقی اس غلطی میں پڑ گیا ہو ضروری راویوں نے اصل واقع میں کتر بیونت کردی ہوگی اس قاضی کا جواب معمولی پڑھے لکھے طلبہ بھی بہت آسانی سے دے دیں گے۔

ہدایت خاتون: ایسی کاروائیاں تو نہ معلوم کتنی کثرت سے کی گئی ہیں او اس مغالطہ کا جواب تو ایک بچہ تک آسانی سے دے سکتا ہے پھر مامون کیسے اسے مان جاتا۔

مولوی صاحب: اچھا تم تو بتاؤ اس کا جواب کیا ہے۔

ہدایت خاتون: بالکل صاف جواب متعہ بھی تو تزویج ہی ہے اگر کوئی صرف نکاح کا لفظ بولے اور تزویج نہ کہے تو کیا سمجھا جائے گا کہ وہ تزویج سے انکار کرتا ہے؟ اسی طرح ازواج میں وہ عورتیں بھی ہیں جن سے نکاح کیا گیا ہے اور وہ عورتیں ہیں جن سے متعہ کیا لیا غرض خدا نے "ازواجھم" ہی میں متموعہ عورتوں کو بھی قرار دیا اس وجہ سے ان کے لیے علیحدہ لفظ لانے کی ضرورت نہیں تھی۔

مولوی صاحب: مگر قاضی یحییٰ کے اس استدلال کا جواب کیا ہے کہ کیا متموعہ کو میراث مل سکتی ہے۔

ہدایت خاتون: میں ہوتی تو پوچھتی کہ کیا طلاق دی ہوئی عورتوں کو میراث مل سکتی ہے۔

مولوی صاحب: (اچھل کر) بس بس یہی بات میرے دل میں بھی آئی کہ جس طرح مطلقہ عورتوں کو میراث نہیں ملتی پھر بھی وہ جب تک کسی کے نکاح میں تھیں اس وقت تک اس کی زوجہ ہی تھیں اس طرح متموعہ عورتوں کو بھی جب ان کی مدت متعہ تمام ہوگئی اور وہ متعہ کرنے والے کی

زوجیت سے علیحدہ ہوگئیں میراث نہیں مل سکتی غرض جو حالت طلاق دی ہوئی عورتوں کی ہوتی ہے وہی متعہ کی مدت پوری ہو جانے والی عورتوں کی ہوتی ہے کہ جس طرح طلاق دی ہوئی عورت دوسرا شوہر کرسکتی ہے۔ متعہ کی مدت پوری ہو جانے والی عورت بھی دوسرے شخص سے نکاح یا متعہ کرسکتی ہے اور جس طرح طلاق پائی ہوئی عورت طلاق دینے والے شوہر کی میراث سے کچھ نہیں پائے گی۔ بالکل اسی طرح وہ عورت بھی جو کسی کے متعہ میں ہے مدت متعہ مکمل ہو جانے کے بعد اس کی میراث سے کچھ نہیں پاسکے گی۔ غرض متعہ اور نکاح میں میراث کے متعلق فرق ہی پیدا کیا جاسکتا ہے۔

ہدایت خاتون: میں اس بحث میں کچھ بول نہیں سکتی تم ہمارے علماء کرام کی کتابیں دیکھو جن میں عقلی و نقلی دلائل کا حوالہ دیا گیا ہے۔ عورتوں کی زبان سے نکاح متعہ کی بحث مناسب نہیں ہے۔

پچیسواں باب (25)

نماز جماعت کی بحث

اب مولوی رکن الدین صاحب بار بار ارادہ کر رہے ہیں کہ اپنے شیعہ ہو جانے کا اعلان کر دیں مگر مختلف اسباب و وجوہ سے جرأت نہیں ہوتی۔ ایک روز آرام کرنے کے لیے شب کو کمرے میں گئے تو ان میں اور ان کی ہدایت خصائل بی بی میں اس طرح باتیں ہوئیں۔

مولوی صاحب: آج اخباروں میں ایک نہایت تکلیف دہ خبر چھپی ہے جس کی وجہ سے آریہ مسلمانوں کے منہ آ رہے ہیں۔

ہدایت خاتون: آریہ تو بہت کچھ اعتراضات کرتے ہیں۔ مگر آج کی نئی خبر کیا ہے؟

مولوی صاحب: شہر کی ایک مسجد کے امام صاحب کسی شوہر دار عورت سے برے کام میں پکڑے گئے اس پر مسلمانوں نے ان کی بری طرح خبر لی تو انہوں نے جواب دیا کہ اگر میں نے ایسا کیا ہے تو مجھ سے جو بزرگ بہت افضل تھے وہ بھی کر چکے ہیں حضرت عمرؓ کے صاحبزادے ابو شحمہ کا زنا کرنا اور اس سے حرامی بچہ پیدا ہونا تاریخ اسلام کا مشہور واقعہ ہے اس واقعہ پر آریہ اخبار ہم لوگوں پر خوب تالیاں بجاتے ہیں کہ مسلمانوں کے پیشوا اور امام ایسے ہوتے ہیں۔

ہدایت خاتون: تمہارے ہاں تو یہ ہی ہے کہ " صلوا خلف کل بر و فاجز " ہر اچھے اور بدمعاش کے پیچھے نماز پڑھ لیا کرو۔ تمہاری مشہور کتاب اعتقادات میں ہے:

"ویجوز الصلٰوۃ خلف کل بر و فاجر لقولہٖ صلوا خلف کل برو

فاجر ولان علماء الامت کانوا یصلون خلف الفسقة واھل الا ھواء والبدع من غیرنکیر "

اور ہر اچھے برے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے اس لیے کہ حضرت رسولؐ خدا نے فرمایا ہے ہر نیک اور پاجی کے پیچھے نماز پڑھا کرو۔ اس وجہ سے بھی کہ اسلام کے علماء بدمعاشوں، پاجیوں، نفس پرستوں اور بدعقیدہ نیز بدعتی لوگوں کے پیچھے برابر نماز پڑھا کرتے تھے (شرح عقائد نسفی، ۱۸۰)

معلوم ہوتا ہے تمہارے پیشوایان دین نے اسلام سے مذاق کرنا طے کرلیا تھا لکھتے تھے، ایسی باتیں جو قابل مضحکہ ہوتیں اور کرتے بھی وہ کام تھے جس سے اسلام قابل نفرت قرار پاتا۔ مثلاً علامہ دمیری وغیرہ نے لکھا ہے کہ خاندان بنی امیہ کے مشہور خلیفہ ولید بن یزید بن عبدالملک نے شراب پی کر ایک رات کو اپنی لونڈی سے.........اور اسی طرح دونوں سو گئے۔ صبح کے وقت موذن نے حاضر ہو کر اطلاع دی کہ مسجد میں مسلمانوں کا مجمع ہے خلیفہ تشریف لے چلیں اور ان لوگوں کو نماز با جماعت پڑھا دیں تو تمہارے خلیفہ نے اللہ میاں سے بھی استہزاء کیا۔ اسی لونڈی کو اپنا عمامہ اپنی قباء اپنی ردا پہنا اوڑھا کر اسے مسجد میں بھیج دیا اور اس لونڈی نے اسی نشہ و جنابت کی حالت میں مسجد جا کر نماز جماعت پڑھادی۔ (حیوۃ الحیوان جلد ۱، ۲۰۴) معلوم نہیں ان مسلمانوں نے اس لونڈی کو عورت سمجھ کر نماز پڑھی یا مرد سمجھ کر غالباً سب نے اس کو عورت ہی سمجھا کیونکہ اس کے رخسارے پر مصنوعی داڑھی وغیرہ لگانے کا ذکر کسی کتاب میں نہیں ہے جس سے یہ معلوم ہو کہ مسلمانوں کو دھوکہ ہو گیا غرض سب اہل اسلام نے بخوشی اس نجس اور مست لونڈی کے پیچھے عبادت خدا ادا کی اور کسی کو چوں چرا کرنے کی جرات نہیں ہوئی۔

مولوی صاحب: البتہ ان خلفاء بنی امیہ و بنی عباس نے اسلام کو بہت زیادہ بدنام کر دیا۔

ہدایت خاتون: کیا خوب؟ اور خلفائے راشدین نے کیا اسلام کو نیک نام کر دیا۔

مولوی صاحب: اس میں کیا شک ہے۔ حضرت عمر نے دنیوی اعتبار سے تو اسلام کو بہت ترقی

دی کہاں کہاں اسلام پہنچا دیا۔

ہدایت خاتون: اسی وجہ سے تو یہ آج دنیا بھر کے مذاہب میں اسلام ہی سب سے زیادہ اس اعتبار سے بدنام اور فضیحت ہو رہا ہے کہ یہ زبردستی پھیلایا گیا یہ طاقت اور قوت سے لوگوں پر مسلط کر دیا گیا۔ تلوار کے دبدبہ سے اس کی اشاعت ہوئی لوگ مجبوراً اس دین میں لائے گئے۔ خون کی ندیاں بہا کر، لوگوں کی جانیں لے کر، لوگوں کو ذبح وقتل وغارت کی دھمکی دے دے کر اس جماعت میں داخل کیا گیا۔ یورپ میں ہر طرف یہی آواز بلند ہے۔ ہندوستان میں بھی جس قدر اغیار اسلام ہیں۔ سب اسی وجہ سے اسلام کو قابل نفرت سمجھتے ہیں تم دن رات آریہ عیسائی لوگوں سے مناظرہ کرتے ہو بتاؤ اشاعت اسلام بزور شمشیر، کیسا مشہور اور زبردست اعتراض ہے اور کیا اس کا کوئی بھی آج تک تشفی بخش جواب ہو سکا؟ سینکڑوں دلیلیں مخالفین دیتے ہیں اور تم لوگ منہ تکتے رہتے ہو۔

مولوی صاحب: کیا کہوں! اب تو میں تمہارے مذہب میں آیا ہی چاہتا ہوں جب مذہب اہل سنت کو پسند کرتا تھا تب بھی آریوں کے اس اعتراض کا جواب دینے میں تھک جایا کرتا تھا اور میرے دل کو بھی تسکین نہیں ہوتی تھی البتہ خلفاء راشدین کا دوسرے ملکوں کو فتح کرنا ہی ان اعتراضات کا سبب ہے اور اس سے انکار ممکن نہیں۔

چھبیسواں باب (26)

نجاست مشرکین

ایک روز صبح ۸ بجے مولوی رکن الدین صاحب اپنے دوست بابو جگت نرائن صاحب وکیل کے ہاں گئے ۔ ممدوح میں اور مولوی صاحب میں بڑی گہری دوستی اور بڑی بے تکلفی تھی۔ باتیں کرتے کرتے مولوی صاحب کو پیاس معلوم ہوئی تو کہا اب چلتا ہوں۔

وکیل صاحب: کیوں؟ اتنی کیا ہے؟ کیا کوئی ضروری کام ہے؟

مولوی صاحب: نہیں مجھے پیاس معلوم ہونے لگی اور آپ کے ہاں پانی کا ملنا ممکن نہیں' اور اب کوئی کام بھی باقی نہیں ہے ملاقات ہو چکی بس اب رخصت چاہتا ہوں۔

وکیل صاحب: مگر انتظام تو کیا جا سکتا ہے تشریف رکھیے یہیں ۔پانی پی لیجیے یہ کہہ کر انہوں نے اپنے ملازم رام چندر کو ایک روپیہ دیا کہ جلد تازہ تازہ مٹھائی لا دو جب وہ لے کر آیا تو مکان کے نیچے سڑک ہی پر سے کہا سرکار مٹھائی تو لا دی اب کیا حکم ہے" وکیل صاحب چپ رہے نہ اس سے کچھ کہا نہ مولوی صاحب سے کچھ بول سکے کچھ دیر کھڑا رہنے کے بعد اس نے پھر آواز دی۔ تب وکیل صاحب نے مولوی صاحب سے کہا۔ آپ کو بڑی زحمت ہوگی سامنے والے مکان میں ماسٹر محی الدین صاحب ہیں وہیں تشریف لے چلیں ۔مٹھائی کھا کر پانی پی لیں گے کچھ دور تو نہیں جانا ہوگا۔

مولوی صاحب کو یہ برتاؤ بہت شاق ہوا مگر کچھ بول نہیں سکے ۔سڑک کے دوسری

جانب ماسٹر صاحب کے مکان میں چلے گئے۔ وہاں ایک میز پر رام چندر سے وہ پتے جن میں مٹھائیاں تھیں رکھ دیئے۔ مولوی صاحب نے بہت مختصر کھا کر ماسٹر صاحب کے گلاس میں پانی پی لیا پھر وکیل صاحب سے آ کر مختصر باتیں کیں اور واپس چلے آئے جب ہدایت خاتون اور وہ شب کو اکٹھے ہوئے تو حسب ذیل باتیں ہوئیں۔

مولوی صاحب: آج وکیل صاحب کے ہاں چلا گیا تھا۔ وہاں مجھے بڑی تکلیف ہوئی ان سے پرانی اور بہت گہری دوستی ہے۔ مگر ہر ہندو مسلمان کو کتے سے بھی زیادہ ذلیل وحقیر دیکھتا ہے۔ انہیں وکیل صاحب کو دیکھو کہ ان کے گھر کتا پلا ہوا ہے' وہ ان کے کمرے میں رہتا ان کے میز کرسی تخت پلنگ پر گھومتا اسی مکان میں کھاتا اور اسی میں پانی پیتا بول وبراز کرتا اور سب ان لوگوں کو منظور ہوتا ہے اس کو برا نہیں سمجھتے لیکن میں باوجودیکہ آدمی ہوں' تعلیم یافتہ ہوں' شریف ہوں' مسلمانوں کا پیشوا ہونے سے مجھے بزرگی حاصل ہے لیکن ان لوگوں کے مکان میں ایک گلاس تک پانی نہیں پی سکتا۔ وہ مٹھائی جو ہندو حلوائی کی دکان سے اور وہ بھی پتوں میں آئی تھی ان کے مکان میں نہیں کھا سکا بلکہ اس کے لیے میں دوسرے شخص کے مکان میں نکال دیا گیا۔ اللہ اکبر یہ لوگ مسلمانوں کو کس قدر ذلت وحقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں ان لوگوں کے خیال میں مسلمانوں سے زیادہ قابل نفرت چیز کوئی نہیں معلوم ہوتی۔ غالباً عیسائیوں کے ساتھ بھی ان کا ایسا سخت برتاؤ نہ ہوتا ہوگا۔

ہدایت خاتون: اور اس کے مقابلے میں تم لوگ ان کو پاک و پاکیزہ سمجھتے ہو ان کے ڈوم چمار تک کے ہاتھ کا کھانا پانی خوشی سے استعمال کرتے ہو بلکہ مسجدوں میں ان کے ہاتھوں کی افطاری لے جاتے ہو۔ میلادوں میں ان کی بنائی ہوئی شرینی تقسیم کرتے ہو۔ غرض ہر طرح ان کی عزت ہی کرتے ہو حالانکہ خدا اور رسولؐ نے صاف حکم دے رکھا ہے کہ تم لوگ بھی ان کے ساتھ وہی برتاؤ کرو جو وہ تمہارے ساتھ کرتے ہیں لیکن چونکہ شیعہ ان کو ویسا ہی سمجھتے ہیں جیسا خدا نے سمجھنے کا حکم دیا ہے اس وجہ سے تم لوگ صرف ہم لوگوں کی ضد میں ان سے ہر طرح اپنے ہم مذہب' ہم مشرب

اور ہم خیال برتاؤ کرتے ہو

مولوی صاحب: خیر میں اب تو سنی نہیں رہا لیکن یہ تم کیوں کہتی ہو کہ تم لوگوں کی ضد میں سنیوں نے ایسا کیا۔ ہوسکتا ہے ان لوگوں کو سنیوں نے حکم خدا اور رسولؐ کے مطابق ہی پاک و پاکیزہ سمجھا ہو۔

ہدایت خاتون: خدا نے قرآن مجید میں ہندوؤں کا تو نام تک نہیں لیا۔ لیکن مشرکوں کے بارے میں تو تصریح موجود ہے۔ اب دنیا میں جو قومیں بھی مشرک ہیں وہ سب اس کے مطابق اسی حکم کو مستحق قرار پاتی ہیں۔

مولوی صاحب: تم قرآن مجید کی ایک ہی آیت تو مشرکین سے علیحدگی کی پیش کرسکتی ہو کہ "**اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ**" مشرک سب نجس ہیں (پ ۱۰ ع ۱۰) مگر اس میں تو اختلاف ہے کہ نجس سے کیا مراد ہے ان کے ظاہر کا نجس ہونا یا باطن کا۔

ہدایت خاتون: یہی تو بات ہے کہ شیعوں کی ضد میں تم لوگوں نے زبردستی مشرکین کے باطن کی نجاست کا مسئلہ ایجاد کردیا حالانکہ اس کے ساتھ ہی یہ حکم بھی ہے۔ "**فلا يقربوا المسجد الحرام بعد عامهم هذا**" تو اس سال کے بعد ادب والی مسجد حرام کے نزدیک یہ نہ آئیں۔ بتاؤ اگر مشرکین کا صرف باطن نجس اور ظاہر پاک ہوتا ہے تو مسجد حرام کے پاس جانے سے وہ کیوں منع کیے گئے؟ کیا وہاں اپنے صرف باطن سے جاتے اور اپنے ظاہری بدن کو اپنے گھر چھوڑ کر جایا کرتے؟ کیا کسی عقل میں یہ بات آسکتی ہے۔

مولوی صاحب: تمہارا یہ اعتراض بھی بہت درست ہے۔ اچھا دیکھو مولانا وحید الزمان خان صاحب نے کیا لکھا ہے؟

ہدایت خاتون: تحریر فرماتے ہیں "مشرک تو نرے گندے ہیں۔ اس سال کے بعد ادب والی مسجد کے پاس نہ آئیں۔ اور اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔ ابن عباسؓ نے کہا ان کے بدن گندے

ہیں" کتے اور سور کی طرح۔ قتادہ نے کہا اس وجہ سے کہ وہ طہارت نہیں کرتے نہ وہ غسل کرتے ہیں (جنابت سے نہ نجاست کو پاک کرتے ہیں) مشرک سے مراد بت پرست ہیں بعضوں نے کہا ہے ہر کافر یہاں تک کہ یہود اور نصاریٰ اور مجوسی وغیرہ بہت سے علماء کا قول یہی ہے کہ مشرکوں کی نجاست ظاہری ہے اور حسن بصری اور ابن عباسؓ کا یہی قول اور حسن بن صالح نے کہا جو شخص مشرک کو چھوئے وہ وضو کرے اور زیدیہ اور امامیہ کا بھی یہی مذہب ہے۔ لیکن اکثر علماء اور آئمہ اربعہ اور اہل حدیث کا یہ قول ہے کہ ان کی نجاست باطنی ہے۔ یعنی کفر کی نجاست کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کا کھانا درست رکھا اور آنحضرتؐ نے ایک مشرکہ عورت کے پکھال سے پانی لیا اور وضو کیا۔ اور یہودیہ کی دعوت قبول کی پھر مسجد میں داخل نہ ہونے کے متعلق لکھتے ہیں۔ یعنی حرم میں داخل نہ ہوں یا خود مسجد حرام میں۔ اب دوسری مسجدوں میں مشرکوں کا جانا درست ہے یا نہیں اس میں اختلاف ہے اہل مدینہ نے کہا درست نہیں اور شافعی نے کہا مسجدوں میں درست ہے۔ اور آنحضرتؐ نے ثمامہ کو مسجد میں باندھا اور وہ مشرک تھا۔ جیسے اوپر گزر چکا۔ اور ابوخلیفہ نے کہا ذمی تمام مسجدوں میں جا سکتا ہے اگرچہ ضرورت نہ ہو (تفسیر وحیدی ۲۴۹)

مولوی صاحب: مگر بڑے تعجب کی بات ہے کہ مولانا صاحب نے یہ نہیں بتایا کہ مشرکوں کو مسجد حرام میں جانے سے کیوں روکا؟ اگر ان کا باطن نجس ہے تو مسجد حرام میں جانے سے ان کا باطن اس سے مس نہیں ہوتا۔ مسجد حرام سے مس تو ان کا ظاہری بدن ہی ہوتا ہے۔ ایسی صورت میں ان کو مسجد حرام میں آنے سے روکنا عقل کا فعل قرار پائے گا یا بے عقلی کا؟

ہدایت خاتون: ایک تماشہ یہ بھی دیکھو کہ باطنی نجاست کا قول صرف مشرکین کے بارے میں اختیار کیا گیا ہے۔ دوسری نجاستوں کے بارے میں بھی ایسا ہی کیوں نہیں کہتے ہیں کہ کتوں کا صرف باطن نجس ہے اور ظاہر پاک ہے کیا خدا اور رسولؐ نے کہیں یہ بھی فرمایا ہے کہ نجاستیں جس قدر مقرر کردی گئی ہیں ان سے بعض کا ظاہر و باطن دونوں نجس ہے اور بعض کا صرف ظاہر نجس باطن پاک اور بعض کا ظاہر پاک اور باطن نجس ہے۔ اگر کسی کتاب سے بھی خدا و رسول کا یہ امتیاز و تفریق ثابت

ہو سکے تو مجھے بھی بتا دو۔

مولوی صاحب: نہیں ایسا تو نہیں ہے۔اچھا دوسری تفسیروں کو بھی ذرا دیکھ لو ۔

ہدایت خاتون: سنو، علامہ فخر الدین رازی لکھتے ہیں:

اختلفو ا فی تفسیر کون المشرک نجسا نقل صاحب الکشاف عن ابن عباس ان اعیانھم نجسة کالکلاب والخناز یر وعن الحسن من صافح مشر کا توضاء وھذا ھو قول لھا دی من آئمة الزید یة واما الفقھا ء فقد اتفقوا علی طھارة ابدانھم . واعلم ان ظاھر القرآن یدل علی کونھم انجاسا فلا یر جع عنہ الا بدلیل منفصل ولا یمکن ادعاء الاجماع فیه لما بینا ان الاختلاف فیه حاصل .

لوگوں نے اس امر میں اختلاف کیا ہے کہ مشرک کے نجس ہونے کا کیا مطلب ہے۔صاحب تفسیر کشاف نے حضرت ابن عباس کا قول نقل کیا ہے کہ کہتے تھے مشرکین کے بدن اسی طرح نجس ہیں جس طرح کتے اور سوروں کے بدن ہوتے ہیں حسن بصری کہتے تھے کہ جو شخص کسی مشرک سے مصافحہ کرے اس کو چاہیے کہ وضو کرے، اور یہی قول ہے حضرت ہادی کا جو فرقہ زیدیہ کے امام تھے رہے فقہاں اہل سنت تو ان سب کا اس پر اتفاق ہے کہ مشرکین کے بدن پاک ہیں اب اس بات کو جانو کہ قرآن مجید کا ظاہر تو یہی ثابت کرتا ہے کہ مشرکین کا ظاہری بدن نجس ہے۔اس کے اس مطلب سے رجوع نہیں کیا جا سکتا۔مگر اس وقت جب کوئی مفصل دلیل مل جائے اور اس بارے میں اجماع کا دعویٰ کرنا بھی ممکن نہیں کیونکہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ اس مسئلہ میں اختلاف حاصل ہے۔(تفسیر کبیر جلد ۴، ۶۱۴)

اس سے شیعوں کے مذہب کا قرآن مجید میں ہونا ثابت ہو گیا یا نہیں کیونکہ علامہ صاف

تحریر کرتے ہیں قرآن مجید کا ظاہری مطلب یہی ثابت کرتا ہے کہ مشرکین کے بدن ہی نجس ہیں اور میری تمہاری بحث کا مدار شروع سے اب تک قرآن مجید ہی رہا ہے' لہٰذا اس تحریر کے بعد تو اب کچھ سمجھنے اور تحقیق کرنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی اس کے بعد علامہ موصوف نے مشرکین کے ظاہری بدن کے پاک ہونے کی دلیلیں دی ہیں جن سب کو لکھ کر تحریر کرتے ہیں " واعلم ان کل ھذہ الوجوہ عدول عن الظاھر بغیر " دلیل جاننا چاہیے کہ ان کا بدن پاک ظاہر کرنے کی جس قدر وجہیں بیان کی گئیں۔ یہ سب قرآن کے ظاہری مطلب کے خلاف ہیں جن پر کوئی دلیل نہیں ہے۔(تفسیر کبیر ۶۱۴)

مولوی صاحب: اب ذرا علامہ سیوطی کی تفسیر بھی دیکھ لو وہ احادیث کا اچھا مجموعہ ہے۔

ہدایت خاتون: سنو" عن قتادہ فی قولہ انما المشرکون نجس ای اخباث " قتادہ سے ہے کہ مشرکون نجس "کا مطلب یہ ہے کہ وہ بڑے گندے ہیں۔

کتب عمر بن عبد العزیز ان یمنع ان یدخل الیھودو النصاری المساجد و اتبع نھیہ انما المشرکون نجس .

خلیفہ بنی امیہ عمر بن عبدالعزیز نے حکمنامہ بھیجا کہ یہود و نصاریٰ کو مسجدوں میں نہ جانے دیا جائے اور اس حکم کے ساتھ قرآن مجید کی یہ آیت لکھی' مشرکین نجس ہوتے ہیں۔

" عن الحسن انما المشرکون نجس فمن صافحھم فلیتوضا"

"جناب حسن کہتے تھے کہ مشرکین نجس ہیں پس جو شخص ان سے مصافحہ کرے اس کو وضو کرلینا چاہیے"

" عن ابن عباسؓ قال قال رسولؐ اللہ من صافح مشرکا فلیتو ضا ولیغسل کفیہ "

"جناب ابن عباس کا قول ہے کہ حضرت رسول خداؐ نے فرمایا کہ جو شخص کسی

مشرک سے مصافحہ کرے اس کو چاہیے کہ وضو کرے یا اپنے دونوں ہاتھوں کو دھولے"

استقبل رسولؐ الله جبريل عليه السلام فنا وله يده فابىٰ ان يتناولها فقال يا جبرئيل ما منعک ان تاخذ بيدی فقال انک اخذت بيد يهودی فكرهت ان تمس يدی يد كافر فدعا رسولؐ الله بماء فتوضا فناوله يده فتنا ولهما.

ایک دفعہ حضرت رسولؐ نے جناب جبرئیل کا استقبال کیا تو ان کی طرف اپنا ہاتھ بڑھایا مگر جناب جبرئیل نے حضرتؐ کا ہاتھ پکڑنے سے انکار کردیا تو آپ نے فرمایا: اے جبرئیل! تم نے میرا ہاتھ پکڑنے سے کیوں انکار کیا؟ جناب جبرئیل نے فرمایا اس وجہ سے کہ آپؐ نے ایک یہودی کا ہاتھ پکڑا تھا تو مجھے یہ بات ناگوار گزری کہ میرا ہاتھ ایسے ہاتھ سے مس ہو جس کو ایک کافر کے ہاتھ نے مس کیا ہے یہ سن کر حضرتؐ نے اور پانی منگایا اور وضو کرلیا (جس سے حضرتؐ کا ہاتھ بھی پاک ہوگیا) اس کے بعد دست مبارک کو جناب جبرئیلؑ کی طرف بڑھایا تو اب انہوں نے اس کو پکڑ لیا۔ (تفسیر درمنثور جلد ۳، ۲۲۷)

مولوی صاحب: اللہ اکبر! آخری روایت تو بہت ہیبت ناک ہے۔ جب صرف اس وجہ سے کہ حضرت رسولؐ نے کسی یہودی کا ہاتھ تھام لیا تھا۔ جناب جبرئیل نے حضرتؐ کا ہاتھ نہیں چھوا۔ حالانکہ یہ نہیں مذکور ہے کہ اس وقت حضرتؐ کا ہاتھ تر تھا یا یہودی ہی کا ہاتھ بھیگا ہوا تھا جو لوگ مشرکین کی چھوئی ہوئی تر چیزیں استعمال کرتے ہیں ان کا کیا انجام ہوگا؟ کس قدر حیرت وعبرت کا مقام ہے کہ ایسی صاف واضح اور یقینی دلیلوں کے ہوتے ہوئے بھی ہمارے ... ارے توبہ! اہل سنت کے علماء نے قرآن مجید کو پس پشت ڈال دیا اور مشرکین کی طہارت کے قائل ہوگئے جس سے ان کا بدن کپڑا ظروف مکان زمین سب برابر نجس ہی ہوتے رہتے ہیں۔

ہدایت خاتون: ایک واقعہ اور بھی سن لو ۸ھ میں ابوسفیان جو کافر تھا اور مکہ معظمہ کا سردار مانا جاتا تھا مدینہ آیا کہ سابق عہد نامہ کی تجدید کرے اس کی بیٹی حضرت ام حبیبہ مسلمان ہو کر حضرت رسولؐ خدا کی زوجیت کا شرف بھی حاصل کر چکی تھیں۔ جب وہ مدینہ میں آیا تو پہلے اپنی بیٹی حبیبہ کے گھر پہنچا۔ چاہتا تھا کہ حضرت کے بچھونے پر بیٹھے، مگر جناب ام حبیبہ نے بچھونا لپیٹ دیا، تو ابوسفیان نے خفا ہو کر کہا اے بیٹی تو نے مجھے اس بستر پر بیٹھنے نہیں دیا اور سے اٹھا لیا اس کا جواب انہوں نے دیا کہ بچھونا حضرت رسولؐ خدا کا ہے اور آپ کافر، مشرک، ناپاک ہیں۔ ابو سفیان نے یہ سنا تو خفا ہو کر ان کو بددعا دینے لگا۔ جناب ام حبیبہ کے یہ الفاظ قابل غور ہیں:

قالت بل هو فراش النبیؐ وانت مشرک نجس قال والله لقد اصابک بعدی شرفقالت بل هدانی الله تعالیٰ للاسلام

جناب ام حبیبہ نے کہا یہ حضرت رسولؐ خدا کا بستر ہے اور آپ مشرک نجس ہیں ابوسفیان نے کہا خدا کی قسم تجھ کو میرے بعد برائی میں مبتلا ہونا پڑا جناب ام حبیبہ نے کہا بلکہ خدا نے مجھے اسلام کی طرف ہدایت کر دی۔ (سیرۃ حلبیہ جلد ۳، ۲۴۷)

ظاہر ہے کہ ابوسفیان کا کپڑا ابھی اس وقت خشک تھا اور حضرت کا فرش بھی سوکھا تھا، پھر بھی جناب ام حبیبہ نے اس کافر کو اس فرش پر بیٹھنے نہیں دیا۔ اب جو لوگ مشرکین کے ہاتھ کا پانی دودھ، دہی گھی تیل شرینی بلکہ کل تر چیزیں تری کے ساتھ بنتی ہیں استعمال کرتے ہیں ان کا کیا حشر ہوگا۔ اور جو شخص نجس پانی سے غسل یا وضو کر کے نماز وغیرہ پڑھتے ہیں ان کی عبادتیں کیسے صحیح اور مقبول ہوں گی۔

ستائیسواں باب (27)

جناب مولوی رکن الدین صاحب کا شیعہ ہو جانا

حافظ صاحب کے مکہ معظمہ چلے جانے اور ان کی ناراضگی کا الزام عائد ہو جانے سے جناب مولوی عبدالقوی صاحب بہت تردد کی زندگی بسر کرنے لگے تھے۔ انہوں نے بہت غور وفکر کی کہ اس بدنامی کو کس طرح مٹایا جائے۔ کئی دن تک سوچنے کے بعد انہوں نے جو طے کیا اس کو مولوی رکن الدین صاحب سے ان الفاظ میں ظاہر کیا۔

مولوی عبدالقوی صاحب: میں دیکھتا ہوں کہ حافظ صاحب کے چلے جانے اور اس کا الزام ہم لوگوں پر رکھنے سے ہم سب یہاں والوں کی نظروں سے گرتے جاتے ہیں۔ اس فساد کے رفع کرنے کی کیا صورت کی جائے۔

مولوی رکن الدین صاحب: میرے ذہن میں یہ آتا ہے کہ آپ اجازت دیں میں چلا جاؤں اور کعبہ شریف سے ممدوح کو راضی کر کے واپس لاؤں۔

مولانا صاحب: ہاں کسی کا جانا تو ضروری ہے۔ مگر سوال یہ ہے کہ تم جاؤ یا میں جاؤں یا اور کوئی جائے جس سے ان کو کوئی شکایت نہ ہو اور وہ ان کے واپس لانے میں کامیاب ہو سکے۔

مولوی صاحب: ان کے خط سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ آپ ہی کے یا میرے کسی فعل سے ناراض ہوئے ہیں۔ ایسی صورت میں کسی تیسرے شخص کا جانا بے کار ہوگا وہ ان سے کس امر کی

معذرت کرے گا اور کس طرح اپنی صفائی پیش کرے گا۔ ہاں آپ تشریف لے جائیں یا میں جاؤں تو یہ مقصود حاصل ہو سکتا ہے لیکن حضور کو چونکہ سفر دشوار کی زحمت شاقہ ہوگی اس وجہ سے بہتر ہے کہ یہیں آرام فرمائیں اور اس حقیر کو اس خدمت کے انجام دینے کا موقع دیں کہ جس طرح ممکن ہو ممدوح کو واپس لا کر ان کے گھر والوں کو مطمئن کریں۔

مولانا صاحب: نہیں کعبہ شریف کی زیارت کا زمانہ تو میرا ہی آیا۔ مدت دراز سے تمنا ہے کہ حج کر آؤں مگر مکروہات زمانہ سے اب تک موقع نہیں ملا۔ یہ ایک قہری سبب پیدا ہو گیا ہے تو میرا ہی جانا مناسب ہے۔ اور اب تو مجھے یہاں رہنے کی ضرورت بھی نہیں ہے۔ زندگی کے جو چند دن باقی ہیں وہ عبادت الٰہی میں بسر ہو تو زہے قسمت اور اگر یہ عبادت مکہ شریف یا مدینہ شریف ہی میں انجام پائے تو "نور علےٰ نور"۔

مولوی صاحب: تو حضور کا ارادہ ہجرت کا ہے، یہ تو نہیں ہو سکتا۔

مولانا صاحب: حتمی ارادہ تو ابھی نہیں ہوا ہے لیکن اگر ہو جائے تو سوائے سعادت و شرف کے کیا ہے اب مجھے ہند میں رہنے کی ضرورت ہی کیا ہے بس گھر بیٹھا اللہ اللہ یہاں بھی کرتا ہوں۔ یہ شغل وہیں ہو تو سبحان اللہ اس کے اجر و ثواب کی کوئی حد بیان ہو سکتی ہے مختصر یہ کہ مولانا صاحب خود جانے پر آمادہ ہو گئے اور پاسپورٹ حاصل کر لیا اور سامان سفر درست کر کے حج کو روانہ ہو گئے مکہ شریف پہنچے تو معلوم ہوا حافظ صاحب وہاں سے مدینہ روانہ ہو گئے ہیں تاکہ پہلے وہاں کی زیارت کر لیں ۔مولانا صاحب نے بھی یہی کیا۔ مدینہ منورہ پہنچے اور حافظ صاحب سے ملاقات ہوئی تو پہلے دونوں مل کر خوب روئے پھر بہت اصرار مبالغہ کے بعد حافظ صاحب نے مولانا صاحب سے اس طرح باتیں کیں۔

حافظ صاحب: میں نے تو قسم کھائی تھی کہ آپ دونوں سے کبھی نہیں ملوں گا مگر آپ یہاں تک میرے لیے تشریف لائے اور اب قسمیں دیکر مجھے بولنے پر مجبور کرتے ہیں تو میں اپنے عہد کے خلاف کرتا ہوں مجھے پوری تحقیق سے معلوم ہو گیا کہ مولوی رکن الدین صاحب رافضی ہو گئے اس

صدمہ کو میں برداشت نہیں کرسکا اور اسی وجہ سے ہجرت کر کے یہاں چلا آیا حالانکہ نہ وہاں رہوں گا اور نہ اس کے نتائج کو اپنی آنکھوں سے دیکھ سکوں گا۔

مولانا صاحب: اس کا شبہہ تو بہت دنوں سے مجھے بھی ہو رہا تھا مگر میں سمجھا تھا کہ وہ اپنی علمی قابلیت اور زور کمال سے آخر غالب آ کر رہیں گے۔ ہاں یہ ضروری ہے کہ اب تک کسی مسئلہ میں بھی ان کے کامیاب ہونے کی مجھے خبر نہیں ملی جس سے مجھے سخت تعجب ہے۔

حافظ صاحب: آپ یہ کہتے ہیں اور میں یہ یقین کرتا ہوں کہ وہ رافضی ہو گئے اور اب تقیہ میں بسر کر رہے ہیں ہدایت خاتون نے اپنی خوش بیانی سے ان کو مبہوت کر دیا تھا۔

مولانا صاحب: میں آپ کی تکذیب نہیں کرتا میں تو پہلے ہی کہہ چکا کہ مجھے بھی اس کا شک ہو گیا ہے۔ ہو سکتا ہے وہ رافضی ہو گئے ہوں اور مجھ سے پوشیدہ رکھتے ہوں۔ مگر آپ کے خفا ہو کر یہاں چلے آنے سے وہ راہ راست پر نہیں آ سکتے۔ بہتر ہے کہ آپ وطن تشریف لے چلیں اور ان کو درست کرنے کی کوشش کی جائے۔

حافظ صاحب: تو میرے واپس چلنے سے وہ کیسے درست ہو سکتے ہیں۔ البتہ آپ وہاں جائیں اور کوشش کر کے ان کو اور ان کے ساتھ ہدایت خاتون کو (بلکہ اب تو اس کا نام ضلالت خاتون رکھنا چاہیے) راہ راست پر لانے کی جدوجہد کریں۔

مولانا صاحب: مگر بغیر آپ کے مجھ سے اب ہندوستان کب جایا جائے گا۔ آپ نہیں چلتے تو میں بھی نہیں جاتا۔ غرض دونوں بزرگ برابر اسی قسم کی باتیں کرتے رہتے۔

حسب ذیل مضمون ایک اخبار میں نظر سے گزرا

"مولانا رکن الدین صاحب کا جدید مذہب"

حیدر آباد دکن کی تاریخ میں یہ واقعہ نہایت تعجب سے سنا جائے گا کہ مولانا رکن الدین صاحب نے جو مسلمانوں کے قابل فخر عالم اور دینی پیشوا ہیں اپنی دینی قابلیت اور خصوصاً آریوں نیز عیسائیوں سے مناظرہ کرنے میں غیر معمولی شہرت حاصل کر چکے ہیں کل اپنے مکان میں تقریباً دو تین سو معزز و ذی علم اہل سنت حضرات کا مجمع کر کے ان کے سامنے اپنے شیعہ ہو جانے کا اعلان کیا۔ مولانائے ممدوح نے اس تبدیلی مذہب کے متعلق بڑی طویل تقریر کی جس کا مختصر یہ ہے کہ انہوں نے اپنی تعلیم یافتہ بی بی ہدایت خاتون کو جو شیعہ ہیں سنی کرنے کی کوشش کی تو دونوں میں تحقیق و مناظرہ کا دروازہ کھل گیا مدت دراز تک بحثیں ہوتی رہیں توحید، عدل، نبوت، امامت، وضو، نماز، روزہ غرض کل ضروری اعتقادات و اعمال کے متعلق تحقیق ہوتی رہی اور قرآن شریف مدار بحث قرار پا گیا۔ کہ اللہ پاک کی کتاب سے کس فریق کا عقیدہ یا عمل درست ثابت ہوتا ہے اور کس کا غلط مولانا موصوف نے اعلان کیا کہ ہر مسئلہ کے متعلق وہ اہل سنت کی کل کتابوں سے مدد لیتے اور ہدایت خاتون کے مذہب کو باطل ثابت کرنے کی کوشش کرتے رہے لیکن ان معزز خاتون نے ہر مسئلہ میں ان کی کل دلیلوں کو رد کر کے اپنے مذہب کی حقیقت اس طرح واضح کر دی کہ مولانا ممدوح کو اس کے ماننے کے سوا کوئی چارہ کار باقی نہیں رہا۔ انہوں نے یہ بھی صاف صاف کہا کہ جب وہ اپنی پوری قابلیت صرف کرنے کے بعد بھی اپنی بی بی کے اعتراضات کو رد نہیں کر سکتے تھے

تو اپنے والد محترم مولانا عبدالقوی صاحب سے بھی مدد حاصل کرتے تھے لیکن اس کا کوئی نتیجہ نہیں نکلا اور ہر طرح ان کی معزز بیگم ان کو مغلوب ہی کرتی رہیں جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کو اپنے وعدہ اور عہد کے مطابق اپنا مذہب بدل دینا پڑا۔اور اب وہ شیعہ جماعت میں داخل ہو گئے۔اس واقعہ سے شہر میں بڑی حیرت اور استعجاب کی لہر دوڑ گئی ہے ہر شخص گھبرا گھبرا کر کہتا ہے کہ مولانا موصوف کیسے زبردست اور مشہور آریہ و عیسائی مناظرین سے بحث مناظرہ کرتے رہے اور آج تک کسی سے مغلوب نہیں ہوئے وہ اپنی بی بی سے کیونکر مغلوب ہو گئے اور ان کا وہ فضل و کمال جس پر اسلام اور مسلمانوں کو ناز تھا کیا ہوا؟ مولانا موصوف کی تقریر کا یہ حصہ بھی نوٹ کر لیا گیا ہے۔شہر کے اہل علم و تحقیق پسند حضرات میں خاص اہمیت پیدا کر رہا ہے مولانائے ممدوح نے فرمایا:

"حضرات! جب میں تقریباً کل مسائل کی تحقیق کر چکا اور ہر امر میں مذہب شیعہ ہی کو حق کے مطابق اور قرآن مجید کے موافق پایا تو اپنے شیعہ ہو جانے کا اعلان دینا چاہا مگر میری ہدایت مآب رفیق زندگی نے اس سے روکا اور کہا ابھی جلدی نہ کرو نانا صاحب قبلہ کو خاص کر اس سے بہت صدمہ ہوگا۔ان کو رفتہ رفتہ نرم کر لو تب اس ارادہ کو پورا کرنا۔اس کے چند ہی دنوں کے بعد ممدوح مکہ تشریف لے گئے۔اور والد صاحب قبلہ بھی وہیں تشریف لے گئے۔تو اب مجھے خاموش رہنا جائز نہیں ہے۔آپ حضرات یہ نہ سمجھیں کہ میں نے اپنے کو سابق مذہب میں روکنے کی کوئی کسر اٹھا رکھی۔

واقعہ تو یہ ہے کہ میں اپنی بی بی سے بحث کرنے میں انتہا درجہ کی ہٹ دھرمی سے بھی کام لیتا رہا مگر حق کا زور کسی سے دب نہیں سکتا۔میری ضد اور میرا تعصب نور ہدایت کو مجھ سے مخفی نہیں رکھ سکا۔اور دنیوی مصائب و آلام کے خیالات مجھے عاقبت کے بخیر انجام سے باز نہیں رکھ سکے۔ جب میں تبدیلی مذہب پر پورا آمادہ ہو گیا تو میری ہدایت مآب خاتون بی بی نے کہا "ہندوستان کے اس حصہ (ملک دکن) میں دو عظیم الشان ہستیوں کا سنی سے شیعہ ہو جانا دکن کی تاریخ میں قیامت تک یادگار اور مشہور رہے گا۔ایک دنیوی سردار کا جو گزر گیا اور ایک دینی سردار کا جو اب ہو رہا ہے۔اس پر میں بھڑک گیا اور کہا وہ دنیوی سردار کون تھا؟ جو سنی سے شیعہ ہوا۔تو انہوں نے کہا

دکن کی مشہور بہمنی سلطنت کے ضعف کے وقت ملک احمد نے قلعہ قندھار، بیر اور جیز پر قابض ہو کر اور اپنے نام پر شہر احمد نگر بسا کر خاندان نظام شاہی کی بنیادی ڈالی۔ اس بادشاہ احمد نظام کا بیٹا برہان نظام شاہ جو ۹۱۴ھ سے ۹۶۱ھ تک زبردست بادشاہت کرتا رہا سنی سے شیعہ ہو گیا تھا۔ اس طرح کہ اس کا چہیتا بیٹا عبدالقادر تپ محرقہ میں گرفتار ہوا۔ تمام حکیموں نے علاج کر ڈالے مگر فائدہ نہ ہوا۔ تب برہمنوں نے بت خانوں میں صدقات بھجوائے ہندو مسلمان سب سے دعا کرائی لیکن اب بھی کوئی نتیجہ نہیں نکلا۔ اس وقت مولانا شاہ طاہر نے جو ایک زبردست ایرانی محقق و عالم تھے وہ عجم سے احمد نگر آ کر بادشاہ کی خدمت میں بحالت تقیہ بسر کرتے تھے۔ بادشاہ سے عرض کی اے حضور! شاہزادے کی شفا کے بارے میں ایک تجویز بندہ کے ذہن میں بھی آئی ہے۔ اگر حضور میری زندگی کی ضمانت فرمائیں تو عرض کروں۔ بادشاہ نے اصرار کر کے دریافت کیا تو شاہ طاہر نے جرأت کر کے کہا بادشاہ سلامت عہد کریں کہ اگر خدا کے فضل سے شاہزادہ کو آج شب میں شفا حاصل ہو جائے تو حضرات آئمہ معصومین کی اولاد یعنی سادات کو بہت کچھ مال و دولت عطا فرمائیں گے۔ برہان نظام شاہ نے کہا آئمہ معصومین یعنی دوازدہ امام کون ہیں؟ شاہ طاہر نے بارہ اماموں کے نام مع ولدیت حضرت علیؑ سے حضرت محمد مہدیؑ تک بتا دیئے۔ برہان شاہ نے کہا جب میں بت خانوں میں نذریں گزار چکا تو کیا علی مرتضےٰ اور بی بی فاطمہ کے فرزندوں کے نام لوازم نذر بجا لانے میں کوئی عذر کروں گا مولانا شاہ طاہر کو اور ہمت ہوئی اور آپ نے کہا بس تو آج شب جمعہ ہے بادشاہ نذر کریں کہ اگر جناب باری حضرت پیغمبر آخر الزمانؐ اور حضرت آئمہ اثنا عشریہ کے نام کا خطبہ پڑھوا کر ان کے مذہب کی ترویج و اشاعت میں کام کریں گے برہان نظام شاہ کو تو اب شاہزادہ کی شفا کی کچھ امید بھی باقی نہیں رہی تھی۔ اور اس کی زندگی سے وہ بالکل مایوس ہو گئے تھے۔ انہوں نے شاہ طاہر کی زبان سے ایسی امید افزا خوش خبری سنی تو بہت خوش ہوئے اور اسی وقت طاہر شاہ کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر عہد و پیمان بجا لائے کہ طاہر شاہ کے کہنے کے مطابق اگر شہزادہ اچھا ہو گیا تو ضرور مذہب اثنا عشری کو قبول کر کے پھیلائیں گے۔ نذر کرنے کے بعد اس رات کو بادشاہ شہزادہ عبدالقادر کے پلنگ کی پٹی سے ملے بیٹھے رہے ہر چند شہزادہ کو

لحاف اوڑھانے کی کوشش کی جاتی تھی مگر وہ بے چینی سے ہاتھ پاؤں مار کر اسے پھینک دیتا تھا ۔ناچار لحاف اوڑھانے سے منع کر دیا۔ اور کہا بے چارہ اسی رات کا مہمان معلوم ہوتا ہے ایک ساعت اور اس کی دنیا کی ہوا سے خوشحال ہونے دو۔ اور خود اسی طرح پٹی سے لگے بیٹھے رہے صبح ہونے کے قریب بادشاہ پٹی پر سر رکھ کر سو گئے۔ خواب میں کیا دیکھا کہ ایک بزرگ نورانی صورت ان کے سامنے آئے اور ان کے داہنے بائیں بھی بارہ بزرگ تھے۔ برہان نظام شاہ استقبال کر کے مودبانہ کھڑے ہو گئے تو ان میں سے ایک صاحب نے فرمایا کہ تو ان بزرگ کو جانتا ہے کون ہیں ؟ یہ حضرت محمدؐ ہیں اور یہ بزرگ جو اس کے دائیں اور بائیں ہیں دوازدہ امام علیہم السلام ہیں اس درمیان میں حضرت رسالت پناہؐ نے فرمایا اے برہان ! حق سبحانہ وتعالیٰ نے علیؑ اور ان کے فرزندوں کی برکت سے عبدالقادر کو شفا بخشی ۔ اب تجھے لازم ہے کہ میرے فرزند طاہر کے کہنے سے تجاوز نہ کرنا ۔ برہان شاہ خواب سے خوش حال بیدا ہوئے تو دیکھا شاہزادہ عبدالقادر لحاف پر پڑا ہوا ہے اور اس کی دایہ اور والدہ سے جو برابر جاگتی رہی تھیں معلوم ہوا کہ لحاف کسی نے اس پر نہیں ڈالا بلکہ اسی لحظہ خود بخود حرکت کر کے شاہزادہ پر جا پڑا ہے۔ بادشاہ نے منھ ڈال کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ شہزادہ خواب راحت میں سوتا ہے۔ اور وہ بالکل اچھا ہو گیا ہے ۔اس کے بعد برہان نظام شاہ نے اپنے وعدہ کو پورا کیا خود بھی مذہب شیعہ اختیار کیا اور دوسروں کو بھی اس کی خوبیاں بتائیں اور خطبہ میں بارہ اماموں کا نام جاری کر دیا۔

اس واقعہ کو ہندوستان کے مشہور مورخ فرشتہ نے اپنی کتاب میں تفصیل سے درج کیا ہے۔ آخر میں مورخ مذکور نے لکھا ہے کہ مورخین توران و ایران کا اتفاق ہے کہ غازان خان نے مسلمان ہونے کے بعد دو مرتبہ حضرت رسالت پناہ کو خواب میں دیکھا ہر مرتبہ امیر المومنین حضرت علیؑ ابن ابی طالبؑ بھی حضرتؐ کے ساتھ تھے ۔ حضرت رسولؐ خدا نے حضرت طاہرہؑ کی تعریف میں فرمایا کہ تجھے لازم ہے کہ تو میرے اہل بیتؑ کی نسبت طریق اخلاص جاری رکھے اور ان کی پیروی کرے اور سادات کو گرامی قدر رکھے ۔اسی سبب سے غازان خان نے اہل بیتؑ پیغمبر کی محبت اپنے صفحہ دل پر نقش کی ۔ اور سادات کربلا و نجف کو گرامی قدر رکھ کر شیعہ مذہب

والوں کو مقرب درگاہ کر کے منصب مناسب پر مقرر کیا۔ اس کے بعد صاحب تاریخ فرشتہ لکھتے ہیں کہ میں حیران ہوں کہ اگر مذہب شیعہ حق ہے تو اور مذہبوں کا انجام کیا ہوگا؟ اور اگر دوسرا مذہب حق ہے تو سفارش اس مذہب کے رواج میں کیا معنی رکھتی ہے۔

اللھم افتح بینناو بین قومنا بالحق وانت خیر الفاتحین

یہ پورا واقعہ تاریخ فرشتہ مطبوعہ لکھنو ۱۵اجلد۲ میں مرقوم ہے اس پر میں نے اپنی بی بی سے کہا کہ ہوسکتا ہے کہ تاریخ فرشتہ کے مصنف نے اس واقعہ کے لکھنے میں کوئی غلطی کی ہو یا اس کو غلط خبر ملی ہو اور اس نے واقعہ عجیب وغریب ہونے کی وجہ سے اس مصنوعی قصہ کو درج کتاب کر دیا ہو۔ اس پر انہوں نے بہت معقول بات کہی کہ اگر یہ قصہ غلط ہے تو مذہب اہل سنت کے بارے میں بھی ایسا ہی غلط قصہ کیوں نہیں مشہور ہوگیا؟ اور اگر مورخ فرشتہ نے جان بوجھ کر غلط درج کر دیا تو اس کے عوض ان کو اپنے مذہب کی حقیقت کے متعلق ایسا قصہ درج کرنا چاہیے تھا۔ جب ان کو مذہب شیعہ سے مخالفت تھی اور وہ اس کو باطل سمجھتے تھے تو انہیں واقعہ کو درج نہیں کرنا چاہیے تھا بلکہ اس کی جگہ سنیوں کے بارے میں مصنوعی قصص وحکایات لکھتے۔ باوجود سنی ہونے کے اس واقعہ کا درج کتاب کرنا اس امر کی قطعی دلیل ہے کہ یہ واقعہ اس درجہ مشہور اور ناقابل انکار تھا کہ مورخ فرشتہ کو مجبوراً اسے اپنی کتاب میں درج کرنا پڑا۔ تاکہ کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ ان کی کتاب ناقابل اعتبار ہے۔ اس لیے کہ اس میں ضروری اور یقینی واقعات تک کو مذہبی تعصب کی وجہ سے نظر انداز کر دیا ہے۔ ان کی یہ تقریر میرے دل میں جگہ کر گئی۔ اور مجھے یقین ہوگیا کہ برہان نظام شاہ کے اس خواب میں شک وشبہ کرنا آفتاب سے انکار کرنے کے مترادف ہے۔ اس وجہ سے مجھ پر منکشف ہوگیا کہ یقیناً حضرت رسولؐ خدا کے نزدیک بھی مذہب حق اور فرقہ ناجی مذہب شیعہ ہی ہے میری بی بی نے اس کے بعد یہ دلیل دی کہ واقعہ اس درجہ یقینی اور مثل آفتاب روشن ہوا کہ ہر جگہ اس کا چرچا ہوتا رہا مگر کسی کو جرات نہیں ہوسکی کہ اس کو غلط کہہ سکے۔ یہاں تک کہ بڑے بڑے علماء و محققین اہل سنت سے اس کے متعلق استفادہ کیا گیا اوان لوگوں نے بڑی کوشش کر کے اس کی مختلف تاویلیں کیں۔ اور عجیب وغریب جواب دے کر اپنے حلقہ بگوشوں کو اپنے دائرہ میں رکھنے کا

فرض ادا کیا۔ لیکن اصل واقعہ پر کسی طرح بھی پردہ نہیں ڈال سکے۔ مثلاً کئی سو برس بلند ہندوستان کے نہایت زبردست محقق و عالم و حامی اہل سنت خاندان کے رکن ثانی جناب شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی کے فرزند ارجمند جناب مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی مشہور مصنف کتاب تحفہ اثنا عشریہ سے بھی اس کے متعلق چند بار لوگوں نے مختلف مقامات سے سوال کیے کہ اس خواب کی حقیقت کیا ہے۔ ممدوح نے اس پر اپنے ہم مذہب لوگوں کو بہت کچھ سمجھانے کی کوشش کی مگر کبھی اس سے انکار کی ہمت نہیں کر سکے بلکہ اقرار کیا کہ ہاں برہان نظام شاہ نے یہ خواب ضرور دیکھا تھا (دیکھو کتاب فتاویٰ عزیزی جلد ۱ ص ۴۷)

جس وقت مولانا عبدالقوی صاحب اور حافظ عبدالصمد صاحب نے حیدر آباد کے اخباروں میں یہ خبر پڑھی ان کی آنکھوں میں دنیا اندھیر ہو گئی وہ اپنی زندگی سے بیزار ہو گئے بس یہی چاہا کہ اس وقت زمین پھٹ جاتی اور اس میں دھنس جاتے مگر مولانا صاحب مضبوط دل کے آدمی تھے۔ چار پانچ روز کے بعد انہوں نے اپنے آپ کو سنبھال لیا اور حافظ صاحب کو بھی سمجھاتے رہے پھر زندگی بھر دونوں بزرگوں نے ہندوستان کا رخ نہیں کیا۔ یہاں حیدر آباد میں ہدایت خاتون نے چاہا کہ مولوی رکن الدین صاحب خمس حج جہاد زکوٰۃ طلاق میراث حدود وغیرہ کے متعلق بھی حسب وعدہ بحث کریں مگر انہوں نے کہا اب اس امر کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ اس کے بعد مولانا رکن الدین صاحب نے مذہب شیعہ کی تبلیغ و ترویج کے لیے اپنے آپ کو وقف کر دیا۔ اور ہزاروں برادران اہل سنت نے ان کی تحقیقات سے مستفیض ہو کر مذہب حق کو قبول کر لیا۔

فالحمد لله حمداً کثیراً